سلسلۂ مطبوعات ادارۂ تحقیقاتِ اردو ــــ ۸

کربل کتھا

تالیف

فضل علی فضلی

ترتیب

مالک رام
و
مختار الدین احمد

کربل کتھا از فضلی

مرتب : مالک رام و مختار الدین احمد

تاریخِ اشاعتِ اول : اکتوبر ۱۹۶۵ء

تعدادِ اشاعت : ایک ہزار

مطبع : د نگ پریس، دلی

ناشر : ادارۂ اردو، پٹنہ

قیمت : روپے

ق

مقدمہ

ملا حسین واعظ کاشفی[1]

کمال الدین حسین بن علی واعظ کاشفی، نویں صدی ہجری کے نصف اول میں شہر سبزوار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر والد کی نگرانی میں پائی، جو اپنے زمانے کے جید علما میں تھے۔ تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد وعظ و ارشاد کا کام شروع کیا۔ کچھ دن سبزوار میں گذارنے کے بعد وہ نیشاپور پہنچے۔ اور پھر مختصر قیام کے بعد یہاں سے مشہد چلے گئے۔ مشہد میں وہ مدّتِ دراز تک مقیم رہے۔ جس زمانے میں جامی ہرات میں تھے، کاشفی نے ان کی خدمت میں رہ کر ان سے استفادہ کیا اور انھیں کے مشورے سے وہ سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ ہرات میں تالیف و تصنیف کی مشغولیتوں کے ساتھ ساتھ انھوں نے وعظ و خطابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ وہ بلند پایہ عالم اور اچھے مصنّف ہونے کے علاوہ خوش گفتار اور زبان آور خطیب بھی تھے۔ ان کے علم اور خطابت کی شہرت وہاں کے امرا اور شہزادوں اور پھر خانوادۂ تیمور کے آخری نام لیوا ابوالغازی سلطان حسین میرزا بایقرا (۸۷۳ - ۹۱۱ھ) تک پہنچی۔ انھوں نے سلطان کے دربار میں بڑا رتبہ پایا اور مزید برآں انھیں اس کے صاحبِ فضل و کمال وزیر امیر علی شیر نوائی (۸۴۴-۹۰۶ھ) کی سرپرستی بھی حاصل ہوئی۔ کاشفی نے طویل عمر گذار کر ہرات ہی میں ۹۱۰ھ میں وفات پائی۔ "مخدوم محمد حسین" تاریخ ہے۔

۱۔ کاشفی سے متعلق چند سطروں کا ایک مضمون بچہ آرنلڈ نے انسائیکلوپیڈیا اسلام (لائڈن، ۱۹۲۷ء)، ۲، ۷۸۹ میں سپردِ قلم کیا تھا۔ یہ بہت مختصر اور غیر تشفی بخش ہے۔ یہاں دوسرے ماخذ [illegible] (چاپخانۂ خاور، تہران۔ ۱۳۳۴ شمسی) کے ناشر کا دیباچہ بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔ علی شیر نوائی، ۸۹۶ھ (سالِ تالیفِ مجالس النفائس) میں لکھتے [illegible] ساکن است۔ (مجالس النفائس، [illegible]) گویا وہ ۸۷۶ھ میں ہرات وارد [illegible]

کچھ تذکرہ نویس کاشفی کو حنفی اور بعض انھیں شافعی لکھتے ہیں۔ چونکہ ان کی بعض تصانیف مدحِ ائمۂ معصومین سے بھری ہوئی ہیں، اس لیے کچھ لوگ انھیں شیعی سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ ہرات اور بلادِ ماوراءالنہر میں انھیں شیعی اور رافضی خیال کیا جاتا تھا۔ اور سبزوار اور دوسرے شیعی ممالک میں سنّی اور حنفی۔ ہرات وغیرہ میں انھیں شیعی سمجھے جانے کا سبب یہ تھا کہ وہ سبزوار کے تھے، جہاں کے باشندے حضرت علیؑ اور اہلِ بیت کی محبّت و پیروی کے لیے مشہور ہیں؛ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اصولاً کوئی سبزواری سنّی نہیں ہو سکتا۔ بہرحال اُن کے مذہب کے بارے میں ہمیں علی شیر نوائی کا بیان ضرور پیشِ نظر رکھنا چاہیے جس سے زیادہ کوئی اور ان کے معتقدات سے واقف نہیں ہو سکتا۔ وہ لکھتا ہے[۳]:
"مولانا سبزواری است، ولیکن از رفضِ ایشاں عاری است و از مذہبِ باطلِ ایشاں بَری، ولیکن از تہمت بَری نیست۔"

کاشفی کا مقام مذہبیات اور علومِ ریاضیات میں بہت بلند ہے، ان کے تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ وہ اصنافِ علومِ معقول اور انواعِ فنونِ منقول میں بہرۂ تمام رکھتے تھے اور دیارِ خراسان میں ان کے برابر کا کوئی مفسّر نہ تھا۔ قاضی نوراللہ شوستری لکھتے ہیں[۴]: "در بلاغت فصیحِ عہد و مسیحِ مہد و سحبانِ زمان و حسّانِ دوراں بودہ، و در سائرِ علوم نیز با امثال و اقران دعویٔ برابری می نمود۔"

خود کاشفی کا مربّی اور سرپرست امیر علی شیر نوائی ان کا کس درجہ معترف ہے، اس کا اندازہ اُس کی اِس رائے سے ہو سکتا ہے[۵]: مولانا بغایت ذو فنون و پُرکار واقع شدہ، و کم فنّے باشد کہ اُو را دراں دخلے نباشد، خصوصاً وعظ و انشا و نجوم کہ حقّ اُو ست، و در ہر یکسا ازیں کارہائے مشہور و متعیّن و قوتے تمام دارد۔"

کاشفی کی تصانیف میں ۔ ۳ سے زائد کتابیں بتائی جاتی ہیں؛ دہخدا نے ۵۴ کتابوں کے نام گنائے ہیں[۶]۔

۳۔ نوائی، مجالس النفائس (تہران، ۱۳۲۳ شمسی) : ۲۶۸
۴۔ نوراللہ شوستری، مجالس المؤمنین (تہران، ۱۲۹۹ھ) : ۲۲۵۔۲۲۶
۵۔ نوائی، مجالس النفائس : ۹۲، نیز دیکھیے : ۲۶۸
۶۔ علی اکبر دہخدا، لغت نامہ : ۵۱ : ۱۹۰

مقدمہ

الدین جواہر التفسیر، تفسیرِ حسینی، اخلاقِ محسنی، انوارِ سہیلی بہت مشہور ہیں. لیکن جس کتاب سے ان کی شہرت علوم ہکمت پہنچی اور جس نے لاکھوں قلوب مسخر کیے، وہ بلاشبہ ان کی کتاب روضۃ الشہدا ہے.

روضۃ الشہدا

یہ کتاب کاشفی نے ہرات کے ایک شہزادے "مرشد الدولۃ والملۃ والدین عبداللہ المشتہر بسید مرزا" کی فرمائش پر ۹۰۸ھ میں مرتب کی تھی. یہ اپنے موضوع پر بہت کامیاب تصنیف ہے، اگرچہ اس میں بعض ضعیف روایتیں بھی داخل ہو گئی ہیں، لیکن اس کی مقبولیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا.
ایران اور پھر ہندوستان میں روضۃ الشہدا مجالسِ عزا میں اس کثرت سے پڑھی جاتی رہی ہے کہ ایسی مجلسوں کے لیے "روضہ خوانی" اور پڑھنے والوں کے لیے "روضہ خوان" کی اصطلاحیں بن گئیں. رضازادہ شفق لکھتے ہیں:[9]
"روضۃ الشہدا در ذکرِ مصائب حضرت امام حسین و یارانِ اُو ست و میتوان گفت قدیم ترین کتابیست کہ بہ تفصیل مصیبتِ ائمہ را ذکر کردہ. مدتہا در مجالسِ عزا از آں کتاب نقل می کردند، و گویا اصطلاحِ "روضہ خوانی" از نامِ ہمیں کتاب آمدہ باشد."
سید محمد کاظم استاذِ دانش گاہِ تہران بھی یہی لکھتے ہیں:[10] "کتاب روضۃ الشہدا کہ بعدہا کلمۂ "روضہ خوانی" از نامِ ایں کتاب گرفتہ شدہ."
ہندستان میں بعض مقامات میں ابھی حال تک روضہ خوانی کا رواج رہا ہے لیکن جوں جوں لوگ شیعی علما کے مواعظ و ارشادات میں زیادہ دلچسپی لینے لگے، روضہ خوانی کی رسم ختم ہوتی گئی.

روضۃ الشہدا کی مقبولیت کا کچھ اندازہ اس کے نسخوں کی کثرت سے کیا جاسکتا ہے. ایران، ہندستان اور

۷. کاشفی، روضۃ الشہدا (تہران ۱۳۳۴ شمسی) : ۱۲. بعض نسخوں میں سید مرزا کا ذکر موجود نہیں مثلاً متحفِ بریطانی کا نسخہ سید مرزا کے نام سے خالی ہے.

۸. روضۃ الشہدا: ۲۸۳

۹. رضازادہ شفق، تاریخِ ادبیاتِ ایران (تہران، ۱۳۲۱ھ) : ۳۳۲

۱۰. اسفزاری: روضات الجنات فی اوصاف مدینۃ ہرات (تہران، ۱۳۳۸ھ) : ۲۷۸ حاشیہ

اور یورپ کے تقریباً تمام اہم کتاب خانوں میں اس کے خطی نسخے ملتے ہیں[11]۔ یہ کتاب ہندستان اور ایران میں بار بار چھپی ہے۔ یہاں اس کے کچھ مطبوعہ ایڈیشنوں کا ذکر مفید ہوگا (ممکن ہے ایک آدھ اور ایڈیشن بھی تلاش سے نکل آئے جس کا علم نہ ہو سکا):

لاہور: ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء ۱۸۷۳ء، ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء

بمبئی: ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء، مطبع حیدری ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۲ء،

لکھنؤ: ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء، (مطبع نولکشور)

کان پور: (مطبع نولکشور) طبع اوّل ۱۸۹۱ء، (طبع دوم سالِ طباعت نامعلوم)
طبع سوم ۱۹۱۱ء۔

تہران: ۱۲۷۴ھ، ۱۳۷۵/۱۳۳۳ شمسی (چاپخانۂ خاور، تہران)
۱۳۴۴ شمسی (کانون معرفت تہران)

روضۃ الشہدا کے تراجم

کتاب کی مقبولیت کو دیکھ کر لوگوں نے اس کے ترجمے تیار کیے، چنانچہ ترکی میں اس کا ترجمہ محمد بن سلیمان بغدادی فضولی (م ۹۶۳ھ یا ۹۷۰ھ) نے حدیقۃ السعدا کے نام سے کیا۔ فضولی نے اس ترجمے کے ساتھ مطالب و فوائد کا جا بجا اس قدر اضافہ کیا ہے کہ بقول حاجی خلیفہ[12] یہ ترجمہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ ترکی ترجمہ مطبع بولاق (مصر) میں دو مرتبہ ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء اور ۱۸۴۵ء میں چھپا، تیسرا ایڈیشن ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء میں استانبول سے شائع ہوا[13]۔

ترکی میں دوسرا ترجمہ جامی قیصری نے سعادت نامہ کے نام سے کیا۔ اس میں بھی مترجم نے بہت اضافے کیے اور موقع بموقع خود اپنے اشعار درج کیے ہیں[14]۔

۱۱۔ نسخوں کی تفصیلات کے لیے دیکھیے، اسٹوری: فارسی ادب [بزبان انگریزی] (لندن ۱۹۲۵ ـــ) ۱: ۲۱۲

۱۲۔ چارلس ریو: فہرستِ مخطوطاتِ ترکی در متحفِ بریطانی [بزبان انگریزی] (لندن، ۱۸۸۸ء)

۱۳۔ اسٹوری: فارسی ادب ۱: ۲۱۳

۱۴۔ حاجی خلیفہ: کشف الظنون (استانبول، ۱۳۱۱ھ)، ۱: ۵۸۴؛ نیز ۲: ۲۶

روضۃ الشہدا ہندستان کے مصنفین و شعرا کے نزدیک بھی بہت مقبول رہی ہے۔ غالباً سب سے پہلے گلبرگہ کے ایک شخص سیوا نامی[15] نے ۱۰۹۲ھ میں اس کا دکنی نظم میں ترجمہ کیا[16]۔ سیوا علی عادل شاہ ثانی (م ۱۰۸۳ھ) کا ہم عصر تھا۔ سیوا کے علاوہ محمد فیاض ولی ویلوری نے بھی دکنی میں اس کا منظوم ترجمہ کیا۔ اس ترجمے کا زمانہ ۱۱۳۰ھ بتایا جاتا ہے[17]۔ اس کے بعد حسن بیگ نے اس کا دکنی نثر میں ترجمہ کیا اور وسیلۃ النجات اس کا نام رکھا۔ اس کا صرف ایک ہی نسخہ اب تک ملا ہے، جو کتاب خانۂ سالار جنگ (حیدرآباد) میں محفوظ ہے[18]۔ سید احمد علی کا کیا ہوا ایک اور منظوم ترجمہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کتاب خانے میں ہے؛ اس کا سالِ تصنیف ۱۱۸۲ھ ہے۔

بیدر کے سید میر ولی خاں مونس نے ۱۱۹۰ھ میں روضہ کا ترجمہ نثر میں ریاض الطاہرین کے نام سے کیا۔ اس کا دوسرا نام انھوں نے حادثات کربلا رکھا ہے[19]۔ سید ہدایت علی واسطی بلگرامی نے ایک ترجمہ ۱۲۰۶ھ میں دہ مجلس کے نام سے کیا؛ اس کا ایک نسخہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کتاب خانے (ذخیرۂ احسن مارہروی) میں ہے۔ سید حیدر بخش حیدری دہلوی (م ۱۲۲۸ھ) نے پوری کتاب کا گلشنِ شہیداں کے نام سے "زبانِ ریختہ" میں ترجمہ کیا۔ لیکن چونکہ یہ کتاب بہت طویل تھی، عام پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے انھوں نے

۱۵۔ شمس اللہ قادری، اردوے قدیم: ۸۰۔

۱۶۔ مولوی کریم الدین اس سے متعلق لکھتے ہیں: "یہ ایک مصنف دکنی ہے۔ اس نے دکھنی زبان میں روضۃ الشہدا امام حسین کی شہادت میں لکھی ہے۔ یہ کتاب ۱۶۸۱ء میں اس نے تصنیف کی تھی۔ اس کے مرثیے بھی امام باڑوں میں پڑھے جاتے ہیں۔" (طبقات شعراے ہند: ۲۸)

۱۷۔ نصیر الدین ہاشمی: فہرست کتب خانہ سالار جنگ (حیدرآباد، ۱۹۵۷) ص ۵۳۰۔ ہاشمی مرحوم نے لکھا ہے کہ اکثر نسخوں پر ۱۱۳۰ سالِ تصنیف درج ہے، ایک نسخے پر ۱۱۲۹ ملتا ہے۔ اس کے برعکس بمبئی کے دو مطبوعہ نسخے جو ہماری نظر سے گذرے ہیں، ان میں صراحتاً ۱۱۱۹ لکھا ہے:

کیا ہوں ختم جب درد کا حال　　گیارہ سو پہ تھا انیسواں سال

۱۸۔ ایضاً: ۵۳۶۔ (سالِ تصنیف کی بحث یہاں دیکھی جائے)

۱۹۔ نصیر الدین ہاشمی، فہرست کتب خانہ سالار جنگ (حیدرآباد، ۱۹۵۷) ۵۴۴۔

۱۲۲۷ھ میں اس کا انتخاب گلِ مغفرت کے عنوان سے تیار کیا۔ یہ کتاب بارہ مجلسوں میں تقسیم کی گئی ہے اور مجلسوں کی ترتیب وہی ہے، جو روضۃ الشہدا میں ہے۔[20] روضۃ الشہدا ہی کے نام سے ایک ترجمہ عبداللہ اور علاء الدین نے مل کر ۱۲۸۷ھ میں کیا تھا۔[21] ایک اور ترجمہ منشی علی احمد کی خامہ فرسائی کا نتیجہ بھی ملتا ہے۔ پہلی کتاب کا ایک نسخہ کتاب خانۂ آصفیہ (حیدرآباد) میں اور دوسری کا مولوی عبدالحق کے ذاتی کتاب خانے (کراچی) میں محفوظ ہے۔[22] اگر تلاش کی جائے تو غالباً اور ترجمے بھی ملیں گے؛ یہاں استقصا منظور نہیں۔

اردو کے بعض مصنفین اور شعرا نے روضۃ الشہدا کے طرز پر بطورِ خود بھی کتابیں لکھی ہیں؛ بظاہر کچھ ان میں سے کاشفی کی کتاب سے مستفاد ہیں۔ ان میں سے روضۃ الشہدا مصنفہ میر حسن جعفری (تصنیف بعد ۱۲۱۵ھ)[23] روضۃ الاطہار مصنفہ نوازش علی شیدا (تصنیف ۱۱۷۳ھ)[24]، ضیاء الابصار مصنفہ مرزا اکبر علی (تصنیف ۱۲۳۲ھ)[25]، بستانِ شہادت مصنفہ سید احمد مدراسی (تصنیف ۱۲۵۴ھ)[26] نفحات الشہادت مصنفہ سید سلطان محی الدین بادشاہ قادری (تصنیف ۱۲۸۵ھ)[27] قابلِ ذکر ہیں۔

روضۃ الشہدا میں دس باب ہیں اور ایک خاتمہ۔ پہلے اور دوسرے باب میں "ابتلاء بعضے از انبیاء" اور "جفائے قریش با حضرت رسالت پناہ" کا حال ہے؛ تیسرے سے نویں تک سات ابواب میں بالترتیب (۱) رحلتِ سید المرسلین، (۲) وفات حضرت فاطمہ، (۳) شہادتِ حضرت علی، (۴) شہادتِ امام حسن، (۵) مناقب امام حسین، (۶) شہادتِ مسلم بن عقیل، (۷) شہادتِ امام حسین و اولاد و اقربا و سائر شہدا، کے واقعات

۲۰۔ اس کا پہلا ایڈیشن کلکتے سے ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء میں شائع ہوا تھا۔ ایک ایڈیشن مطبع حیدری بمبئی میں ۱۲۸۷ھ میں چھپا، ابھی حال میں گلِ مغفرت کا ایک خوبصورت ایڈیشن مجلسِ ترقیِ ادب لاہور نے (۱۹۶۵ء میں) شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ بہت زمانہ ہوا، فرانسیسی زبان میں بھی ہوا تھا۔

۲۱۔ نصیر الدین ہاشمی؛ فہرست کتب خانۂ آصفیہ (حیدرآباد ۱۹۶۱) ۱: ۲۷۸

۲۲۔ قاموس الکتب ۱. ۹۷۸ نمبر کتاب ۲۹/۷/۳۰

۲۳۔ فہرست سالار جنگ: ۵۵۲ ۲۴۔ ایضاً: ۵۳۷

۲۵۔ ایضاً: ۵۵۷ ۲۶۔ ایضاً: ۵۵۹ ۲۷۔ ایضاً: ۵۶۳

درج ہیں۔ دسواں باب "وقائع کہ بعد از حرب کربلا بر اہلبیت واقع شدہ و عقوبات مخالفان" کے لیے مخصوص ہے۔ خاتمے میں سلسلۂ سبطین کی اولاد اور ان کا سلسلۂ نسب درج ہے۔

روضۃ الشہدا کے خلاصے

یہ کتاب مختصر نہیں کہی جا سکتی بعض ابواب بھی خاصے طویل ہیں مثلاً پہلا باب چالیس صفحوں کو محیط ہے اور نواں نوّے صفحوں کو۔ ایک ہی مجلس میں پورا ایک باب سننا اور سنانا سہل نہ تھا، خاص طور پر جب کہ ان مجالس میں ساتھ ہی مرثیہ خوانی، نوحہ خوانی بھی ہوتی ہو۔ اسی لیے لوگوں کی آسانی کے لیے فارسی روضۃ الشہدا کے اختصار اور خلاصے تیار ہونا شروع ہوئے۔ یہ خلاصے کبھی خلاصۂ روضۃ الشہدا کہلائے اور کبھی انھیں دہ مجلس کا نام دیا گیا۔ [illegible] نے تو ان کی فہرست تصانیف میں خود کاشفی کی ایک تلخیص کا ذکر کیا ہے، جس کا نام دہ مجلس بتاتے ہیں۔ منتخب روضۃ الشہدا کے نام سے ۹۹۰ھ کا لکھا ہوا ایک قلمی نسخہ دفتر وزارت ہند (لندن) کے کتاب خانے میں محفوظ ہے، جس کے انتخاب کرنے والے کا نام معلوم نہیں۔ دوسرا نسخہ ۱۰۴۰ھ کا مکتوبہ، مکتبۂ ملی پیرس میں موجود ہے۔ ایک اور اختصار بھی وزارت ہند لندن کے کتاب خانے میں ہے، جس پر دہ مجلس نام درج ہے۔ کتابخانۂ بوڈلین آکسفورڈ میں بھی دہ مجلس نام کے ۹۸۰ھ اور ۱۰۰۸ھ کے لکھے ہوئے دو نسخے پائے جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ایران اور ہندستان دونوں جگہ مرثیہ خوانی اور نوحہ خوانی کے علاوہ ان انتخابات اور اختصارات کی بھی ایک خاص مجلس منعقد کرنے کا رواج ہوگیا۔ یہ انتخاب مختلف زمانوں میں مختلف اصحاب نے اپنے اپنے ذوق اور پسند کے مطابق کیے، ایران میں بھی اور ہندستان میں بھی؛ اور ان کے بیسیوں نسخے متعدد کتاب خانوں میں ملتے ہیں۔ لیکن عجیب اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ہندستان ہو یا یورپ، کہیں بھی ان میں سے کسی نسخے پر خلاصہ یا انتخاب کرنے والے کا نام نہیں ملتا۔

اُردو میں بھی یہ خلاصے دہ مجلس، یازدہ مجلس، دوازدہ مجلس کے نام سے ملتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اربابِ قلم صاحبِ مجلس کی ضرورت اور خواہش کے مطابق ابواب میں کمی بیشی کر کے ایسی کتابیں تیار کر دیتے تھے، جنھیں لوگ عشرۂ محرم یا سیوم کی مجلسوں میں پڑھتے تھے۔ یہاں ایسی چند کتابوں کا ذکر بے محل

نہیں ہوگا۔ یقیناً تلاش سے اور بھی مل جائیں گی۔

دہ مجلس[۲۸]	مصنف نامعلوم	(نثر) زمانۂ تصنیف بعد از ۱۲۰۰ھ		(فہرست کتب خانۂ سالار جنگ حیدرآباد: ۵۵۱)
دہ مجلس	از فاضل	(نظم) تصنیف	۱۲۴۲ھ	(فہرست کتب خانۂ ادبیات اُردو حیدرآباد ا: ۱۴۲)
دہ مجلس	از حامد علی خاں			(قاموس الکتب، ا: ۹۶۹)
دہ مجلس	از بیر پرشاد	در عہد آصف الدولہ بعد ۱۱۸۸ھ		(کتب خانۂ سالار جنگ ــــ حیدرآباد: ۵۴۲)
دہ مجلس	از میر عالم	(نظم)	۱۲۳۰ھ	(قاموس الکتب، ا: ۹۸۵)
دہ مجلس[۲۹]	از فدا		۱۲۰۱ھ	(قاموس الکتب، ا: ۹۷۹)
یازدہ مجلس				(مولوی عبدالحق (کتاب خانۂ شخصی ــــ الف ۹۷ ۲/۳۴)
دوازدہ مجلس[۳۰]				(قاموس الکتب، ا: ۹۷۱)
دوازدہ مجلس[۳۱]	از محکم دکنی	(نظم)	۱۲۱۷ھ	(کتب خانۂ سالار جنگ ــــ، حیدرآباد: ۵۴۸)

۲۸۔ اگرچہ مرتب فہرست نے اس کا نام ہشت مجالس لکھا ہے لیکن قریب بہ یقین ہے کہ اس میں دس مجلسیں ہوں گی۔ یہ نسخہ ناقص ہے اس میں مجلس ہشتم شہادت حضرت عباسؑ پر کتاب ختم ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی کسی کتاب میں امام حسینؑ کی شہادت کا سرے سے ذکر ہی نہ ہو یہ بات تصور میں بھی نہیں آسکتی۔

۲۹۔ مولوی عبدالحق کے ذاتی کتاب خانے میں محفوظ ہے نمبر ۲۵۲: ۸۔

۳۰۔ اس کتاب کا دوسرا نام ریاض الازہار بھی ہے۔ یہ مطبع نول کشور، لکھنؤ میں ۱۸۶۸ء میں چھپ چکی ہے۔

۳۱۔ اس کتاب کے کئی نام ہیں۔ مجلس دوازدہم، روضۂ ہندی، روضۂ درد، روضۃ الشہدا، دوازدہ مجلس، کتاب بارہ مجلسوں پر مشتمل ہے۔

دوازدہ مجلس[۴۲] از عطا (نثر) (یورپ میں دکنی مخطوطات: ۵۸۲)

دوازدہ مجلس زمانۂ تصنیف بعد از ۱۲۰۰ھ (کتب خانۂ سالار جنگ، حیدرآباد: ۵۹۱)

غرض روضۃ الشہدا کے اتباع میں متعدد شاعروں اور ادیبوں نے دہ مجلس، دوازدہ مجلس وغیرہ کے عنوان سے شہدائے کربلا کے حالات قلم بند کیے۔ کسی شخص کی تقلید اور تتبع اس کی تعریف و توقیر کا سب سے بہتر طریقہ ہے۔ اتنے سارے ترجموں اور مستقل تصنیفات کا وجود میں آجانا روضۃ الشہدا کی ہر دل عزیزی اور کامیابی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اسی سلسلے کی ایک اہم اور قدیم کتاب فضل علی فضلی کی لکھی ہوئی یہ کربل کتھا ہے۔

— ۲ —

کربل کتھا

کربل کتھا کا نام ہمارے علمی، ادبی حلقوں میں بہت دن سے معروف ہے۔ سب سے پہلے اس کا تذکرہ مولوی کریم الدین نے کیا جن کے پاس اس کا ایک قلمی نسخہ تھا۔[۴۳] وہ لکھتے ہیں:[۴۴]

"فضل علی نام تخلص فضلی، محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں وہ موجود تھا۔ اوس نے ایک کتاب "دہ مجلس" اردو زبان میں قدما کے محاورات پر لکھی ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ اون ایام میں میری عمر بائیس برس کی تھی۔ اوس کتاب کا نام اوس نے کربل کتھا رکھا ہے۔ سبب تصنیف اوس کتاب کا جو اوس نے بیان کیا ہے، بعینہٖ اوس کی عبارت بے کم و کاست لکھتا ہوں:"

اس کے بعد انھوں نے طویل اقتباس دیا ہے جو اس نسخے کے صفحہ ۲۶ سے لے کر ۴۲ تک چلا گیا ہے۔

۴۲۔ اس کا ایک نسخہ دفتر وزارت ہند، لندن کے کتاب خانے میں محفوظ ہے۔

۴۳۔ کریم الدین: طبقات شعرائے ہند۔ (مطبع العلوم مدرسہ دہلی۔ ۱۸۴۸ء): ۷۱

۴۴۔ ایضاً، ص ۷۵

اس کے بعد مرتبِ فہرستِ ذخیرۂ اشپرنگر[۳۵]، دِتاسی[۳۶]، محمد حسین آزاد[۳۷]، فرزند احمد صفیر بلگرامی[۳۸]، احسن مارہروی[۳۹]، شمس اللہ قادری[۴۰]، نصیر حسین خیال[۴۱]، حامد حسن قادری[۴۲] ـــــ غرض جس کسی نے بھی، جو کچھ اس کتاب سے متعلق لکھا، وہ طبقات شعرائے ہند کے اسی اندراج پر مبنی ہے۔

کربل کتھا کی تالیف سے متعلق خود فضلی کا بیان بہت مفصل اور مستند ہے، لکھتے ہیں[۴۳]:

"باعثِ تصنیف اس نسخۂ مسعودہ کا کہ ہر حرف اس کا ایک گلدستۂ بوستانِ ولایت کا ہے .... موسوم بہ کربل کتھا اس سبب ہوا کہ قبلۂ حقیقی اور کعبۂ تحقیقی میرا نواب مستطاب .... اعنی نواب بابا ام نواب شرف علی خاں سلّمہ الملک المنّان .... تعزیہ دارِ سید الشہدائے کربلا کا حق تعالیٰ .... سایۂ بلند پایہ اوس غلام دوازدہ امام کا مجھ عاصیِ رہی کے سر پہ سلامت رکھے، ہر سال تعزیہ حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا بخلوصِ نیت اندرونِ محل مخفی بموجب حدیث شریف کہ التقیۃ دینی و دین آبائی والتقیۃ جنۃ بوجہ احسن بجا لاتا تھا، اور بندۂ پُر تقصیر حسب الارشاد اوس قبلہ گاہ کے مجلس روضۃ الشہدا کا سونا تا تھا۔ لیکن معانی اوس کے نساء و عورات کی سمجھ میں نہ آتے تھے اور فقراتِ پُرسوز و گداز اوس کتاب مذکورہ

1. Bibliotheca Orientalis Sprengeriana (1857)
اس فہرست میں نام "دہ مجلس" درج ہے اور کتاب کا نمبر ۲۱۲ ہے۔

۳۶۔ گارسین دتاسی: تاریخ ادبیات ہندوی و ہندوستانی [بزبان فرانسیسی] (پیرس۔ ۱۸۷۰ء دوسرا ایڈیشن)، ۱: ۴۵۰

۳۷۔ محمد حسین آزاد، آبِ حیات (سرفراز پریس، لکھنؤ)، ۴۴

۳۸۔ صفیر بلگرامی: جلوۂ خضر، (نور الانوار، آرہ۔ ۱۸۸۵ء)، ۲: ۹۵

۳۹۔ احسن مارہروی: تاریخ نثرِ اردو (نمونۂ منثورات)، (مسلم یونیورسٹی پریس۔ علی گڑھ۔ ۱۹۳۰ء)، ۱: ۶۴-۶۸

۴۰۔ شمس اللہ قادری: اردوئے قدیم، ص ۱۳۰

۴۱۔ نصیر حسین خیال: مغل اور اردو (کلکتہ، ۱۹۳۳ء): ۶۵-۶۸

۴۲۔ حامد حسن قادری، داستانِ تاریخِ اردو، (عزیزی پریس، آگرہ۔ ۱۹۵۰ء۔ دوسرا ایڈیشن)، ص ۴۰-۴۹

۴۳۔ کربل کتھا۔ ۳۶-۳۸

کے بسبب لغاتِ فارسی اون کوں نہ رولاتے تھے۔ اکثر اوقات بعد کتاب خانی دکھلا کے سب یہ مذکور کرتے کہ صد حیف و صد ہزار افسوس جو ہم کم نصیب عباراتِ فارسی نہیں سمجھتے اور رونے کے ثواب سے بے نصیب رہتے۔ ایسا کوئی صاحبِ شعور ہووے کہ کسی طرح من و عن ہمیں سمجھاوے اور ہم سے بے سمجھوں کو سمجھا کر رولاوے مجھا حقر احقر (کذا)[۴۴] کی خاطر میں گذرا کہ اگر ترجمہ اس کتاب کا بہ رنگینیِ عبارت و حسنِ استعاراتِ ہندی قریب الفہم عامۂ مومنین و مومنات کیجیے، تو بموجب اس کلام با نظام کے کہ من بکا علی الحسین او تباکا وجبت لہ الجنۃ بڑا ثواب باصواب لیجیے۔"

فضلی کے اس بیان سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ کتاب کا صحیح نام کربل کتھا ہے، نہ کہ دہ مجلس کریم الدین نے اس کا نام دہ مجلس اپنی طرف سے لکھا اور غلط لکھا، کیونکہ اس میں مجلسیں دس نہیں، بارہ ہیں۔ بعد کے ناقلوں نے کریم الدین کی تقلید میں اسے دہ مجلس کہا، اور انھوں نے بھی غلطی کی۔ دوسرے یہ کہ فضلی محرم کی ان مجلسوں میں پوری کتاب روضۃ الشہدا نہیں، بلکہ اس کا اختصار یا تلخیص (خلاصہ روضۃ الشہدا) سنایا کرتے تھے۔ اس سے ہمیں کم از کم ایک خلاصہ کرنے والا کا نام معلوم ہو گیا۔ غالباً کربل کتھا اُن کے اُسی خلاصے کا ترجمہ ہے۔

بے شک فضلی نے روضۃ الشہدا کے مضامین کو عام فہم اُردو (ہندی) میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن روضۃ الشہدا اور کربل کتھا کے باہمی مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ فضلی نے لفظی ترجمہ نہیں کیا، بلکہ اس کے مضمون اور مفاد کو اُردو کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے، اس پر اضافہ بھی کیا ہے اور کہیں کہیں انحراف کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ایسے مقامات کی حواشی میں نشان دہی کر دی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی کربل کتھا کی عبارت روضۃ الشہدا سے اتنی مختلف ہے کہ اسے بجا طور پر فضلی کی مستقل تالیف قرار دیا جا سکتا ہے۔

۴۴۔ یہاں "احقر" کی تکرار غالباً کتابت کی غلطی ہے۔

رنت ظفر یاب رہے دو براعدا — اوس کے اعدا تمام ہوویں فنا

دوسری جگہ یوں لکھا ہے[۵۲]:

باز بہرِ قیامِ ظلِّ الٰہ — بادشاہِ بہادر احمد شاہ
بہرِ دفعِ اعادیِ اسلام — بہرِ حاجاتِ مومنیں آں گاہ
... ...

پڑھو سب کر کے ترک گفت وشنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

البتہ دیباچے کے اخیر میں محمد شاہ کی مدح جس طرح لکھی تھی جوں کی توں رہنے دی۔ اس کے چند شعر ہیں[۵۳]:

محمد شاہ، شاہِ عدل گستر — کمینہ چاکرش دارا، سکندر
ہے عدل اوس کے سیتی آفاق معمور — ہوا ظلم وستم اوس کے دور سے دور
سراپا زیبِ تختِ کامرانی — باو زیبا شدہ صاحبقرانی
سپہرِ سلطنت کا مہرِ انور — خلافت کے فلک کا روشن اختر[۵۴]
الٰہی تا جہاں پائندہ بادا — براورنگِ شہی زیبندہ بادا

(۴) یہ کتاب فضلی نے نواب شرف علی خاں کے اہلِ خانہ کی فرمایش پر لکھی تھی[۵۵]۔ نواب شرف علی خاں سے متعلق ہماری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ فضلی کے ایک شعر سے خیال ہوتا ہے کہ انھیں "امین الدولہ" کا خطاب ملا تھا۔ لکھا ہے[۵۶]:

امینِ دولت و خانِ زمانہ — بحسنِ خُلق در عالم فسانہ

خاندانِ مغلیہ کے حکمرانوں کی اکثریت اہلِ سنت والجماعت کے مسلک کی پیرو تھی لیکن دربار میں صاحب اثر د

۵۲۔ کربل کتھا، ۱۰

۵۳۔ کربل کتھا، ۳۵۔۳۶۔ اس سے پہلے ایک صفحہ میں محمد شاہ کی نثری مدح بھی دیکھنے کے لائق ہے۔

۵۴۔ یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ محمد شاہ رنگیلے کا اصلی نام "روشن اختر" تھا۔

۵۵۔ دتاسی نے صراحت کی ہے کہ یہ کتاب شرف علی خاں کی ماں کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔

۵۶۔ کربل کتھا، ۳۰

نوذ شیعی امیروں کی تعداد بھی کم نہیں تھی۔ یہ اثرات ہمایوں کے عہد، ۹۳۷ھ-۹۶۳ھ/۱۵۳۰ء-۱۵۵۶ء یں شروع ہوئے۔

ہم عصر مؤرخ اس بات پر متفق ہیں کہ شورِ فرماں رواؤں کے خلاف جنگ کے لیے شاہِ ایران طہماسپ نے مدد دیتے وقت ہمایوں کے سامنے بعض شرطیں پیش کی تھیں۔ ایک ان میں سے یہ تھی کہ وہ شیعیت قبول کرلے۔ ظاہر ہمایوں نے یہ شرط مان لی تھی۔ اس کے ساتھ جو ایرانی فوج آئی تھی، وہ بھی تقریبًا سب کی سب شیعی خیالات کی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد دربار میں بڑے بڑے شیعی امیر ہوئے۔

قیاس کہتا ہے کہ محمد شاہی عہد میں نواب شرف علی خاں کوئی صاحبِ اثر شیعی امیر رہے ہوں گے۔

ہ) فضلی نے جس طرح نواب شرف علی خاں کا ذکر کیا ہے، اس سے یقین ہوتا ہے کہ وہ ان کے بہت قریبی شتے دار تھے، بلکہ گمان گزرتا ہے کہ وہ شاید ان کے والد تھے۔ فضلی نے پہلے انھیں اپنا قبلۂ حقیقی اور کعبۂ تحقیقی لکھا۔[۵۷] پھر نواب بابا آثم"[۵۸] کہا، دردعا کی کہ خدا سایۂ بلندپایہ اوس غلام دوازدہ امام کا مجھ عاصی رہی کے سر پر سلامت رکھے[۵۹]۔" پھر آگے ان کے لیے "قبلہ گاہ" کا لفظ استعمال کیا ہے[۶۰]۔ یہ سب باتیں، بالخصوص "بابا" اور "قبلہ گاہ" کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ ان کے والد تھے۔ سلسلۂ اول کے آخری فاتحے میں اپنے متعلق یہ شعر لکھتے ہیں[۶۱]:-

خاص وہ شخص صاحب التصنیف — مرثیہ گوے شہ بصدقِ لطیف
نام اوس کا جو ہیگا فضل علی — اور تخلص کرے ہے وہ فضلی
ہے شرف اوس کے تئیں علی سے مدام — ہوے عطا اوس کوں از طفیلِ امام
آبرو کُل کاینات آگے — اور ایمان و علمِ دیں پاوے

یہاں مصنف نے (تیسرے شعر میں) "شرف علی" کے نام کا جس طریقے سے اظہار کیا ہے، اوس سے بھی اسی شبہے کو تقویت ملتی ہے۔

محرّم کی یہ مجلسیں نواب صاحب موصوف کے "اندرونِ محل" منعقد ہوتی تھیں، جہاں فضلی روضۃ الشہدا کے مضامین سناتے تھے۔ ان مجلسوں میں نواب صاحب کے خاندان کی مستورات بھی شامل ہوتی تھیں۔ کتاب خوانی"

۵۷۔ کربل کتھا: ۳۷ — ۵۸۔ ایضًا — ۵۹۔ ایضًا

۶۰۔ ایضًا: ۱۱-۱۲ — ۶۲۔ ایضًا

کے بعد انھیں نے ان سے اپنی فارسی سے عدم واقفیت کا گلہ کیا تھا۔ محل کے اندر، عورتوں کے درمیان، جانے کی اجازت بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ نواب شرف علی خاں سے ان کا رشتہ بہت قریب کا رہا ہوگا۔

(۶) کتاب دلّی میں لکھی گئی ہے۔ فضلی نے سبب تالیف کے سلسلے میں درگاہ قدم شریف کا جس انداز سے ذکر کیا ہے[۶۲]، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عمارت سے اچھی طرح سے واقف ہیں اور جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی ہے، غالباً ان کا قیام بھی دلّی ہی میں تھا۔[۶۳]

(۷) کربل کتھا کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ فضلی فارسی سے بخوبی واقف ہیں، ان میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت کا بھی فقدان نہیں، اگرچہ کہیں کہیں ان سے اصل کتاب کی عبارت سمجھنے میں چوک ہوگئی، مثلاً:

روضۃ الشہدا کی عبارت ہے (ص ۱۱۰) "گفت اے علی، یکزمان ایشاں را بسر روضۂ پدرم فرست تا با خدائے خود رازگویند و نیاز عرضہ دارند"۔ اس کا ترجمہ فضلی نے کیا ہے (ص ۷۶): "حضرت فاطمہ نے حضرت امیر سے کہا: یا علی، ایک ساعت ان کوں میرے باپ کی قبر پہ بھیج کہ میں حق تعالیٰ سے بھید اپنا کھولوں"۔

دسویں مجلس میں علی اکبر شہید کے ذکر میں فضلی لکھتے ہیں: "آپ زرہ بجتہ علی اکبر کو پہنائے، اور پٹکا حضرت آدم کا اوس کمر میں باندھ، خودِ فولاد سر پر رکھ ہتھیار بندھائے (کربل کتھا: ۱۰۵)۔ اب دیکھیے کہ فضلی "پٹکا حضرت آدم کا" کہاں سے لائے ہیں۔ روضۃ الشہدا کی اصل فارسی عبارت یہ ہے: "وکمرِ ادیم کہ از آں حضرت امیر بود، بر میانِ او لبست" (ص ۲۶۸)۔ کاشفی نے "کمرِ ادیم" لکھا تھا (کمر: پٹکا؛ ادیم: چمڑا) یعنی چمڑے کا پٹکا؛ فضلی "کمرِ ادیم" کو "کمرِ آدم" سمجھے اور یہی ترجمہ کر دیا۔ پھر پٹکا تو حضرت علی کا تھا، فضلی اسے بھی نظرانداز کر گئے۔ حالانکہ یہ بہت مشہور روایت ہے، اور عام ذاکر بھی اس سے واقف ہیں۔ انیس نے بھی کہا ہے:-

کُرتا تنِ اطہر میں رسولِ عربی کا زیبِ کمرِ پاک، کمربند علی کا

اسی طرح اصل فارسی متن ہے: "قطب راوندی از اعمش روایت کردہ است" (جلاء العیون، ۵: ۱۵)، فضلی ترجمہ کرتے ہیں: "قطب راوندی اپنے چچا سے روایت کرے ہے"۔ (کربل کتھا ص ۲۳۶) فضلی اعمش سے جو حضرت علی اور اہلبیت کے بڑے معتقدوں میں اور مشہور شخصیت کے مالک ہیں، واقف نہیں۔ انھوں نے

۶۲۔ کربل کتھا: ۱۱-۱۲

۶۳۔ کتاب میں دو جگہ "مسجدِ جامع" کے لفظ آئے ہیں (ص ۲۵۴، ۲۷۰)، یہ ترکیب بھی دہلویت پر دال ہے۔

اعمش کو عمش خیال کیا اور ترجمے میں "اپنے چچا سے روایت کرے ہے" لکھ دیا۔ ممکن ہے یہ غلطی اس طرح ہوئی کہ جو قلمی نسخہ فضلی کے پاس تھا، اس میں سہوِ کتابت سے اعمش کی جگہ عمش ہی لکھا ہو
انھوں نے کتاب میں جابجا فارسی اشعار درج کیے ہیں۔ فارسی ترکیبیں بالعموم اچھی استعمال کرتے ہیں اگرچہ کبھی کبھی

میں ہوں بے گور و گرڑھا اور بیکفن اور بیدفن

بھی استعمال کر جاتے ہیں (ص ۲۲۸)۔ لیکن یہ اُردو کی ابتدا اور ابھی تک زبان کا معیار قائم نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ فضلی نے قرآن و حدیث، سیر، تاریخِ اسلام کا خاصا مطالعہ کیا ہے یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ان کی تعلیم اچھے پیمانے پر نہ ہوئی ہو۔ وہ عربی سے اس حد تک ضرور واقف ہیں کہ اسے پڑھ اور سمجھ لیتے ہیں لیکن جب اسے خود لکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو نتیجہ ہمیشہ خاطر خواہ نہیں نکلتا۔ مثلاً کتاب کی ابتدا میں فاتحوں کے عنوانات کی عربی قواعد کے لحاظ سے غلط ہے۔ چند دیگر مثالیں ملاحظہ ہوں:
کنتُ نبیًا والآدم ... الخ یہی نہیں کہ یہ حدیث کے صحیح متن سے مختلف ہے، بلکہ اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ آدم پر "الف لام" لانا صحیح نہیں۔ عَدْن بمعنی بہشت، صحیح بسکونِ دال اور بفتحِ دال غلط ہے، جیسا کہ فضلی نے متواتر لکھا ہے۔ ایک مثال کافی ہوگی۔ (ص ۱۰):

بیٹے دونو یو بیبی زینب کے ماموں پر ہو فدا عَدَنْ میں لیسے

امام حسین کے ذکر میں لکھا ہے:" المقتول الشهيد المحنة والكرب والبلاء، المظلوم بجفاء اليزيد البليد" (ص ۳۰) ایک اور جگہ لکھا ہے: "هل ق يا رسول الله" (ص ۴۸)؛ یہ محلِ صدقت یا رسول اللہ کا ہے۔ روضۃ الشہدا میں تھا (ص ۲۷۶): السلام علیک وعلی جدک وعلی ابیک وأمک" فضلی نے خیال کیا کہ جب سبھوں کے لیے سلامتی کی دعا کی جارہی ہے تو امام حسن کو بھی کیوں نہ شامل کر لیا جائے، چنانچہ انھوں نے "واخوك" (اور تمہارے بھائی پر بھی) کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ عربی قاعدے سے یہاں "واخیك" ہونا چاہیے تھا۔
انھوں نے دو قرآنی آیتوں وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔ (الفرقان ۲۵: ۵۶) اور إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الفتح ۴۸: ۸) کو باہم ملا کر ایک نئی آیت وما ارسلناك شاهدًا

وَمُبَشِّراً وَّنَذِیْراً" بنالی ہے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ انھیں آیاتِ قرآنی سے اچھی مزاولت ہے اور احادیث بھی کثرت سے یاد ہیں اور وہ انھیں بڑی خوش اسلوبی سے اپنی نثر میں بے تکلف استعمال کرتے چلے گئے ہیں۔

(۸) اس ابتدائی زمانے کا لحاظ کرتے ہوئے وہ شاعر بھی بُرے نہیں۔ انھوں نے متعدد مقامات پر فارسی شعروں کا منظوم ترجمہ کیا ہے اور بالعموم وہ خاصے کامیاب رہے ہیں۔ ان کی شاعری سے متعلق کریم الدین لکھتے ہیں[۶۴]:-

"اس نے مرثیہ اور مناقب اور مدحِ ائمہ میں بہت شعر کہے ہیں مگر سب بہ سبب محاوراتِ قدیم کے لچر ہیں"

انھوں نے اس کے بعد چند شعر نقل کیے ہیں جو فضلی نے شہادتِ امام قاسم کے بیان میں لکھے ہیں[۶۵]۔ یہ شعر واقعی معمولی ہیں لیکن حیرت ہوتی ہے کہ کریم الدین کی نگاہ انھیں اشعار پر کیوں پڑی، کتاب میں ان سے کئی بہتر نمونے موجود ہیں۔

واقع یہ ہے کہ فضلی کے اشعار ان کی قدامت کا خیال کرتے ہوئے کسی طرح نظر انداز نہیں کیے جا سکتے۔ مراثی اور منقبتِ اہل بیت ان کے خاص موضوع ہیں مثلاً انھوں نے جو سکینہ کا مرثیہ لکھا ہے[۶۶]، وہ بہت موثر اور دل ہلا دینے والا ہے۔ یہ ۱۵ بند کا طویل مرثیہ ہے۔ اسی طرح حضرت زینب کی زبانی حضرت حسین کا مرثیہ[۶۷] اور حضرت شہر بانو کا علی اصغر کا ماتم[۶۸] بھی ایسے ہیں کہ اپنے جذبات کی گہرائی کے لحاظ سے کسی عنوان نظر انداز کرنے کے قابل نہیں اور فضلی ان پر بجا طور سے فخر کر سکتے ہیں۔ فضلی سے پہلے اور ان کے بعض معاصرین کے ہاں بھی جو مصرع مرثیہ کہنے کا رواج تھا، فضلی نے بھی اسی طرح کے متعدد مرثیے کتاب میں شامل کیے ہیں۔

تاریخی مقام

فضلی نے لکھا ہے[۶۹]:-

"پیش ازیں کوئی اس صنعت کا نہیں ہوا مخترع اور اب لگ ترجمۂ فارسی بعبارتِ

۶۴۔ طبقات شعرائے ہند: ۶۱-۶۲   ۶۵۔ کربل کتھا: ۱۲۳-۱۲۴   ۶۶۔ ایضاً: ۲۷۳-۲۸۴

۶۷۔ ایضاً: ۲۱۹-۲۲۶   ۶۸۔ ایضاً: ۱۸۶-۱۸۷   ۶۹۔ ایضاً: ۳۸

ہندی نہیں ہوئے مستمع"۔

بعض لوگوں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ فضلی اس بات کا دعویٰ کر رہے ہیں کہ یہ اُردو نثر کی پہلی کتاب ہے، حالانکہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ یہاں ان کا اشارہ صرف فارسی سے اردو میں ترجمہ کرنے کی طرف ہے جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، فضلی سے روضۃ الشہدا کی فارسی عبارت کو اردو میں منتقل کرنے کی فرمائش کی گئی تھی، تاکہ جو لوگ فارسی نہیں جانتے، وہ بھی کتاب کے مطالب سمجھ کر ماتم حسین میں شریک ہو سکیں اس کے بعد لکھتے ہیں[1]:

"پھیر دل میں یہ گزرا کہ ایسے کام کرام کوں عقل چاہیے کامل، اور مدد کسو طرف کی ہووے شامل، کیونکہ بے تائیدِ صمدی و بے مددِ جنابِ احمدی، یہ مشکل صورت پذیر نہ ہووے اور گوہر مراد رشتۂ امید میں نہ آوے، ولہذا پیش ازیں کوئی اس صنعت کا نہیں ہوا مخترع، اور اب لگ ترجمۂ فارسی بہ عبارت ہندی نہیں ہوئے مستمع"۔

بالکل عیاں ہے کہ فضلی یہاں اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ آج تک کوئی شخص فارسی سے اُردو میں ترجمہ کرنے کے فن (صنعت) کا بانی نہیں ہوا؛ اور ایسی کوئی عبارت یا کتاب دیکھنے سننے میں نہیں آئی، جو فارسی سے ہندی (اُردو) میں ترجمہ ہوئی ہو[2]۔

بہرحال کربل کتھا شمالی ہند میں اردو نثر کی اولین کتابوں میں شمار کی جا سکتی ہے۔ حامد حسن قادری نے لکھا ہے[3] کہ "خواجہ سید اشرف جہانگیر سمنانی نے (جن کا مزار کچھوچھا شریف، علاقۂ اودھ میں ہے) اردو میں ایک رسالہ اخلاق و تصوف پر ۷۵۸ھ/۱۳۰۸ء میں تصنیف کیا"۔ لیکن آج تک یہ رسالہ دستیاب نہیں ہوا، نہ اس کا کوئی نسخہ کسی کتاب خانے میں موجود ہونے کی اطلاع ہے۔ اس صورت میں اس کا عدم اور وجود برابر ہے۔ البتہ

۔۔ مثلاً مولانا محمد حسین آزاد: آب حیات: ۳۴

۱۔ کربل کتھا: ۳۰

۲۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فضلی دکن کے باشندے نہیں، جیسا کہ بعض اصحاب کا خیال ہے، کیونکہ ان سے پہلے دکن میں متعدد فارسی رسالوں کے ترجمے ہو چکے تھے۔ اگر وہ دکن کے رہنے والے ہوتے تو ناممکن ہے کہ انھیں ان کا علم نہ ہوتا۔

۳۔ داستانِ تاریخ اُردو: ۷

بہار میں ایک رسالہ صراط مستقیم معروف بہ سید ھا رستہ ملا ہے، جو حضرت عماد الدین قلندر پھلواروی کی طرف منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اسے ۱۰۸۱ھ میں یعنی کربل کتھا کی تالیف (۱۱۴۵ھ) سے ۶۴ برس پہلے لکھا تھا۔ چونکہ حضرت عماد الدین قلندر کی طرف اس کی نسبت ثابت نہیں اور بعض محققین اس رسالے کو مستند نہیں مانتے، اس لیے جب تک کربل کتھا سے قدیم تر کوئی کتاب دستیاب نہیں ہوتی، شمالی ہند میں اسے اولیت کا فخر حاصل رہے گا (دکن میں اس سے پہلے کی بعض نثری تحریریں منظر عام پر آچکی ہیں)۔ مختصر یہ کہ کربل کتھا دہلوی زبان کا اولین نقش ہے۔ ابھی تک یہاں اس سے پہلے کی کوئی ترجمہ شدہ یا مستقل تصنیف نہیں ملی۔

ہندوستانی مصنفوں میں سے صرف مولوی کریم الدین نے کربل کتھا سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے، وہ تنہا مصنف ہیں جن کی رسائی اس کتاب تک ہوئی تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس کتاب کو تمام میں نے دیکھا؛ وہ میرے پاس موجود تھی۔ اس مصنف نے ڈھنگ اوس کا اچھا ڈالا ہے۔ مگر اتنا قصور ہے کہ عبارت اچھی نہیں، یعنی بول چال اور محاورات متقدمین کے ہیں۔ پر اوس کا قصور نہیں، واقع میں اس کے زمانہ میں اُردو ایسی صاف نہ ہوئی تھی جیسی کہ اب ہمارے زمانے میں صاف و منقح ہوئی ہے۔ یہ بات اس مصنف کی گفتگو سے بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میں اس کتاب کی تصنیف کرنے میں دلیری نہ کر سکتا تھا بسبب اس کے کہ اب تک کوئی ترجمہ فارسی سے زبان اُردو میں نہیں ہوا، بہ لحاظ طعنہ لوگوں کے رکا رہتا تھا"

اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ قدیم تذکرہ نگاروں میں سے کسی نے، یہاں تک کہ میر حسن دہلوی نے بھی کربل کتھا کا ذکر نہیں کیا، وہ محمد حسین کلیم کے ترجمہ فصوص الحکم کا ذکر کرتے ہیں، لیکن کربل کتھا کا نہیں کرتے، حالانکہ اس

۷۴۔ یہ پورا رسالہ حضرت تمنا عمادی مجیبی پھلواروی نے قاضی عبدالودود صاحب کے مرتب کردہ رسالے معیار (پٹنہ) کے مارچ ۱۹۳۶ء کے شمارے میں شائع کر دیا ہے۔

۷۵۔ اس سلسلے میں نقل اردو کے مصنف جناب نصیر حسن خاں خیال نے جو دعویٰ کیا ہے، یہاں اس سے بحث کرنا منظور نہیں۔

۷۶۔ کریم الدین۔ طبقات ۱۰۔۶۱ ۷۷۔ ۱۲۹۳ھ/۱۸۴۷ء

لیے متعدد وجوہ موجود تھے۔

اس اشپرنگر

ب کتھا کا مخطوطہ جس پر یہ متن مبنی ہے، جرمنی میں ٹوبن گن یونیورسٹی کے کتاب خانے میں محفوظ ہے۔ یہ
ذخیرۂ کتب میں ہے جو ڈاکٹر الواس اشپرنگر نے ہندستان سے واپس جانے کے بعد جرمنی کے سرکاری کتاب خانے
نذر کیا تھا۔

پرنگر ٹائرول (جرمنی) کے قصبے ناسروت میں ۱۸۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے منجملہ دیگر علوم کے عربی اور
بی کی بہت اچھی تعلیم پائی۔ اس سے انھیں اسلامی علوم سے دلچسپی پیدا ہوگئی۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی ایسا کارنامہ
سرانجام دیں، جس سے مشرق اور مغرب کے درمیان تعصب و عناد کم ہو لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے مشرقی
الک کا سفر ضروری تھا، اور اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ آدمی تھے مستقل مزاج اور دور اندیش، ۱۸۳۶ء میں انگلستان
پہنچے اور طب کی تعلیم حاصل کرنے لگے، جس کی تکمیل لائیڈن (ہالینڈ) میں کی۔ جب طویل قیام کی بنا پر انگریزی
رعیت حاصل ہوگئی، تو اب انھوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کر لی اور ڈاکٹر کی حیثیت سے
کلکتے پہنچ گئے۔ حالات نے غیر متوقع طور پر ان کا ساتھ دیا؛ ۱۸۴۵ء میں فیلکس بوترو نے دلّی کالج کی
پرنسپلی سے استعفیٰ دے دیا اور ان کی جگہ ڈاکٹر اشپرنگر مقرر کر دیے گئے۔ یوں یہ دلّی آگئے، جو اس عہد
میں اسلامی علوم کا بہت بڑا مرکز تھا۔

اشپرنگر نے قیامِ دلّی کے دوران میں چار کتابیں مرتب کی تھیں، انگریزی۔ ہندوستانی قواعد، عربی ادب
کا انتخاب، اصطلاحاتِ صوفیہ، محمود غزنوی۔ فوائد الناظرین بھی جو ۱۸۴۵ء میں جاری ہوا اور جس کے ایڈیٹر
ماسٹر رام چندر تھے، دراصل اشپرنگر ہی نے شروع کیا تھا۔ سرسیّد احمد خاں نے اپنی مشہور کتاب آثار الصنادید
بھی اشپرنگر کی تحریک پر لکھی تھی۔

واخر ۱۸۴۷ء میں حکومتِ ہند نے انھیں لکھنؤ کے شاہی کتاب خانے کی قلمی کتابوں کی فہرست تیار کرنے کا
حکم دیا۔ اس کے لیے وہ مارچ ۱۸۴۸ء میں لکھنؤ پہنچے۔ انھوں نے صرف ڈیڑھ برس یہاں قیام کیا، لیکن اس قلیل
مدت میں انھوں نے دس ہزار مخطوطات کی فہرست تیار کی اور ہر ایک کے مصنّف کا حال بھی اس کے ساتھ لکھا۔

اس کا صرف پہلا حصہ ۱۸۵۴ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ اسی میں سے اردو شاعروں کے حالات والا حصہ ہندستانی اکاڈمی، الہ آباد نے ترجمہ کروا کے یادگارِ شعرا کے نام سے ۱۹۴۵ء میں شائع کیا تھا۔

لکھنؤ سے واپسی کے بعد وہ دلی میں زیادہ دن نہیں ٹھہرے۔ یہاں سے وہ مدرسۂ عالیہ، کلکتہ کے پرنسپل بن کر چلے گئے۔ جہاں وہ سات برس رہے اور بالآخر ۱۸۵۰ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر یورپ واپس گئے۔ یہاں پہلے برن یونیورسٹی (سوئٹزرلینڈ) میں علوم شرقیہ کے مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۱ء میں ہائیڈل برگ یونیورسٹی (جرمنی) میں آ گئے یہیں ۱۸۹۳ء میں انتقال ہوا۔ یورپ واپس آنے کے بعد انھوں نے اپنا شاہکار تصنیف کیا یعنی رسولؐ اسلام کی جرمن زبان میں تین جلدوں میں مفصّل سوانح عمری۔

اشپرنگر کو کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا شوق بحد جنون تھا۔ انھوں نے ہندستان کے قیام کے زمانے میں بڑی بیش بہا کتابیں جمع کیں جنھیں وہ ساتھ لے گئے لیکن وہ اُن پر خزانے کے سانپ کی طرح قبضہ جمائے بیٹھے نہیں رہے، بلکہ یہ تمام ذخیرہ انھوں نے برلن کے سرکاری کتاب خانے کی نذر کر دیا۔ اسی میں یہ کربل کتھا کا مخطوطہ بھی تھا۔

یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ نسخہ انھیں مولوی کریم الدین سے ملا۔ مولوی کریم الدین ان کے ممنونِ احسان تھے جن ایام میں اپنے شرکا کی مہربانی کی بدولت اُن کا کاروبار برباد ہو گیا اور وہ تنگ حال تھے، اشپرنگر نے انھیں دلی کالج کی "ترجمہ سوسائٹی" کی طرف سے ترجمے کا کام دیا جس سے اُن کی حالت بہت سدھر گئی چنانچہ کریم الدین نے اپنا تذکرہ طبقات شعرائے ہند اشپرنگر ہی کی فرمائش پر تالیف کیا تھا۔ تاریخ ابوالفدا اور تاریخ شعرائے عرب (فرائد الدہر) کے ترجمے بھی اسی طرح ہوئے۔ ناممکن ہے کہ اشپرنگر نے کریم الدین کے پاس کربل کتھا کا اہم اور نادر نسخہ دیکھ کر اشتیاق نہ ظاہر کیا ہو، اور اس پر کریم الدین نے اسے ان کی نذر نہ کر دیا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تذکرے کی تالیف ۱۸۴۷ء سے قبل وہ اسے اشپرنگر کو دے چکے تھے۔ غرض اس طرح یہ نسخہ جرمنی پہنچا۔

مخطوطے کی دریافت

کتاب خانۂ برلن کے عربی مخطوطات کی فہرست مشہور مستشرق اہل ورڈ نے مرتب کی، جو دس جلدوں میں ۱۸۸۷ء-۱۸۹۹ء کے دوران میں برلن سے شائع ہوئی۔ فارسی مخطوطات کی فہرست کی تیا

پرنٹس کے سپرد ہوا، اور یہ ۱۸۸۸ء میں شائع ہوئی۔ برلن میں اردو کتابیں بہت کم تھیں؛ اشپرنگر کے ذخیرے میں بھی ان کی تعداد کچھ زیادہ نہیں تھی۔ اس لیے کتاب خانے کے مہتموں نے اردو مخطوطات کی فہرست تیار کروانے کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ ایک معمولی سے رجسٹر میں کسی نے ان کتابوں کے نام لکھ دیے تھے، اور بس۔ اردو مخطوطات کی تلاش میں برلن گیا بھی کوئی شاذ و نادر ہی ہوگا، اس لیے بھی کتابوں کا یہ ذخیرہ کس مپرسی کے عالم میں پڑا رہا اور جہاں اس کتاب خانے کے عربی، فارسی مخطوطات سے متعلق گیارہ ضخیم جلدیں شائع ہوئیں، اردو کتابوں کی دستی فہرست تیار کرنے کا بھی کسی کو خیال نہ آیا۔ اس طرح کربل کتھا کا یہ نسخہ آنکھوں سے بالکل اوجھل ہوگیا۔

جب ۱۹۵۳ء میں آکسفورڈ جا رہا تھا، تو جناب قاضی عبدالودود صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اشپرنگر کے پاس کربل کتھا کا جو نسخہ تھا، اس کا کچھ سراغ نہیں ملتا کہ کیا ہوا۔ ہو سکے، تو یورپ کے کتاب خانوں میں اس گم شدہ کتاب کو ضرور تلاش کرنا چاہیے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہندستان میں اشپرنگر کے پاس یہ کتاب تھی، لیکن کیا یہ جرمنی پہنچی یا نہیں؟ پہنچی، تو یورپ کی پچھلی صدی کی متعدد لڑائیوں اور ہمارے سامنے کی ان دو عظیم الشّان جنگوں میں، جن میں جرمنی شریکِ غالب رہا تھا، اس کتاب پر کیا بیتی؟ یہ سوال تھے، جن کا جواب دینا آسان نہیں تھا۔ میں نے انگلستان پہنچ کر کتاب خانہ برلن کے ناظم اور مشرقی علوم و فنون کے بعض اساتذہ سے اس سے متعلق خط و کتابت شروع کی معلوم ہوا کہ عربی، فارسی، ترکی، اُردو کے پندرہ، سولہ ہزار مخطوطات کا سارا ذخیرہ پچھلی جنگِ عظیم کے دوران میں حفاظت کے خیال سے برلن سے باہر جرمنی کے ایسے شہروں میں منتقل کر دیا گیا تھا، جو نسبتہً محفوظ اور فوجی نقطۂ نظر سے غیر اہم تھے؛[1] اور اب تک یہ کتابیں اُن مقامات سے برلن واپس نہیں آئی ہیں۔ آتیں بھی کہاں، خود برلن ہی کے حصّے بخرے ہو گئے تھے۔ میں نے اس سلسلے میں جرمنی، ہالینڈ، فرانس، اور مغربی یورپ کے تمام بڑے بڑے کتاب خانوں سے خط و کتابت کی؛ انگلستان اور سکاٹ لینڈ کے چھوٹے سے چھوٹے کتاب خانے میں خود اس کی تلاش میں پہنچا، لیکن کہیں سے کچھ پتا نہ چلا۔ انگلستان میں اس سے متعلق کسی قسم کی اطلاع نہ ملنے سے تو مجھے کوئی مایوسی نہیں ہوئی، کیونکہ میرا شروع سے

۱۔ محمد حسام الدین راشد

خیال تھا کہ اس کے جرمنی میں دستیاب ہونے کا امکان زیادہ ہے؛ لیکن میں اس بات کی تحقیق کرنا چاہتا تھا کہ شاید ہندستان سے اس کا کوئی اور نسخہ انگلستان آگیا ہو، اور یہاں کے کسی غیر معروف کتاب خانے میں پڑا ہو۔

اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے کے لیے مزید مواد جمع کرنے کے لیے مجھے ۱۹۵۴ء کے اواسط میں لائیڈن (ہالینڈ) جانا پڑا۔ لائیڈن کا کتاب خانہ عربی، فارسی، ترکی مخطوطات کے لیے دنیا بھر میں، بجا طور پر بہت مشہور ہے۔ ہیگ، امسٹرڈیم، رائٹرڈیم — اور ہالینڈ کے بعض دوسرے شہروں میں بھی مشرقی مخطوطات ملتے ہیں۔ میں نے یہاں کئی مہینے ان مخطوطات کے مطالعے میں صرف کیے، لیکن اس تمام دوران میں کربل کتھا کے خیال سے کبھی غافل نہیں رہا۔ دسمبر ۱۹۵۴ء میں وہاں سے جرمنی پہنچا، جہاں مجھے کولون، بون، فرینکفرٹ، مائنز، ماربرگ اور ہائیڈل برگ یونیورسٹیوں اور وہاں کے کتاب خانوں میں کئی ماہ رہ کر کام کرنا تھا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ برلن کے سرکاری کتاب خانے کی کتابیں ماربرگ اور ٹوبنگن بھیجی گئی تھیں۔ اس پر میں جنوری ۱۹۵۵ء میں ماربرگ گیا اور وہاں کتاب خانے کے ناظم ڈاکٹر ولف گانگ فوگرٹ سے ملا اور ان سے اپنا مقصد بیان کیا۔ فرمایا، ہماری یونیورسٹی کا اپنا کتاب خانہ ہے اور خاصا بڑا ہے۔ جنگ کے دوران میں کچھ فوجی بہت سی گاڑیوں میں برلن سے کتابیں لے کر آئے تھے۔ ان کے ساتھ کوئی فہرست نہیں آئی، نہ کوئی انھوں نے بعد کو بھیجی۔ یہ ساری کتابیں ہم نے کتاب خانے کے تہ خانے میں رکھوا دی تھیں، جہاں یہ آج بھی پڑی ہیں۔ آج تک کسی اسکالر نے انھیں نہیں دیکھا، نہ کبھی ہمیں ایسی ضرورت پیش آئی؛ بلکہ ہمیں تو آج تک یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کتابیں ہیں کس کی ملکیت — جامعۂ ماربرگ کی یا برلن کی۔ میرے اصرار پر انھوں نے کہا کہ تہ خانے سے ان کتابوں کو نکلوا کر اوپر دارالمطالعہ میں لانا تو بالکل ممکن نہیں؛ ہاں، میں ایک آدمی ساتھ کر دیتا ہوں، آپ نیچے تہ خانے میں جا کر اپنی مطلوبہ کتاب تلاش کر لیجیے۔ اس پر میں جرمن رہبر کے ساتھ تہ خانے میں اترا۔ جاڑے کا زمانہ تھا، اور ان دنوں ماربرگ میں شدید برفباری ہو رہی تھی۔ آتش دان کے بغیر تہ خانہ گویا کرۂ زمہریر کا خطہ بن رہا تھا۔ میں کانپتا ٹھٹھرتا ایک لمبی میز کے پاس بیٹھ گیا۔ کتاب خانے کا وہ آدمی بیس بیس پچیس پچیس کتابیں لا کر میز پر لگا دیتا۔ میں جب انھیں دیکھ لیتا، تو وہ انھیں ہٹا کر اسی طرح کا دوسرا ڈھیر لے آتا۔ سات دن تک صبح سے شام تک یہی ہوتا رہا۔ ساتویں دن یہ پورا ذخیرہ جو آٹھ، نو ہزار کتابوں پر مشتمل تھا، ختم ہو گیا۔ ان میں

عربی فارسی کی سینکڑوں اہم کتابیں ملیں[۴۶]، جن سے متعلق کئی سو صفحے کی یادداشت تیار ہو گئی۔ لیکن میں نے جس گوہرِ نایاب کی خاطر یہ ہفتخواں طے کیا تھا، اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔

میں ماربرگ سے تھکا ہارا ہائیڈل برگ پہنچا۔ یہاں ڈاکٹر البرٹ ڈیٹرِیش استاذِ السنۂ سامی نے برلن کے کتاب خانے کے انگل کے کا خط (مورخہ ۱۱ر جنوری ۱۹۵۵ء) مجھے دیا، جس میں انھوں نے یہ مژدۂ جانفزا سنایا تھا کہ پرانے کاغذات دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ مخطوطۂ اشپرنگر: ۱۶۳ جس کی آپ کو تلاش ہے، اور کتابوں کے ساتھ ٹوبنگن بھیجا گیا تھا۔ اب کیا تھا، میں خوش خوش ٹوبنگن پہنچا اور ڈاکٹر کیمر سے ملا، جو وہاں عربی زبان و ادبیات کے استاذ تھے۔ انھوں نے ناظمِ کتاب خانہ سے ملایا اور وہ مجھے ایک نئے تعمیر شدہ زمین دوز کمرے میں لے گئے، جہاں انھوں نے یہ سارے انمول جواہر جمع کر رکھے تھے۔ کمرہ تو یہ برائے نام ہی تھا، بس ننگی دیواروں کا چوکھٹا تھا، جو جنگ کے اختتام کے دس برس بعد بھی پچ اور سفیدی سے محروم تھا۔ یہاں کھلی الماریوں میں کتابیں چنی رکھی تھیں۔ پہلے ہی دن چند گھنٹوں کی تلاش کے بعد ایک کتاب پر نظر پڑی، جس کی جلد کے پشتے پر "اشپرنگر: ۱۶۳" لکھا تھا۔ کانپتے ہاتھوں سے الٹ کر دیکھا، تو آنکھیں چندھیا گئیں — یہ فضلی کی کربل کتھا تھی۔

شام کو ہوٹل پہنچ کر میں نے متعدد بزرگوں اور دوستوں کو اس لعلِ گمشدہ کی بازیابی کی اطلاع دی۔ میں نے اس سے پہلے قاضی عبدالودود صاحب کو ماربرگ سے ایک خط میں لکھا تھا کہ مجھے یقین ہے، میں یہ کتاب تلاش کر لوں گا۔ فرمائیے، میں نے اسے ڈھونڈ نکالا، تو آپ مجھے کیا انعام دیں گے۔ ان کا فوراً جواب آیا: "میں آپ کو اردو کے محسنوں میں شمار کروں گا، اور اس سے بڑا اور کوئی انعام میں آپ کو نہیں دے سکتا۔" اب کتاب کی دریافت پر انھوں نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اور لکھا کہ فوراً اس کے عکس لینے کا انتظام کیجیے۔ میں جب اپریل ۱۹۵۶ء میں یورپ سے واپس آیا،

۴۶۔ یہاں ابن رشیق کی کتاب العمدہ کا وہ نسخہ نظر سے گزرا، جسے مولانا شبلی نعمانی نے اپنے لیے استانبول میں نقل کروایا تھا، اور جس پر ان کی تحریریں اور دستخط ثبت ہیں۔ معلوم نہیں، یہ کتاب یہاں کس طرح پہنچ گئی۔ ایک اور کتاب دیکھی، جس پر عہدِ اکبری کے مشہور شاعر فیضی کی تحریریں ہیں۔

نوادر بہت سے نوادر کے ساتھ یہ فضلی کی کربل کتھا بھی میرے ساتھ آ ئی ۔ اس طرح یہ انمول کتاب جو ۱۸۵۰ء میں ہندستان سے باہر گئی تھی، پوری ایک صدی بعد عکسی شکل میں پھر اپنے وطن واپس آ گئی ۔

مخطوطے کی کیفیت

یہ نسخہ ۱۸×۲۲ تقطیع کے ۲۶۱ اوراق پر مشتمل ہے ۔ ہر ایک صفحے پر ۱۱ سطریں ہیں ۔ پوری کتاب سیاہ روشنائی سے نستعلیق میں لکھی گئی ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں اور یہی حال قطعہ، شعر، بیت، مصرع، ایضاً، ترجمہ، المؤلف اور اس قسم کے دوسرے الفاظ کا ہے جو متن میں درج ہیں ۔ ہر فصل کے شروع میں فضلی نے لامیہ اشعار کی ایک بیت درج کی ہے اور ان کی کتابت بھی انھیں دوسرے ابیات سے ممتاز کرنے کے لیے سرخ روشنائی سے کی گئی ہے ۔ آیات و احادیث اور عربی کے فقرے نستعلیق میں لکھے گئے ہیں، لیکن ہر مجلس سے پہلے عربی خطبہ، خطِ نسخ میں لکھنے کا التزام کیا گیا ہے ۔ اشعار بالعموم شعر کی طرح لکھے گئے ہیں، لیکن کہیں کہیں انھیں نثر بھی بنا دیا ہے[۸۰] ۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی جگہ ایک آدھ لفظ لکھنے سے چھوٹ گیا، تو کاتب نے اسے حاشیے میں درج کر دیا ہے[۸۱] ۔ لیکن ایسے مقامات بہت کم ہیں ۔

کسی دوسرے شخص کی کوئی تحریر یا اندراج کتاب کے اندر یا حاشیے پر نہیں ملتا ۔ ہاں، دو تین مقامات پر "دادا" کا لفظ قلم زد کر کے کسی نے "نانا" بنا دیا ہے ۔ ابتدائے کتاب میں بسلسلۂ فاتحات دو مختلف مقامات پر شعر آئے ہیں[۸۲] ۔

بعد ازیں از برائے ظلِّ الٰہ   بادشاہِ بہادر احمد شاہ
باز بہرِ قیامِ ظلِّ الٰہ   بادشاہِ بہادر احمد شاہ

انھی بزرگوار نے دونوں جگہ اصلاح دے کر مصرعِ ثانی اس طرح کر دیا ہے :

بادشاہِ بہادر محمد شاہ

---

۸۰ ۔ کربل کتھا ۱۰۸ ۔ حضرت علی کا شعر: خلوا سبیل المؤمن المجاھد" اسے نثر سمجھ کر نثر کی طرح لکھا ہے ۔

۸۱ ۔ ایضاً: ۱۲۵، ۱۴۱ وغیرہ   ۸۲ ۔ ایضاً: ۱۰۱، ۱۷۰

مصرع ناموزوں ہوتا ہے، تو اُن کی بلا سے۔ بے شک ہوتا رہے، انھوں نے تو صرف یہ دیکھا کہ دیباچۂ کتاب کی نظم و نثر میں ہر جگہ محمد شاہ کا ذکر ہے، یہاں احمد شاہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے! چنانچہ بیک جنبشِ قلم "احمد شاہ" کو بدل کر "محمد شاہ" بنا دیا۔

قیاس یہ ہے کہ کربل کتھا کا یہ مخطوطہ کم از کم تین صاحبوں کے پاس رہا ہے۔ ان میں سے ایک نے کتاب شروع ہونے سے پہلے کے سادہ اوراق میں سے ایک پر فارسی کے پانچ شعر جو منقبتِ ائمۂ معصومین میں ہیں نقل کیے ہیں، یہ صاحب یقیناً شیعیانِ علی میں سے ہوں گے اور دو تین مقامات پر جو ایک آدھ لفظ کی تصحیح درج ہے، خیال ہے یہ بھی انھیں نے کی ہوگی، کیونکہ سوادِ خط اور روشنائی میں بہت مماثلت ہے۔

ان میں سے پہلے دو شعر یہ ہیں:

بیا تو ای دلِ پرخوں بگریہ برائے حسین — بہ پاسِ پاسِ جگر بید دردِ عزائے حسین
[illegible] — روا ست اقت اگر جاں کند فدائے حسین

کسی دوسرے صاحب نے کتاب کے اختتام کے بعد سادہ اوراق میں سے ایک جگہ فارسی کے نو شعر درج کیے ہیں یہ غزل کے متفرق شعر ہیں۔ چونکہ بگمانِ غالب یہ نسخہ اولاً مولوی کریم الدین کے پاس تھا جسے انھوں نے شپرنگر کی نذر کر دیا، اس لیے یہ دانستی تحریر بھی غالباً مولوی صاحب کے قلم سے ہے۔

اس کے بعد کے ورق پر شپرنگر کے کتاب سلسلے کی مطبوعہ فہرست سے اس کتاب سے متعلق تین سطروں کا مندرجۂ ذیل اندراج کاٹ کر چسپاں کر دیا گیا ہے:

"173 h. دہ مجلس the tragical hist. of the death of Hosayn and his relations in prose and verse by Fz Ally, who flourished under Mohd. Shah — M. 8."

اس سے اوپر کسی نے خفی قلم سے کتاب کا نام "دہ مجلس" لکھ دیا ہے۔ دہیں پر انگریزی میں حسب ذیل تحریر بھی ہے۔ ممکن ہے، یہ خود اشپرنگر کے قلم سے ہو:

The sacred hist. of the Shy'ates in ten lectures in Hindustany intended to be read in the first ten evenings of Muharram.

نسخے کے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں، جس سے سالِ کتابت کا اندازہ ہو یا کاتب کا نام معلوم ہو سکے۔ کتاب پر کوئی مہر یا دستخط وغیرہ بھی ثبت نہیں۔ کتاب نستعلیق میں خوش خط لکھی ہے، قلم نسبتاً جلی ہے۔ اس کے تین صفحوں کے عکس شاملِ کتاب ہیں، ان سے اندازہ ہو سکے گا کہ اصل مخطوطے کی کیا صورت ہے۔

قلمی نسخے کی کتابت کی بعض خصوصیات قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ متعدد جگہ، بالعموم اشعار میں "کے" کی بجائے "کہ" لکھا ہوا ملتا ہے، مثلاً

حاضراں، پس یو با خضوع و خشوع — با ادب ہو کہ اوس جناب رجوع

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص — فاتحہ بات اوٹھا کہ با اخلاص

پڑھو سب کر کہ ترکِ گفت و شنید — فاتحہ با سورۂ توحید

۲۔ پوری کتاب میں ہائے مخلوط کا استعمال کہیں نہیں ہوا۔ تجہ، مجہ، کچہ، کہول، کبہو، گہیرا، بہائی وغیرہ لکھا ہے، حالانکہ ان تمام الفاظ میں ہائے مخلوط لکھنا چاہیے تھی۔

۳۔ بعض اوقات الفاظ کو توڑ کر علیحدہ علیحدہ لکھا ہے، مثلاً "بیٹھتی" کی جگہ "بیٹھہ تی"، "یا ڈھونڈھنے" کی جگہ "ڈھونڈ نے"۔ اس کی کسر کاتب نے یوں نکال دی ہے کہ جہاں الفاظ الگ الگ لکھے جانے چاہییں، وہاں اس نے ملا کر لکھ دیے ہیں جیسے "ظلم کی" کی جگہ "ظلمکی"، "بغل میں" کی جگہ "بغلمیں" جو "نعلیں" پڑھا جاتا ہے (ص ۱۰۲)، اسی طرح "آہ! ارے کوّ آ ہمارے" "اور بہن کوں" کو وہ "بہنکوں" لکھتا ہے۔

۴۔ ک اور گ میں فرق نہیں کیا گیا ہے یعنی "گ" پر دوسرا مرکز موجود نہیں۔

۱ - یاے معروف اور یاے مجہول میں امتیاز نہیں، تقریبًا ہر جگہ ایک کی بجاے دوسری ملتی ہے یہی حال ت اور ٹ کا ہے۔

۱ - ایک ہی لفظ کو دو طرح، بلکہ بعض اوقات تین طرح بھی لکھا ہے۔ اس کی مثالیں اوپر گذر چکی ہیں

۱ - کاتب بہت کم سواد ہے، قرآنی آیات تک غلط لکھی ہیں (دیکھیے صفحات ۲۲، ۵۵، ۱۱۶، ۲۳۴) متعدد مقامات پر قرآنی املا کا بھی لحاظ نہیں رکھا ہے۔ عربی الفاظ کے لکھنے میں کہیں تو الف لام حذف کر دیتا ہے: افتخار أولین والآخرین (ص ۲۸) یہاں "الأولین" ہونا چاہیے۔ کہیں بغیر ضرورت الف لام کا اضافہ کر دیتا ہے مثلاً سید الشباب أهل الجنة (ص ۲۱) کہ شباب بغیر الف لام کے درست ہے۔ کاتب عربی اور اردو کے بعض معمولی لفظوں کے املا میں غلطیاں کرتا ہے۔ "اهدنا الصراط" اور "ولا الضالین" (ص ۵۸) میں الف حذف کر دیتا ہے، جب کہ "بالفعل"، "بالضرور" اور "بالحق" میں ایک الف زائد کر کے "باالفعل"، "باالضرور" (ص ۷۷) اور "باالحق" (ص ۱۱۶) لکھتا ہے۔

الماس پیسا کو "الماس پیسہ" (ص ۶)، طوبیٰ کو "طوبا" (ص ۲۶)، معًا کو "معن" (ص ۳۹)، لکھتا ہے۔ خاندان کو "خانہ دان" (ص ۸۷)، بقرعید کو "بقرہ عید" (ص ۱۳۱) لکھتا ہے۔ پردگیان، یافتگان، ششماہگی اور مردانگی کو "پردہ گیان"، اور "یافتہ گان" (ص ۱۸۵) اور "ششماہہ گی" (ص ۱۹۱) اور "مردانہ گی" (ص ۱۷۱) لکھتا ہے، اور ہول بمعنی خوف و دہشت کا املا اس کے یہاں "حول" ہے (ص ۱۹۵) اور دریاے فرات کو "فراط" لکھتا ہے۔ (ص ۱۶۸)

(اس کا بھی امکان ہے کہ عربی کی اس قسم کی غلطیاں کاتب کی نہ ہوں، بلکہ ان کے لیے خود مصنف ذمہ دار ہو) یہاں کتاب کا جو متن شائع کیا جا رہا ہے اس میں یہ تمام نقائص دور کر دیے گئے ہیں۔ البتہ ایک بات جوں کی توں رکھی گئی ہے:

اکثر جگہ اعراب بالحروف ظاہر کیے گئے ہیں، یعنی زبر کی جگہ الف، پیش کی جگہ واو، اور زیر کی جگہ ی۔ الف کی مثالیں کم ہیں، دوسری دونوں کی تقریبًا ہر صفحے پر ملیں گی۔ یہاں چند مثالیں کافی ہوں گی:

رکھ نام : رِکھ ص ۱۲۸	سونا : سُنا ص ۶۴	دیکھاؤں : دِکھاؤں ص ۶۵
پیاس لاگی : لَگی ص ۱۷۹	پوکارتا : پُکارتا ص ۶۵	دیکھلائے : دِکھلائے ص ۶۵

تیر لاگا : لگا ص ۱۸۹ دوکھ : دُکھ ص ۵۵ ایدھر : اِدھر ص ۹۲
دل پھاٹا جاتا ہے : پھٹا ص ۲۷۴ کوٹھنی : کُٹھنی ص ۶۶ ایتوار : اِتوار ص ۹۰
جاگہ اس کی دوزخ ہے : جگہ ص ۲۴۵ چھوری : چُھری ص ۲۶۷ پھیر : پھر ص ۹۰

ان تبدیلیوں کے سوائے اصلی نسخے کی خصوصیات کو برقرار رکھا گیا ہے اور یہاں جو متن شائع کیا جا رہا ہے وہ اسپرنگر کے نسخے کے مطابق ہے، اصول یہ مدِ نظر رہا ہے کہ متن میں اصل نسخے کے الفاظ رکھے جائیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو ذیلی حاشیے میں متبادل الفاظ لکھ دیے گئے ہیں۔ متعدد مقامات پر بدقسمتی سے اس کا التزام نہیں ہو سکا اور متن میں وہ الفاظ درج ہو گئے ہیں، جو حاشیے میں رکھنا تھے۔

— ۳ —

لسانی اہمیت

کربل کتھا کی لسانی اہمیت اور اُردو زبان کی تاریخ میں اس کے نمایاں مقام سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ کتاب دہلوی زبان کا پہلا نقش ہے اور اس وقت تک ہمیں یہاں کے کسی مصنف کی اس سے قدیم تر نثری تخلیق دستیاب نہیں ہوئی۔ یہ کتاب اس زمانے میں لکھی گئی، جب عوام کا تو کیا ذکر، بڑے بڑے امیروں کے گھر میں بھی فارسی کا چلن کم ہونے لگا تھا، اور اُردو کا رواج روز افزوں ترقی پر تھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اردو اب کوچہ و بازار اور مجالس و دربار میں بخوبی سمجھی جانے لگی تھی۔ راعی اور رعایا، عالم اور عامی، امیر اور فقیر اگر روزمرہ کی عام گفتگو میں اسے ہر وقت استعمال نہ کرتے ہوں، جب بھی اسے آسانی سے سمجھتے سب تھے۔

اس کے باوجود، اس میں بھی شبہ نہیں کہ ابھی تک زبان کی جزئیات اور تفاصیل متعین نہیں ہوئی تھیں۔ جس طرح سونا جب تک کٹھالی میں ہے، سیال مادے سے سوا کچھ نہیں: کٹھالی سے نکال کر آپ اسے جو شکل دینا چاہیں، دے سکتے ہیں۔ یہی حال زبان کا ہے۔ آغاز میں یہ لفظوں کا ڈھیر ہے۔ ان الفاظ کو جملوں اور ترکیبوں میں تبدیل کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ ابتدائی دَور میں یہ محض تبادلۂ خیالات کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اس مرحلے پر کوئی اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ یہ لفظ مذکر ہے اور وہ مؤنث، اِس جگہ زبر ہے اور اُس جگہ پیش، یہ ترکیب فصیح ہے یا غیر فصیح ـــ مدعا اپنا مافی الضمیر مخاطب پر واضح کرنا ہوتا ہے۔ اگر یہ ضرورت رفع ہو گئی، تو گو

زبان کے عالم وجود میں آنے کا مقصد پورا ہوگیا۔

جب ہم لسانی پہلو سے کربل کتھا کا مطالعہ کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ زبان اچھی خاصی ترقی کرچکی ہے، تاہم ہنوز اس کے اصول و قواعد مرتب نہیں ہوئے؛ صرف و نحو نے متعین شکل اختیار نہیں کی؛ اور تو اور، الفاظ کا املا تک غیر یقینی ہے۔ ـــــ ایک ہی لفظ کو آپ ایک طرح سے بھی لکھ سکتے ہیں اور کسی دوسری طرح سے بھی ـــــ اور کوئی اسے قابلِ اعتراض بات خیال نہیں کرے گا۔

غرض کتاب کے مطالعے سے چند بنیادی اصول مستنبط ہوتے ہیں :-

۱ - (۱) اردو اپنی بنیاد میں "ہند آریائی" زبان ہے۔ اس لیے اس میں سنسکرت الفاظ کے مشتقات یا ان کی ارتقائی شکلوں (یا ہندی لفظوں) کی موجودگی قدرتی بات ہے۔ ہندی الفاظ مثلاً سیس (ص ۹، ۱۱۶، ۲۰۷) بسرام (ص ۱۰) بھسم (ص ۷۵) بلچنا (ص ۸۰) من موہن (ص ۱۹۷) جم (ص ۲۰۵) سنکات (ص ۲۰۶) پت (ص ۱۷۳، ۱۹۸، ۲۱۹، ۲۲۲، ۲۴۶) اچرج (ص ۲۲۲) سنگت (ص ۱۹۴، ۱۹۷) وغیرہ کثرت سے آئے ہیں۔ یہ الفاظ بہت کچھ اپنی اصلی حالت اور تلفظ میں ہیں، اور بعض اوقات بدلے ہوئے ہیں۔ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ الفاظ مسلسل استعمال کی خراد پر چڑھ کر آخر وہ شکل اختیار کر لیتے ہیں، جو بولنے والوں کو سب سے آسان نظر آتی ہے۔ اس موضوع پر تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) لیکن فضلی نے خلافِ معمول پنجابی کے لفظ اور لہجہ بھی استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر چند لفظ ملاحظہ ہوں :-

نال : ساتھ ـــــ سیس اوس شہ کا نیزے نال ہوا (ص ۷)؛

یا ـــــ اس مجلسِ نوریں میں شہادت پڑھوں ہولاں یں عباس علی، محمد انس کی کہ تال ہے (ص ۱۶۵)

سٹ : سٹنا ـ چھوڑنا۔ ترک کرنا ـــــ جو گئے ہینگے سٹ سب اپنے وطن (ص ۱۱)

کھلیان : یہ دانہ اشک کا اس خاکِ زندگی میں بو لو کہ ایک دن دِرَو کر کھلیان کرو گے (ص ۵۱)

کلھ : کل، فردا، دوش (فردا کے معنی میں) کلھ توں میری مصیبت میں گرفتار ہوئے گا (ص ۳۷)،

ـــــ (دوش کے معنوں میں) تم اپنے پیغمبر کی اولاد کوں کہ کلھ تم میں سے گیا ہے مارتے۔ (ص ۲۱۴)؛

ـــــ (بمعنی فردا) کلھ دن جمعہ کا ہے۔ (ص ۲۶۹)

لے: آلودہ، خراب ـــــ مونہہ خوش جمال اون کے لوہو میں رُلے۔ (ص ۵۵)

بلا: تندرست صحت یاب ـــــ ابھی وہ داغ چنگا نہیں ہوا، اور رکھے اوس اوپر۔ (ص ۶۵)

ہلا: تیز، بے چین ـــــ اسما نے کہا، ماں کا جیو کاہلا ہے (ص ۷۶)

اڑھ: کاڑھنا = تاننا، نکالنا ـــــ وو شہ کے سر پر علم پھر کے کاڑھ بولے نراس (ص ۱۶۸)

مار: حال، خبر، پروا ـــــ توں سار پیاسے کی کیا جانے ہے کنارِ فرات (ص ۱۶۹)

بھوئیں: زمین ـــــ جس گھڑی عبّاسِ بیکس کا ہوا بھوئیں پر مقام (ص ۱۷۲)

ـــــ جس وقت گھوڑے سے گرا بھوئیں پر وہ شہسوار۔ (ص ۲۰۶)

گھنڈی پڑنا: گلے آنا ـــــ ہنسلی گئی، گھنڈی پڑی، کوا گرا، تو دائی سے

ملواؤں اے لوگو، کہو، پوچھوں پوچھاؤں اب کسے (ص ۱۹۲)

سوانی: عورت ـــــ نگر پھرتی ہے گھر کی بی بی سوانی۔ (ص ۲۲۲)

ایانی: معصوم، انجان ـــــ اب آئی ہوں گی عقل و سُدھ سے ایانی (ص ۲۲۵)

پھویا: نازک بدن، کمزور ـــــ یہ دودھ کا پھویا جو تھا اصغر، نشانِ تیر ہوا (ص ۱۹۳)

جھوٹھا: جھوٹا ـــــ اور ظالموں، فاسقوں کوں جھوٹھا اور رُسوا کیا (ص ۲۳۰)

ـــــ خدا نے تمہیں کیسا جھوٹھا کیا۔ (ص ۲۶۰)

جھوٹھ: جھوٹ ـــــ الحمد للہ کہ اہلِ بیتِ رسول جھوٹھ اور نفاق پاک ہیں۔ (ص ۲۶۱)

ـــــ ملعون کہا، جھوٹھ کہتی۔ (ص ۲۶۲)

چوئے: ٹپکے ـــــ آنسو لہو کے سب کی آنکھوں سے چوئے۔ (ص ۲۶۶)

یہ سب ٹھیٹ پنجابی لفظ ہیں اور آج صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اسی طرح سے اور انہی معنوں میں مستعمل ہیں فضلی کے یہاں ان کا استعمال ایسا برمحل اور برجستہ ہوا ہے کہ اس سے یقین ہوتا ہے کہ وہ پنجابی ضرور جانتے تھے۔ بعض سوانح میں خاص طور پر پنجابی لہجہ استعمال ہوا ہے مثلاً گیارنہ، بارنہ، تیرنہ، چودنہ، سترنہ، اٹھارنہ ـــــ یہ ٹھیک اسی طرح ہے، جیسے آج۔

ہر ایک زبان میں لفظ اپنے لغوی معنوں میں لیے جاتے ہیں، اور ان معنوں میں ہر ایک شخص انھیں آسانی سے

ستعمال کر سکتا ہے لیکن بعض لفظوں کے لغوی استعمال کے علاوہ بھی کچھ پہلو ہوتے ہیں۔ یہ اتنے نازک نفی ہوتے ہیں کہ ہر کسی کی گرفت میں نہیں آسکتے۔ اس کے لیے اہلِ زبان ہونا یا کم از کم اہلِ زبان کے ساتھ یں زمانے تک شب و روز کا میل جول اور ان کی ہر طرح کی تقریبوں اور مجلسوں میں حاضری اور گفتگو رہ ہے۔ اگرچہ اس کا بھی یہ لازمی نتیجہ نہیں کہ کوئی شخص کسی دوسری زبان کی تمام الوٹوں اور اس کے الفاظ کے ل استعمال کے تنفیف اور نازک فرق پر حاوی ہو جائے گا، لیکن اس سے بہت کچھ تلافی ہو جانے کا امکان رور ہے۔

ندرجہ صدر پنجابی الفاظ میں سے بھی بعض فضلی نے اسی طرح سے استعمال کیے ہیں، مثلاً حضرت فاطمہؓ کے رض الموت کے بیان میں لکھتے ہیں۔۔

"شاہزادوں نے کہا: اے اسما! کبھو دیکھا ہے توں نے کہ، بغیر ماں کے کھانا کھائے ہیں۔

اسما نے کہا کہ، ماں کا جیو کاہلا ہے، تم نوش کرو۔" (ص ۷۶)

کہلا (فضلی نے اعراب بالحروف کے قاعدے سے پہلا الف، فتح کی جگہ لکھا ہے) کے لغوی معنی ہیں۔ تیز، جلدباز، بے صبر لیکن روزمرے میں کبھی کبھی اس کا استعمال بیماری کی حالت میں بے چینی کے لیے بھی ہوتا ہے، خاص طور پر جب سانس لینے میں تکلیف محسوس ہو رہی ہو۔ فضلی نے اسے یہاں انھیں خاص معنوں میں استعمال کیا ہے۔

یا مثلاً لفظ "پھویا" ہے۔ فضلی مرثیے میں حضرت زینب کی زبان سے علی اصغر سے متعلق کہتے ہیں:

چھ مہینے کا وہ دودھ کا ہائے پھویا — لعیں سنگ دل اوس کا بہوڑا کبھی کھویا
جگر اوٹتا لوہو پیو، وہ نہ رویا — سدھارا گیا اتنی ہی زندگانی (ص ۲۲۰)

یہ لفظ اور جگہ بھی انھیں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (ص ۱۸۶، ۱۹۲) پھویا کے عام معنی "روئی کا چھوٹا سا ٹکڑا" کے ہیں ۔ دوائی لگانے کے لیے "روئی کا پھایا" بھی اسی سے بنا ہے۔ پنجاب میں عورتیں بہت چھوٹے، دودھ پیتے بچے کو "دودھ کا پھویا" کہتی ہیں جیسے دودھ کا قطرہ؛ اور اس کا استعمال عموماً اس محل پر ہوتا ہے، جہاں بچے کی بے بسی، کمزوری، مظلومیت کا اظہار مقصود ہو۔ خیال ہوتا ہے کہ چونکہ دودھ اور روئی دونوں کا رنگ سپید ہے، اس لیے "دودھ کا پھویا" بنا۔ بعض اور لفظ بھی مثلاً گھنڈی پڑنا وغیرہ اسی قبیل سے ہیں۔

فضلی کے یہاں ان الفاظ کا استعمال جس چابک دستی سے ہوا ہے وہ ان کی پنجابی زبان سے ماہرانہ واقفیت پر دال ہے۔

(۳) کربل کتھا میں دکنی لہجہ بھی بہت نمایاں ہے۔ دکنی زبان سے متعلق بعض ماہرین کا یہ خیال ہے کہ یہ بہت حدتک کھڑی بولی اور ہریانوی سے متاثر ہے اور جو مماثلت دکنی اور پنجابی میں ملتی ہے، وہ ہریانوی کے واسطے سے آئی ہے، جو دراصل پنجابی ہی کا ایک روپ ہے۔ پس ہوسکتا ہے کہ فضلی کے ہاں ہمیں جو دکنی کی مثالیں ملتی ہیں، وہ اصل میں ان کی پنجابی سے واقفیت کا نتیجہ ہوں لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ کربل کتھا کی تالیف سے پہلے ۱۱۴۴ھ/۲۲-۱۷۲۱ء میں وَلی کا دیوان دلی میں پہنچ چکا تھا اور گمانِ غالب ہے کہ فضلی نے بھی اُسے ضرور دیکھا ہوگا۔ اس مطالعے کا بھی ان کی تحریر میں اثر نمایاں ہونا چاہیے۔ بہرحال دکنی لہجے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:-

(الف) ہ کار آوازوں میں تخفیف دکنی کا عام اصول ہے۔ کربل کتھا میں بھی بُج (ص ۱۹۳)، مُج (ص ۱۸۸، ۱۹۲)، سانج بجائے سانجھ (ص ۱۷۱، ۱۹۲) وغیرہ کی مثالیں ملتی ہیں۔

(ب) دکنی میں نون غنہ کا استعمال بہت افراط سے ہوتا ہے۔ کربل کتھا کی یہ مثالیں دیکھیے:-

حاضراں مل کے اس مطالب کوں فاتحہ اب پڑھو دل وجاں سوں (ص ۱۲)

ہم مصاحبت و مجالستِ حسین کو بہشت سے نہیں پہنچتے (ص ۵۴)

اگر روو ے توں اوس حضرت پر ... الخ (ص ۵۵)

جب حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے کوچ کیا۔ (ص ۷۱)

کوئی کہے: اسے فلک تو نہیں ترس کر ہم پر۔ (ص ۱۰۷)

بہت سے پہنچے خرچِ راہ لیے حاضر کر، کہا (ص ۱۸۵)

اس طرح کی بیسیوں مثالیں کتاب میں موجود ہیں، یہ سب اسی قبیل سے ہیں۔

(ج) دکنی میں جمع کی علامت "ون" یا "ی ن" کی جگہ 'ان' اضافہ کرنے کا بھی رواج ملتا ہے۔ کربل کتھا میں اس کی مثالیں بھی دستیاب ہو جاتی ہیں مثلاً:-

حاضراں ـــــ حاضراں، پس یو باخضوع وخشوع باادب ہوکے اوس جناب رجوع (ص ۲)

ـــــ حاضرانِ مجلس بھی روئے (ص ۸۳)

گھا دان ــــــ گھادان بے شمار ۔ (ص ۱۱۳)

ادثنان ــــــ سر و پا برہنہ ادثنان بن پالان پر سوار کر لے چلا (ص ۲۱۸)

(د) بعض الفاظ کا ٹھیک تلفظ ڑ یعنی راے ہندی سے ہے، ایسے مقامات پر دکنی میں دال ہندی (ڈ) کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کربل کتھا میں اس کی پیروی کی گئی ہے:۔

بڑھئی کی جگہ بڈھی: بڈھیوں کے بازار میں دیکھا (ص ۱۰۹)

بڑھیا کی جگہ بڈھیا (بوڈھیا): اتنے میں بیٹا اوس بوڈھیا کا آیا (ص ۱۱۱)

بوڑھا کی جگہ بوڈھا، ایک بوڈھا کہ سردار وہاں کا تھا ۔۔ الخ (ص ۲۴۷)

بڑھاؤں کی جگہ بڈھاؤں: چوٹیاں آتاروں سرکی، سو منتیں بڈھاؤں اکیس (ص ۱۹۲)

۲ ۔ فضلی فارسی سے ترجمہ کر رہے تھے، اس لیے وہ فارسی ترکیبیں اور لفظ افراط سے استعمال کرنے پر مجبور تھے۔ لیکن بسا اوقات انھوں نے فارسی اور ہندی لفظوں کو ملا کر ایسی ترکیبیں بنائی ہیں، جو آج ہمارے لیے بہت نامانوس ہیں، اور ہم انھیں کسی عنوان قبول نہیں کر سکتے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) دوکھ کشیدہ ہے مادرِ حسنین (ص ۵)

(۲) صدف غم میں بحرِ دوکھ کا مقیم (ص ۸) یہاں دونوں جگہ دکھ ہندی ہے۔

(۳) اے محبّانِ یک تن و من (ص ۱۰) یہاں اس مصرعے میں 'من' ہندی ہے بمعنی دل

(۴) صاحبِ بھیدِ سیدالبشر (ص ۲۶) اس ترکیبِ اضافی میں 'بھید' کا استعمال قابلِ غور ہے۔

(۵) ہر ساعت صحنِ گھر بیچ نکل آسماں کوں دیکھ، فرماتے (ص ۸۴)

(۶) دانت سارے گر پڑے اوس پیالے میں مانندِ کھیل (ص ۱۱۴)

(۷) سُم گھوڑے سے لوکِ نیزہ سے ماہ و ماہی تباہ اب کروں گا

مثلِ بلبل بنالہ ہاے دوکھ بانگِ واسیداہ اب کروں گا (ص ۱۵۲)

(۸) اور کسب سب کا کپڑۂ حریر بنانا تھا (ص ۲۴۴)

(۹) خاکِ غم بر سیبنِ فرزندِ محمد چھانتا ۔ (ص ۲۰۰)

(۱۰) جوں وہ بیت زرگانِ مصیبت کشیدہ اوس ملعون کے دروازے پر پہونچے ۔ (ص ۲۹)

کربل کتھا

نقروں میں صحنِ گھر، مانندِ کھیل، سمِ گھوڑا، نالہ ہائے درد کھ، سیسِ فرزندِ محمد، کپڑۂ حریر، پیت زدگان — ایسی ترکیبیں ہیں جن میں فارسی اور ہندی لفظوں کا بے جوڑ پیوند لگایا گیا ہے اس طرح کی اور ان گنت بیسیوں بھی ملتی ہیں۔

ان ترکیبوں ہی کا نہیں فضلی نے واوِ عاطفہ کا بھی بڑی آزادی سے استعمال کی ہے۔ انھوں نے ہندی لفظوں بھی واوِ عاطفہ سے جمع کیا ہے، اور ہندی اور فارسی لفظوں کو بھی۔ اس کی چند مثالیں دیکھیے:

م و درد کھ (ص ۷۷)، بہ جان و بہ تن (ص ۱۱۱) مال و دھن (ص ۱۶۳) گور و گڑھا (ص ۲۲۳، ۲۲۷، ۲۲۸) لے جند ماں (ص ۲۲۸) رکھے و چلے، کھولے و چلے، چھوڑے و چلے (۱۰۰) ان تمام مقامات پر واوِ عاطفہ کا استعمال غیر معمولی اور آج کل کے اصولوں کے خلاف ہے۔ فضلی نے اس سے بھی زیادہ پورے پورے جملوں اور مصرعوں پر عطف کا اسی طرح استعمال کیا ہے، جو قدرتی طور پر آج ہمیں بہت عجیب معلوم ہوتا ہے:

اون کہا پانی وقت یاد کرو   پیاس میری و پھر درود پڑھو (ص ۷)

ع   بعد اُس حرّ و اس کا بھائی شہید (ص ۱۰)

ع   گنہ ہیں مارتے تجھ عشق کے و غوغا ہے (ص ۱۱۶)

ع   لایا ہے دُور ان نلے و بیچ ہاتھ (ص ۱۷۰)

یہ دو شعر دیکھیے: سدا جھاڑوں گی پلکوں سیتی یہ صحرا   کہ اس جا پڑا ہے ترا لوہو پانی

دیا لے کے اون او ننھو والوں کوں بہاں سے   مدینہ میں جاؤں گی دادا کے روضے (ص ۲۲۵)

۳۔ فضلی کے زمانے میں اُردو لکھنے کا رواج نہ ہونے کے برابر تھا: اور ظاہر ہے کہ جب تک کوئی زبان لکھی نہ جائے، اس کے الفاظ کے ہجوں اور املا کا معیار کیونکر قائم ہو سکتا ہے: یہی وجہ ہے کہ ہمیں کربل کتھا میں بسا اوقات ایک ہی لفظ مختلف طریقوں پر لکھا ملتا ہے۔ مثلاً:

(۱) وہ: پر کفر وہ کریں ہیں (ص ۱۵۵)؛ نہ پھر حسین کوں وہ دیکھے، نے حسین ادیکھے (ص ۲۰۴)

وو: کیونکر کہ دو جہاں کا وو صاحب مدار ہے (ص ۱۴۱)؛ ہووے گا اس وقت تزلزل میں وو عرشِ اعظم

(۲) وَنہیں: اس قصد کو مصمم کر، وَنہیں رہا (ص ۳۹۔ ۴۰)؛ وَنہیں ندائے الٰہی آئی (ص ۶۱)

وِنہیں، وونہیں دل کو تقویت ہو (ص ۳۸)؛ وونہیں آنکھ میری کھل گئی (ص ۴۰)

(۳) کتاب خانی: بعد کتاب خانی سب یہ مذکور کرتے (ص ۲۸)

کتاب خوانی: بعد کتاب خوانی اور سینہ زنی کے ایک فاتحہ مخفی ... پڑھا (ص ۲۹)

(۴) لوہو: رُو لوہو کی زدیدۂ گریان جاوے ہے (ص ۶۵)؛ اور جگہ ہمارے لوہو گرنے کی (ص ۱۳۶)

لہو: مسجد سے مجکوں لے چلو اب گھر لہو لوہان (ص ۸۸)؛ لہو ہے آج ہیگا میری قسمت، الوداع (ص ۱۹۰)

(۵) دھنوا (دھوان): دھنوا اوس گھر سے اوٹھا دے (ص ۶۶)

دھونوا: دھونوا اوس کے دل سے اوٹھا (ص ۱۰۵)

(۶) پانو: پانو میری زیارت سے نہ اینچیو (ص ۷۷)؛ اجل نے جال بچھا، پانو گھوڑے کے پکڑے (ص ۱۳۵)

پاؤں: پاؤں اپنا ابن ملجم پر مار، کہے (ص ۸۶)؛ داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر رکھے ... (ص ۹۷)

(۷) جھوٹا: تمہیں رسوا اور جھوٹا کیا (ص ۲۳۰)

جھوٹھا: تمہیں کیسا جھوٹھا کیا (ص ۲۶۰)؛ خدا نے منافقوں کوں جھوٹھا کیا (ص ۲۶۰)

جھوٹھ: اہل بیت رسول جھوٹھ اور نفاق [سبتی] پاک ہیں۔ (ص ۲۶۱)

(۸) بھتر: تھی سکینہ مچلی ہوئی گودی بھتر (ص ۷۷)؛ ارمان تھا مجھ دل بھتر سالگرہ کرتی تری (ص ۱۹۳)

بھیتر: ارمان تھا مجھ دل بھیتر دولھن لے آؤں تجھ لیے (ص ۱۹۳)

(۹) توباہ: خدایا! توباہ کیا ہیں (ص ۲۵۵)

توبہ: پس اگر توبہ میری قبول ہوئی ... (ص ۲۵۵)

تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الفاظ جو آج کل ہم بالاتفاق 'س' سے لکھتے ہیں، کربل کتھا میں 'ث' سے لکھے ملتے ہیں۔ مثلاً 'سات' کی جگہ 'ثات' (ص ۱۱۵، ۱۲۱، ۲۰۶)، ساتویں کی جگہ 'ثاتویں' (ص ۱۳۲)، 'مسین' کی جگہ 'مثین' (ص ۱۴۲)، 'استی' کی جگہ 'اثی' (ص ۱۶۹)، 'ڈھارس' کی جگہ 'ڈھارث' (ص ۱۸۶)، فلسطین کا مشہور شہر عسقلان ہے، اسے عثقلان لکھا ہے (ص ۲۵۲)

غالباً املا میں اسی غیر یقینی صورت حال کا یہ نتیجہ ہے کہ کربل کتھا میں متعدد الفاظ خاص طور پر افعال کا آخر بدا لکھا گیا ہے۔ مثلاً بیٹھ تی، بہن تی، پیٹ تی، اولٹ تی، بحث تی، ڈھونڈھ تا، چاٹ تا، گھسوٹ تا

جیت تا، لوٹ تا، مردانگی، شہنشاہ گی، خانہ دان، وغیرہ اس کی چند مثالیں ہیں۔

بعض عربی الفاظ کے املا میں بھی جدّت سے کام لیا ہے۔ مثلاً معاً کی تنوین کی جگہ نون لکھ کر اسے معن بنا دیا ہے (ص ۳۹) اور دوسری جگہ بالضرور میں ایک الف زائد کرکے اسے "بالاضرور" لکھا ہے (ص ۷۷)

۴۔ یہی صورت الفاظ کی تذکیر و تانیث کی ہے۔ بدقسمتی سے یہ مسئلہ کاملاً آج تک طے نہیں ہوا۔ کئی لفظوں سے متعلق ہم متفقہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ یہ مذکر ہیں یا مونث۔ ایک ہی لفظ دلّی میں مذکر ہے اور لکھنؤ پہنچ کر مونث بن جاتا ہے؛ یا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ لکھنؤ میں کوئی لفظ مذکر بولا اور لکھا جاتا ہے، اور دلّی والے اسے مؤنث کہتے ہیں۔ کربل کتھا میں استعمال شدہ بعض لفظوں کی تذکیر و تانیث سے متعلق بھی گفتگو ہو سکتی ہے۔

(۱) کمر باندھنا (مذکر): اے فطامہ! قبول کیا، اور قتلِ علی پر کمر باندھا۔ (۸۲-۸۳)

اب ان معنوں میں مونث بولتے ہیں۔

(۲) جان (مذکر) اے برادر! جان میرا قربان تیرے (ص ۶۶)؛ جان اپنا جان دینے والے کوں سونپا (ص ۱۴۷)

جان اپنا (ص) جان لیبے دیکھیو (ص ۱۶۱)؛ یا ابن رسول اللہ! جان میرا قربان تیرے (ص ۱۶۶)

ع اے شہ دیں! جان کیا تجھ پہ فدا عباس نے (ص ۱۷۱)

ع ہے ہے، بچارے کا اب مفت جان جاتا ہے (ص ۲۷۳)

پس اگر توبہ میری قبول ہوئی، جان میرا لے (ص ۲۵۵)

اور تعجب ہے کہ اس سے اگلی سطر ہی میں اسے مونث بھی لکھا ہے۔

ع کیا گلی میں محبت کی اپنی جان نثار

اب بالاتفاق مونث ہے۔

(۳) سوگند (مذکر): ملعون نے قبول کیا اور سوگند کھایا (ص ۱۱)

اب مونث ہی بولتے اور لکھتے ہیں۔ محسن کاکوروی کا شعر ہے ؎

داؤد کے نغمہ ہائے دلبند کھائی دمِ عیسوی کی سوگند

(۴) غرض (مذکر): غرض میرا بدلے سے نہ تھا (ص ۶۴)
اب مونث ہے۔ داغ کہتے ہیں ؎

جس کو دیکھا غرض غرض کا اپنی ... دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا

(۵) کنٹھ (مونث): ع کنٹھ اس کی پیاسوں سوکھی اور تالو کو پڑا ہے (ص ۱۸۸)
اب مذکر کہیں گے۔
اسی طرح اص کو مذکر (۸۱، ۱۹۹)، آیت مذکر (۵۹)، راہ مذکر (۲۵۶) وحی مذکر (۹۳)، پرواز مذکر (۱۶۹) لکھا ہے۔

۵۔ (الف) صرف کا یہ عام قاعدہ ہے کہ جب فعل مونث مرکب ہو، تو جمع کا اطلاق صرف دوسرے جزو پر ہوتا ہے مثلاً واحد کی صورت میں "کرتی ہے"، تو جمع کی صورت میں "کرتی ہیں" ہوگا ــــ پہلا جزو "کرتی" علیٰ حالہ قائم رہے گا، اور دوسرے جزو کو جمع کر دیا جائے گا۔ فضلی نے عام طور پر دونوں اجزا کو جمع کی صورت میں لکھا ہے۔ اس کی مثالیں بہت ہیں، یہاں صرف چند پر اکتفا کیا جاتا ہے:
لیتیں ہوویں (ص ۳۹)، دیتیں ہیں (ص ۵۳)، دیتیں تھیں (ص ۸۵)، چھوڑتیں تھیں (ص ۸۵)، روتیاں تھیں (ص ۱۶۴)، اڑاتیاں تھیں (ص ۱۶۴)، کہتیں تھیں (ص ۱۶۴)، کاٹیں تھیں (ص ۱۹۵)، رہتیں تھیں (ص ۲۱۶)
(ب) جہاں فعل مرکب نہیں ہوتا، وہاں جمع کی صورت میں بالعموم نون غنہ کا اضافہ کیا جاتا ہے، عورت آئی، واحد؛ عورتیں آئیں، جمع؛ وہ گئی، واحد؛ وہ گئیں، جمع۔ فضلی نے اس صورت میں عام طور پر "اں" کا لاحقہ استعمال کیا ہے۔
مثلاً: نکلیاں (ص ۸۱)، ہوتیاں (ص ۸۹) پھر گیاں (ص ۸۹)، کرگیاں (ص ۸۹) کہتیاں (ص ۸۸) رکھتیاں (ص ۱۷۷) بلکتیاں (ص ۱۷۹) دکھلاتیاں (ص ۱۶۴، ۱۷۷) بھاگیاں (ص ۲۱۷) جاتیاں۔ روتیاں (ص ۲۴۰)
(ج) ترکیب توصیفی میں موصوف خواہ واحد ہو، خواہ جمع، صفت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، وہ واحد ہی رہتی ہے۔ فضلی اس کے برعکس صفت بھی جمع لکھتے ہیں، مثلاً جھیگتیں مشیں (ص ۱۶۲) وغیرہ۔
(د) فضلی کے ہاں "نے" علامتِ فاعل بالعموم ساقط ہے۔ اس کی مثال تقریباً ہر ایک صفحے پر مل جاتی ہے۔

۶۔ بعض عربی لفظوں کی جمع سے جمع (جمع الجمع) بنانے کا رواج اب تک ترک نہیں ہوا مثلاً مشائخین، احوال کہیں کہیں اب بھی دیکھنے سننے میں آجاتا ہے فضلی نے اس طریقے کا بڑی فیاضی سے تتبع کیا ہے:

ابراراں (ص ۱۱)، عقلاؤں، بلغاؤں (ص ۱۹) مصائبوں (ص ۶۴)، احادیثیں (ص ۱۵) اصحابوں (ص ۵۹، ۶۲، ۶۴، ۹۰، ۱۲۴، ۱۳۷، ۲۴۲، ۲۵۴) خوارجوں (ص ۸۲) شہداؤں (ص ۱۹۹) امرایان (ص ۲۰۱) اقرباؤں (ص ۲۴۳) اور اصحاب، عجائب، اقربا کو بطورِ واحد بھی استعمال کیا گیا ہے: "ایک اصحاب کبار زید بن ارقم نام بیٹھا تھا (ص ۲۲۹) عجائب وقت دیکھتا ہوں (ص ۲۰۴)، ع یار نہیں یاور نہیں خویش اقربا میرا نہیں (ص ۲۰۳، ۲۱۹)۔ ع نہ اس دو جگ میں کوئی بھائی خویش اقربا ہے (ص ۲۱۹)

اس مختصر بیان سے واضح ہے کہ ہماری زبان کی تاریخ میں کربل کتھا کا کتنا اہم مقام ہے۔ کیا بلحاظ نمونۂ ادب کے اور کیا بلحاظ صرف و نحو کے یہ کتاب بجا طور پر زبانِ اردو کی گم شدہ کڑی کہی جا سکتی ہے۔

— ۴ —

اس کتاب کے کسی دوسرے نسخے کا آج تک کہیں سے سراغ نہیں مل سکا۔[۸۲] ناچار متن کی بنیاد اسی اکیلے نسخے پر رکھنا پڑی۔ اس کا پڑھنا آسان نہیں تھا۔ زبان قدیم، رسم الخط پرانا، کاتب کی روایتی اغلاط، ان سب مشکلات کے باوجود متن بہت حد تک صحیح چھپ رہا ہے۔ جو دو چار جگہ مشکوک رہ گئی ہیں، وہ بھی حل ہو جاتیں۔ اگر کتاب کا

۸۲۔ حامد حسن قادری مرحوم نے لکھا ہے "کہ کربل کتھا کا ایک قلمی نسخہ مفتیانِ گوپامئو کے قدیم کتب خانے میں تھا۔ کتاب نقل در نقل تھی اور ناتمام تھی .... اس قدر محقق ہے کہ یہ کتاب روضۃ الشہدا کا اردو ترجمہ ہے اور اس کا کوئی دوسرا قدیم اردو ترجمہ بجز کربل کتھا کے معلوم و مشہور نہیں، اس لیے ہم اس امر میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ اس نسخے کو کربل کتھا مان لیں اور اس کا اقتباس داستانِ تاریخِ اردو میں شامل کر دیں .... اس اقتباس کی عبارت، زبان و اسلوب میں کوئی ایسی بات نہیں، جو اس کو فضلی کا ترجمہ سمجھنے سے مانع ہو" (اس کے بعد طویل اقتباس دیا ہے) [داستانِ تاریخِ اردو: ۵۰-۵۲ھ] اس کے واحد راوی مفتی انتظام اللہ شہابی ہیں؛ ہمارا خیال ہے کہ مفتیانِ گوپامئو کے "قدیم کتاب خانے" میں کربل کتھا کا کوئی نسخہ کبھی موجود نہیں تھا۔

تعجب ہوتا ہے حامد حسن قادری کے یہ لکھنے پر کہ ان کے مندرجہ اقتباس کی زبان اور عبارت فضلی کے اسلوب کے مطابق ہے حالانکہ اس اقتباس کی زبان اور اس دیباچے کی زبان میں جو کریم الدین نے اپنے تذکرے میں دیا ہے اور جو ان کے سامنے تھا، زمین آسمان کا فرق ہے۔

کوئی دوسرا نسخہ میسر آجاتا۔ یہ کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی اور پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آرہی ہے۔[۴۴]

کتاب کی ترتیب میں جناب قاضی عبدالودود صاحب (پٹنہ) اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (الٰہ آباد) سے جو قیمتی مدد ملی ہے، اس کا شکریہ ادا کرنا ہمارا خوشگوار فرض ہے۔ قاضی صاحب موصوف نے مسودے کا کچھ حصہ دیکھا اور پھر مطبوعہ اجزا پڑھ کر اغلاط سے آگاہ کیا، ان میں سے کچھ غلط نامے میں درست کی جارہی ہیں۔ کتاب جس طرح شائع کرنے کا ارادہ تھا، اس طرح نہیں ہوسکی۔ خاص طور پر کتابت کی غلطیوں کا بہت افسوس ہے۔ ان میں سے متعدد ایسی ہیں جو قارئین آسانی سے خود درست کرلیں گے، مثلاً کہیں کسرۂ اضافت نہیں، یا نقطہ رہ گیا ہے، یا زائد ہوگیا ہے۔ البتہ ایک غلطی کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ ایسے مرکباتِ توصیفی یا اضافی جن کے آخر میں 'ی' ہو، وہاں 'ی' پر ہمزہ غلط ہے، جیسے خدائے لم یزلی (ص ۱، س ۳)، ابروئے خمدار (ص ۲۱۸، ح ۸) وغیرہ، ان تمام جگہوں پر ہمزہ غلط ہے، 'ی' کے نیچے کسرۂ اضافت چاہیے۔ اسی طرح ہائے، پائے جائے میں بھی 'ی' پر ہمزہ ٹھیک نہیں؛ البتہ جہاں 'ی' فعل کا جزو ہو مثلاً جائے، آئے وغیرہ، یہاں اس سے پہلے ہمزہ لازمی ہے۔ بعض ایسی غلطیاں جن سے متن یا مدعا کے خبط ہوجانے کا اندیشہ ہے، تصحیحات میں ان کی نشان دہی کردی گئی ہے، ناظرین انھیں درست کرلیں۔ اگر طبعِ ثانی کی نوبت آئی، تو انشاءاللہ ان خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مالک رام

(ساہتیہ اکاڈیمی، نئی دلّی) ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء

مختار الدین احمد

(ادارۂ علوم اسلامیہ، علی گڑھ)

۴۴۔ گارسین دتاسی کی یہ اطلاع درست نہیں معلوم ہوتی کہ کربل کتھا دہلی میں ۱۸۵۰ء میں طبع ہوئی تھی۔ (تاریخ ادبیات ہندی و ہندستانی، ۱: ۴۵۷)

فہرست مضامین

فہارس :

عکسِ مخطوطہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

الفاتحۃ الاُولیٰ فی نعت محمدؐ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہے درود خدائے لم یزلی | دمبدم بر نبی خفی و جلی
وہ نبی جس کے وصف میں لولاک[1] | یعنی تجھ لیے بنائے سب افلاک
خاتم المرسلیں رسول بحق | سرِّ حق اور مخبرِ اصدق
ایسا مخبر جس حق بشیر و نذیر | حق کلام اپنے میں کرے تقریر[2]
ایسا مُرسَل کہ سارے پیغمبر | چاہتے اوس کی امت ہوئیں یکسر
ایسا مُقبِل[3] کہ سب ملائکِ نور | اوس کے سجدے لیے ہوئے مامور
جب کہ ہوئی آفرینشِ آدم | تب ہوا حکمِ خالق العالم
سب ملائک کریں اب اوس کوں سجود | سمجھو پس مومنو کہ یہ مقصود
کس کا تھا، تھا رسولِ امجد کا | خاتم المرسلیں محمدؐ کا
حضرت آدم کی پاک پیشانی | تھی اوسی نور سے درخشانی[4]

۱۔ حدیث قدسی: لولاک لما خلقت الافلاک (اگر تمہاری ذات نہ ہوتی تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ "اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَّ مُبَشِّراً وَّ نَذِیْراً" (الفرقان ۲۵: ۲۳) اور ایسی دوسری ہم معنی آیتوں کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ مُقبِل: (ع) بالضم وکسرۂ سوم، حق کا فرمان قبول کرنے والا۔

۴۔ درخشانی: بمعنی درخشاں استعمال ہوا ہے۔

اوس سبب سب مَلک کیے سجدہ — آدم آگے کُلے اپس[1] جھپہ
کنتُ نبیاً والآدم[2] اوس حق — قابَ قوسَین[3] پرسجاوس کا نسق
وصف یٰسین اوس کی اور طٰہٰ[4] — اور اَسریٰ بعبدہٖ لیلاً[5]
حاضراں پس یو با خضوع وخشوع — با ادب ہوکے[6] اوس جناب رجوع
پڑھو سب مل باعتقادِ خاص
فاتحہ ہات اوٹھا کے[6] با اخلاص

الفاتحۃ الثانی فی المنقبتِ ابن عمّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بعد نعت نبی رسول اللہ — کہوں وصفِ علی ولی اللہ
وہ علیؑ ولی کہ جس سرتاج — ہے سزاوار ھل اَتیٰ[7] کا آج

۱۔ اپس : اپنا ۔

۲۔ حدیث : "کنتُ نبیاً وآدمُ بین الماء والطین" کی طرف اشارہ ہے۔ الجامع الصغیر (۲: ۸۶) اور مسند احمد بن حنبل (۴: ۶۶) میں یہ حدیث بہ اختلاف الفاظ درج ہے۔ آدم پر الف لام فضلی کا اضافہ ہے۔

۳۔ قابَ قوسَین: (ع) قاب: فاصلہ، قوسین: قوس (کمان) کا تثنیہ: دو کمانیں۔ پوری آیت یہ ہے، "فکانَ قابَ قوسَینِ اَوْ اَدنیٰ"۔ النجم ۵۳: ۹۔ قرآن پاک میں یہ الفاظ اس موقع پر استعمال ہوئے ہیں، جب جبرئیل آنحضرتؐ کے قریب ہوئے لیکن شاعر نے خدا کے قرب سے مراد لی ہے۔

۴۔ یٰس اور طٰہٰ قرآن کی دو مشہور سورتیں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ طٰہٰ آنحضرت کے اسمائے گرامی میں ہے۔

۵۔ سورۃ الاسراء کی ابتدائی آیت "سُبحٰنَ الَّذی اَسریٰ بِعَبدِہٖ لیلاً" (الاسراء ۱۷: ۱) کی طرف اشارہ ہے۔

۶: ہوکر، اصل نسخے میں عام طور پر 'کے' کی جگہ 'کر' لکھا ہے۔

۷۔ سورۂ دہر کی پہلی آیت "ھَل اَتیٰ عَلَی الاِنسانِ حِینٌ مِّنَ الدَّھرِ لَم یَکُن شَیئاً مَذکوراً" (۷۶: ۱) کی طرف اشارہ ہے۔

اوس کے حق میں ہے قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ[1] | مقصدِ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ[2]
ساقیِ کوثر ہے وہ روزِ نشور | وسقیٰ رَبُّھُم شرابِ طہورؔ[3]
نازل اوس حق ہوئی ہے نادِ علی[4] | حل ہر مشکل ہوگی یادِ علی
شیرِ حق مظہرِ العجائب ہے | عون لکَ وُہی فی النوائب ہے
کل ھمّ غمّ سینجلی ہے | حلِ مشکل سبھوں کا نت علی ہے
ہے وصیؔ نبی ز روزِ الست[5] | اور نبی کی متابعت میں مست
ابنِ عمّ نبی و خویشِ نبی | خانہ زادِ خدا علیؔ ولی
نبی فرمائے اوس حق اس مضمون | اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلِ ہارونؔ[6]

۱۔ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ شَہِیْدًا (العنکبوت ۲۹: ۵۲) نیز "قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ" (الاسراء ۱۷: ۹۶)

۲۔ آیتِ قرآنی، "إنما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس أھل البیت ویطھرکم تطھیرا" (الاحزاب ۳۳: ۳۳)

۳۔ وَسَقَاھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا (الدھر ۷۶: ۲۱)

۴۔ نادِ علی، (ع) مونث۔ ایک دعا جو بعض لوگ زہر مہرے یا چاندی کے پتر پر کندہ کراکے بچوں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ آرج لکھتے ہیں:

اب ان کے وصف میں ہے موشگاف کلک رسا | زباں پہ نادِ علی ہے تو گاہ صلِّ علیٰ

دعا یہ ہے: نادِ علیًا مظھر العجائب۔ تجدہ عونًا لک فی النوائب۔ کلُّ ھمّ وغمّ سینجلی بنبوّتک یا محمد بولایتک یا علی علی۔

۵۔ وصی، وہ شخص جس کو وصیت کی گئی ہو، وصیت پر عمل کرنے والا۔ کنایہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے شیعی عقائد کے مطابق رسول خدا کا وصی وہ شخص ہوتا ہے جس کو اسرار نبوت دیے جاتے ہیں اور وہ رسول کے بعد رسالت کے فرائض انجام دیتا ہے مگر خود رسول نہیں ہوتا۔

۶۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: أما ترضیٰ أن تکون منی بمنزلة ھارون من موسیٰ (مناقبِ علی: ۷)

اور فرمائے وال مَن والاہ — اوس اگے بولے عادِ مَن عاداہ[1]

پھر کہے یہ "أنا مدینة علم — وعلی بابہا"[2] شہنشہِ حلم

"أنا میزان حکمۃ و علی" — بے شک وشبہہ ہے لسان اوس کی[3]

اوس کے غالب ہوئے ہیں سب مغلوب — پس تم اے حاضراں بصدقِ قلوب

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص

فاتحہ بات اوٹھا کے باخلاص

الفاتحۃ الثالث فی منقبت حضرت خیر النسا اعنی حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

بعدِ توصیفِ ابنِ عمِّ رسول — کہوں وصفِ بتول ہوئے مقبول

وہ بتولِ حزیں کہ جس کے تمیم — ہینگے حسنین واجب التعظیم

زوجۂ حضرت علیؑ ولی — "بضعۃ منّی"[4] اوس حق میں بولے نبی

اوس کوں ایک دن گلے لگائے رہے — "من أذاها فقد أذانی" کہے

پھر فرمائے اوس اگے باللہ — "من أذانی فقد أذا اللہ"

---

۱ ـ مسند احمد ابن حنبل ۲: ۱۹۵ رقم: ۹۵۰؛ ابن ماجہ مقدمہ: ۱۱۔

۲ ـ اشارہ ہے مشہور حدیث: "أنا مدینة العلم وعلیّ بابہا" جو بہت سی کتابوں میں ملتی ہے، کی طرف، لیکن جامع ترمذی کی روایت یہ ہے: "أنا دار الحکمة وعلیّ بابہا" (مناقب: ۲۰)۔

۳ ـ مشہور حدیث: "أنا میزان الحکمة وعلیّ لسانہا" کی طرف اشارہ ہے۔

۴ ـ حدیث: "الفاطمة بضعة منّی. من أذاها فقد أذانی ومن أذانی فقد أذا اللہ" کی طرف اشارہ ہے لیکن بخاری کے الفاظ یہ ہیں: "إنما هی بضعة منی یریبنی ما أرابہا ویؤذینی ما أذاها" (بخاری کتاب النکاح: ۱۰۹؛ صحیح بخاری جز ۷، ص ۴۷)۔ ایک دوسری حدیث یہ ہے: "فاطمة بضعة منی، فمن أغضبہا أغضبنی" (باب مناقب فاطمہ: ۲)۔ انہی الفاظ سے یہ حدیث دوسری کتب حدیث میں بھی ملتی ہے۔ حضرت فاطمہ کے متعلق یہ ارشاد مجھے صحاح ستہ میں تو نہیں ملا۔ البتہ "من أذا علیا فقد أذانی" مسند حنبل (۳: ۴۸۳ طبع قدیم) میں موجود ہے۔

۱؎ وہ بے پیر کی ہے ضیاء العین | دکھ کشیدہ ہے مادرِ حسنین [۴ ب
ہووے جس روز عرصۂ محشر | وہ تو برہم کرے قضا و قدر
سیدھے کاندھے پہ رکھ حسن کا کفن | زہر آلودہ سبز چون گلشن
بائیں کاندھے پہ جامۂ شبیر | لہو لوہان جو کیے ہیں سب پیر
سر پہ عمامۂ شہِ مرداں۲؎ | ہاتھ میں اپنے باپ کے دنداں
پکڑ ایک ہاتھ میں حسن کا ہات | دوسرے ہاتھ حسین کا پہہات
قائمۂ عرشِ حق کا پکڑے جا | کرے بچوں کے خون کا دعوا
جب بھرے آہ فاطمہ پیہم | عرصۂ حشر تب ہووے برہم
دکھ میں اپنے دوکھیوں کے ہووے دکھیا۳؎ | صدق سوں اوس کی روح پر یک جا

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص
فاتحہ ہات اوٹھا کے با اخلاص

۱؎ الفاتحہ الرابع فی منقبت سبطِ محمد مصطفیٰ حسن المجتبیٰ علیہ السلام [۴ الف

طوطیِ سبز باغ و خلد و عدن | زینتِ عرشِ کردگار حسن
وہ حسن شہ سوار دوشِ نبی | راحتِ جانِ فاطمہ و علی
گلشنستانِ دین کا سرو رواں | اور رسالت کے باغ کا ریحاں
گلِ سیرابِ باغ مصطفوی | رونقِ بوستانِ مرتضوی
اوس کے تئیں جمع ہو کے اہل جفا | دیے کئی بار زہر کر کے دغا

۱۔ بے پیر: بیدرد، ظالم، سنگدل۔
۲۔ شاہِ مرداں: حضرت علیؓ کا لقب۔
۳۔ وزن ٹھیک نہیں۔

آخرِ کار بے حیا اسما[1] ۔۔۔ لے کے الماس پیسا[2] بھول وفا
حق سے کچھ دل منے[3] نہ لا وسواس ۔۔۔ اوس کے پانی بھتر ملا الماس
پھری پھر اپنے گھر طرف ہو شاد ۔۔۔ بوجھ دل میں کہ آئی میری مراد
لیک پیو حضرتِ حسن وہ نیر ۔۔۔ بولے یہہات[4] پانی تھا یا تیر
چھن گیا ہائے مجھ کلیجا سب ۔۔۔ نکلنے لاگا وہ جگر کٹ تب
ہائے ہو ٹکڑے ایک سو ستّر ۔۔۔ مونہہ سوں کٹ کٹ کے نکلا شہ کا جگر
زہر الماس سے وو دُرِّ صفا ۔۔۔ افسرِ دین کا زمرد ہوا
سرو سر سبز سودۂ الماس ۔۔۔ کیا جنّت مقام تج وو لباس
اوس جگر پارہ پارہ کوں کر یاد ۔۔۔ دل کوں اپنے بنا کے غم آباد

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص
فاتحہ ہاتھ اوٹھا کے با اخلاص

الفاتحۃ الخامس فی منقبتِ حضرت سید الشہدا خامسِ آلِ عبا علیہ السلام

سیّد العالمین کا نور العین ۔۔۔ مبتلائے بلا امام حسین
حضرتِ فاطمہ کا لختِ جگر ۔۔۔ مہر برجِ اسد شہِ بے سر

۱۔ اسما بنت اشعث بن قیس، امام حسن کی بیبی۔ مشہور روایت ہے کہ حضرت معاویہ نے اسے زہر اور یہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر امام حسن کو زہر دے دے تو دس ہزار درم انعام میں ملیں گے اور یزید کے نکاح میں آجائے گی امام حسن کی شہادت کے بعد دس ہزار درم تو اسے مل گئے لیکن یزید نے یہ کہہ کر شادی سے انکار کر دیا کہ جس نے دختر زادہ پیغمبر پر رحم نہ کیا تو میری جان کی اسے کیا پروا ہوگی۔ بعض روایتوں میں امام حسن کی بیبی کا نام جعدہ آتا ہے۔ (تاریخ گزیدہ ۱: ۲۰۱، لغت دہخدا، ص ۲۴۹۳)

۲۔ اصل میں: پلیسہ۔

۳۔ منے: میں، اندر ۔۔۔ ۴۔ اصل میں ہیہات درج ہے۔

دلربائے خدیجۃ الکبرا — تشنہ لب شاہ سیّد الشہدا
محیِ دیں پناہ کا بازو — جس کی چھاتی پہ شمر دھر زانو
سر جدا تن سیتی کیا پل میں — دھڑ دیا ڈال لوتھوں[1] کے ڈل میں [۵ الف]
ہوا قدِ نجف دو لعل سا لال — لال[2] ہوئی مجھ زباں کہ کیسا لال
لال لوہو میں اپنے لال ہوا — سیس[3] اوس شہ کا نیزے نال[4] ہوا
بھائی اور بھانجے اور بھتیجے سب — بیٹے اور خویش سارے تشنہ لب
لے گیا ساتھ اپنے حال — اوس کا واجب ہے تعزیہ ہر سال
"من بکا" کی حدیث[5] ہیگی گواہ — اوس پہ رونے کوں از رسول اللہ
اوس پہ جو رووے دل کی رقت سوں — نہ رہے بے نصیب جنّت سوں
اون کہا پانی وقت یاد کرو — پیاس میری و پھر درود پڑھو
جب دیوے دوکھ تمہیں زمانۂ بد — یاد مجھ دوکھ کر و کہ ہیگا سند
سب کے دوکھ پر بس اے محبان سب — یاد کر اوس کا دوکھ بصدق ادب

پڑھو سب مل باعتقاد خاص
فاتحہ ہات اوٹھا کے با اخلاص

۱۔ لوتھ: لاشیں، سودا:

کیا جانیے کس کس سے نگہ اس کی لڑی ہے — جس کوچے میں جا دیکھو تو اک لوتھ پڑی ہے

۲۔ لال: گنگ جو بول نہ سکے، زبان لال ہونا کنایہ ہے عاجزی زبان سے:

زبانِ ناطقہ ہے لال غنچہ و گل کی — کہاں سے شکوۂ بلبل ہزار بار کریں

۳۔ سیس (ہندی): سر۔

۴۔ نال (پنجابی): ساتھ۔ میر عبدالولی عزلت کا مصرع ہے: "دل بھی گیا تھا چھوڑ مرا نال، دیکھنا"۔

۵۔ "من بکا علی الحسین أو تباکا وجبت لہ الجنۃ" کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن صحاح ستہ، مسند دارمی، مسند حنبل اور موطا امام مالک میں اس حدیث کا پتا نہیں۔

۱۶۔ الفاتحۃ السادس فی منقبتِ ائمۂ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین

نورِ آلِ نبی و زینِ عباد — مرجعِ ساجدین پاک نژاد
بے بہا لعل کا دُو دُرِّ یتیم — صدف غم میں بحرِ دوکھ کا مقیم
صابرِ رنج دشتِ کرب و بلا — خلف ابنِ علی کا زینِ عبا
ہجرِ یوسف ز حضرتِ یعقوب — اوس اوپر کربلا میں ہے مقلوب
بچھڑا اتھا اپنے باپ سے بیٹا — ہائے سجاد سے پدر بچھڑا
ہو گیا اوس کے رونے پر مغلوب — ہجرِ یوسف سوں گریۂ یعقوب
منقبت اوس کے فرزنداں کی سب — فضلی کرتا بیاں بصدقِ اُدب
شمعِ بزمِ نبی شہِ باقر — سب علومِ الٰہی کے ماہر
صادق القول حضرتِ صادق — صدق سے بولوں مصحفِ ناطق
کاظم[۱] الغیظ حضرتِ موسیٰ — عالی موسیٰ سیتی لبطور دعا
[ن ضامن عصیانِ فضلی کے برضا — بے شک ہیں حضرتِ امام رضا
دیں کے ایوان کے ہیں رکن نہم — یعنی حضرت تقی، نقی ہیں دہم
ہیں محیط کرم بوجہِ حسن — حسنِ عسکری، امامِ زمن
موموناں رل کے بہر کسبِ نجات — ادخلوا الجنۃ[۲] کی لکھا کے برات[۳]

پڑھو سب رل باعتقادِ خاص
فاتحہ ہات اوٹھا کے با اخلاص

۱۔ کاظم : غصہ پی جانے والا، امام موسیٰ رضا ابن جعفر صادق کا لقب۔

۲۔ الزخرف ۴۳ : ۷۰ ؛ الاعراف ۷ : ۴۹ ؛ النحل ۱۶ : ۳۲ ۔

۳۔ برات : فرمان، حکم نامہ۔ غالب :

بے سنگ پر برات معاشِ جنونِ عشق — یعنی ہنوز منتِ طفلاں اٹھائیے

فضلی کے اس مصرع کو موزوں پڑھنے کی صرف یہ شکل ہے کہ "اُدخلوا الجنۃ" پڑھا جائے۔

الفاتحۃ السابع مع الثنا و المنقبت و التعجیل ظہور حضرت امام محمد المہدی علیہ السلام

قایم منتظر امام بحق — حجۃ اللہ و ہادیِ مطلق
مہدیِ دیں پناہ جس کا نام — عیسیٰ مریم کا ہیگا پیش امام
صاحبِ عندنا و حسن مآب[1] — حکم ران یصلی فی المحراب[2]
ہو معد ذاکرین کرون اللہ[3] — شہریارو فی سبیل اللہ
صاحب العصر[4] و ہادی الایمان — ناصر الدین خلیفۃ الرحمٰن
واسطے اوس ظہور کے تعجیل — دینداراں عجالۃ(؟) بے ڈھیل[5]

پڑھو سب مل با اعتقاد خاص
فاتحہ ہات اوٹھا کے با اخلاص

الفاتحۃ الثمانیہ فی ثنا شہدا الکربلای و فی المنقبت اسباط الشہدا علیہم السلام

بعد ایں اربع عشر نبیاں پر — سب شہیداں اور ولیاں پر
خاص کر وہ[6] شہید کرب و بلا — فرزند اور خویشِ سید الشہدا
اوّلیں ہیبنگے مسلم ابن عقیل — پھر دو نو اوس کے چھوٹے بچے قتیل
سب سے پہلے کیے وو سیس فدا — شہِ مظلوم اوپر بہ دل کی رضا

۱۔ "وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ" (آل عمران ۳: ۱۴)

۲۔ "وَھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ" (آل عمران ۳: ۳۹)

۳۔ "یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا" (آل عمران ۳: ۱۹۱)

۴۔ صاحب العصر: امام مہدی کا لقب۔ ۵۔ بے ڈھیل: بغیر توقف، فوراً۔

۶۔ کاتب نے یہاں "وو" کے بجائے "وہ" لکھا ہے جو اس کے عام طریقے کے خلاف ہے۔

پھر پڑے دونو بیٹے اوس کے آہ — بھائیوں باپ سنگ[1] ہوئے ہمراہ
بعد اَزاں مُحَمّد اوس کا بھائی شہید — اور بیٹا غلام با امید
بیٹے دونو یو بی بی زینب کے — ماموں پر ہو فدا عَدَن[2] میں بسے
پھیر عبداللہ عون اور جعفر — فضل و عباس علیؑ دین پرور
پھر کہ عبداللہ قاسم ابن حسن — وہ ہی قاسم گیا جو چھوڑ دولہن
ایک پل بیچ گھر موں شادی رچا — ایک پل میں بنا وو مردہ بنا
پھر شہ دین کے بچے یکسر — ہژدہ سالہ جواں علی اکبر
اصغر شیر خوارہ طفل صغیر — جن نے پانی پیا ز نوکِ تیر
سب مددگار اور سب اصحاب — کیے شہ پر جو جیو فدا بیتاب
اے محبانِ یک تن و یک من — یاد کر سر جدا ہیں ستّر تن

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص
فاتحہ ہات اوٹھا کے با اخلاص

الفاتحۃ التاسع فی ثنار پادشاہ عالی درجات والقضا حوائج المومنین والمومنات

بعد ازیں، از برائے ظلِ الٰہ — بادشاہ بہادر محمد شاہ[3]
بادشاہت کے تخت پر قائم — سلطنت بخش وہ رہے دائم
نت ظفریاب رہے وو براعدا — اوس کے اعدا تمام ہووین فنا

۱۔ سنگ (ھ)، ساتھ۔

۲۔ عَدَن: بفتحِ اول و دوم: حدودِ یمن میں ایک شہر۔
عَدْن، بسکونِ دال: بہشت کے باغات جنات، عدن قرآن میں کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔
عَدَن: بفتحِ اول و دوم: بمعنی بہشت جیسا کہ فضلی نے استعمال کیا ہے غلط ہے (نور اللغات ۲: ۵۴۰)

۳۔ وزن درست نہیں۔ اصل میں "احمد شاہ" تھا، بعد کو اسے "محمد شاہ" بنایا گیا ہے۔ قیاساً "محمد شاہ" بولتے ہیں

پھر برائے برآمدِ حاجات | ان سبھوں کے جو حاضریں یک سات
شاہِ مظلوم کے لیے روتے | غم میں اس دکھ کے سب خوشی کھوتے
دل میں ہر ایک حاجتیں رکھتا | یا الٰہی وہ حاجتیں بر لا
بہرِ خیرِ جمیع دین داراں | مومنیں، مومنات، ابراراں
خاص سادات عالی ذات تمام | سیدہ ہائے واجب الاکرام
دینِ برحق کی تقویت کے لیے | رفعِ اعدائے دین لیے پہلے
پھیر خیرِ مسافراں کے لیے | خاص کر سارے حاجیاں کے لیے
زائرِ خیر الائمہ کی خاطر | زائرانِ ائمہ کی خاطر
/ جو گئے ہینگے سٹ سب اپنے وطن | چھوڑ گھر زائرانِ چودہ تن]۸
پہونچیں وہ سب بہ منزلِ مقصود | کر زیارات ہوویں جب محمود
آویں اوطان میں سلامت سب | بہ طفیلِ شہِ عجم و عرب
ہیں جو یہاں مومنیں اور سادات | ہوئے نصیب اون کو زیارتِ عتبات
حاضر و غائب از نظر جو ہیں دور | جن کے ہم اپنے ہیں ہیں دل میں حضور
اپنے جو دوست اپنے بیگانے | غمِ شبیر جو یقیں جانے
پیر و استاد اور معلم سب | ذی حق از بہرِ شاہِ تشنہ لب
اون سبھوں کی تو مرحمت کے لیے | والدیں کی تو مغفرت کے لیے
قرض سب کے ادا ہوویں یا رب | جو ہیں بیمار چنگے ہوویں سب
صالح اولاد اون کو ہووے عطا | از طفیلِ شہیدِ کرب و بلا
اسرا مومنیں کے ہوویں خلاص | ہوویں بحرِ نجات کے غواص
/ بانیِ تعزیہ کی سب حاجات | آویں بر اب اے قاضی الحاجات
خاص وہ شخص صاحبِ التصنیف | مرثیہ گوئے شہ بصدقِ تکلیف
نام اوس کا جو ہیگا فضلِ علی | اور تخلص کرے ہے وہ فضلی
ہے شرف اوس کے تئیں علی سے مدام | ہوئے عطا اوس کوں از طفیلِ امام

آبرو کل کائنات آ گئے — اور ایمان و علم دیں پاوے
اب حوائج دو اوس کے مشروعہ[1] — آویں بر یا الٰہی مجموعہ
اور کسو کا نہ جگ میں ہووے محتاج — اوس کی بر لا الٰہی سب احتیاج
اوس کی مقبول ہو دیں سب طاعات — بطفیل ائمہ برکات
خاتمہ اوس کا یا الٰہی بخیر — ہووے اور خُلد کی نصیب ہووے سیر
گور اوس کی ہووے کربلا کا بن — حشر میں ہوئیں شفیع چودہ تن
فاتحہ ان مطالبوں خاطر — جو پڑھے حاجت اوس کی آئے بر

حاضراں رل کے اس مطالب کوں
فاتحہ اب پڑھو دل و جاں سوں

تمت الفاتحہ بعون اللہ الملک الوہاب الیہ المرجع والمآب والصلوٰۃ
والسلام علی الحسین المظلوم و عترتہ المغموم

۱۔ یعنی شرع کے موافق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الفاتحۃ الاُولیٰ فی نعت حضرت محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بہر ترویج روح پیغمبر | مصطفیٰ پیشوائے جن و بشر
چشمۂ فیض اِنّا اَعطَینا[1] | جرعہ بخش شرابِ کَ الکوثر[2]
شاہبازِ مقام اَو اَدنیٰ[3] | یکہ تازِ[4] سپہرِ نیلو فر
کُنتُ نَبِیًّا وَّ اٰدم[5] مصداق | تاجِ لَولاک جس کے سر اوپر
حکم سے جس کے ردِّ شمس ہوا | اوس اشارے سیتی ہے شقِّ قمر[6] [۹ ب]
حاضراں پیں خلوصِ نیت سوں | با ادب اوس جناب عالی پر

۱۔ الکوثر ۱۰۸: ۱ .

۲۔ اصل : شراب کا الکوثر .

۳۔ قرآن کی آیت "قاب قوسین أو أدنیٰ" کی طرف اشارہ ہے .

۴۔ یکہ تاز : وہ جو تنہا حریف پر حملہ کرے . بہادر اور جری سے کنایہ ہے . مصحفی :

وہ ناہموار رستہ مصحفی ہے دشت الفت کا | کہ سُم لیتا ہے مرکب جس زمیں پر یکہ تازوں کا

۵۔ امام سیوطی کی الجامع الصغیر ۲ : ۶۸ ، اور مسند احمد حنبل ۴ : ۶۶ ؛ ۵ : ۵۹ ؛ ۳۷۹ میں اس حدیث کی روایت یوں ہے . کنتُ نبیًّا وآدم بین الرّوح والجسد .

۶۔ آنحضرت کے دو مشہور معجزوں کی طرف اشارہ ہے . روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے . آفتاب ڈوب رہا تھا اور نماز عصر کا وقت ختم ہو رہا تھا لیکن حضرت علی نے ادباً آپ کو جگانا مناسب خیال نہ کیا . جب آفتاب ڈوب گیا اور آپ بیدار ہوئے تو دریافت فرمایا ، تم نے نماز پڑھی عرض کی نہیں . آپ نے دعا کی ، فوراً آفتاب لوٹ کر نکل آیا (سیرۃ النبی ۳ : ۲۳۵) مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح طریقے سے ثابت نہیں . دوسرا واقعہ یوں کہا جاتا ہے کہ اہل مکہ نے آپ سے معجزے کا مطالبہ کیا ، تو آپ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھایا . یہ روایت بخاری ، مسلم ، ترمذی اور مسند حنبل اور دوسری کتب احادیث میں بھی ہے . (تفصیل کے لیے دیکھیے سیرۃ النبی ۳ : ۳۸۳ - ۳۸۷)

پڑھو سب کر کے ترک گفت و شنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ الثانی فی منقبت حضرت شاہ ولایت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہر ترویح روح مرتضوی — خانہ زادِ خدا علیؑ ولی
شیر حق شہسوارِ بدر و اُحد — موردِ لا فتیٰ[1] و نادِ علی
راکبِ دوشِ احمدِ مرسل — نائب و ابنِ عم خفی و جلی
أنت منی بمنزلۃ هارون — حق میں جس کے ہے حکم مصطفوی
اوسی کے حق میں وال من والاہ — عین واجب ہے سب پہ حُبِّ علی
حاضراں پس با اعتقادِ تمام — با ادب اوس جناب پر یو سبھی

پڑھو سب کر کے ترک گفت و شنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ الثالث فی منقبت بنت رسولِ خدا اعنی فاطمۃ الزہرا علیہا الف ثنا

بہرِ ترویحِ روحِ خیر النسا — داد خواہ و شفیعِ روزِ جزا
بنت احمد و مادرِ حسنین — زوجۂ شہسوارِ روزِ وغا
مصطفیٰ جس کوں بضعۃٌ منی — من أذاها أذانی فرمایا
منبعِ شرم و معدنِ عصمت — مظہرِ خُلق و حلم کانِ حیا
راضیہ مرضیہ زکیہ لقب — ساجدہ عابدہ حبیبہ ثنا

---

[1] لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار کی طرف اشارہ ہے

حاضراں ہیں بصدقِ خاص الخاص　　　با ادب بر جنابِ خیرِ نسا
پڑھو سب کرکے ترک گفت و شنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ الرابع فی منقبتِ نورِ العیونِ رسولِ خدا اعنی حضرت امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام [۱۰]

بہرِ ترویحِ روحِ پاکِ حسن　　　سروِ سرسبزِ باغِ خلد و عدن
گلشنستانِ دیں کا سروِ رواں　　　اور رسالت کے باغ کا ہے چمن
راکبِ دوشِ احمدِ مختار　　　حاملِ ظلم با ہزار در دو محن
دل خراشیدہ سمِ الماس　　　جگر آزردۂ زنِ پرفن
جب پیا ہائے سودۂ الماس　　　دلِ نازک گیا تب اوس کا چھن
حاضراں ہیں بعینِ صدق و صفا　　　با ادب بر جناب حضرت حسن
پڑھو سب کرکے ترک گفت و شنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ الخامس فی منقبت حضرت سیدالشہدا، خامسِ آلِ عبا علیہ السلام

بہرِ ترویحِ روحِ پاکِ حسین　　　نورِ عینینِ سیدالثقلین
حضرتِ فاطمہ کا لختِ جگر　　　دلبرِ شہ سوارِ بدر و حنین [۱۱]
تشنہ کام و شہیدِ کرب و بلا　　　اوس کوں ظالم نپٹ[۱] رکھے بے چین
مزرعِ آخرت کوں اس غم میں　　　موموناں پانی دو تم از بحرین
اوس پہ جو رووے دل کی رقت سے　　　کرے حاصل دو نعمتِ کونین

۱. نپٹ (ھ): بالکل، سراسر، پوری طرح سے۔

حاضراں بس بقلبِ درد و الم   با ادب اوس جنابِ پر بھر نین[1]
پڑھو سب کرکے ترک گفت و شنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ السادس فی منقبتِ ائمۃ الطاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین

بہرِ ترویحِ روحِ زینِ عبا   خلفِ الصدقِ سیّد الشہدا
وادی مانند باکی العینین   صابرِ رنجِ دشتِ کرب و بلا
اوس کے بعد اوس کی آلِ اطہر پر   جن کی واجب ہے فضل سب پہ ثنا
حضرتِ باقر حضرت جعفر   بعد ازاں موسیٰ اور امامِ رضا [ب]
پھر جنابِ تقی نقی اوپر   پھر حسن عسکری امامِ ہدا
حاضراں بس ہو یکدل و یکجاں   با ادب بر جنابِ ہر مولا
پڑھو سب کرکے ترک گفت و شنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ السابع فی المنقبتِ و الدعای لتعجیل ظہور موفور السرور حضرت صاحب الامر علیہ التحیۃ و الثنا

از برائے ظہور ہادیِ دیں   حجۃ اللہ شاہِ با تمکیں
مہدیِ دیں پناہ جس کا نام   عیسیٰ مریم کا پیش امامِ مبیں
صاحب العصر و ہادی الایماں   قائمِ منتظر و ناصرِ دیں

۱۔ نَین (ہ)، آنکھ؛ اب اس معنی میں متروک ہے (نور اللغات ۴: ۵۹۵)

حاضراں پس باتفاقِ تمام　　　　با ادب اوس طہور لیے آمیں
پڑھو سب کر کے ترک گفت وشنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ الثمانیۃ فی الروح الانبیاء والاولیاء والشہداء الکربلا علیہم التحیۃ والثناء [۱۲ الف]

بعدِ ترویحِ ایں چہاردہ نام　　　　بہرِ ترویحِ انبیاے کرام
پھر اونھوں کے سبھی وصیتوں پر　　　　بھیر جو گزرے اولیاے تمام
پیر شہداے کربلا اوپر　　　　جو لیے ہیں گے مرکے واں بسرام[۱]
مسلم اور اوس کے ہر چہار بچے　　　　حر و بھائی پسر سمیت غلام
شہ کے بیٹے بھتیجے اور بھائی　　　　بھانجے اور صحابۂ عُظّام[۲]
حاضراں پس براے کسبِ ثواب　　　　بوجھ کراون سبھوں کوں خلد مقام
پڑھو سب کر کے ترک گفت وشنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ التاسع فی الدعا للبادشاہ ارفع الدرجات ولقضاء حوائج المومنین والمومنات

باز بہرِ قیامِ ظلِ الٰہ　　　　بادشاہ بہادر محمد شاہ[*]

۱۔ بسرام (ھ)؛ چین، آرام۔

۲۔ عُظّام بروزن غُراب، بزرگ، یہ لفظ بروزنِ زُنّار بھی آتا ہے۔ واجد علی شاہ اختر:

میں ایک فقیرِ نی سرانجام　　　　تم لوگ ہو سب امیرِ عظّام

(نور اللغات ۳: ۵۵۲)

* کاتبِ نسخہ نے احمد شاہ لکھا تھا کسی نے بعد کو اسے "محمد شاہ" بنا دیا جس سے وزن غیر مستقیم ہو گیا۔ اگر اسے "محمد شاہ" پڑھا جائے جو عوام کی زبان ہے تو مصرع موزوں ہو جائے گا۔

[۱۲ ب]
پہر بہر دفعِ اعادیِ[1] اسلام | بہر حاجات مومنیں آگاہ
پھیر اِن سارے حاضروں خاطر | صدق سے جو کیے[2] ہیں ماتم شاہ
پھیر خیر مسافراں کے لیے | زائر و حاجیانِ بیت اللہ
پھیر حاجات فضلی کی خاطر | اوس کی حاجاتیں لاوے بر اللہ
حاضراں اپنی حاجتوں کے لیے | اور مصنّف لیے برائے الٰہ
پڑھو سب کر کے ترک گفت و شنید
فاتحہ باسورۂ توحید

تمت الفواتح بالخیر[3]

۱۔ عدو دشمن کی جمع اُردو میں اعدا زیادہ مستعمل ہے۔
۲۔ اصل: "لیے ہیں" لیکن تصحیح وہی ہے جو متن میں درج ہوا۔
۳۔ اس کے بعد کا ایک صفحہ (۱۴ الف) اصل نسخے میں سادہ ہے۔

رب یسر و تمم بالخیر

انسان کی حمد و ثنا کی مجال [illegible] ثابت و [illegible]

مطلع [illegible] کتاب [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخلوق کا سخن وہی ہے بیرون [illegible] خالق کی حمد میں ہے وہ بے زبان

تو دل دل کو تو بستہ [illegible]

حمد بےغایت اور ثنای بی نہایت شایستہ و سزاوار اوس
کبریای واجب الوجود کو ہے کہ بزرگی صفات کمال اوسکی
کی درک افہام سی متبرا ہی اور لائق حمد و جوہر ثنا تحفہ وار
شایان اوس بادشاہ عالی بارگاہ کو ہے کہ کمال صفات [illegible]

اوسکی

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ [۱۲ ،

اللہ کی اگر جو مدد شامل حال ہے

دیباچۂ کتاب کا دل موں خیال ہے

مطلع عنوان کتاب کریم بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخلوق کا سخن وو ہی اب بنے وال ہے

خالق کی حمد میں جو کہ وہ لایزال ہے

اے دل اوّل بگو تو بسم اللہ کن ادا شکر نعمتِ اللہ

حمدِ بے غایت اور ثنائے بے نہایت شایستہ و سزاوار اوس کبریائے واجب الوجود کوں کہ بزرگی صفاتِ کمال اوس کی کی درکِ افہام سے مبرّا ہے، اور لآلی حمد و جواہرِ نثار تحفہ وار شایان اوس بادشاہِ عالی بارگاہ کوں، کہ کمال صفات جلال اوس کے کا احاطۂ اوہام سے معرّا، عقل عقلاؤں کی درکِ [۱۰ ، کرنے حقیقتِ ذات اور صفات اوس کی سے بیچ مضیقِ عجز و قصور کے، اور فہم بلغاؤں کے پاؤں نے بھید بلاغت اور فصاحت اعجازِ کلام مجید اوس کے سے بیچ مقامِ حیرت و فتور کے، ذات پاک اوس کی بیچ ہر جہت کے بہ حقیقت موجود ہے، اور حقیقت ہر موجود کی بیچ پرتوِ نورِ وجود اوس کے نابود

رباعی:

اے ہستی تیری کا نور بر حق موجود تجھ جود سے عرش و فرش آئے بوجود

تجھ لطف اگر مدد نہ کرتا یارب ہرگز نہ ہوتا آدم خسا کی مسجود

ایسا خداوند کہ وصّافِ زبانِ فصیح ہر چند بیچ اوصاف میدان عزت اوس کی کے جواہر الفاظ
پِروں کر بیچ رشتۂ بیان کے اینچے،[1] عاقبت بعجز مقر ہوکر کلمۂ "لا أحصی ثناءً علیك"[2] بولے،
ب| اور کشافِ بیانِ صحیح جیتا کہ بیچ شرح اصناف نہایت قدرت اس کی کے بڑھاکر عباراتِ
سنجیدہ او پر پیشانی ظہور کے لاوے، بالآخر اپنی تقصیر پر مُصر ہوکر زبان سات حدیث "أنتَ
کما أثنیتَ علیٰ نفسِك" کھولے۔

وہ کرے خاک سیتی صورت پاک — وہ کرے پھیر خاک کے تئیں خاک
وہ دیوے اور نکالے از دلِ سنگ — آتشِ لعل و لعل آتش رنگ

ایسا صبورِ بے ملال، اور ایسا شکورِ بے زوال کہ عام ہیں عطیات اوس کے، اور مسرت بخش ہیں
بلیات اوس کی، کتاب کریم اور کلامِ لازم التکریم میں، گروہِ بلارسیدگانِ میدانِ محبت اور محنت
کشیدگانِ معرکِ مشقت کوں اس خطابِ دل نواز سے معزز اور سرافراز کیا: "وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ
الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ"[3] پھر اون سے بعد وصول "إِذَا
أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ، إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" کہلوایا اور "أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن
الف| رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ" سے مفتخر اور ممتاز کیا۔

جامِ محنت وو پیو نہ مارے دم — غیرِ راہِ وفا نہ رکھے قدم
چلے خوش ہوے کربلا میں چو عود — ہرگز اون سیتی پر نہ آیا دود

ایسا عزیز کہ جس کے تئیں دوست رکھا، لشکرِ بلا کا اوس پر بھیجا، اور جس کے تئیں محبوب جانا

۱۔ اینچنا: کھینچنا۔

۲۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری وتر میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے، "اللّٰھمّ إنی أعوذ برضاك من سخطك، وأعوذ بمعافاتك من عقوبتك وأعوذ بك منك، لا أحصی ثناءً علیك، أنت کما أثنیت علی نفسك۔ مسند احمد بن حنبل، تحقیق احمد محمد شاکر، قاہرہ، ۱۹۴۷، (۲: ۱۰۹، رقم ۷۵۱)۔ دوسرے مآخذ کے لیے دیکھیے: المعجم لألفاظ الحدیث ۱: ۳۰۴۔

۳۔ البقرہ ۲: ۱۵۵-۱۵۷۔

شریعت ہم و غنا[۱] کا اوسے چکھایا، بموجب یحبہم و یحبونہ[۲] چاہنے والا، چاہنے والوں کا، اور موافق وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا[۳]، بخشنے والا اور رحمت کرنے والا مومنوں کا، ایسا یکتا کہ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ صفت اوس کی ہے، اور ایسا احد کہ دلیل صمدیّت اوس کی لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ[۴] ہے اور ایسا صمد کہ شاہدِ احدیّت اوس کی کا لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ[۵] ہے، ایسا صانع کہ جب مشیّت بے علّت اوس کی نے بیچ تمشیتِ امورِ ایجاد و تکوین کے تعلّق پکڑی موافق نص کے اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ہر فردِ انواعِ ممکنات کوں ساتھ خلعت لائق کے خصوصیت [۱۵ -
دے کر بدنِ نادرِ انسان کوں، مطابقِ کلمۂ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ[۶] بیچ خوب ترین صورت کے، کتمِ عدم سے عالمِ وجود میں پہونچایا، اور تاج پر زیور، لَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ سر پر معشرِ بشر رکھ کر، خلعتِ بابہجت وَفَضَّلۡنٰہُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا[۷] اوپر قامتِ قابلیت اون کی کے پہنایا۔ بیت،

زفضلش وجود از عدم شد پدید   زفیضش فضیلت بالنساں رسید

ایسا دانا کہ جب حدیث اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ[۸] بیچ مجامع صوامع ملکوت کے شائع کی، تکلم کرنے والے اَتَجۡعَلُ فِیۡہَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ[۸] باتوں اپنیوں سے پشیمان ہو کر قدم بیچ راہِ عذر کے رکھے، اور جب شہرت وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّہَا[۹] بیچ بساطِ بسیط غبرا[۱۰] کے ڈالی، تسبیح کرنے والے نَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ[۱۱] پیشانی پشیمانی کے اوپر

۱۔ غنا: رنج و مشقت۔

۲۔ المائدہ، ۵: ۵۴۔

۳۔ النسا، ۴: ۹۵۔

۴۔ الاخلاص، ۱۱۲، ۳: ۴۔

۵۔ طٰہٰ، ۲۰: ۵۰۔

۶۔ التین، ۹۵: ۴۔

۷۔ الاسرا ۱۷: ۷۰۔

۸۔ البقرہ، ۲: ۳۰۔

۹۔ البقرہ، ۲: ۳۱۔

۱۰۔ غبرا: زمین۔

۱۱۔ البقرہ، ۲: ۳۰۔

از زمین بندگی کے گھس کر زبان ساتھ کلمہ سُبحٰنَکَ لَا عِلمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا[1] کے کھولی۔ رباعی

جو کوئی کر راہِ معرفت چلتے ہیں نت علم و ادب کا جز و وہ رکھتے ہیں
جب بات کمال اوس کے کی ہوتی شروع سُبحٰنَکَ لَا عِلمَ لَنَا[1] کہتے ہیں

ایسا بادشاہ، کہ جب لگ[2] سلاطین، بیچ درگاہ جلال اوس کی کے، از روے تضرّع و زاری، زبان حال ساتھ سوال، اِیَّاکَ نَستَعِینُ[3] کے نہ کھولیں، فرمانِ فرمان روائی ادن کی کا، ساتھ طغرائے غرّائے وَاللّٰہُ یُؤَیِّدُ بِنَصرِہٖ مَن یَّشَآءُ[4] کے زینت نہ پاوے، اور جب لگ خواقین بیچ میدان مملکتِ لا یزال اوس کے کی پانو سکونتِ سلوکِ راہِ بندگی کا نہ رکھیں، آفتاب فتح و ظفر کا مطلع وَ یَنصُرَکَ اللّٰہُ نَصرًا عَزِیزًا[5] کے سے، اوپر نشانِ شوکت اون کی کے روشنی اپنی نہ چمکاوے، تُؤتِی المُلکَ مَن تَشَآءُ وَ تَنزِعُ المُلکَ مِمَّن تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَن تَشَآءُ بِیَدِکَ الخَیرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ[6]۔ نظم

خدایا توہی خالق انس و جان تیرے حکم سے ملک دیں تو امان
تجھے تاج داران گردن فراز کریں سجدہ از روے عجز و نیاز
الٰہی کہاں قدرتِ فہم و عقل کرے وصف تجھ فضل کی جو کر نقل
خصوصاً جو فضلی ہے بے عقل و فہم کہاں اوس کوں قدرت کرے جو کہ نظم
بیاں تیری توحید کا سر بسر دوئم نعت پیغمبرِ نامور

تمت التوحید بعون اللّٰہ الملک التوحید

پھر جو سخن کہ نکلے ہے مونہہ سیتی پے سخن
نعتِ رسول میں دو سخن باکمال ہے

زینت بیت من از نعت پیمبر باشد سقف را مرتبہ از پہلوے خاتم بند است

۱۔ البقرہ، ۲: ۳۲۔
۲۔ لگ: تک۔
۳۔ الفاتحہ، ۱: ۵
۴۔ آل عمران، ۳: ۱۳۔
۵۔ الفتح، ۴۸: ۳۔
۶۔ آل عمران، ۳: ۲۶۔

وہ پیمبر کہ ذات عالی شان اوس کی نشان حرمت عالمیان کا ہے، مختوم بہ خاتم نبوت. کلمۂ کریمہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا[1] شاہد اس مدعا کا، اور وہ عالی گوہر کہ وجودِ فائض الجود اوس کا مقصود ایجادِ عالم کُنْ فَکَانَ[2] کا ہے. منسوب بہ منصب رسالت [۱۰
مرویۂ صحیح لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ[3] مؤید اس دعوا کا. ایسا مقدم کہ بموجب کلام معجز آئین کے کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ[4] پیش از پیدائشِ آسمان و زمین کے، علم ہدایت کا اور نشان عنایت کا بیچ صحنِ عالمِ قدس کے بلند کیا، اور ایسا مکرم کہ جب لگ اخترِ سعادت نور اوس نے اوپر اوس خاک کے کہ خمیر کی ہوئی یدِ قدرت کی تھی، پرتو نہ ڈالا، ہمائے بلند پرواز روحِ کثیر الفتوح نے اس منزلِ شریف کو نشیمن عزت کا نہ کیا۔

ہوا ہر ذی نفس آگے یہ تحقیق کہ مقصود اوس کا ہی ایجاد تھا بس

اعنی سیدِ انبیا اور سیدِ اصفیا، صدر صفۂ امکان کا. محرم خلوت خانۂ لامکان کا، عطر افروز محافلِ جانی، بخور انداز مجامع روحانی، سلطان مسانۂ رسالت کا، برہان مقاصد نبوت و جلالت کا، [۱۱
بادشاہِ عرش بارگاہ، خاتم انگشتِ ید اللہ، ترجمانِ اسرارِ غیبی، دیدہ کشائے استار لاریبی، نقطہ پرکارِ احدیت کا، مرکز دائرۂ صمدیت کا، طغرائے مناشیرِ قدر و قضا، دیباچۂ دساتیرِ خوف و رجا، محررِ تفاسیر معالمِ غیب و شہود کا، مفسرِ اساطیرِ صحائفِ وجود کا، بزرگی دینے والا عنی انی

۱۔ اصل میں "اُرسلناک شاھد و مبشّراً و نذیرًا" یہاں ناقل نے دو قرآنی آیتوں "وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا" (الفرقان ۲۵: ۵۶) اور اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا" (الفتح ۴۸: ۸) کو باہم مخلوط کر دیا ہے. ہم نے متن میں اصل قرآنی آیت درج کر دی ہے۔

۲۔ ابتدائے آفرینش میں خدا تعالیٰ نے ہر ایک شئ سے جس کا پیدا کرنا منظور تھا مخاطب ہو کر فرمایا: کُنْ یعنی ہو جا. فَکَانَ وہ ہو گئی. چونکہ ان لفظوں سے سارا عالم وجود میں آیا، اس لیے استعارۃً ان الفاظ سے تمام عالم موجودات مراد لیتے ہیں۔

۳۔ حدیث قدسی۔

۴۔ صحیح "وآدم" بغیر الف لام کے ہے (المعجم ۲: ۳۱۷) ۵۔ یہ کلمہ مٹا ہوا ہے۔

یَبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا[1] کا راہ دکھلانے والا شہ، و معراج وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی[2] کا یکّہ تاز، سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا[3] شاہباز قرب دَنَا فَتَدَلّٰی[4] صدرنشین محفل ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ[5] منبرگزین اقلیم دلکشائے مطاع ثَمَّ اَمِیْنٍ مجموعہ مکارم اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[6] کا، دانا رموز فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ[7] کا، کمال دار مقام قَابَ قَوْسَیْنِ

[۱۸ الف] اَوْ اَدْنٰی، قادر انداز اعجاز مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی[8] مخصوص اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ[9] مضمون السراج المنیر والداعی، سلطان سریر اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا[10] تخت گاہ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[11] مشعل فروز قلوب بانوار اھتدی، مالک ممالک اصطفی، سرفراز بجنود لَمْ تَرَوْهَا رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، سید المرسلین، خاتم النبیین، بیش ترین نقطہ پرکار ہستی، بیش ترین لمعہ انوار معرفت و خدا پرستی، طلیعہ طبا شیر صباح قدرت، سراج منیر شام صنعت و حکمت، فاتحہ مصحف رسالت، خاتمہ رسالت نبوت، سر جوش بادہ فیض ازل، سردار قادہ عقول:

چشمہ فیض اِنَّا اَعْطَیْنَا   جرعہ بخش شراب کَ الْکَوْثَرَ

مرجع ضمیر هُوَ اللّٰہُ الْاَکْبَرُ، کنوز الحقائق السرمدیہ، حفظہ رموز الاسرار الصمدیہ، مفاتح خزائن العلوم

[۱۸ ب] الغیبیہ، مصابیح مکامن المعارف الدینیہ[12]، مجالی شواہد التجلیات الاعدیہ، مرایای عرائس الاشراقات الالٰہیہ، ایسا پیغمبر کہ معجزات اوس کے تا قیامت ظاہر اور ایسا سرور کہ دین مبین اوس کا تا یوم القیام دنیا پر دائر، ایسا بلند مقدار کہ شب معراج خطۂ غبرا سے طارم خضرا پر پرواز کر، جناح بخشش کا،

۱۔ الاسراء ۱۷ : ۷۹ ۔
۲۔ النجم ۵۳ : ۷ ۔
۳۔ الاسراء ۱۷ : ۱ ۔
۴۔ اصل میں دنی ۔
۵۔ التکویر ۸۱ : ۲۰-۲۱ ۔
۶۔ القلم ۶۸ : ۴ ۔
۷۔ یوسف ۱۲ : ۷۶ ۔
۸۔ الانفال ۸ : ۱۷ ۔
۹۔ الاحزاب ۳۳ : ۵۶ ۔
۱۰۔ الفتح ۴۸ : ۱ ۔
۱۱۔ المائدہ ۵ : ۳ ۔
۱۲۔ اصل : الدینہ ۔

کرو نفس جہاں میدانِ قدس پہ پہنچ گیا، اور ایسا شاہ سوار کہ پھر اوس منزلِ پاک سے عنان موجہ پھیر، بہ ترتیب ساکنانِ مرکزِ دائرۂ خاک مشغول ہوا، ایسا راہ نورد کہ غبارِ نعلِ براق اوس کے کا باتفاق تاجِ مفارقِ اشرافِ عالمِ علوی، اور ایسا جہانگرد کہ گردِ نعلینِ مبارک اوس کے کی بتحقیق سرمۂ دیدۂ بزرگانِ خاکدانِ سفلی، مصطفاے مکّی، مجتباے مدنی، مہتداے قرشی، مقتداے ہاشمی:

[۱۹ الف] ہے زمیں پر قبلۂ افلاکیاں / بر فلک امیدگاہِ خاکیاں

یعنی رسول اللہ، حبیب اللہ، مرجعِ خیرِ انام، شفیعِ یوم القیام، احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسولِ امیں امّیِ مقتدا — سپہرِ شرف، مہرِ اوجِ ہُدا
پناہِ عرب، بادشاہِ عجم — شفیعِ گناہِ جمیعِ الامم
وہی نور ہوا جب برآدم نمود — فرشتے کیے اوس کے تئیں تب سجود
رکھے اوس سے تھا نوح جب اختصاص — ہوا تب یو طوفان سیتی خلاص
چھوٹے آگ سے اوس کے باعث خلیل — مسیحا کوں تھی اوس کے دم کی دلیل
اوسی کے پے عرش و کرسی زمیں — اوسی کے لیے پیک روح الامیں
کسے ہیگی قدرت جو اوس کی ثنا — کرے ثبت کاغذ پہ با انتہا
دو جگ گر ہوئیں کاغذ ہوئیں دیا مداد[۲] — قلم سب شجر ہو دیں تو بھی زیاد
ثنا اوس کی ہے فضلی نہیں کہہ سکے — اب آگے شہِ اولیا کی کہے [۱۹ ب]

تمت نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ پہن، بفتح اول و سکون دوم و نیز بفتحتین: فراخ، کشادہ۔

۲۔ مداد: روشنائی، اشارہ ہے آیۂ قرآنی، وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (لقمان ۳۱: ۲۷)، یہی مضمون ایک اور جگہ بھی بیان ہوا ہے۔ (الکہف ۱۸: ۱۱۰)

پھر جو سخن بہ منقبتِ شاہِ اولیا
موزوں ہوا سو وہ سخن عالی خیال ہے

منقبتِ[1] وس کی کہوں ہیگا جو ہم نام خلیل — جس کا شاگردِ پسندیدہ کہایا جبریل

وہ شاہِ اولیا کہ سر دفتر ہے مخلوقات کا، اور شیرازہ صحیفۂ ممکنات کا، دُرِّ دُرجِ لا فتیٰ، بدرِ بُرجِ ھَلْ اَتیٰ، برادرِ محمد مصطفیٰ، خانہ زادِ خدا، تاجدارِ انبیار، رازدارِ کبریا، واقفِ سواقفِ ناسوت و ملکوت، عارفِ معارفِ لاہوت و جبروت، مظہرِ اسرارِ ولایت و نبوّت کا، ہمدمُ آثارِ فتوّت و مروّت کا، خورشیدِ سپہرِ امامت کا، جمشیدِ سریرِ کرامت کا، دیباچۂ مخزنِ رسالت کا، خاتمۂ مصحفِ وصایت کا، قوتِ ناطقۂ فصاحت کا، زورِ سر پنجۂ شجاعت کا،
[۲۰ الف] روشنیٔ اخترِ ایمان، عزتِ پیشانیٔ عرفان، قاضیٔ محکمۂ قضا و قدر، قاسمِ طوبیٰ و سقر، صاحبِ بعید سیّد البشر[2]، خداوندِ شمشیرِ دو سر، سزاوارِ ندائے مصرع:

لا فتیٰ إلّا علی لا سیف إلّا ذوالفقار

سر بلندِ خطابِ حیدرِ صفدرِ نامدار، رافعِ فجّار، دافعِ اشرار، قاتلِ کفّار، کرّارِ غیر فرّار، منشیٔ احکامِ خدا، گوہرِ تاجِ إنما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس أھل البیت ویطھّرکم تطھیرا[2]، حلّہ پوشِ قُلْ کَفیٰ بِاللّٰہِ شَھِیْدًا[3]، برگزیدۂ إنما ولیّکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ[4]، اور پسندیدہ إنّ الذین آمنوا وعملوا الصالحات، لائقِ من کنتُ مولاہ فعلیٌّ مولاہ، صادقِ اَللّٰھم والِ من والاہ وعادِ من عاداہ، جانبازِ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ[5]، اور سرافرازِ أجعلتم سقایة الحاجّ وعمارة المسجد الحرام کمن آمن باللہ

۱۔ اصل: طوبا۔

۲۔ الاحزاب ۳۳: ۳۳۔ — ۳۔ العنکبوت ۲۹: ۵۲۔

۴۔ المائدہ ۵: ۵۵۔ — ۵۔ البقرہ ۲: ۲۰۷۔

واليوم الآخر وجاهد في سبيل الله[1]، مقتدا اور پیشوا جمیع مومنین و مومنات و مسلمین [۲۰ ب]
مسلمات کا، ساقی روز عرصات کا وسقیھم ربھم شرابًا طھورًا[2]، علمدار وإذا رأیت
ثم رأیت نعیمًا وملکًا کبیرًا، رازدار ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینًا ویتیمًا و
أسیرًا[3] سزاوار عنایت قل لا أسئلکم علیہ أجرًا إلّا المودۃ فی القربیٰ[4]، مخصوص إنّا
أرسلنا إلیکم نورًا مبینًا[5]، قافلہ سالار أنا مدینۃ العلم وعلیّ بابھا، نامدار أنا
میزان الحکمۃ وعلیّ لسانھا، خطیب منبر سلونی[6] کا، وارث مرتبۂ ہارونی کا، مخاطب
بخطاب أنت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ[7]، مفتخر بافتخار إنی جاعلک للناس إمامًا[9]،
استاد جبرئیل، ہمنام رب جلیل، تخم مزرعۂ مناقب ومفاخر، مفہوم ھو الأوّل والآخر،
جاں نثار رسول، زوج بتول، گوشہ نشین روز سقیفہ[10]، مخصوص إنا جعلناہ خلیفہ[11]، ثانی
إثنین مرج البحرین کا، چلّہ کمان قاب قوسین کا/، مصدق إنّ من شیعتہ لإبراھیم[12] کا [۲۱ الف]

۱۔ التوبہ ۹: ۱۹۔ ۲۔ الدھر ۷۶: ۲۱، ۲۰۔
۳۔ الدھر ۷۶: ۸۔ ۴۔ الشوریٰ ۴۲: ۲۳۔
۵۔ اصل: القربا۔
۶۔ قرآنی آیت "وأنزلنا إلیکم نورًا مبینًا" (النساء ۴: ۱۷۴)
۷۔ حضرت علی کی خلافت کے بعد جب لوگوں نے بیعت کی تو حضرت نے منبر پر بیٹھ کر اپنا مشہور خطبہ پڑھا جس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے: یا معشر الناس سلونی قبل أن تفقدونی فإنّ عندی علم الأوّلین والآخرین۔ مکمل خطبہ مجلسی: بحار الانوار ۱۰: ۱۰۷ میں موجود ہے نیز دیکھا جائے الشیخ المفید: الارشاد ۱: ۱۵۔
۸۔ صحیح بخاری باب مناقب علی بن ابی طالب: ۷۔
۹۔ البقرہ ۲: ۱۲۴۔
۱۰۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام خلافت کے مسئلے پر غور و فکر کرنے کے لیے سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ یہیں طویل گفتگو اور بحث و تمحیص کے بعد حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت علیؓ اس مشورے میں شریک نہ تھے۔
۱۱۔ ص ۳۸: ۲۶۔ ۱۲۔ الصافات ۳۷: ۸۳۔

موردِ هو العلیّ العظیم کا، کرسی نشینِ رفعناہ مکاناً علیّاً،[1] ناموردِ ولم نجعل له من قبل سمیّاً،[1] معززرقم یا أبا تراب، منصوصِ وعندہ علم [من] الکتاب،[2] نشانِ نزولِ رضیت لکم الاسلام دیناً،[3] مخبر صادق لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً، یکّہ تازِ معرکۂ نقاتل علی تاویل القران، متمکّنِ بساطِ امتحن الله قلبه بالایمان، شہ سوارِ دوشِ پیغمبر، کنندۂ درِ خیبر، کشندۂ عمرو[4] وعنتر،[5] بابِ شبّیر و شبّر علیّ خیر البشر ومن أبی فقد کفر، امامِ برحق، وصیّ مطلق، ابا الحسنین اور ابا الریحانتین، مصلّیِ القبلتین، امام اهل المشرقین والمغربین، سیّد الکونین اور هادی الخافقین،[6] یداللہ، اسداللہ، قدرت اللہ، سیف اللہ، سیّد اوصیاء [۲۱ ب] سرور اتقیا، فریاد رسِ روز جزا، یعنی زوج فاطمہ زہرا، / ابنِ عمّ محمد مصطفیٰ اعنی اسد اللہ الغالب، غالب کلّ غالب، مظہر العجائب و مظہر الغرائب، شگوفۂ باغ ابوطالب، مطلوب کلّ طالب، شہاب اللہ الثاقب، ہزبر السالب، فارس المشارق والمغارب، سیّد الوصیّین و یعسوب المسلمین، افتخار الاوّلین[7] والآخرین، امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیه الصلوٰۃ والسلام.

رہبرِ دیں اور امام الاوّلین ساقیِ کوثر امیر المؤمنین
اوس کتاب وصف میں بحروں کی نیر نہیں ہے کافی جو محبانِ دبیر
کرکے تر اوس پانی سے اونگلی شتاب جو کریں سب اوس کے ورقوں کا حساب
وصف اوس کی کی نہیں ہے انتہا لا تعد لا تحصیٰ ہے اوس کی ثنا
[۲۲ الف] کس کی قدرت جو ثنا اوس کی کہے یا ثنا خاتونِ جنّت کی لکھے /

تمت المنقبت حضرت شاہ ولایت پناہ علیه السلام

۱۔ مریم ۱۹: ۵۷، ۶۔ ۲۔ النمل ۲۷: ۴۰۔ ۳۔ المائدہ ۵: ۴۔
۴۔ عمرو بن عبد ودّ، مشہور عرب سورما جسے جنگ خندق میں حضرت علی نے قتل کیا۔
۵۔ عنتر: خیبر کا بہت دلیر اور شجاع یہودی جو جنگ خیبر میں حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔
۶۔ الخافقین، خافقین: مشرق و مغرب، دو کنارۂ آسمان۔
۷۔ اصل: اولین۔

پھر منقبت بتول کی کہنی بصدق دل
بیشک رضائے احمد ہے اور ذوالجلال ہے

وہ خاتونِ جنت کہ سیدۃ النساء العالمین ہے اور زوجہ حضرت امیر المومنین ہے، بنتِ خاص رسولِ خدا، نور دوچشم خدیجۃ الکبریٰ، شفیعۂ روز جزا، حبیبۂ حبیب خدا، ام الکتاب قرآن جلالت وہدایت کی، سورۂ مریم مصحف رسالت و نبوت کی، مسبحۂ پنجۂ یداللہ، عابدۂ صومعۂ عرش اشتباہ، معدنِ جواہر قدسیہ، حوارے النسیہ، مرأۃ انوار نامتناہی کی، صورت علمیہ الٰہی کی آبروے دریائے طہارت، شمعِ فانوسِ پردۂ عصمت، قوتِ مدرکۂ دست تقدیر، منبعِ چشمۂ آیۂ تطہیر[۱]، کدبانو[۲] کارخانۂ ایجاد کی، مرشدہ طریقۂ صلاح وسداد کی، مخزنِ علم لدنی، مصداق الفاطمۃ بضعۃ منی محمل نشینِ اشارۂ ناقۃ اللہ وسقیاھا[۳]، مورد یحمہ [۲۲ ب
أذانی من أذاھا، گنج نامۂ اسرار کنزاً مخفیاً، رازدار إذ نادیٰ ربه نداءً خفیاً[۴] مخاطب بخطاب إرجعی إلی ربّك راضیةً مرضیةً[۵]، زہرۃ الریاض من شجرۃ مبارکة زیتونة لاشرقیة ولا غربیة[۶]، مشکوٰۃ چراغِ اللہ نور السموات، محفل افروزِ الباقیات الصالحات، سرمہ کشِ مازاغ البصر وما طغیٰ[۷]، معراج آرزوے سبحان الذی أسریٰ، منصوص نفطم شیعتها من النار، قاسمۂ جنات تجری من تحتها الأنهار، سیدۃ الجلیلہ، کریمۃ النبیلہ، مکروبۃ العلیلۃ، مظلومۃ الزکیۃ، معصومۃ التقیۃ، ذات الاحزانۃ الطویلہ

۱۔ سورۂ احزاب ۳۳: ۳۳ کی مشہور آیت: "إنما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس أهل البیت ویطهرکم تطهیرا"، آیۂ تطہیر کہلاتی ہے۔

۲۔ کدبانو: گھر کی مالک، بیگم۔

۳۔ الشمس ۹۱: ۱۳۔ ۴۔ مریم ۱۹: ۳۔

۵۔ الفجر ۸۹: ۲۸۔ ۶۔ النور ۲۴: ۳۵، ۱۔

۷۔ النجم ۵۳: ۱۷۔

فی المدۃ القلیلہ، محدثۃ العلیمۃ، مطہرۃ النقیۃ، صالحۂ زماں، عفیفۂ جہاں، مخدومۂ جناں،
[۲۳ الف] معصومۂ آخر الزماں، دادخواہِ روزِ محشر، برہم کنِ قضا و قدر، / نور العینین خاتم المرسلین، مالکہ یوم الدین، زوجۂ خیر الامۃ، امّ الائمۃ، بنت سید الثقلین، والدۃ الحسنین، فریادرسِ محبّان، دردکشیدۂ ہر دو یتیماں، البتول العذرا اعنی فاطمۃ الزہرا صلی اللہ علیہا و علی أبیہا و علی بعلہا و بنیہا۔ بیت:

عصمتِ دیں تاج دار ہر نسا — جگ کی زینت حضرت خیر النسا
اوس کے گیارہ اختر روشن چو نور — پے بہ پے سب نے کیا ہے گا ظہور

کہنی مناقب أحَدَ عَشَرَ کوکبًا

رفرحِ روانِ فضلی کا زینت اشتغال ہے

وہ گیارہ اختر روشن کہ ہر یک برجِ اسدِ امامت میں مانند مہر منیر کے ہے، اور روشنی مہر منوّر و بدرِ انوار اوس پر توِ ضیا آگے مثال عشرِ عشیر کے۔ پس درود نامعدود سزاوارانِ یازدہ اخترِ سپہر
[۲۳ ب] رسالت کہ جن کے نورِ محبت سے قنادیل دلہاے محبّان روشنی بخش / زمین و آسماں، اور شعشۂ خورشید محبت اون کی سنے بمقتضاے سیماھم فی وجوھھم من أثر السجود،[۱] صبحِ صادقِ یقین و ایمان، پیشانی شیعیان سے نمایان، خصوصًا سعدینِ آسمانِ رسالت اور قطبینِ فلکِ امامت، دو دوست قدرت، دو چشم الوہیت، دو ابروے پیشانی سروری، دو بازوے نعت پیغمبری، دو گواہِ عادلِ توحیدِ یزداں، دو عدلینِ نسخِ انتظام جہاں، دو کفۂ میزانِ عدالت، دو دمِ شمشیرِ شجاعت، دو رکعتِ نمازِ صبحِ تجلّی ذات، معوذتینِ قرآنِ نجات، دو مصرعِ دیوانِ کبریا، دو پارۂ قمرِ آسمانِ اصطفیٰ، دو گوشوارۂ عرشِ اعظم، شبہا دتمین مجسّم قرینۂ موسیٰ و ہارون، فاضل تر از یوشع و شمعون، دو صدر نشینِ سینۂ رسولؐ، دو پارۂ عقیقِ جگرِ

۱۔ الفتح ۴۸: ۲۹۔

بتول، دو گلِ باغِ ھما ریحانتانِ من الدنیا[1]، دو برگزیدۂ اَللّٰھمّ إنی أحبّھما، مکرر [۲۳ الف]
ربّ المشرقین والمغربین[2]، دو خانۂ کمانِ قابَ قوسین، دو گوہرِ یکسر یخرج منھما
اللؤلؤ والمرجان[3]، دو مخصوص بحدیث سبطان، دو یکہ تازِ نعم الفارسان من الاسباط
دو مصدرِ آیت ھدیناھما الصّراط[4]، دو مامورِ طھّرا بیتی للطائفین والعاکفین[5]، دو
دانشورِ آتیناھما الکتاب المستبین[6]، دو داعیِ ربنا واجعلنا مسلمین[7]، دو مصدق
إنی ترکت فیکم الثقلین[8]، دو مخاطبِ خطاب قد اُجیبت[9] دعوتکما فاستقیما[10]، دو تائید
یافتۂ لاتخافا إنّنی[11] معکما[12]، دو پنجہ ورِ عالمِ حقیقتِ بین الإصبعین من أصابع الرحمٰن[13]
دو صاحبِ دستگاہ وسعت آبادِ مجازِ بل یداہ مبسوطتان[14]، المطلوبان فی دار الجنۃ
سیدا شبابِ[15] اہل الجنۃ ابی محمد الحسن المجتبیٰ والامام المرتجیٰ سبط المصطفیٰ وابن المرتضیٰ علم [۲۴ ب]
الہدیٰ العالم الرفیع ذی الحسب المنیع الشفیع المقتول بسم النقیع والمدفون بارض البقیع

۱۔ "ھما ریحانتان من الدنیا" بخاری: باب فضائل الصحابۃ: ۲۲؛ باب الادب: ۱۸؛ جامع ترمذی باب المناقب: ۳۰ (المعجم ۲: ۳۱۸)

۲۔ الرحمٰن ۵۵: ۱۷۔ ۳۔ الرحمٰن ۵۵: ۲۲۔

۴۔ الصافات ۳۷: ۱۱۸۔ ۵۔ البقرہ ۲: ۱۲۵۔

۶۔ الصافات ۳۷: ۱۱۷۔ ۷۔ البقرہ ۲: ۱۲۷۔

۸۔ حدیث کے الفاظ جو صحیح مسلم، دارمی اور مسند احمد بن حنبل میں درج ہیں، یہ ہیں: وأنا تارک فیکم ثقلین۔ (المعجم ۱: ۲۹۴)

۹۔ اصل میں: اصیبت۔ ۱۰۔ یونس ۱۰: ۸۹۔

۱۱۔ اصل: انی۔ ۱۲۔ طٰہٰ ۲۰: ۴۶۔

۱۳۔ قلب المؤمن بین إصبعین من أصابع الرحمٰن، ایک روایت۔ القلوب بین إصبعین من أصابع الرحمٰن، کی بھی ہے، یہ حدیث باختلاف روایت صحیح مسلم ۸، اور الجامع الصغیر ۱: ۸۳، ۲: ۱۵۱ میں بھی ملتی ہے۔ سنن ترمذی اور مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے: "لیس آدمی إلّا وقلبہ بین إصبعین من أصابع اللہ" (المعجم لالفاظ الحدیث ۱: ۳۸)

۱۴۔ المائدہ ۵: ۶۴۔ ۱۵۔ اصل میں: الشباب۔

وابی عبداللہ الحسین سبط رسول الثقلین، نور العینین شہسوار بدر و حنین، المقتول الشہید المحنة والکرب والبلاء، المظلوم والمذبوح بجفار الیزید البلید، والمدفون بارض کربلا علیہما الصلوٰۃ والسلام والتحیة والثنار۔

باقی ائمۂ اطہار، و صہبائے برحق احمد مختار، جگر گوشۂ حیدر کرار، کرسی نشین بارگاہ عزت کے، بلند مرتبہ عرش رفعت کے، نفوس فلک احتلا کے، عقول عالم کبریا کے، اسمائے حسنیٰ ایزد متعال کے، درر بحر زخار جلال کے، مقامات عارفین منازل صدق و یقین، سلک لعل سرخروئی شہادت، سلسلۃ الذہب پاکی طینت، گلستان رسالت کے ریحان زکی، اور [۱] بوستان امامت کے سرو سہی، گوہر تاج ولایت و نبوت کے، مصدر معراج فتوت و مروت کے، ہادیان راہ ہدایت، قاضیان صدر عدالت، منتظر وعدۂ أنھم لھم المنصورون [۲]، مبشر إنّ جندنا لھم الغالبون [۳]، متمکن بساط فی جنّات النعیم علی سرر متقابلین [۴] کے، نظارہ کرنے والے عندھم قاصرات الطرف عین [۵] کے، والی ولایت جعلنا منھم [۶] أئمة یھدون بأمرنا [۷]، مالک ملک والدار الآخرة خیرٌ وأبقیٰ [۸]، مخبران وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات لیستخلفنّھم [۹]، مقرب بارگاہ وھو معکم أینما کنتم [۱۰]، مخصوصان سلام وتحیة أولٰئک ھم خیر البریة [۱۱]، اعنی حضرت سید الساجدین زین العابدین شمس النہار المستغفرین، والقمر لیلة المتہجدین، علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱۔ کذا۔
۲۔ الصافات ۳۷: ۱۷۲۔
۳۔ ایضاً ۳۷: ۱۷۳۔
۴۔ ایضاً ۳۷: ۴۳، ۴۴۔
۵۔ ایضاً ۳۷: ۴۸۔
۶۔ اصل میں جعلناھم۔
۷۔ السجدہ ۳۲: ۲۴۔
۸۔ الاعراف ۸۷: ۱۷، اصل میں والدار الاخرة خیراً وأبقیٰ لکھا ہوا ہے۔
۹۔ النور ۲۴: ۵۵۔
۱۰۔ الحدید ۵۷: ۴، اصل میں اللہ معکم درج ہے۔
۱۱۔ البنیہ ۹۸: ۷۔

اور حضرت امام محمد الباقر الطاہر، بحر الزاخر، و بدر الباہر و النجم الزاہر، علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت [۲۰ ب]
امام جعفر الصادق الصدیق، الامام الوثیق، والحلیم الشفیق، ساقی شیعتہ من شراب الرحیق،
علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور حضرت امام موسیٰ الکاظم، سید الکریم، سمی الکلیم، علیہ الصلوٰۃ والسلام،
اور امام علی موسیٰ الرضا، سید المعصوم والامام المظلوم والغریب المغموم والشہید المسموم
علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت امام محمد تقی الجواد، العالم باسرار المبدأ والمعاد، شافع المحبین
یوم التناد، الموصوف بالسداد والمعروف بالارشاد، علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور حضرت امام
علی النقی الفاضل الکامل الباذل والغیث الہاطل علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور حضرت امام
حسن العسکری المرتجی، نور حدیقۃ المصطفیٰ و نور حدیقۃ المرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت امام [۲۶ الف]
محمد المہدی الہادی صاحب العصر والزمان، قاطع البرہان، وامین الدیان، خلیفۃ الرحمٰن، سید الانس
والجان نائب مناب پیغمبر، امام ثانی عشر، صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم و علیٰ آبائہم اجمعین الیٰ یوم الدین
اللّٰہم ہولاء ائمتی وسادتی وقادتی بہم التولی ومن اعدائہم اتبرأ اللّٰہم وال من والاہم و عاد من
عاداہم وانصر من نصرہم واخذل من خذلہم والعن علی من ظلمہم واہلک عدوہم من الجن والانس
من الاولین والآخرین، اللّٰہم زدنا محبتہم وارزقنا شفاعتہم واحشرنا معہم وفی زمرتہم تحت
لوائہم بفضلک وجودک واحسانک ورحمتک یا ارحم الراحمین۔

تمت المناقب ائمۃ طاہرین صلوٰۃ اللہ وسلامہم اجمعین

یہ بیان ہیئتی دعائیہ از بہر آں ظہور

کشف جس ظہور ہیئتی پائمال ہے

تحفۂ دعا و ہدیۂ ثنا بہ تعجیل ظہور موفور السرور صاحب الدعوۃ النبویۃ والصولۃ الحیدریۃ [۱۶ ب]
والعصمۃ الفاطمیۃ والحلم الحسنیۃ والشجاعۃ الحسینیۃ والعبادۃ السجادیۃ والآثار الجعفریۃ۔
والعلوم الکاظمیۃ والحجج الرضویۃ، والجود التقویۃ والنقاوۃ النقویۃ والہیبۃ العسکریۃ امام منتظر،
خاتم اثنا عشر، کمالِ قدرت ملکِ جبار، ہمنام احمد مختار، زینبندۂ الواع لحوظ، حافظ لوح محفوظ،

متصفِ بصفتِ خدا، ظاہر در پردۂ خفا، صورتِ قربِ احمدی، معنیِ حقیقتِ محمدی، ثانیِ مرتبہ امیر المومنین، مقتدائے اوّلین و آخرین، امامِ سبحۂ دورِ زمان کا، عنوانِ صحیفۂ ایمان کا، مقربِ بارگاہِ اِنَّ لہ عندنا لزلفیٰ وحسن مآب[1]، برپا دارندۂ شرط و شروط وھو
[۴۲ الف] قائم یصلی فی المحراب[2]، سرحلقۂ صومعہ دارانِ بین کرون/ اللہ قیاماً[3] شہریارِ کشور اِنی جاعلک للناس اماماً[4]، زبان دانِ ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصالحین[5] کا، صاحبِ جمال وجیھاً فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین[6] کا، بیعت ستانِ لہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً والیہ ترجعون[7] کا، لشکر کش اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون[8] کا، منذر أرأیتم ان أصبح ماؤکم غوراً[9]، منصوص یملاء الأرض عدلا بعد ما ملئت ظلماً وجوراً[10]، امین الدیان صاحب الزمان صلوٰۃ اللہ الملک العلام۔

علیہ وعلیٰ آبائہ الکرام | پڑھ سورۂ اخلاص سہ فاتحہ تمام
جلد کر اب ظہور یا مولا | شاد کر دل ایس غلاموں کا
تیرا دیدار دیکھ ہوویں شاد | دینِ حق سیتی سب جگ ہو آباد
[۴۲ ب] فضل اپنے کی مشکلیں آسان | جلد کر یا خلیفۃ الرحمٰن/

تصنیف جو کرے کوئی کچھ جس کے دور میں
اوس کا بھی اوس میں نام لے آنا کمال ہے

۱۔ ص ۳۸ : ۲۵، ۴۰۔ ۲۔ آل عمران ۳ : ۳۹۔ ۳۔ آل عمران ۳ : ۱۹۱۔
۴۔ البقرہ ۲ : ۱۲۴۔ ۵۔ آل عمران ۳ : ۴۶۔ ۶۔ آل عمران ۳ : ۴۵۔
۷۔ آل عمران ۳ : ۸۳۔ ۸۔ المجادلۃ ۵۸ : ۲۲۔ ۹۔ الملک ۶۷ : ۳۰۔
۱۰۔ سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل کے الفاظ یہ ہیں: یملاٗ الارض قسطاً وعدلاً (المعجم ۴: ۵۵ کما ملئت ظلماً وجوراً (المعجم: ۴: ۱۵۵، ۳۹۸)

موسعد و ملاذ ملک و سرا و امرا و س بادشاہِ عالی بارگاہ کے اور مدحت ثنا پیش کش اوس خسرو جہاں پناہ کے کہ جس کے عدل و دولت اور معدلت زمان میں یہ نسخۂ محمودہ تصنیف ہوا اور یہ رسالۂ مسعودہ تالیف. ابیات :

یہ ترجمہ فارسی کا ہندی   از فہم و ذکاے ہوشمندی
تا واقفوں کا یوں واقف ہونا   اور ہوئے کے واقف اوس پہ دانا
اوس کوں بھی بہ شرحِ اُدنبا کا[2]   ہوتا ہے ثواب اوس بکا کا

ایسا بادشاہ سلطنت پناہ کہ زمامِ ایالت و سرفرازی اور عنانِ عدالت و بندہ نوازی بیچ ملک ہندوستان کے کفِ کفایت اور قبضۂ درایت اوس کے میں آئی اور طلیعۂ سپاہ اوس کی نے جس طرف منہہ دکھلایا / صبحِ اقبال مطلع امانی و امال سے طالع ہو مونہہ دکھلاے اور جناح ہما شوکت [۲۸ الف] اوس کے نے جس ملک پر کہ سایہ کیا آفتابِ فتح و ظفر کا سپہرِ اقتدار سے لامع ہوا، عدلِ کامل اوس کا کافی تمہیدِ مبانیٔ دین و دولت کا، دستِ باذل اوس کا ضامن تشئیدِ قواعدِ ملک و ملت کا، آفتاب بے زوالِ سپہرِ جہاں بانی و جہاں داری، بدرِ کمالِ فلک کامرانی و کامگاری، مظہرِ اصنافِ الطاف الٰہی، مقربِ بارگاہِ عالم پناہِ شاہی، انیس الدولۃ والہیبۃ الباہرہ، جلیس الحضرۃ والعلۃ القاہرہ، تمثیل فرمانِ اِنّ اللہ یأمرکم بالعدل والاحسان، المؤید بتائید اللہ المستعان والمؤید من السماء والمظفر علی الاعداء، امین المملکت والولایت، معین السلطنت والخلافت، شایستۂ مسندِ سلطانی زینت مرتبۂ گورگانی، شرفِ دودمانِ تیمور / ابو المظفر والمنصور السلطان ابن السلطان والخاقان [۲۸ ب] ابن الخاقان، شاہنشاہِ سپہر بارگاہ، جم جاہ، سکندر سپاہ، روشن اختر، ثریا لشکر، دارا شوکت، فریدون فر، غرۂ ناصیۂ سرفرازی محمد شاہ بادشاہِ غازی ادام اقبالہ و دوام اجلالہ اللّٰہم متع المسلمین بطول بقایہ و حیاتہ وضاعف ثوابِ جمیل حسناتہ وارفع درجۃ اولیائہ، ودمّر علی اعدائہ، اللّٰہم من بلدہ واحفظ ولدہ وایدہ المولیٰ علی اعدائہ وشماتتہ. ابیات :

محمد شاہ، شاہِ عدل گستر   کمینہ چاکرش دارا سکندر

۱۔ دوجہ : چھتنا در درخت.

۲۔ من بکا علی الحسین اُو تباکا وجبت لہ الجنۃ کی طرف اشارہ ہے.

ہے عدل اوس کے سیتی آفاق معمور — ہوا ظلم و ستم اوس دَور سے دُور
سراپا زیبِ تختِ کامرانی — بِاُو زیبا شدہ صاحبقرانی
سپہرِ سلطنت کا مہرِ انور — خلافت کے فلک کا روشن اختر
[۲۹ الف] الٰہی تا جہاں پایندہ بادا — برادرنگِ شہی زیبندہ بادا

تمت الثناء والدعاء بادشاہ جہاں پناہ دام سلطنتہ

مشکیں رسم قلم کا بعد توحید و نعت باعث کتاب کہنے کا لکھنا خیال ہے

اوپر ضمیرِ منیرِ عارفانِ معارف سخن سازی کے اور اوپر خاطرِ خطیرِ واقفان مواقفِ نکتہ پردازی کے پوشیدہ و پنہاں نہ رہے کہ ناظم اِن عقود شاہوار کا اور راقم اِن حروف دُرر نثار کا، بندۂ فقیر اور ذرۂ حقیر، قلیل البضاعت، بے استطاعت، خادم غادمانِ حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا، المسمیٰ بفضل علی والمتخلص بہ فضلی، رَبِّ یسّر علیکہ کل تعسّر حق تعالےٰ بخشے اوس کے گناہوں کوں اور پوشیدہ کرے اوس کے عیبوں کوں، کہ خوشہ چین سب سخن فہموں کے کھلیان کا ہے اور ریزہ خور سب سخن سنجوں کے دستر خوان کا، ساتھ حسب مناسبت ازلی [۲۹ ب] کے، بلکہ محض ارادت لم یزلی سے، ابتدائے سنِ رشد اور تمیز سے تا اب لگ کہ سنِ عزیز اوس کے نے حدود عشرین سے دو تین منزل تجاوز کیا ہے، ہمیشہ صحیح کرنے روایتوں آثار حضرت امام حسن علیہ السلام کی میں، اور تشریح کرنے حکایتوں اخبار حضرت امام حسین علیہ السلام کی میں مائل و راغب رہتا تھا اور رہتا ہے۔ بعد از واقف ہونے سب احوال شہادت آل جگر گوشہ ہائے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سے۔ اب ساتھ زبانِ نیاز در لسانِ آغاز کے درخدمتِ برادرانِ ایمانی عرض کرتا ہے کہ اوپر رائے معنی آرائے اربابِ فطنت اور احبابِ کمنت کے مخفی اور محتجب نہ رہے کہ سبب تالیف اس مجموعۂ محمودہ کا، اور باعث تصنیف اس [۳۰ الف] نسخۂ مسعودہ کا کہ ہر حرف اس کا ایک گلدستہ بوستانِ ولایت کا ہے، اور ہر صفحہ اس کا ایک

گلشن گلستانِ امامت کا، ہر سطرِ نثر اس کے کی شاہراہِ وادیِ ہدایت کی ہے، اور ہر بیتِ نظم اوس کے کی بادشاہِ سریرِ شہادت کی۔ مہذّب کیا ہوا اخبارات شہادات ریحانتین گلشنستانِ مصطفوی کی ہے اور مرتّب کیا ہوا آثارات حکایات نورالعینین در بستانِ مرتضوی کی ہے موسوم بہ کربل کتھا اس سبب ہوا کہ قبلۂ حقیقی اور کعبۂ تحقیقی میر الُنواب مستطاب، معلی القاب، شرافت مآب، نجابت نصاب، خورشید جناب، ہلال رکاب، امارت مرتبت، شجاعت منزلت، سخاوت مکرمت۔ نظم:

وجودش دُرِ دریاے فضائل — کفش گوہر فشاں بر فرقِ سائل
سپہرِ جود را خورشیدِ انور — بہ باغ فضل سروِ سایہ گستر [۳۰ ب]
امین دولت دخانِ زمانہ — بحسن خلق در عالم فسانہ
افاضل پرورِ عالی مناصب — فضیلت گسترِ وافر مناقب
مساند زیب فضل و عزّ و تمکیں — مقاصد بخشِ اربابِ مساکیں

اعنی نواب بابا امام نواب شرف علی خاں، سلّمہ اللہ الملک المنّان۔ شرف قدرہ وشرح صدرہ۔

شرف کوں قدر اس کی سے شرافت — علی کی اوس کے اوپر ہے عنایت

غلام بے مقدار چہاردہ معصوم رہ نما کا، اور تعزیہ دار سیّد الشہداے کربلا کا، کہ حق تعالےٰ تصدّق بہ ناحق بریدۂ امام حسین مظلوم کے اوسے ایمان عطا کرے، اور سایہ بلند پایہ اوس غلام دوازدہ امام کا مجھ عاصی رہی کے سر پر سلامت رکھے۔ ہر سال تعزیہ حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بہ خلوص نیت اندرون محل مخفی / بہ موجب حدیث شریف کہ التقیۃ دینی [۳۱ الف] ودین ابائی والتقیۃ جنۃ، بوجہ احسن بجا لاتا تھا، اور بندۂ حقیر پُر تقصیر حسب الارشاد اوس قبلہ گاہ کے خلص روضۃ الشہدا کا کہ سب نکتہ سنجانِ مناقب شاہِ لافتیٰ نے اور سب دقیقہ فہمانِ مصائب سیّد الشہدا نے واقعہ شہادت شاہ کربلا کا اوس میں لکھا ہے، سناتا تھا لیکن معانی اوس کے نساء و عورات کی سمجھ میں نہ آتے تھے، اور فقرات پُر سوز اوس کتاب مذکور کے بسبب

۱۔ رہی: راہ چلنے والا یعنی مسافر۔ مراد غالباً فانی سے ہے۔

۲۔ خلص: اختصار او رانتخاب مراد ہے۔

لطافتِ فارسی اون کوں نہ رولاتے تھے۔ اکثر اوقات بعد کتاب خوانی[1] کے سب یہ مذکور کرتے کہ صد حیف و صد ہزار افسوس جو ہم کم نصیب عبارتِ فارسی نہیں سمجھتے اور رونے کے ثواب سے
[۳۱ الف] بے نصیب رہتے ایسا کوئی صاحبِ شعور ہووے کہ کسی طرح من و عن/ ہمیں سمجھاوے اور ہم سے بے سمجھوں کو سمجھا کر رولاوے۔ مجھ احقر احقر[1] کی خاطر میں گذرا کہ اگر ترجمہ اس کتاب کا برنگینیِ عبارت و حسنِ استعارات ہندی قریب الفہم عامۂ مومنین و مومنات کیجیے تو موجب اس کلام بانظام کے کہ من بکا علی الحسین أو تباکا وجبت لہ الجنۃ، بڑا ثواب باصواب لیجیے۔ کیونکہ اس فائدۂ سبحانی سے اور اس مائدۂ زبانی سے زن و مرد اور پیر و جوان، خوانندہ و ناخواندہ اور خورد و کلاں کو بہرۂ فاضل اور نصیبۂ کامل حاصل ہووے اور ہر ایک بے خبر اس دردِ پُر سوز اور اس خبرِ غم اندوز کوں سُن کر اور سمجھ کر رو دے۔ پھیر دل میں یہ گذرا کہ ایسے کام کرام[2] کوں عقل چاہیے کامل، اور مدد کسو طرف
[۳۲ الف] کی ہووے شامل، کیونکہ بے تائیدِ صمدی و بے مددِ جنابِ احمدی/ یہ مشکل صورت پذیر نہ ہووے اور گوہرِ مرادِ رشتۂ امید میں نہ آوے، و لہٰذا پیش ازیں کوئی اس صنعت کا نہیں ہوا مخترع، اور اب لگ ترجمۂ فارسی بہ عبارتِ ہندی نہیں ہوئے مستمع، پس اس اندیشۂ عمیق میں سر بہ گریبانِ تفکر ڈال دریائے اندوہِ تحیر میں غوطہ کھایا اور بیابانِ تامل اور تدبر میں سرگشتہ ہوا لیکن راہ کعبۂ مقصود کی نہ پائی۔ ناگاہ نسیمِ عنایتِ الٰہی گلشنِ افکار پر اہتزاز میں آ، یہ بات آئینۂ خاطر میں مونہہ دکھلائی کہ یہ فکرِ عظیم بغیر امداد ارواحِ مقدسِ حسنین علیہما السلام حسب الخواہش محبتوں کے سرانجام نہ پاوے، چوں ذکر حسنین علیہما السلام کی مدد کا ذہن نشین ہوا، وونہیں دل کوں تقویت ہوء، پھر خاطر میں گذرا
[۳۲ ب] کہ قادرِ حقیقی اور خالقِ تحقیقی/ نے ذاتِ انسانی کوں ایسی قدرت و کرامت کی ہے کہ جیسے کام پر طبیعت اور توجہ کوں مصروف رکھے، البتہ معطل و موقوف نہ رہے اور انصرام کوں پہونچاوے دل بہ حکم السعی منی والإتمام من اللہ تعالیٰ اس سعادتِ عظمیٰ اور اس عبادتِ کبریٰ کوں خاطرِ امید میں موفق دھر، اور اس بیابانِ فصاحت و بلاغت کوں ساتھ تائید عنایاتِ صمدی کا کے طے کر،

۱۔ اصل میں اسی طرح ہے۔

۲۔ کام کرام یعنی برگزیدہ کام۔

بمصداق حدیث الدال علی الخیر کفاعله[1] امیدِ ثواب دھر ایک رات بعد کتاب خوانی اور سیدانی کے ایک فاتحہ محض اس کلام بالنظام لیے بھی پڑھا۔ وونہیں برکت اور میمنت فاتحے سے بھیدل کے دل کوں ایک انشراح اور انفتاح ظاہر ہوا۔ پھر ساتھ نظر تاثیر اور لکھ کے مطالعہ لا تتحرک ذرۃ الّا باذن اللہ[2] کہہ کر سو گیا۔ میں اوسی رات واقعہ میں دیکھتا ہوں کہ گویا ایک [۳۳ الف]
طرف بمعہ اخوانِ ذی شان و دوستان بہتر از جان سیر کوں جاتا۔ ما بین راہ کے ایک شخص اجنبی نے کہا کہ اوّل روضۂ مقدسہ حضرت حسنین علیہما السلام کی زیارت کر جا۔ میں بہ خواہشِ اتم اور بہ خوشیِ اکم[3] اوس روضۂ منورہ میں گیا دیکھتا ہوں کہ عمارت با ہدایت اوس مکان لطیف کے بعینہٖ مانند عمارت حضرت قدم شریف ہے اور متصل دیوار کے دو قبریں نہایت ملیں ہوئیں باہم چوں قافیہ و ردیف ہے۔ ایک بالشت بھر سرہانے کی طرف سبز ہے اور ایک اوسی دستو سرخ۔ میں نے[4] بہ ادبِ تمام اور بصدق تام فاتحہ پڑھ، سرہانے طرف بیٹھ/ مناقب شروع کیا [۳۳ ب]
جوں مجھ وہ معراج بلند حاصل ہوا وونہیں میری فلک چشمان سے رونا نازل ہوا۔ یکایک اون مرقدوں سے دو دستہ نرگس کے نہایت تر و تازہ نکلے۔ لیکن میں مناقب وونہیں پڑھتا اور روتا رہا کہ دو دستہ اور نکلے۔ تب میں نے یہ دعا مانگی کہ یا امامین علیہما السلام ایک دستہ اور عنایت ہووے کہ میرا صدق دل مجھ پر ثابت ہووے کیونکہ میں پنجتن کا خادم ہوں۔ معاً[5] مانگنے اس دعا کے ایک دستہ اور تر و تازہ نکلا۔ حاصل الامر میں تا شام اوسی درگاہ ملک بارگاہ میں رہا اور دل موں کہا اے فضلی تو ایسی جناب مستطاب اور ملجا و مآبِ عالم و عالمیان سے کہاں جاتا ہے اور پھر اپنے تئیں چاہِ دنیا میں پھنساتا ہے/ یہیں رہ اور مت جا۔ اوس قصد کو مصمم [۳۴ الف]

۱۔ مستند کتب احادیث میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے: من دلّ علی خیر فلہ مثل أجر فاعلہ (المعجم المفہرس لألفاظ الحدیث ۲: ۹۸، ۱۴۰)

۲۔ غالباً کسی بزرگ کا قول ہے۔

۳۔ اکم: بلند، زیادہ

۴۔ اصل میں: میںنے۔

۵۔ اصل میں: معن۔

کر ونہیں رہا۔ یکایک بعنایتِ ایزدی و بہدایتِ صمدی ایک جوان ریش و بروت آغاز ادون ہی
قبروں سے نکلا۔ ایک عبا کہ رنگ اوس کا مجھے یاد نہیں، اوڑھے ہوئے دونوں قبروں پر سوار۔ مجھے
خبر نہ تھی کہ وہاں کے خادموں نے کہا، اے فضلی دوڑ و کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام بیٹھے ہیں۔
میں یہ سونتے ہی بشادیِ تمام، دست و پا گم کر دوڑا، دیکھا اوس جمالِ جہاں آرا کوں کہ مانند
مہرِ منور اور ماہِ انور کے برجِ روضۂ مقدسہ کوں روشن کیے ہوئے بیٹھے روتے ہیں، اور گوہرِ غلطانِ
اشک، و صدفِ رخسارِ آبدار پر بہتے ہیں۔ میں دیکھتے ہی اوس جمالِ باکمال کوں تصدق ہو، قدموں
[۴۴ ب] پر گر کر یہ التماس کیا کہ یا حضرت! حق تعالیٰ نے میری یہ مراد دی، جو پیشانی ان قدمانِ مبارک
پر کلی۔ لیکن باعث رونے کا کیا، اور مجھ سے نہ بولنے کا کیا: یہ کہتا تھا اور تصدق ہو آنکھیں اپنی
مبارک تلووں میں ملتا تھا۔ کہ یک مرتبہ ایک شخص میرے ہی ساتھ کا آ کہا، بھائی اور آشنا
تمہارے سب سوار ہو گئے اور تم اب لگ یہیں بیٹھے رہے بلکہ تمہاری سواری کا گھوڑا بھی گیا۔ جوں
میں نے سونا کہ گھوڑا گیا خوش ہو، اوسے جواب دیا کہ بھلا ہوا گیا۔ لیکن میں تو یہاں سے نہ گیا
ہوں نہ جاؤں گا۔ غلامی اس جناب کی قبول کی، یہیں کماؤں[۱] گا۔ تب آپ زبانِ اعجاز بیان سے
فرمائے، اب تو توں جا پھیر آئیو۔ میں نے بہانہ کیا کہ یا حضرت، اب تو سواری میری کا گھوڑا بھی
[۴۵ الف] گیا۔ اور میں تو یہ قدم چھوڑ نہ جاؤں گا۔ پھر زبانِ مبارک سے ارشاد کیا کہ باہر ایک پالکی سبز
دھری ہے، اوس پر سوار ہو کر جا۔ پھر عدولِ حکم نہ کر سکا اور عرض کیا کہ یا حضرت اگر پھیر آؤں تو تحفہ
شہر سے واسطے نیاز کے کیا لاؤں۔ حکم ہوا کہ ایک روپیے اور ایک کپڑا جھالردار اور ایک کوپی[۲]
تیل کی اور ایک پوڑی[۳] مستی کی۔ تصدق ہو آدابِ رخصت بجا لا باہر گیا اور اسی پالکی پر سوار ہو چلا
وونہیں آنکھ میری کھل گئی۔ دیکھتا ہوں کہ وقتِ نماز ہے۔ اوٹھ کر بعد ادائے فرض کے دو رکعت
شکرِ این موہبتِ[۴] عظمیٰ بجا لا۔ کہا اے فضلی اشارت ہے یہ اشاراتِ غیبی سے اور بشارت ہے بشاراتِ

۱۔ کمانا: حاصل کرنا، مراد کو پہنچنا۔
۲۔ یعنی کپّی، وہ چمڑی چھوٹا سا شیشی نما ظرف جس میں خوشبودار تیل رکھتے ہیں۔
۳۔ پوڑی: پڑیا۔
۴۔ اصل: موہب۔

لازمی ہے۔ چاہیے کہ خاطر فاطر اپنی کوں من کل الوجوہ سب امور دنیا سے مُہیو کر کے بیچ جانفشانی کرنے اس دولتِ اخروی اور سعادت سرمدی و عباداتِ ابدی کے بدل و جہاں مشغول ہوئے ... اور حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے مقبول۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

قطعہ

سخن کوں لباس تازہ پہنا	درآئین سخن دانی تو کرسعی
جزا میں پاوے اس محنت کا لہنا[1]	زرِ خالص او پر کرسکّہ نو

لیکن او پر ضمیر ارباب فضل او ر اصحاب دانش کے مبیّن او ر مبرہن ہو جیو کہ یہ گوہر گراں بہا ذکر خواب کر بہ تائیدِ بحرِ رحمت الٰہی صدف امید سے سلک عبارت میں مسلک ہوا۔ وکفی باللہ شہیدا، کہ مبرّا از کذب و خلاف ہے۔ بموجب نقل صحیح کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین، یہ تہمت برجناب حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام باعث کفر ہے خلاف۔ اگرچہ یہ نالائق روسیاہ اوس مظہر معانی کے دیدار مطلع انوار دیکھنے کی لیاقت کہاں رکھتا تھا لیکن [...] اوس فضلِ خاص اور فیضِ عام سے کیا بعید:

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

آفتاب تاباں نے ذرّۂ بے مقدار کوں اس معراجِ بلند سے سرفراز کیا اور شاہ شاہاں نے اس گدائے بے رتبہ کوں اوس رتبۂ علیہ حضور میں باریاب کر امتیاز دیا۔ الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین الیٰ یوم الدین۔

کیونکر کہ دو جہاں کا وو صاحب مدار ہے	گر فخر دو جہاں پہ کروں ساز گار ہے

امّا یہ مجموعۂ محمودہ اور یہ رسالۂ مسعودہ مشتمل ہے اوپر ایک مقدمہ اور بارہ مجلس اور ایک خاتمہ کے۔

ربّ یسّر وتمّم بالخیر وعلی اللہ توکلت فی جمیع اُموری وھو حسبی ونعم الوکیل۔ [۲ ب]

تمت سبب الکتاب

۱۔ لہنا: (ہندی) نفع، فائدہ، حاصل۔

تاریخ کی بھی قید کہ کس سن ہجری میں

تصنیف یہ کتاب ہوئی بے مثال ہے

یعنی جس ایام میں کہ مسودہ اس نسخۂ متبرکہ کا تصنیف ہوا مصنّف یہ تاریخ سنہ ہجریہ نبویہ حاصل کیا۔

یہ جو نسخہ ہوا ہے اب تصنیف — بہر کسب ثواب و فیض بشر

چاہا تاریخ اوس کی، بولا سروش — شیعیوں کی نجات کا مظہر

۱۱۴۵ھ

اور اب کہ نظر ثانی کر بکمیت و کیفیت مضامین و ہندی اصطلاحات[۱] و استعارات رنگین اصلاح دیا، اس تاریخ نے صفحۂ دل پر جلوہ کیا۔

ہر کس از من کند بہ نیکی یاد — بجہاں نامش ہم بہ نیکی یاد

۱۱۶۱

طرفہ یہ کہ تمام بیت میں مدعائے تاریخ نکلا اور اسی مضمون تاریخ کا پھر برادران ایمانی سے

[۳۴ الف] ملتمس ہوا کہ یعنی ناظران و قاریان و سامعان اس رسالے سے یہ/امید ہے کہ اس ناقص العقل عدیم الاستطاعت نے موافق مصرع،

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

جو کچھ قلم مشکیں رقم سے تحریر کیا ہے توقع ہے کہ بدیدۂ عیب جوئی و سخن چینی نظر نہ کریں۔ بیت

فکر اگر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست

در ید بیضا ہم انگشتہا یکدست نیست

اور بیچ حیات و ممات کے اس تبہ روزگار کوں بدعائے خیر اعانت فرماویں۔ و باللہ الموفق و التوفیق۔

تمت التاریخ بعون اللہ تعالیٰ

*

۱۔ اصل: استطلاحات۔

خالق کے آگے کرنی مناجات و عجز اب

فضلی غریب عاصی کا بر دم خیال ہے

الٰہی بحقِ حرمتِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم، الٰہی بحقِ فرقِ خوں آلودۂ حضرت علی مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، الٰہی بحقِ سوزِ سینہ و دردِ دل حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام الٰہی بحقِ دلِ صد پارۂ حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام، الٰہی بحقِ سرِ از تن بریدۂ حضرت حسین مظلوم [۲۷ ب] شہیدِ دشتِ کربلا علیہ السلام،

الٰہی باعزازِ آن پنج تن　　کہ ہستند فخرِ زمین و زمن

الٰہی بحقِ غمِ حضرت امام زین العابدین، غم مبتلا علیہ السلام، الٰہی بحقِ شانِ حضرت امام محمد باقر حق نما علیہ السلام، الٰہی بحقِ علمِ حضرت امام جعفر الصادق شمس الضحیٰ علیہ السلام، الٰہی بحقِ قدرِ کاظم الغیظ، حضرت امام موسیٰ علیہ السلام، الٰہی بحقِ فیضِ ثامن ضامن حضرت امام علی موسیٰ الرضا علیہ السلام، الٰہی بحقِ زہدِ حضرت امام محمد التقی صدر التقی علیہ السلام، الٰہی بحقِ نورِ حضرت امام علی النقی نجم العلا علیہ السلام، الٰہی بحقِ قربِ حضرت امام حسن عسکری بدر الدجیٰ علیہ السلام، الٰہی بحقِ ظہورِ صاحب العصر والزمان حضرت امام محمد مہدی ہادیِ راہِ ہدیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ [۲۸ الف] بیت:

کہ در دین و دنیا مرا چند کار　　بر آید بہ احسنِ خود اے کردگار

الٰہی مجھ سا کمترین مخلوقات تیرا کوئی نہیں اور تیرے در بجز امید سوا میری جا نہیں کہیں۔ وابستہ تیرے لطف کی مجھ مشتِ خاک ہے اور یہ خاکِ ناپاک تیرے زلالِ رحمت سے پاک ہے۔ پردہ پوش مجھ معیوب کا توں ہے، ورنہ یہ نفسِ امّارہ میرا زبوں ہے۔ شکر تیرے عطیات کا کیونکر بجالاؤں اور موبمو میرا زبان ہووے، تجھ شکر کا عہدہ برآ نہ ہوں۔ اگر ایک شمہ تیرا شکر کروں تو ہزار شکر اوس شکر پر لازم آوے، اور اگر تیرے شکر کوں ایک دم نہ کروں تو ہزار بار دل نادم ہووے۔ خاک سے اوٹھا تخت پر توں نے بٹھایا، ظلماتِ عدم سے نکال راہ نجات بلطافتوں نے دکھلایا۔ الحمدللہ [۲۸ ب] کہ امتِ محمدی میں سرافراز کیا۔ اور محبتِ مرتضوی میں مجھے امتیاز دیا۔ بس اے خالق اس پیدا کرنے کی تجھے لاج، اور اپنے سوا مجھ بے پناہ کو نہ کر کسو کا محتاج۔ اب مجھ کو ہر آبرو کی اپنے ہاتھ رکھ اور خون نا

اپنا دام مجھ دلِ گمراہ کے ہاتھ رکھو. نعمتیں کونین کی مجھ بیکسی پر ارزانی کر، اور اس شش جہت
بساطِ میں رخ و فرزیں[1] بلیات سے نزکِ شش در. نظرِ رحمت اپنی مجھ سے نہ اوٹھا اور بحرِ فیض
اپنے سے گوہرِ ایماں کر عطا. توفیق طاعات اپنی کی مجھے عطا کر اور مجھ دلِ بے مہر کوں محبت سے
آشنا کر. مصرع:

بر من منگر، بر کرم خویش نگر

درد ہائے دل میرے کوں اپنے دارالشفا سے دوا دے، اور سفینۂ حاجات میرے کوں بحرِ
[۴۹ الف] ناامیدی سے بساحلِ آرزو لگا دے. حرص و ہوائے نامشروع مجھ دلِ ناپاک سے دور کر
اور اپنے احسان مالا مال سے مجھے مشکور کر. اس کلام کوں جناب مظلومیت مآب حسین علیہ السلام
کی بیچ مقبولیت بخش اور اس محنت و مشقت پر محبت میری سے مجکوں مسرت بخش. یا رازق العباد
مجھ رزق میں برکت دے اور اپنی درگاہ سے بے زحمت و بے محنت دے. بموجب اَلْمَالُ وَ
الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[2]، مال میں فلاح اولاد میں صلاح عطا کر، اور موافق
اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ[3] ان کے شر و بلیات مجھ پر نہ روا کر. مشکلات دارین میری
آسان کر، اور بہر حال مجھ پہ بارِ احسان کر، جو اس پنج روزہ حیات مستعار پر نہ ہوں مغرور
[۴۹ ب] اور تجھ درگاہ میں سدا مجھ عاجزی رہے منظور. خاتمہ بالخیر مجھ عاصی کا کر اور کامل ایمان
مجھ متعاصی[4] کا کر. بموجب یحشر المرء مع أحبائه[5]، محشور مجھے شہدائے کربلا سے کیجیو،
اور موافق من بكا على الحسين أو تباكا، مجھ عاصی کوں بخشیو. نامۂ اعمال میرے کوں،

۱۔ رخ و فرزیں: رخ شطرنج کے ایک مہرے کا نام ہے. فرزیں شطرنج کا وزیر.

۲۔ الکہف ۱۸: ۴۶.

۳۔ الانفال ۸: ۲۸؛ التغابن ۶۴: ۱۵.

۴۔ حد سے گذر جانے والا. گنہگار.

۵۔ "المرء مع من أحب" (المعجم ۱: ۴۰۶)، اور بخاری، سنن دارمی اور مسند احمد بن حنبل میں یہی مفہوم
أنت مع من أحببت" کے الفاظ میں ادا ہوا ہے (المعجم ۱: ۴۰۶)

فضل بے پایاں اپنے سے سفید رکھ، اور مجھے آتشِ دوزخ سے بواسطۂ قاسم نار و نعیم
ناامید نہ کر، ہدیۂ رحمتِ خاص مجھ کو دوام کر اور عطیۂ جنتِ بریں مجھ پر عام کر۔ بیت

سپردم بتو مایۂ خویش را　　　تو دانی حساب کم و بیش را

فتقبل مِنّی إنّک أنت السّمیعُ العلیمُ إنّک علیٰ کلّ شیءٍ قدیرٌ

جز تو کسے ندارم فریادرس الٰہی　　　عاصی و شرمسارم فریادرس الٰہی

اَستجب استجب استجب دعانا باالله اللہ یا اللہ یا مولانا استجب/　[٣ الف]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیں اس مقدّمے میں احادیث رونے کی

ان پر عمل کرے جو سو بیشک نہال ہے

امّا مقدمہ بیچ بیان رونے اور رلانے مصیبتہائے پُر بلا اور محنتہائے پُر عنائے اہلبیتِ رسالت پر، کہ ترغیب و تحریص کیا اون کے مصائبوں پر باعث ثواب جمیل و اجر جزیل ہے، کیونکہ مصائب ان کے سب مقرّبانِ درگاہِ احدیت کے مصائبوں سے بالاتر ہیں اور شریک ان کی مصیبتوں کے ملائکہ مقربین اور انبیاے مرسلین، ساکنانِ ارض و سما، و جانورانِ ہوا، ماہیانِ دریا اور وحشیانِ صحرا اور تمام جنّ و بشر ہیں، پس رونا ان کی مصیبتوں پر اعظم طاعات اور بلندی درجات ہے، موجب تقویتِ ایمان اور دافعِ گنہ عاصیان۔

إِنَّ قَتلَ الحُسَینِ أمرٌ عَظِیم

بسندِ معتبر حضرت امام رضا علیہ السّلام[1] منقول ہے کہ روئے حسین مظلوم لیے ساتوں آسمان و زمین اور مکان و مکین، اور اوس کی نصرت لیے آئے چار ہزار فرشتہ لیکن وہ جناب شہید ہو چکا تھا، بس اوس روز سے مدام وہ فرشتے اس قبرِ منوّر پر ژولیدہ مُو اور گرد آلودہ رو رو تے ہیں۔

اور حضرت امام جعفر صادق[2] علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے جد بزرگوار حسین لیے چالیس صباح[3]

۱۔ اصل: ناتوں۔

۲۔ امام جعفر صادق، سادات اہلِ بیت میں سے ہیں اور بارہ مشہور اماموں میں سے چھٹے۔ اپنی صدق گفتاری کی وجہ سے صادق کے لقب سے ملقب ہوئے۔ سال ولادت ۸۳ھ سال وفات ۱۴۸ھ (ابن خلکان: وفیات الاعیان ۱: ۲۹۱ طبع تہران)؛ عطار: تذکرۃ الاولیاء ۱: ۱۲۶ (طبع اوقاف گب)۔

۳۔ صباح: اسم مؤنث، صبح، تڑکا۔

آسمان لہو زمین پر رویا اور چالیس صباح آفتاب بہ سیاہی رویا، اور چالیس دن مہر ومہ گہنائے ہوئے رہے۔ اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر ریزے میں پڑے، اور دریا جوش و خروش میں آئے، اور جمیع ملائکہ چالیس دن روئے اور عورات بنی ہاشم مدت تک سر مہ نہ لگایا اور خضاب نہ کیے۔ اور جانوران ہوا اور وحشیانِ صحرا آب و دانہ چھوڑ دیے اور جنات تمام مرثیہ کہہ کر روئے[1] [۴۱ الف]

چنانچہ مؤید ایں کلام اشعار[2]

فرقہ الجن نساء الجن نساء عدنان نساء الهاشمیا بنات المصطفیٰ احمد امام للبریات[3]

۱۔ جنوں کے مرثیے سے کچھ اشعار ابومخنف نے اپنے مقتل میں درج کیے ہیں

۲۔ پہلا مصرع تصحیف و تحریف کا شکار ہے۔ یہاں مکمل قطعہ پیش کیا جاتا ہے۔

نساء الجن أسعدن نساء الهاشميات

بنات المصطفىٰ أحمد يبكين شجيات

ويلطمن ويندبن بدور الفاطميات

ويلبسن لباس السود لبساً للمصيبات

ويلطمن خدوداً كالدنانير نقيات

ويندبن حسيناً عظمت تلك الرزيات

ويبكين ويندبن مصاب الأحمديات

اے جنوں کی عورتو! زنان ہاشمیہ کا ساتھ دو۔ جو احمد مصطفیٰ کی بیٹیوں کے ساتھ دفورِ الم سے رو رہی ہیں۔ وہی عورتیں اولادِ فاطمہ کے گھروں میں ماتم کر رہی ہیں۔ اور یہی سوگواری کے سیاہ لباس میں نظر آتی ہیں۔ وہ کندن جیسے صاف رخساروں پر طمانچے مار رہی ہیں۔ اور حسین پر گریہ و زاری کر رہی ہیں، درحقیقت یہ مصیبتیں بہت ہی سخت ہیں۔ وہ عورتیں محمد مصطفیٰ کے گھرانے کی مصیبتوں پر رو پیٹ رہی ہیں۔

ابومخنف مقتل الحسین، ۱۴۶۔۱۴۷۔ مترجمہ سید محمد در رسالہ فرات جولائی ۱۹۲۱ء)۔ یہ اشعار الخوارزمی نے مقتل الحسین میں لکھی ہیں۔

۳۔ روایت مقتل ابی مخنف۔

بنات المصطفیٰ أحمد يبكين شجيات

ایضاً:

مَسَح الرسول جبینہ   فلہ بریقٌ فی الخدودِ

إنَّ قتل الحسین أمر عظیم

ایک دن حضرت آدم علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گذر صحرائے کربلا پر ہوا۔ پائے مبارک میں ایسی ٹھوکر لگی کہ لہو جاری ہوا، اور ایسا درد پہونچا کہ اندھیرا آنکھوں میں طاری ہوا۔ حضرت ابوالبشر نے بیتاب ہو کہا، یا الٰہی مجھ سے کیا واقع ہوئی خطا۔ خطاب الٰہی ہوا کہ آدم یہ دشت کربلا ہے، یہاں سبطِ محمد مصطفیٰ یعنی حسین مظلوم کا لہو گرے گا۔ تجھے بھی اس درد کا شریک کیا ہم نے۔ تب حضرت آدم اپنا درد بھول مصیبتِ حسین پر زار زار روئے۔

إنّ قتل الحسین أمر عظیم [۲۱ ب]

روایت ہے کہ جب کشتی حضرت نوح علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسّلام تلاطم امواج طوفاں سے زیر و زبر ہونے لگی، حضرت نوح نے کہا یا الٰہی بموجب إنَّ وَعدَكَ الحَقُّ[۲]، وعدہ تیرا برحق ہے۔ انا نہ جانوں مجھ سے کیا خطا واقع ہوئی۔ خطابِ الٰہی ہوا کہ اے نوح، وعدہ ہمارا برحق ہے اور تو ں مبرا ہے

۱۔ شعر اصل نسخے میں مسخ ہو گیا ہے اور اس طرح درج ہے

مسح الرسول حبیبہ   فلو بو ن فی الخدود

یہاں شعر کی تصحیح ذہبی کی "سیر اعلام النبلاء" اور ابومخنف کے "مقتل" سے کی گئی ہے۔ پہلی کتاب میں مزید دو اور دوسری میں چار شعر درج ہیں:

مسح الرسول جبینہ   فلہ بریق فی الخدود

أبواہ من علیا قریش وجدّہ خیر الجدود

رسول اللہ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا ہے جس کی چمک رخساروں میں نور دکھا رہی ہے۔ ان کے والدین قریش کے چوٹی کے لوگوں میں سے ہیں اور ان کے نانا سب سے افضل ہیں۔ (دیکھیے ذہبی سیر اعلام النبلاء ۳ : ۲۰۴؛ ابومخنف: مقتل: ۱۴۵ مرتبہ سید محمود در رسالہ فرت جولائی ۱۹۲۱ء۔ ابن کثیر تاریخ ۸ : ۲۰۰)

۲۔ ...

گناہ سے۔ لیکن اس دم یہاں کشتی تیری تلاطم میں ہے، یہ دشت کربلا ہے کہ یہاں کشتی سبط محمد مصطفیٰ یعنی حسین مظلوم کی کشتی حیات تباہی ہووے۔ تجھے بھی اوس درد کا شریک کیا ہم نے۔ پس حضرت نوح مصیبت حسین پر زار زار روے۔

إنّ قتل الحسين أمر عظيم

حضرت امام رضا علیہ التحیۃ والثنا سے منقول ہے کہ جب حق تعالیٰ نے فداے [۱] اسمٰعیل علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میں خطور [۱] کیا کہ اگر اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند کوں قربان کرتا، عجب ثواب [۴۴ الف]
عظیم پاتا۔ وحی الٰہی ہوا کہ اے خلیل سب خلق سے بہت کسے دوست رکھتا۔ حضرت ابراہیم نے کہا، محمد کوں کہ حبیب تیرا ہے۔ خطاب ہوا کہ اوسے بہت دوست رکھتا ہے یا اپنے تئیں۔ کہا تھا کہ اوسے بہت دوست رکھتا ہوں۔ پھر وحی ہوا کہ اوس کے فرزندوں کوں دوست رکھتا ہے یا اپنے فرزندوں کوں۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ اوس کے فرزندوں کوں۔ پھر وحی ہوا کہ ایک فرزند فرزندانِ بزرگوار اوس کے سے بخواری وزاری اور جور وستمگاری سے غریب وتنہا گرسنہ وتشنہ بعد [۲] دشت کربلا میں شربت شہادت کا چکھے گا۔ حضرت ابراہیم بھئین عین مسرت میں مصیبتِ حسین پر زار زار روے۔ پھر خطابِ الٰہی ہوا کہ اے خلیل، ثواب اس رونے تیرے کا غم [۴۴ ب]
حسین میں برابر اوس شربت کے ہے کہ اپنے ہاتھ سے فرزند [۳] اپنے کوں قربان کیا تو نے۔

إنّ قتل الحسين أمر عظيم

آہ، حضرت یعقوب کے بارہ فرزند تھے۔ ایک یوسف جدا ہوا تھا، روتے روتے آنکھیں مبارک نابینا ہوئیں۔ لیکن حسین مظلوم کی آنکھوں آگے علی اکبر سا نوجوان اور علی اصغر سا تشنہ زبان،

ا۔ خطور: بضمتین، بھولنے کے بعد کوئی بات یاد آنا؛ دل میں کسی خیال کا گذرنا (فرہنگ آنند راج ۲: ۱۶۸۰)

۱۔ فضلی نے وحی کو ہر جگہ مذکر استعمال کیا ہے۔

۲۔ اصل میں یہ لفظ واضح نہیں۔

۳۔ "اپنے ہاتھ سے فرزند" اصل نسخے کے حاشیے پر درج ہے۔

قاسم سا نوجوان اور برادران ذی شان، ہفدہ نفر ذبح ہوئے، صبر کیا اور دم نہ مارا، اور آپ بھی اپنا سر تسلیم رضا دیا۔

إنَّ قتل الحسين أمر عظيم

اگرچہ مشہور ہے سرگردانیِ موسیٰ کلیم لیکن سرگردانیِ حسین اوس سے ہے عظیم، کہ جیوتا کربلا میں سرگرداں رہا۔ اور موے پر سر اوس کا نیزے پر گرداں ہوا

إنَّ قتل الحسين أمر عظيم

[۴۴ الف] اے عزیز! صبر ایوب بڑا ہے، لیکن صبر حسین بے انتہا ہے۔ چار ہزار کرم جسم ایوب میں پڑے تھے، اور حسینِ مظلوم کے جسم پر بائیس ہزار ملعون کے تیغ و تیر لگے تھے۔

إنَّ قتل الحسين أمر عظيم

اگر جمیع پیمبرین کا بیان کروں تو یہ کتاب گنجائش اس کی نہیں رکھتی، اور نہایت[1] طولانی ہوتی۔ پس اے عزیزان از حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر غم حسین میں تا الیوم القیام شریک ہیں۔ زنہار کہ تم آب دیدہ کوں اس غم پر دریغ نہ نہ رکھو اور اپنے دل تندرست پر گھاو اس غم بھاری کے کاری لگا مرہم اشک اون زخموں پر رکھو۔

یہ عجب زخم کہ جز نالہ نہ رکھتا مرہم یہ عجب درد کہ جز گریہ نہ رکھتا درماں

[۴۴ ب] عظم الله أجورنا وأجوركم بمصابنا الحسين وارزقنا شفاعة جدّه محمد سيّد الكونين.
اے محبان، واے موالیانِ حسین، اے دوستان واے شیعیانِ حسین، مضمونِ إنّ من شيعته لابراهيم[2] سمجھ کر، بموجب، من بكا على الحسين أو تباكا وجبت له الجنة، کے عمل کو سزاوار

۱۔ اصل: نہایہ۔

۲۔ الصافات ۳۷: ۸۳۔

بہشت ہولو، اور موافق الدنیا مزرعۃ الآخرۃ[۱]، یہ دانہ اشک کا اس خاک زندگی میں بو بو کر ایک روز درو کر کھلیان کروگے اور نفع عظیم پاؤگے۔ جو روئے حسین اوپر اور رلاوے، اوس کی جزا یہ ہے کہ اوس پہ بلاشک بہشت واجب ہے۔

لیکن ابن بابویہ بسند معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کرے ہے کہ جو کوئی ہماری مصیبتیں یاد کرکے روے یا رولاوے، نہ روویں آنکھیں اوس کی جس دن کہ سب کی آنکھیں روتیں ہوویں اور جو کوئی بیٹھے اوس مجلس میں کہ جس میں احوال ہمارے اور مناقب و احادیثیں ہماری بیان کرتے / ہوئیں، نہ مرے دل اوس کا کہ جس دن کہ سب کے دل ڈر سے موے ہوویں [۱۴۳ الف]

اور علی بن ابراہیم، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرے ہے کہ جو کوئی ہم کو یاد کرے یا ہمارا مذکور کرے، اور آنکھ اوس کی سے نکلے آنسو برابر پر پشہ، حق تعالیٰ بخشے گناہ اوس کے ہر چند مانند کف دریا کے ہوویں۔

اور شیخ مفید[۲] و شیخ طوسی[۳] بہ سند معتبر، حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی غمگین رہے واسطے اوس ستم کے کہ ہم پر گذرا ہے، جو دم کہ اینچے ایک تسبیح نامۂ اعمال اوس کی میں لکھی جاوے ہے، اور غم کھانا اوس کا واسطے ہمارے عین عبادت ہے اور جو کوئی بھید ہمارے چھپاوے دشمنوں سے ثواب جہاد فی سبیل اللہ رکھے۔ اور فرمائے

۱۔ کسی بزرگ کا قول معلوم ہوتا ہے۔ قائل کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

۲۔ محمد بن محمد بن نعمان (۳۳۶ھ-۴۱۳ھ) جن کا عرف ابن المعلم ہے اور جو شیخ مفید کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے مشہور شیعی عالم تھے اور صاحب تصانیف کثیرہ، کلام، فقہ، حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے، شریف مرتضیٰ ان کے شاگردوں میں ہیں۔ تصانیف ایں کئی سو رسائل ہیں مشہور کتابیں یہ ہیں الارشاد (ایران ۱۳۰۸ھ)، امالی (نجف ۱۳۶۷ء) (الذریعہ ۱: ۳۰۲، ۵۰۹؛ زرکلی: الاعلام ۷: ۲۴۵)

۳۔ (۳۸۵ھ-۴۶۰ھ) محمد بن حسن بن علی طوسی ملقب بہ شیخ الطائفہ رئیس فقہائے شیعہ۔ شیخ مفید کے شاگردوں میں سے ہیں۔ (لغت نامہ دہخدا ۱: ۳۹۱)

۳۔ طوسی کے اساتذہ کی تفصیلی فہرست احمد بن یحییٰ کے ذکر سے خالی ہے؛ دیکھیے مقدمۃ الاستبصار۔

۴۴ب] چاہیے کہ اس حدیث کوں آپ طلا سے لکھیں۔/

ایضاً شیخ طوسی بہ سند صحیح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کرے ہے کہ جس کی آنکھ سے ایک قطرہ آنسو کا باہر آوے، واسطے اوس خون کے کہ ہمارے تن سے گرا ہے، حق تعالیٰ اوس کے تئیں ابدالآباد بہشت میں جاگہ دیوے اور دولت مند کرے۔

ایضاً شیخ مفید و شیخ طوسی روایت کرتے ہیں احمد بن یحییٰ سے کہ مخول بن ابراہیم بن منذر[1] نے کہا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے سنا میں نے کہ فرماتے تھے، جس بندے کی آنکھ سے ایک قطرہ پانی نکلے بیچ مصیبت ہم اہل بیت کے، حق تعالیٰ اوسے بہشت خلد میں جاگہ دیوے۔ تب احمد بن یحییٰ نے کہا کہ ایک رات حضرت امام حسین علیہ السلام کوں خواب میں
[۴۵الف] دیکھا میں نے، اور اس جناب میں عرض کیا کہ مخول بن ابراہیم نے اوس جناب سے یہ روایت مجھ آگے نقل کی، آیا یہ حدیث شریف ہے یا نہ، فرمایا درست ہے۔

ترجمہ حدیث دیگر۔ ملّا محمد باقر مجلسی بہ سند ہائے قوی ابن قولویہ[2] سے کہ وہ بہ سند معتبر زرارہ[3] سے روایت کرے ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرمائے کہ زرارہ کوئی آنکھ خدا کے آگے محبوب تر نہیں اوس آنکھ سے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر روے،

۱۔ ان کے حالات اس وقت معلوم نہ ہو سکے۔

۲۔ ابوالقاسم جعفر بن محمد بن موسیٰ بن قولویہ، قمی بغدادی، محدث شیعی۔ یہ کلینی اور شیخ مفید کے شاگردوں میں ہیں ان کی تصانیف کے لیے فہرست نجاشی دیکھی جائے۔ سال وفات ۳۶۸ھ (لغت نامۂ دہخدا ۱:۳۹۱)

۳۔ اصل میں زرارہ، "صحیح" زرارہ" ہے۔ یہ زرارہ بن اعین شیبانی ہیں جو دوسری صدی کے غیر معمولی لوگوں میں تھے۔ فقہ، تجوید، شعر و ادب میں مہارت رکھتے تھے۔ انھوں نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کا زمانہ پایا اور وہ ان دونوں اصحاب کے معتمد تھے ان کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ تفصیلی حالات کشی، الرجال: (طبع بمبئی ۱۳۱۷ھ) میں دیکھے جائیں (مکتوب جناب ڈاکٹر مجتبیٰ حسن کامونپوری بنام مرتب)

اور کوئی رونا خدا کے آگے پسندیدہ تر نہیں اس رونے سے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام
کے غم پر زیادہ اشک رخسار پر بھی آئے۔ اے زرارہ، جو کوئی کہ حسین مظلوم پر رو دیا، حضرت فاطمہ
علیہا السلام سے نیکی کیا، اور احسان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھا، اور حق ہم
اہل بیت کا ادا کیا، بیچ قیامت کے وہ بندے محشور ہوویں ہنستے ہوئے جس وقت کہ خلائق
کھڑے ہوئیں ترس و بیم سے روتے ہوئے، حق تعالیٰ کی طرف سے بشارت بخشش اون [۴۵ ب]
کوں پہونچے، اور اثر خوشی و شادی کا اون سے ظاہر ہووے۔ سب خلق کوں مقام حساب
میں لے جاویں اور ان کوں ایمن عرش تلے حضرت امام حسین علیہ السلام پاس بٹھلا دیں ملائک
اون کوں تکلیف بہشت کی کریں اور وہ قبول نہ کریں کہیں ہم مصاحبت و مجالست حسین
کوں بہشت سے نہیں بیچتے، اور صورت و مصاحبت ہماری حسین کی ہمیں بہتر ہے بہشت
سے اور حور و غلماں سے۔ فرشتے کہیں کہ بہشت و حور و غلماں نے تمہیں پیغام بھیجا ہے کہ ہمیں
شوق تمہاری ملاقات کا بے انتہا ہے، وہ کمال شادی و مسرت سے اور حضرت کی حضور مجالست
سے پروا نہ رکھ، سر نہ اٹھاویں کہ پیغام بہشت و حور و غلمان سونیں، پھر ملائک ان کی عورات [۴۶ الف]
سے اور خزینہ دار بہشت سے پیغام اون کے لیے لاویں اور اون کے آگے تعریف ان نعمتوں
کی کہ حق تعالیٰ نے بہشت میں جو کچھ اون لیے مہیا کی ہیں، کریں، وہ جواب دیویں کہ انشاء اللہ
تعالیٰ آ دیں گے، پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت سے نہ اوٹھیں۔ تب فرشتے
جواب اون کے حور و غلمان و خازنان بہشت کوں پہونچاویں، کہ حضرت امام حسین علیہ السلام
کی خدمت میں بیٹھے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں، شوق حور و غلمان کا اور بہشت جاودان کا دو چند
ہووے۔ اور وہ حضرت کی ہم نشینی سے کہیں، کہ حمد و سپاس اوس خداوند کوں کہ جن نے
اس روز کی ہول سے ہمیں نجات دی۔ پھر گھوڑے اور ناقہ بہشت بزینت اون کے لیے
آ دیں، اور وہ ان پہ سوار ہو مشغول حمد و ثنائے الٰہی اور صلوات حضرت رسالت پناہی [۴۶ ب]
ہوویں تاکہ داخل بہشت ہو، اپنی اپنی منازل اور مکانوں میں اوتریں۔

اور علی بن ابراہیم و ابن بابویہ اور سید ابن طاؤس رحمہم اللہ علیہم بسند صحیح حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سے روایت کرتے ہیں کہ جس مومن کی آنکھ سے قطرہ آنسو کا نکلے اور مونہہ پہ جاری ہووے حق تعالیٰ
واسطے اوس کے بہشت میں غرفے کرامت کے مہیا کرے اور جس مومن کی آنکھ سے آنسو باہر آوے
اور ذرا بھی اوس کے مونہہ [پہ] بہے واسطے اوس آزار کے کہ ہمارے دشمنوں سے ہم پر پہونچا ہے
حق تعالیٰ بہشت میں مکان نیک اوس لیے برپا کرے اور جس مومن کوں کہ آزار پہونچے ہماری
[۴۸ الف] ولایت و محبت سے اور اوس آزار کے درد سے آنسو اوس کے مونہہ پر جاری ہووئیں/ حق تعالیٰ
اوسے ایمن[1] رکھے ہر آزار قیامت سے، اور غضب اپنے سے اور آتش دوزخ سے۔

اور حمیری[2] بہ سند صحیح روایت کرے ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فضل ابن یسار[3]
سے پوچھا کہ آیا تم شیعی مجلس میں جو اکٹھے بیٹھتے ہو، ہمارا بھی ذکر کرتے یا نہ۔ کہا اون نے فدا اور
بلاگردان ہوں میں، یہی مذکور کرتے ہیں۔ تب حضرت نے فرمایا کہ میں اوس مجلس کوں دوست
رکھتا ہوں۔ پس قائم رکھو حکم ہماروں کوں۔ اے فضل، خدا رحمت کریگا اوس کوں جو حدیثیں ہماری

(حاشیہ متعلقہ صفحۂ گذشتہ) ۱۔ ابن بابویہ (م ۳۸۱ھ) چار سب سے بڑے شیعی جامعین حدیث میں ایک ہیں۔ ان کی تصانیف میں "من لایحضرہ الفقیہ"، "معانی الاخبار" اور "عیون اخبار الرضا" بہت مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تین سو کتابوں کے مصنف تھے۔ النجاشی نے ان کی ۱۹۳ کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ (ہدایت حسین در اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ۱: ۴۴۹)

۲۔ ابن طاؤس نام کے کم از کم تین شیعی عالم ایک ہی خاندان میں گذرے ہیں۔ ان میں سب سے مشہور سید رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر علوی حسنی بغدادی ہیں۔ (۵۸۹ھ - ۶۶۴ھ) یہ ساتویں صدی کے مشہور امامی فقہا میں ہیں۔ یہ ابن العلقمی کے دوستوں میں تھے۔ یہ بغداد میں طویل اقامت کے بعد نجف گئے اور مغلوں کے حملۂ بغداد کے وقت وہ بغداد میں موجود تھے۔ جہاں ہلاکو نے انھیں علویوں کی نقابت تفویض کی وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں "کتاب اللہوف علی قتلی الطفوف" بہت مشہور ہے۔ یہ کتاب صیدا میں ۱۹۲۹ء میں چھپی ہے۔ (لغت نامہ دھخدا؛ بستانی: دائرۃ المعارف ۳: ۲۹۴، طبع بیروت ۱۹۶۰ء)

۱۔ ایمن: مبارک تر، یہاں مراد محفوظ سے ہے۔

۲۔ (۱۰۵ھ - ۱۷۳ھ) سید حمیری مشہور شیعی شاعر (الاعلام ۱: ۳۲۰؛ لغت نامۂ دھخدا ۱: ۲۵۲۹)

۳۔ ابوالقاسم فضل بن یسار النہدی، یہ بصرہ کے رہنے والے تھے اور بڑے ثقہ راوی (نجاشی، کتاب الرجال ص ۲۳۸)

15625

ذکر کرے، اور حکم ہمارے اور دین ہمارے کوں قائم رکھے۔ اے فضل، جو کوئی ہمیں یاد کرے، یا اوس کے روبرو ہمارا ذکر کریں، اور آنکھ سے اوس کی برابر پرِ مگس آنسو نکلے، حق تعالیٰ گناہ اوس کے بخشے اگرچہ برابر کفِ دریا[1] ہوویں۔ [۴۰ ب]

ایضاً بہ سندِ معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرے ہے کہ جو کوئی ہمارا مذکور کرے، اور آنکھ اوس کی سے آنسو گرے، حق تعالیٰ اوس پر آتشِ جہنم کوں حرام کرے۔

اور ابن بابویہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کرے ہے کہ حضرت نے ریان بن شبیث کوں کہا کہ اگر چاہے توں کہ درجاتِ عالیہ بہشت میں ہم ساتھ رہے، پس ہمارے دکھ پر غمگین ہو اور ہماری شادی پر شاد ہو۔ جو کوئی کہ پتھر کوں دوست رکھے، حق تعالیٰ بموجب یحشر المرء مع أحبائہ[2]، قیامت میں اوس کوں اوس پتھر ساتھ محشور کرے۔ بس دوست رکھو ہم کوں، تا ہم ساتھ محشور ہو۔ اے پسرِ شبیث، اگر چاہے کہ ثوابِ شہدائے کربلا پاوے جب مصیبتِ حسین علیہ السلام یاد کرے کہہ / یا لیتنی کنت معھم فأفوز فوزاً عظیماً[3] یعنی آرزو کرتا ہوں میں کہ کاش اون ساتھ [۴۸ الف] ہوتا اند مارا جاتا تا کہ رستگاری عظیم پاتا۔ اے پسرِ شبیث، اگر روے توں اوس حضرت پر حق تعالیٰ سب گنہ صغیرہ اور کبیرہ تیرے بخشے، خواہ بہت ہوئیں یا تھوڑے۔

اور کتبِ معتبرہ میں دعبل خزاعی[4] سے روایت ہے کہ روزِ عاشورا حضرت امام رضا علیہ السلام کی

۱۔ کفِ دریا: دریا کا جھاگ، سمندر پھین۔
۲۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سننِ دارمی اور مسند احمد بن حنبل میں یہ حدیث بروایت "المرء مع من أحب" درج ہے۔ دوسری روایت "أنت مع من أحببت" بھی ملتی ہے۔ (معجم الفاظ الحدیث ۱: ۴۰۶)
۳۔ النساء ۴: ۷۲۔ اصل نسخے میں "فوزاً عظیماً" لکھا ہوا ہے۔
۴۔ دعبل بن علی بن رزین خزاعی (۱۴۸ھ ۔ ۲۴۶ھ) ایک کوفی ہجو نگار شاعر ہے جس کی زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں گذرا، خلفائے عباسیہ میں سے ہارون رشید، مامون، معتصم اور واثق بھی اس کی ہجو سے نہ بچ سکے۔ اس نے شعرا کے تذکرے میں ایک کتاب "طبقات الشعراء" لکھی تھی جو اب نہیں ملتی۔ (ابن خلکان، وفیات الاعیان ۱: ۱۷۸؛ ابن قتیبہ: الشعر والشعراء: ۳۵۰)

خدمت موں گیا میں۔ دیکھا کہ حضرت غمگین بیٹھے ہیں اور بہت شیعہ خدمت میں حاضر ہیں۔ جوں نظر حضرت کی مجھ پر پڑی، فرمائے، اے دعبل نزدیک آ، پاس اپنے بٹھلا فرمائے، اے دعبل آج کا دن ہم اہلبیت کے غم کا ہےا ور ہمارے دشمنوں کی شادی کا۔ کوئی شعر مرثیۂ سید الشہدا
[۴۸ ب] میں پڑھ۔ اے دعبل، جو کوئی رووے اور رولاوے ایک کوں ہماری مصیبت میں، اجر اوس کا خدا پر ہے۔ اور جس کی آنکھ سے آنسو جاری ہووے، واسطے اوس ظلم کے، کہ دشمنوں سے ہم پر پہونچا ہے، حق تعالیٰ اوسے ہمارے گروہ میں محشور کرے۔ اے دعبل جو رو یا حسین مظلوم پر حق تعالیٰ گناہ اوس کے بخشے۔ پھر فرمائے کہ پردہ کریں اور پردگیان حرم عصمت پیچھے بیٹھیں اور اپنے جد حسین کی مصیبت میں رو دیں۔ پھر فرمائے کہ اے دعبل مرثیۂ حسین علیہ السلام پڑھو۔ میں نے مرثیہ شروع کیا، اور حاضران مجلس بہ مع حضرت اور پردگیان عصمت ایسا رونا پڑا کہ شور اوس دکھا کا حضرت کے گھر سے بلند ہوا۔

[۴۹ الف] ایضاً حضرت امیر علیہ السلام فرمائے کہ حق تعالیٰ مطلع ہوا زمین پر اور ہمیں جمیع خلائق سے اختیار کیا اور واسطے ہمارے شیعہ کیے کہ مدد کرتے ہماری اور شاد ہوتے ہماری شادی پر اور مغموم ہوتے ہمارے غم پر، مال اور جاں کہیں[1] اپنی ہمارے واسطے صرف کرتے۔ وہ ہم سے ہیں اور بازگشت اون کی ہماری طرف ہے۔

سید ابن طاؤس روایت کرتے ہیں کہ ائمۂ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا، جو کوئی ہماری مصیبت پر رووے اور سو آدمی کوں رولاوے، بہشت واسطے اوس کے ہے؛ اور جو کوئی رووے اور پچاس کوں رولاوے، بہشت واسطے اوس کے ہے؛ اور جو کوئی رووے اور بیست کوں رولاوے، بہشت واسطے اوس کے ہے؛ اور جو رووے اور دس کوں رولاوے، بہشت واسطے اوس کے ہے؛ اور جو فقط

۱۔ اصل نسخے میں اسی طرح درج ہے ممکن ہے یہ لفظ 'جانیں' کی تصحیف ہو۔

آپ پر دوسرے بہشت واسطے اوس کے ہے۔/ [۴۹ ب]

عظم اللہ أجورنا وأجورکم بمصائبنا الحسین وارزقنا الشفاعة

منه وجد سید الکونین والصلوٰة والسلام علی خیر الأخیار

وآله الأطهار۔/ [۵۰ الف]

* * *

پہلی مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعلنا من اُمۃ حبیبہ وخلیلہ محمد المصطفیٰ رب العالمین الذی ربّانا فی زمرۃ اُولیاء ولیّہ و ومیّہ علی المرتضیٰ الرحمٰن الرحیم الذی نوّر قلوبنا بمحبۃ الحسن المجتبیٰ وبمودّۃ الحسین الشہید بکربلا مالک یوم الدین الذی ملّک علیّا زین العابدین بالإمامۃ والھدی إیّاک نعبد عبادۃ تبلغنا الی القیامہ بصحبۃ محمد الباقر وجعفر الصادق وموسی الکاظم و علی ابن موسی الرضا وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کما استعان بک محمد التقی وعلی النقی اللذ انہما من أھل المجد والعلی إھدنا [ا] الصراط المستقیم الذی ھو متابعۃ الحسن العسکری ومحمد المھدی ھو المقتدی صراط الذین اُنعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا [ا] الضالین المنکرین من أھل البدعۃ د [ه ب] [اه الف] الھوی/م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بند اوّل از محتشم علیہ الرحمہ

باز این چہ شورش است کہ در خلق عالم است ۔۔۔ باز این چہ نوحہ و چہ عزا و چہ ماتم است
باز این چہ رستخیز عظیم است کز زمین ۔۔۔ بے نفخ صور خاستہ تا عرش اعظم است
این صبح تیرہ باز دمید از کجا کزو ۔۔۔ کار جہان و خلق جہان جملہ درہم است
گویا طلوع میکند از مغرب آفتاب ۔۔۔ کاشوب در تمامی ذرات عالم است

گر خواہش قیامتِ دنیا بعید نیست   این رستخیز عام کہ نامش محرم است
در بارگاہِ قدس کہ جائے ملال نیست   سرہائے قدسیاں ہمہ بر زانوئے غم است
جن و ملک بر آدمیاں نوحہ میکنند   گویا عزائے اشرفِ اولادِ آدم است
خورشید آسمان و زمیں نورِ مشرقین
پروردۂ کنارِ رسولِ خدا حسین[١]   [١١ ب]

اس مجلسِ اول میں نبی کا وصال ہے
جس غم سوں آج دونوں جہاں پر ملال ہے

لیکن مخبرانِ اخبار اور ناقلانِ ماتم گزارِ وفاتِ سید کائنات کوں دفاترِ مصائب میں یوں لکھتے ہیں کہ جب حضرتِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم واسطے حجۃ الوداع کے طرف مکہ معظمہ کے مدھارے، روز عرفہ بیچ ساعت عرفات کے یہ آیت[٢] نازل ہوا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ یعنی آج دین تمہارے کوں کامل کیا میں نے وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ[٣]، اور نعمتوں اپنیوں کوں تمہارے اوپر تمام کیا۔ پیغمبر کے تئیں مضمون اس آیت کے سے بوئے انتقال کی طرف باغ دارالوصال کے کے تے بیچ مشام جان کے پہونچی اور جوں حج سے معاودت فرمائی راہ میں ایک منزل کے اوسے خم غدیر[٤] کہتے تھے، اتر کر نماز پیشیں کوں ادا فرما، مونہہ طرف اصحابوں کے کر، یوں سونلے کہ گویا

١۔ روضۃ الشہدا: ٧٦۔
٢۔ آیت کو مذکر استعمال کیا ہے۔   ٣۔ المائدہ ٥:٣
٤۔ غدیر: تالاب، وہ نشیب جگہ جہاں برسات کا پانی جمع ہو۔ غدیر خم: ایک موضع کا نام جو مکہ مدینہ کے درمیان ہے اسی جگہ حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" حضرت علی کی شان میں ١٨ ذوالحجہ کو ارشاد ہوئی۔ امامیہ مذہب والے اس تاریخ کو جشن مناتے ہیں اور اس کو عیدِ غدیر کہتے ہیں۔ آتش:
جیسے کہ شادماں ہوں ہیں روزِ وصال میں   شیعہ کو یہ خوشی نہ ہو عیدِ غدیر کی

٥۔ روضۃ الشہدا: ٥٨۔

[۵۱ الف] میرے تئیں طرف عالم بقا کے بولاتے ہیں، اور میں قبول کرتا ہوں، اور درمیان تمہارے دو امر بزرگ چھوڑتا ہوں، ایک دوسرے سے بڑا کر وہ قرآن اور اہل بیت میرے ہیں۔ احتیاط کیجیو کہ بعد میرے ان دو امر سے کیسا سلوک کروگے اور رعایت حقوق ان کے کس طرح بجا لاوگے، اور یہ دونو آپ سے جدا نہ ہوویں جب لگ کہ تا لب حوض کوثر مجھ پاس پہونچیں۔ پس اے محبان' بعد پیغمبر ظالمان امت نے اون دونوں امر سے کیا سلوک کیا، کتاب اللہ کی حرمت بسُریا[1]، اہلبیت کا حق چھنایا، پیغمبر خدا نے امت کوں حوض کوثر کا وعدہ دیا اور امت نے اوس کے فرزندوں کو بھوک پیاس سے ہلاکا، شربت زہر اور خنجر قہر سے ہلاک کیا۔ ترجمہ[2] :

[۵۱ ب] اے جو تجھ سے کیا میں ہاے وفا — توں نے بدلا کیا ہے اوس کا جفا/
میں تجھے حشر میں جو پیاسا ہوئے — حوض کوثر کا ہاے وعدہ دیا
توں نے اوس بدلے مجھ حسین کے تئیں — شربت آب سے پیاسا رکھا
وہ حسین اب مرا جنے جبریل — جس جگہ دیکھا مرحبا ہی کہا
فاطمہ اوس بچے لیے ہر صبح — ہاتھ اوٹھا کر کیے تھی ہاے دعا

روایت[3] ہے کہ ایک دن حسین محلے کے لڑکوں ساتھ کھیلتے تھے اور حضرت رسول پیار سے قصد کیے کہ اوسے پکڑیں، حسین لڑکوں کے بیچ بھاگے اور حضرت پیچھے دوڑے، حسین

۱۔ بسُریا : بھولنا۔

۲۔ اصل فارسی شعر یہ ہیں :

اے بجاے تو من وفا کردہ — تو مکافات آں جفا کردہ
من ترا چون بحشر تشنہ شوی — وعدۂ شربت صفا کردہ
در مکافات تو حسین مرا — بغم آب مبتلا کردہ
آں حسینے کہ جبرئیل اورا — ہر کجا دیدہ، مرحبا کردہ
فاطمہ از برا ے تربیتش — صد سحرگاہ تہنیتا کردہ

۳۔ یہ روایت روضۃ الشہدا میں مقتل نور الائمہ خوارزمی کے حوالے سے درج ہے، ص ۹۱۔

داہنے بائیں بھاگتے تھے اور نانا کوں دوڑاتے تھے، تب حضرت نے کہا، اے فرزند کیوں کہاں گیا ہے۔ حسین نے کہا کر[۱] اے نانا میں بھاگتا نہیں، بلکہ تمہیں پکڑنے میں گرم کرتا[۲] معشوق کہ عاشق سے بھاگتا ہے، بلکہ عاشق کوں اپنی محبت میں تیز کرتا، القصہ حضرت نے حسین کوں پکڑا اور گلے [۵۳ الف] لگا، ہاتھ اوٹھا کہا، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ[۳] یعنی بار خدایا میں حسین کوں دوست رکھتا، توں بھی اوسے دوست رکھ، و نہیں ندائے الٰہی ہوئی کہ اے حبیب میرے، اس جگر گوشے تیرے کوں کربلا کے جلتے توے پر امت تیری بریاں کرے گی اور اوس کے پیاسے حلق پر دھار خنجر آبدار دھرینگی اور یہ ہماری درگاہ میں لب تشنہ و جگر خستہ آوے گا، اور ہر ایک مقرب ہمارا اس کے کٹے سر کی سوگند کھاوے گا۔ غرض رسول کوں غم حسین تا وقت وفات تھا۔

لیکن[۴] جب حضرت کوں درد سر شروع ہوا، اپنے سر کوں عصابے[۵] سے باندھا، اس روز نوبت میمونہ[۶]

۱۔ اصل فارسی عبارت یہ ہے۔ حسین گفت۔ شاہا! منکہ گریزم ترا بر جست وجوے می آرم، معشوق کہ از جوینده پرہیز می کند، گریز میکند بلکہ عاشق را در طلب خود تیز میکند، ص ۷۹۔

۲۔ گرم کرنا۔ تیز کرنا، دوڑانا۔ ناسخ ؎

گرم تم کتنا کرو اپنے سمند ناز کو — کب پہنچتا ہے ہمارے ہوش کے پرواز کو

(نور اللغات ۴: ۲۶۴)

۳۔ یہ حدیث اختلاف الفاظ کے ساتھ متعدد کتب حدیث میں وارد ہوئی ہے: اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ، اُحِبُّ (اور ایک روایت میں، فَاَحْبِبْ) مَنْ یُحِبُّہٗ (المعجم ۱: ۴۰۷، الذہبی: سیر اعلام النبلاء ۳: ۱۹۷) اَللّٰھُمَّ اَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ (المعجم ۱: ۴۰۸) ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے: مَنْ اَحَبَّ الحسن والحسین فقد اَحَبَّنِیْ، مقدمہ: ۱۱ (المعجم ۱: ۴۰۶)

۴۔ اس سے پہلے نقل نے کچھ عبارتیں اصل کی حذف کر دی ہیں۔

۵۔ عصابہ، سربند، پگڑی۔

۶۔ میمونہ بنت الحارث الہلالیہ، آنحضرت کی ازواج مطہرات میں ہیں۔ سال وفات میں اختلاف ہے، ۵۱ھ ۶۱ھ اور ۶۳ھ ہجری سالہائے وفات بتائے جاتے ہیں (الاستیعاب ۴: ۱۹۱۴؛ ابن سعد الطبقات الکبیر ۸: ۱۳۲)

محل کی سنی. جب آزار حضرت کی نے زیادتی کی. نو دیں[1] محل جمع ہوئے، تب حضرت فاطمہ
[۵۳ ب] فرمائی کہ حضرت کوں ہر روز ہر ایک کے گھر جانے میں تصدیعہ[2] ہوئیگا، ایک جا مقرر کرو، پس سب
محل عائشہ کے گھر راضی ہو، حضرت میمونہ کے گھر سے باہر آ، ایک ہاتھ حضرت امیر کے کاندھے پر اور
ایک فضل ابن عباس[4] کے کاندھے پر رکھ، پانو مبارک زمین پر کھینچتے، عائشہ[3] کے حجرے لگ تشریف
لا، فرش بیماری پر تکیہ فرمائے. لیکن جب مرض حضرت کے نے شدت کی تب مسجد میں سدھار،
نماز ادا فرما. بلال کوں حکم کیا کہ ندا کر جو تمام اصحاب اور اسلام جمع ہو ویں. چاہتا ہوں کہ
وصیت کروں کیونکہ یہ وصیت آخری ہے. بلال نے ندا کی. اور سب اصحاب مسجد میں آئے.
تب حضرت ممبر پر چڑھ فرمائے: اے گروہِ اسلام معلوم کرو کہ اجل میری نزدیک آپہونچی ہے، دیکھتا
[۵۴ الف] ہوں کہ گویا تم سب مجھ سے جدا ہوئے ہو اور میں تم سے جدا. پھر فرمایا اے یارو، کیسا پیغمبر تھا
میں کہ تم سے جہاد کیا، حتی کہ دانت میرے توڑے اور مونہہ میں لہو سے بھرے. جاہلانِ قوم
سے ظلم اینچا. اور بھوک سے پتھر پیٹ پر باندھا. سب اصحابوں نے کہا درست ہے. قسم
خدا کی توں صابر تھا اور ہم کوں طرف حق کے توں دعوت کیا، اور بورائیوں سے امان میں رکھا.
خدا تعالی تجھکوں جزائے خیر دیوے. پھر حضرت نے فرمایا کہ خدائے بزرگوار نے اپنی بزرگی کی قسم
یاد کی ہے کہ ظالم کے ظلم سے نہ گزرے. پس میں بھی قسم اس خدائے لاشریک لہٗ کی دیتا ہوں کہ جس کو

۱۔ اصل میں اسی طرح ہے "نو دوں محل جمع ہوئے" ہونا چاہیے (نو دیں، پنجابی اسلوب ہے)
۲۔ تصدیعہ: تکلیف، دردِ سر، دکھ، عام طور پر تصدیع مروج ہے. میر کہتے ہیں.
خواہش ہو جسے دل کی دل روں اُسے دیر کہی   میں نے تو اسی دل سے تصدیع بہت پائی
(نور اللغات ۲: ۲۰۱)
۳۔ روضۃ الشہدا میں عائشہ کی جگہ صفیہ کا نام ہے.
۴۔ فضل بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی۔ ان کی ماں حضرت میمونہ کی بہن تھیں وفات
ایک قول کے مطابق ۱۳ھ میں ہوئی (ابن عبد البر: الاستیعاب ۳: ۱۲۶۹)
۵۔ روضۃ الشہدا: صفیہ.   ۶۔ روضۃ الشہدا: ۸۴

میں نے ستایا ہوئے یا آزردہ کیا ہوئے، او ٹھے اور مجھ سے بدلہ لے۔ دوست میرا وہ کوئی کہ حق
مجھ پر رکھتا ہوئے سو گردن میری سے ادا کرے، تا خوش نفس طرف/حق کے پھروں۔ تب ایک [۵۴ ب
مرد عکاشہ[2] نام او ٹھا، اور کہا یا رسول اللہ، اگر اس قدر مبالغہ نہ فرماتے تو میں نہ کہتا، لیکن
از بس کہ بہت مبالغہ فرمایا، پس عرض کرتا ہوں کہ بیچ سفر تبوک[3] کے تازیانہ آپ نے لکالا کہ
مرکب پر لگا دیں سو میرے کاندھے پر لگا، اور مجھے بہت درد اس سے پہونچا۔ بدلہ اوس کا چاہتا
ہوں۔ حضرت نے فرمایا، جزاک اللہ خیرا، اے عکاشہ خوب کیا کہ بدلہ آخرت پر نہ رکھا، کہ میں
بدلہ دنیا میں دوست رکھتا ہوں۔ اے عکاشہ جانتا ہے کہ وہ تازیانہ کون سا تھا۔ کہا خرما کا۔
حضرت نے فرمایا، اے سلمان، وہ کوڑا فاطمہ کے گھر ہے، جا اور لا۔ سلمان چلا اور پکارا کہ اے لوگو
کون ہے کہ انصاف نفس اپنے سے آپ چاہے، پیش از قیامت۔ لیکن جب سلمان حجرۂ فاطمہ علیہا السلام
پاس پہونچا/کہا، السّلام علیك یا أهل بیت النّبوۃ۔ حضرت فاطمہ نے آواز سلمان کی پہچان[4] [۵۵ الف
جواب دیا۔ سلمان نے کہا، کہ یا سیّدۃ النسا، باپ تیرا منبر پر ہے اور خلق کوں رخصت کرتا ہے،
کہ جس کا حق مجھ پر ہے طلب کرے۔ شاید ایک دن تازیانہ ناقہ پر مارنا تھا، عکاشہ کے کاندھے
پر لگا۔ اب وہ تیرے باپ سے بدلہ مانگتا۔ جوں حضرت فاطمہ نے یہ بات سونی، رونے لگیں، اور کہیں
اے سلمان، قسم خدا کی تجھے کہ اوس شخص کوں کہ میرے باپ پر رحم کرے، کیونکہ وہ رنجور اور ضعیف ہے
بیمار اور نحیف۔ سلمان تازیانہ لے کر گیا۔ اور حضرت فاطمہ نے حسن اور حسین کوں بولا کر کہا، اے جانان
مادر، نانا تمہارے کوں مسجد میں ایک شخص تازیانہ چاہتا مارے، جاؤ اور عوض جد کے سو سو تازیانے
قبول فرماؤ، کہ نانا تمہارا بیمار ہے اور بدلہ دینے سے لاچار، طاقت تازیانے کی نہیں رکھتا،

۱۔ اصل: بدلا۔

۲۔ عکاشہ بن محصن اسدی: فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ بدر، اُحد، اور خندق کی جنگوں میں شریک تھے۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی کی خلافت میں وفات پائی۔ (الاستیعاب ۳: ۱۰۸)

۳۔ مدینے سے شمال کی طرف، دمشق کی سڑک پر مشہور شہر ہے۔ یہاں جس سفر کی طرف اشارہ ہے، وہ جنگ تبوک
کے موقع پر رجب ۹ ھ (نومبر ۶۳۰ء) میں پیش آیا تھا۔

۴۔ اصل میں اسی طرح ہے یہاں "میں" یا "سے" چاہیے۔

[۵۵ ب] اور لا علاج وہ ضرب/سہتا۔ حسنین مسجد طرف چلے۔ لیکن جوں سلمان مسجد میں پہونچا۔ فغان و امصیبتاہ اصحابوں سے بلند ہوا، کہ اتنے میں حسنین روتے ہوے آئے، اور جد بزرگوار کے پاؤں پر گر، عرض کیے، یا جداہ، ہم نے سونا کہ کوئی تم سے بدلہ مانگتا۔ ہم آئے کہ ہر ایک عوض ایک تازیانہ کے سو تازیانے قبول کرے۔ بیت، ترجمہ۔

سایہ تیرے لطف کا سر سے ہمارے [کم] نہوے   رکھتے یا امید ہم جو قد تیرا اب خم نہوے

حضرت نے فرمایا اے جانان جد، تازیا نہ میں نے مارا، تم سے کیوں کر بدلا لے۔ پھر پیشانی دونو کی چوم، رخصت کیے۔ اور فرمائے، اے عکاشہ اوٹھ اور بدلہ لے۔ عکاشہ نے کہا، یا رسول اللہ، اس روز کاندھا میرا ننگا تھا۔ حضرت نے بھی پیرہن اُتارا۔ کہ خروش واویلا ملائکہ سے اوٹھا اور شور وامصیبتا، اصحابوں سے۔ لیکن جوں عکاشہ نے دوش مبارک اور مہر نبوت کوں دیکھا،

[۵۶ الف] بوسہ اس مہر نبوت پر دے۔ مونہہ دونوں شانوں میں رکھ، کہا/ یا رسول اللہ، عرض میرا بدلے سے نہ تھا بلکہ مراد میری یہ تھی کہ مہر نبوت کوں دیکھوں اور بعضے اعضا تمہارے کوں مس کروں، بموجب فرمودۂ شریف من مسّ جلدی لن تمسّہ النار[۱]، یعنی جو کوئی بدن میرے کوں مس کرے آگ دوزخ کی اوسے مس نہ کرے۔ تب حضرت محل میں سدھارے اور بیماری نہایت شدت پر ہوئی۔

دوسرے دن جبرئیل حکم ملک جلیل سے آکہا، یا سیّد، پروردگار نے تجھے سلام بھیجا اور فرمایا اگر چاہے تو تجھے بیماری سے شفا دوں، اور چاہے مستغرق دریاے رحمت کر، شربت مرگ چکھاؤں۔ حضرت نے کہا، میں نے آج اپنے تئیں پروردگار اپنے کوں سونپا، تاکہ جو چاہے سو کرے

[۵۶ ب] اتنے میں حضرت امیر نے آکہا[۲] یا رسول اللہ خواب میں دیکھا میں نے کہ ایک زرہ پہنے ہوا/ تھا

۱۔ اصل: کر۔ "گر" مناسب قرأت ہوگی۔

۲۔ اضافۂ مرتّب۔

۳۔ اصل مسّہ۔

۴۔ روضۃ الشہدا: ۸۷۔

یکایک وہ زرہ مجھ سے جدا ہوئی، اور میں بے زرہ رہا۔ حضرت نے فرمایا۔ علی، زرہ تیری میں تھا
اب وقت وہ ہے کہ میں مر جاؤں اور توں اکیلا رہ جاوے۔ یا علی بعد میرے بڑی مصیبتیں
تجھے پہونچیں گی، صبر کیجیو اور ثواب آخرت طلب کیجیو۔ مردوں سے جو کوئی کہ پہلے حوض کوثر
پر مجھ پاس پہونچے، توں ہووے گا۔ اتنے میں حضرت فاطمہ نے کہا، اے پدر بزرگوار خواب
میں دیکھا میں نے کہ کئی ورق مصحف کے رکھتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ پڑھوں، ناگاہ وہ میرے
ہاتھ سے غائب ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا، اے جگر گوشہ، وہ ورق قرآن کے میں تھا کہ تیری
نظر سے غائب ہوں گا۔ اتنے میں حضرت امام حسن اور امام حسین آئے۔ اے پدر بزرگوار ہم [بعد الف]
دونوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک تخت ہوا میں جاتا ہے اور ہم تلے اوس تخت کے سر ننگے
روتے جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، اے فرزندو، وہ تخت تابوت میرا ہے، کہ تم تلے اوس
کے سر ننگے روتے ہوئے جاؤ گے۔ اتنے میں شور اہل بیت سے اوٹھا اور آنکھوں سے آنسو
جاری ہوئے، جگر ہر ایک کا جدائی کی آگ پر بریاں ہوا۔ ترجمہ[1]:

سب جان جلتی آگ میں جانان جاوے ہے — زہرا کی زر دیدہ گریان بہاوے ہے
حسنین بولے روکے کہ اے جگ نامدار — تعبیر ہماری خواب کو کیسی بتاوے ہے
دادا کسے پکاریں گے ہم ہائے ہائے لے — توں تو خبر نبی کی ہم اوں سونا دے ہے

روایت ہے[2] کہ پیش از مرگ، عزرائیل کے ساتھ ایک فرشتے[3] اسمٰعیل نام کے، کہ وہ حاکم ستر
لاکھ فرشتے پر بموجب حکم حق تعالیٰ کے کہ اوسے حکم ہوا، جا دین پرور کے دوست پاس، لیکن
بے رخصت اوس کے گھر میں نہ جائیو اور بے سلام اوس کے قبض روح نہ کیجیو[۸۰ ب]

1. جانہا ز آتش است کہ جانان ہمی رود — سیلاب خون ز دیدۂ گریان ہمی رود

اس کے بعد تین مزید فارسی شعر روضۃ الشہدا میں درج ہیں مگر نقل نے یہاں ان شعروں کا ترجمہ نہیں۔ اُردو کے دونوں
شعر ان کے طبع زاد ہیں۔

2. روضۃ الشہدا: ۸۸-۸۹۔

3. اصل میں اسی طرح "فرشتے"، لیکن یہاں "ایک فرشتہ اسمٰعیل نام کا" ہونا چاہیے۔

عزرائیل[1] بصورت ایک عرب کے آیا اور حضرت کے دروازے پر کھڑا ہو کہا، السلام علیک
یا اھل بیت النبوۃ، رخصت دو کہ راہ دُور سے آئے ہیں۔ حضرت فاطمہ اوس وقت حضرت
کے پاس تھی۔ جواب دیئی کہ یہ وقت ملاقات کا نہیں، کیونکہ پیغمبر اپنے حال میں مشغول ہے
پھیر رخصت مانگی، وہی جواب سونا۔ تیسری مرتبہ اس طرح رخصت چاہی کہ جو اس جاگہ تھے، آواز
اوس کی سے ڈرے اور لرزے۔ حضرت ہوش میں آ، پوچھے، کہ کیا ہے۔ حضرت فاطمہ نے کہا،
یا رسول اللہ ایک عرب دروازے پر کھڑا ہے، بصورت مہیب و بشکل عجیب، رخصت مانگتا
کہ اندر آوے۔ ہر چند عذر چاہا، نہیں مانتا۔ حضرت نے فرمایا یا فاطمہ، جانتی ہو یہ کون ہے، توڑنے
[۵۵ الف] والا لذتوں کا اور کاٹنے والا آرزوؤں کا، جدا کرنے والا جمیعتوں کا، رانڈ کرنے والا عورتوں کا،
یتیم کرنے والا فرزندوں کا، ایسا حریف کہ بغیر کونجی دروازہ کھولے اور بغیر سیڑھیاں جان لیوے۔
اگر دروازہ اس پر موندیں، دیوار سے آوے اور جس گھر میں آوے دُھنواں[2] اوس گھر سے اوٹھا دے۔
اے فاطمہ، یہ عزرائیل ہے کہ تیرے باپ کی روح قبض کرنے کوں آیا۔ اور ادب جو کھٹ ہماری
کا بجا لایا، وگرنہ رخصت مانگنا، عادت اوس کی نہیں۔ دروازہ کھول کہ آوے۔ حضرت فاطمہ یہ
خبر وحشت اثر سن رونے لگیں اور کہیں، واویلا، مدینہ خراب ہوا اور صاحب سکینہ نے قصد
سفر کیا۔ لمؤلفہ

آہ و واویلا مدینہ آج ہوتا ہے خراب
فاطمہ کا جیو جگر اس آگ پر ہوتا کباب

[۵۵ ب] حضرت نے فاطمہ علیہا السلام کوں چھاتی سے لگا، ایک لمحہ آنکھیں موندیں، گویا کہ روح مقدس
بدن مطہر سے جدا ہوئی۔ فاطمہ نے کان نزدیک لے جا کہا: اے بابا، اے بابا۔ کچھ جواب نہ سونی
پھر رو کر کہی، اے پدر، جان میرا قربان تیرے، کیوں جواب نہیں دیتا، ذرا آنکھ کھول اور مجھ
دکھیا سے بول۔ حضرت نے آنکھ کھول کہا: اے فرزند مت رو، کہ تیرے رونے سے حاملان
عرش روتے، اور اپنے ہاتھ سے آنسو فاطمہ کی آنکھوں سے پونچھ کہے، بار خدایا فاطمہ کوں میری

۱۔ لفظ "عزرائیل" نسخے کے حاشیہ پر اضافہ کیا گیا ہے۔

۲۔ دھنوا: دُھواں (دیہم خانہ کہ درآید، دُود از دودمان آں برآید۔ روضۃ الشہدا ۸۹)۔

جدائی میں صبر دے۔ پھر فاطمہ کوں فرمانے، جوں روح میری قبض کریں، کہیو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اے فاطمہ حسنین کوں بولا۔ حضرت فاطمہ نے ایک شخص اون کے بولانے کوں بھیجا۔ شاہزادوں نے کہا، واویلا، اس تاکید سے کبھو ہمیں نہیں بولایا۔ آئے اور روبرو کھڑے ہوئے، جوں حضرت نے اون کوں دیکھا/ رونا شروع کیا، اور پاس بولا چھاتی سے لگا، مونہہ چوم، نظر رحم سے دیکھ۔ فرمایا، دریغ ان مونہوں تمہاروں سے، کہ گرد غریبی اور افسوس ان بالوں تمہاروں سے کہ غبار یتیمی سے آلودہ ہووینگے، نہ جانوں کہ ظالمان امت تم سے کیا کریں، اور بعد میرے کام تمہارا کہاں لگ پہونچا دیں حسنین کہتے تھے۔ اے جدِّ بزرگوار، بعد تیرے پناہ ہمارا کون ہوئیگا اور غمخوار دلنوار کون۔

کس کوں کہہ دادا پوکاریں بعد تیرے ہم غریب
ہم سے دکھیوں کا ترے بن کون ہووئیگا طبیب

پھر حضرت فاطمہ بولی، اے پدر عالی مقدار، اگر مجھے غم ہوئے تو کس سے کہوں اور حسنین کوں آرزو ہوئے تو کس سے طلب کروں؟ اے دلدار غریبوں کے، اور اے پناہ بیکسوں کے، اور اے نوازنے والے یتیموں کے، اور اے ہاتھ پکڑنے والے بیچاروں کے، میں تیری جدائی سے کیونکر صبر کروں؟

کیونکے جیوں تجھ جدائی میں اے بابا میں دکھیا
کاش مرجاؤں میں ہی تجھ آگے لے تیری بلا

پھر حضرت مرتضیٰ علی کوں بولا، گلے لگایا اور جو جو وصیتیں کہ کرنی تھیں کر کے سمجھایا۔ پھر ملک الموت آیا اور کہا، السّلام علیک یا نبیّ اللہ، حق تعالیٰ نے تجھے سلام بھیجا ہے اور مجھے حکم کیا کہ روح تیری قبض نہ کروں، بغیر حکم تیرے۔ حضرت نے فرمایا اتنا صبر کر کہ بھائی میرا جبرئیل آوے۔ کہا تابع حکم ہوں، وہیں جبرئیل کوں حکم ہوا کہ جا میرے دوست پاس جبرئیل آیا اور کہا، لمؤلفہ:

یا محمد بشارتیں لایا | تب پیمبر نے سن کے فرمایا
کیا بشارات ہیں اے اخی جبرئیل | کہا جبرئیل حق نے فرمایا
آگ دوزخ کی سب بوجھا دیویں | جنّت آراستہ یو کروایا

حکم ہوا ساری حوروں کو سنگار[1] صفیں سب فرشتوں[2] کی بنا چھوڑیا

روح میرے حبیب کی آتی اس سبب کوں آپ بنوایا[3]

اور ملائکۂ اعظم تیری روح کے استقبال کوں کھڑے ہیں۔ ترجمہ[4]:

[۶۰ الف] مکان قدس تمھارے لیے بنایا ہے کرو خوشی سے گذر در تماشا گاہ زار

حضرت نے فرمایا، یہ تو بشارتیں خوب ہیں، ولیکن اس سے بہتر بشارت دے کہ آنکھیں میری روشن ہوویں اور دل میرا شاد۔ جبرئیل نے کہا: بہشت حرام ہے سب پیغمبروں اور اون کی امتوں پر جب لگ کہ توں اور امت تیری قدم وہاں نہ رکھے۔ حضرت نے فرمایا کہ بشارت اس سے بہتر دے کہا یا رسول اللہ مقرر ہوا ہے کہ روز قیامت پہلے تاج بخشش کا جس کے سر پر رکھیں توں ہووے حضرت نے فرمایا کہ اے اخی بشارت ایسی دے کہ گردِ غم کوں میرے دل سے دھو دے جبرئیل نے کہا، اے پیشوائے انبیا بیان فرما کہ کس غم میں اور کس کے فکر میں ہے کہ ایسی خبروں خوشی افزا سے بوجھ غم کا دل سے تیرے نہیں اٹھتا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمیشہ غم و اندیشہ میرا واسطے امت کے تھا اور اب اس سے زیادہ ہے کہ آیا بعد میرے روزہ داران

[۶۰ ب] ماہِ مبارک رمضان بغیر میرے کیونکر روزہ کھولیں اور حج کرنے والے بیت الحرام کے بغیر میرے کیونکر مناسک بجا لاویں اور قیامت میں آخر کار اور عمل ان کے کہاں لگ پہونچیں۔ جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ دل اپنا خوش رکھ کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ آج امت تیری کوں اپنی پناہ میں رکھے اور فردائے قیامت اس قدر امت تیری سے تجکوں بخشے کہ توں راضی ہووے

۱۔ سنگار با علانِ نون نہ پڑھا جائے تو مصرع ناموزوں ہوگا۔

۲۔ ”فرشتوں“ پڑھا جائے، جب موزوں ہوگا۔

۳۔ اصل میں اسی طرح ہے، یہاں ”بلوایا“ ہوگا۔

۴۔ ہے جملۂ قدس برائے تو بیاراستہ اند

خوش خراماں گذری بتماشا گہ ناز

۵۔ معنی۔

تب حضرت نے فرمایا، اب خوش ہوا میں اور آنکھیں میری روشن ہوئیں. اے عزرائیل آگے آ، اور جس کام پر کہ مامور ہوا ہے عمل میں لا. ملک الموت، روح مبارک کے قبض کرنے میں مشغول ہوا. اور حضرت اوس حالت میں طرف چھت کے دیکھتے تھے کہ ہاتھ اوٹھا کر کہے بالرفیق الاعلیٰ اور طرف عالم وصال کے سدھارے[۱]. اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

تمت المجلس[۲] [۶۱ الف]

---

۱. روضۃ الشہدا : ۹۲.

۲. ورق ۶۱ الف سادہ ہے.

دوسری مجلس

[۶۱ ب] / بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَذَابَ قُلُوْبَ الْأَحِبَّاءِ مِنَ الشَّوْقِ لِقَاءِ الْحُسَیْنِ وَارْتَفَعَ مَدَارِجَ الشُّہَدَآءِ وَمَعَارِجَ الْعُرَفَآءِ مِنْ تَحْتِ لِوَاءِ الْحُسَیْنِ وَ نَوَّرَ عُیُوْنَ الْمُشْتَاقِیْنَ الَّذِیْنَ ہُمْ مُحَبَّۃِ أَہْلِ بَیْتِہٖ صَادِقُوْنَ وَبِشَفَاعَتِہِمْ وَاثِقُوْنَ بِتُرْبَۃِ کَرْبَلَآءِ الْحُسَیْنِ وَزِیَارَۃِ أَحِبَّائِہِ الَّذِیْنَ جَاہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَاتَلُوْا وَ قُتِلُوْا مَعَ أَقْرِبَاءِ الْحُسَیْنِ وَشَرَّفَ شِیْعَۃَ نَبِیِّہٖ وَوَلِیِّہٖ بِزِیَارَۃِ قُبَّۃِ قُرَّۃِ عَیْنِ الْمُصْطَفٰی وَالْبَتُوْلِ الزَّہْرَآءِ أَعْنِیْ سَیِّدِ الشُّہَدَاءِ الْحُسَیْنِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ / وَآلِہٖ أَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٭ [۶۲ الف]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشتی شکست خوردۂ طوفانِ کربلا — درخاک وخوں فتادہ بمیدانِ کربلا
گرچشمِ روزگار بروفاش میگریست — خوں میگذشت از سرِ ایوانِ کربلا
نگرفت دستِ دہرگلابے بغیرِ اشک — زان گل کہ شد شگفتہ ببستانِ کربلا
درآب ہم مضایقہ کردند کوفیاں — خوش داشتند حرمتِ مہمانِ کربلا
بودند دیو و دد ہمہ سیراب و می مکید — خاتم زقحطِ آب سلیمانِ کربلا
زان تشنگاں ہنوز بعیوق میرسد — فریادِ العطش زبیابانِ کربلا
آہ از دمے کہ لشکرِ اعدا نکردہ شرم — کردند رو بخیمۂ سلطانِ کربلا

آن دم فلک برآتشِ غیرت سپند شد
کز خوفِ خصم درحرم افغان بلند شد / [۶۲ ب]

یہ دوسری جو مجلس ہے سو اس میں سربسر
خیرالنسا کے مرنے کا یاراں حوال[1] ہے

مورخانِ اخبارِ معتبر اور مفسرانِ آثارِ نامور وفات فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کوں یوں روایت کرتے ہیں[2] کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے کوچ[3] کیا، شور و فغاں مدینہ میں ایسا پڑا کہ آسمان رویا اور زمین لرزی۔ لیکن جیسا کہ باپ کے غم نے حضرت فاطمہ پر اثر کیا تھا کسو پر نہ کیا۔ رات دن سوا رونے کے کام اوس کا نہ تھا اور سوا دریغا و وابابا کوئی صدا اوس کی نہ سونا۔

روتے روتے فلک و ابر کوں شرمندہ کیا　　خونِ دل خونِ جگر نے آنکھوں سے راہ لیا
چھوڑ کر آب و خورش غم کوں کیے اپنی غذا　　خواب و آرام کو تج رونے میں[4] سکھ بوجھی ماتم

تاب و طاقت کوں کیا رونے نے رخصت تن سے　　اور ضعیف ہونے لگے سارے قوی گل گل کے
سب مواد ختم[6] ہو گئے ہائے وہ جثہ گھل کے　　تنکے سا سوکھ گیا گھر کیا اوس تن موں غم　　[۶۳ الف]

روایت ہے کہ یک دن فاطمہ نے کہا، چاہتی ہوں کہ اپنے باپ کے موذن کی آواز سنوں۔ جوں یہ خبر

۱۔ اصل: حوالی۔

۲۔ روضۃ الشہدا: ۱۰۱۔

۳۔ کوچ کوچ: کوچ کرنا، رحلت کر جانا، دنیا سے گزرنا۔

۴۔ اصل: میں۔

۵۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ آنحضرت کی وفات کے بعد جب تک وہ زندہ رہیں، کسی نے انھیں ہنستے نہیں دیکھا (اسد الغابہ ۵: ۵۲۴، طبع مصر ۱۲۸۰ھ

۶۔ غالباً "ختم" کی تحریف ہے۔　　۷۔ ہوئے؟

بلال کوں پہونچی، اذان شروع کیا۔ جوں اللہ اکبر کہا، فاطمہ نے باپ کوں یاد کر رونا شروع کیا اور جب اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہ، کہا، فاطمہ نے نعرہ مارا۔ اور پچھاڑ کھا، بیہوش ہوئی۔ لوگوں نے جانا کہ جان بحق تسلیم ہوئی۔ بلال کوں کہا بس کر، فاطمہ کا کام آخر ہوا لیکن بعد ایک دیر کے فاطمہ میں ہوش آیا۔ القصہ اسی طرح روز روتیں اور بیہوش ہوتیں۔ اور حسنین کوں دیکھ کہتیں، کہاں جد بزرگوار تمھارا جو تمھیں گلے لگا وے، اور کہاں وہ ناز بردار تمھارا
[۶۲ ب] جو تمھیں پیادہ نہ چلنے دے اور کاندھے چڑھا وے۔ ہائے اب کبھو نہ دیکھوں گی کہ دروازہ کھول میرے گھر آوے۔ اور کبھو نہ دیکھوں گی کہ تمھیں گلے لگا کاندھے چڑھاوے۔ یہاں تلک روئیں کہ لوگ مدینہ کے اور ہمسائے کے تنگ آئے، اور کہے اے فاطمہ دن کو روو اور رات کوں سو، یا رات کو روو اور دن کوں آرام سے سو، تاکہ ہم بھی آرام پاویں۔ اتنے میں حضرت آئے اور کہے اے جگر گوشہ رسول، آج مدینے میں عجب قیامت ہے۔ اگر چاہے کہ میں تجھ سے راضی ہوں آواز اپنی کسو کوں نہ سونا اور صبر کر کر رات آوے، تب تجھے قبر رسول پہ لے جاؤں، شاید کہ تسلی پاوے۔ فاطمہ نے صبر کیا تب لگ کہ رات آئی۔ اور خلق آرام پائی۔ حضرت امیر گھر میں آ دیکھے کہ فاطمہ بیہوش پڑی ہے۔ صبر کیے کہ ہوش میں آئی اور کہی، مصرع

[۶۳ الف] یا علی، رات کس قدر گذری

حضرت امیر نے فرمایا کہ نیم حصہ، تب فاطمہ نے کہا، اب مجھے رخصت ہے کہ باپ کی قبر پر جاؤں۔ حضرت امیر نے کہا کہ چلو۔ آہ جوں فاطمہ اٹھی، ضعف سے تیورا کر گر پڑی۔ تب حضرت امیر نے ہاتھ پکڑا اور روضۂ منورہ پر لائے۔ جوں نظر فاطمہ کی باپ کی قبر پر پڑی زار زار روئی اور مونہہ اپنا اس خاک پر ملی۔ حضرت امیر نے کہا اے فاطمہ، اتنا مت رو۔ تب فاطمہ نے کہا، اے نور دیدۂ عالم، صبر ایسے باپ کی جدائی میں مشکل ہے۔ لمولفہ

میں صبر کیونکر کروں صبر بھی ہوا بے صبر — میرا شفیق پدر مر گیا، بجھا تی قبر

۱۔ حبیب السیر (وقائع سال یازدہم)، ص ۴۴۴۔

۲۔ روضۃ الشہدا، ۱۰۸۔

اُس روز سے فاطمہ ہمیش شہیدوں کی قبر پر جاتی اور اتنا روتی کہ بیہوش ہو جاتی۔

روایت ہے کہ جب دو مہینے پندرہ دن یا تین مہینے پانچ دن[2] وفات سرورِ کائنات سے گزرے، حضرت امیر گھر میں آ دیکھے کہ فاطمہ نے تھوڑا آٹا خمیر کیا ہے/کہ روٹی پکا دے اور [۱۰۹ ب] تھوڑی مٹی بھگوئی کہ سر فرزندوں کے دھلاوے اور قصد حسنین کے جامہ دھونے کا رکھتی۔

حضرت امیر نے کہا اے صاحبۂ دو جہاں، اور اے معصومۂ آخر الزماں، اے بلقیس حجرۂ پاکی، اور اے اشرفِ مخلوقاتِ خاکی، اے زہرائے مرضیہ، و اے حوائے انسیہ، اے ماں مظلوم اور اے بیٹی ایک معصوم کی، اے دولھن کم جہیز، اور اے بیبی پردہ پرہیز، اے پارۂ جگر احمدی، اور اے لوبجی حضرت محمدی، ہرگز اس بیچ مدت کے نہ دیکھا میں نے کہ ایک دن دو کام دنیا کے آگے تمہارے ہوئیں، اور آج دیکھتا ہوں کہ تین کام میں مشغول ہو۔ آیا اس میں کیا حکمت ہے؟

فاطمہ نے جوں یہ حرف سونا آنسو آنکھوں سے جاری کر کہا، اے تاجدارِ سورۂ ہل اتیٰ، اور اے [۱۱۰ الف] شہسوارِ میدانِ لافتیٰ، اے خطیبِ منبرِ سلونی، اور اے وارثِ مرتبۂ ہارونی، اے شیرِ جنگلِ شریعت، اور اے کشتی دریائے طریقت، اے شگوفۂ باغ ابوطالب، اور اے نواختۂ اسداللہ الغالب اے امیرِ کل امیر۔ لمولفہ:

کیا کہوں یا مرتضیٰ پھر غم رہے کوں کیا دوں غم
جلتے کوں پھر کیا جلاؤں لیک سن اے محترم
کہتی ہوں لاچاری سوں لیتی ہوں اب راہِ عدم
ایک دن مجھ کوں فلک نہیں دیکھ سکتا شادماں
باپ کی ہجرت میں تو کتی فکرِ ہجرت روز و شب

۱۔ روضۃ الشہدا: ۱۰۹۔

۲۔ دہ بروایتے شش ماہ (روضۃ الشہدا: ۱۰۹)؛ ابن الاثیر نے بھی یہی لکھا ہے اور یہی صحیح ہے ایک روایت تین ماہ کی بھی ملتی ہے (طبقات ابن سعد، ۸: ۲۸) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ صرف ستر دن زندہ رہیں۔ (اسد الغابہ ۵، ۵۲۴)

تس پہ محسن[1] کے تعب نے اب دیا زیادہ تعب
بیکلی اس درد کی بیکل رکھے ہے مجھ کوں اب

رات کوں رخصت میں ہوئی گی دن تلک ٹک اس میہاں

[۶۵ ب] هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ[2]. دولت ملاقات کی آخر ہوئی اور نوبت فراق کی آ پہونچی. پدر بزرگوار کوں رات خواب میں دیکھا میں نے کہ کھڑا ہے اور ہر طرف دیکھتا ہے گویا منتظر کسو کا ہے. میں پوکاری کہ اے بابا توں کہاں ہے کہ جدائی تیری سے جاں میرا بلب آیا. فرمایا اے فاطمہ وقت جدائی کا آخر ہوا اور مجھے بھی آرزو تیری صورت کی ہے. اب وقت ہے کہ پنجرہ[3] تن کا توڑے اور خارستان دنیا سے گلستان عقبیٰ میں آوے. اے فاطمہ، جلد آ کہ جب تک نہ آوے توں نہ جاؤں میں. کبھی اے پدر بزرگوار میں بھی آرزومند تیرے دیدار کی تھی. فرمایا کہ کل رات میرے پاس ہووے گی. اتنے میں نیند سے چونکی اور اشتیاق اوس عالم کے نے غلبہ کیا. جانتی ہوں کہ آخر روز یا اول شب

[۶۶ الف] آئندہ رحلت کروں گی، اور روئی اس واسطے پکاتی کہ کلھ[4] توں میری مصیبت میں گرفتار ہوئے گا فرزند میرے بھوکے نہ رہیں، اور جامے اس واسطے دھوتی کہ نہ جانوں بعد میرے کپڑے میرے بچوں کے کون دھووے اور مانڈ اس واسطے بھگوئی کہ دونوں کے گیسوؤں کوں دھو کنگھی کروں. نہ جانوں بعد میرے ان کے سر کے بالوں کوں کون دھووے. لمؤلفہ

نہ جانوں بعد میرے کون لے ان کی خبر مجھ بن کھلاوے کون نہلاوے انھے[5] کون آئے کر مجھ بن

۱۔ محسن، حضرت فاطمہ کے صاحبزادے جو بہت کم عمری میں فوت ہوے (ابن کثیر: البدایہ ۷: ۳۳۱) حبیب السیر (وقائع سال یازدہم ۴۳۶) ابن سعد نے طبقات میں ان کا ذکر نہیں کیا. شیعی روایت یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کا یہ حمل ہی ساقط ہو گیا تھا لیکن خوارزمی مقتل الحسین (۱: ۸۳) میں محسن کی ولادت کا ذکر کرتے ہیں.

۲۔ الکہف ۱۸: ۱۹.

۳۔ اصل: پنجرا.

۴۔ کاتب نے زیادہ تر کل: اور کہیں کہیں "کلہ" بھی لکھا ہے. کلہ (مع ہ) خالص پنجابی لہجہ ہے اور آج بھی پنجاب میں اسی طرح بولا جاتا ہے.

۵۔ انھے = انھیں.

دھولاوے کون گیسوان کے غم کھا بہ سحر مجھ بن ۔۔ پھنادے کون جامے دھوے کران کے بدن بھیتر

آہ فاطمہ اوس گردسے کہ حسنین کے بالوں پر بیٹھتی، غمگین ہوتی۔ اگر دیکھتی کہ بال عنبر مثال اون کے خاک میں ملے اور مونہہ خوش جمال اون کے لوہو میں نہلے کیونکر تحمل کرتی۔ ترجمہ[1]:

دیکھتی گر فاطمہ اوس وقت آ، در کربلا ۔۔ مونہہ ملاماٹی بھیتر، لوہو بھرا مکھڑا حسین ‌ [۶۶ ب]

رہنے والے آسماں کے روتے سارے برملا ۔۔ اس روش روتی کہ زاری اس کی سے اے دوستاں

جوں حضرت امیر نے بات فراق کی سونی، آنسو آنکھوں سے جاری کر فرمائے، اے فاطمہ ابھی تیرے باپ کی جدائی سے آرام نہ پکڑا تھا کہ نوبت تیری جدائی کی پہونچی۔ ترجمہ[2]:

ابھی وہ داغ چنگا نہیں ہوا اور رکھے اوس اوپر (؟) ۔۔ زمانہ[3] داغ غم کا ہر گھڑی رکھے جگر اوپر

لمؤلفہ:

ابھی اوس کے ہی میں ماتم سوں نہ پایا تھا فراغ ۔۔ نہیں سینے سے مٹا تھا نہ ترے باپ کا داغ

ہائے ان داغوں کے جلتا ہوا جل ہوں گا بھسم ۔۔ تس پہ یہ داغ ملے ہے مجھے بالائے داغ

فاطمہ نے فرمایا، یا علی، اوس مصیبت میں صبر کیا، اِس مصیبت میں بھی صبر فرما، اور ایک ساعت کہیں نہ جا، کہ دم میرا گنتی[4] میں پڑا ہے۔ یہ کہتی تھی اور جامے فرزندوں کے دھوتی رکھتی اور اون کے [۶۷ الف] مونہہ دیکھ آہِ حسرت اینچ، کہتی تھی: کاش جانتی میں کہ بعد میرے تم پر کیا ہوے گا اور آخر کار تمھارا کہاں لگ پہونچے گا۔ حسنین ماں کی یہ باتیں سن رونے لگے اور فاطمہ کہی، اے جانانِ مادرہ ایک ساعت گورستانِ بقیع میں جاؤ اور اپنی ماں کے حق میں دعا فرماؤ۔ حسنین سدھارے اور

۱۔ گربدیدے فاطمہ در عرصہ گاہِ کربلا ۔۔ رُخے گرد آلودہ و رخسارہ پُر خونِ حسین

ساکنانِ آسماں بگریستندے برملا ۔۔ آنچناں بگریستے کز گریہ ہائے زارِ او

۲۔ یک داغ نیک ناشدہ، داغِ دگر نہد ۔۔ ہر دم زمانہ داغ غم بر جگر نہد

۳۔ اصل: زمانا۔

۴۔ دم گنتی گنتی: گنتی میں پڑا ہے ترجمہ ہے کاشفی کے فارسی فقرے "نفسم بشمارہ افتادہ است" نفس شماری کنایہ ہے حالتِ نزع سے۔

فاطمہ بستر پر تکیہ دے، حضرت امیر سے کہی، ذرا بیٹھو کہ وقت رخصت ہے اور اسما بنت عمیس[1] کوں بولا کہا، کھانا حاضر کر، جوں فرزند میرے آویں، نوش جان فرما دیں کہ ونہیں صاحبزادے آئے۔ اسمار نے اون کوں ایک اور مکان میں بٹھا کھانا لائی۔ شاہزادوں نے کہا اے اسماء کبھو دیکھا ہے توں نے کہ بغیر ماں کے کھانا کھائے ہیں۔ اسما نے کہا ماں کا جیو کا ہلا[2] ہے۔ تم [۴۷ ب] نوش کرو۔ رو کر کہے کہ ہمیں بغیر ماں کے کھانا گوارا نہیں۔ اور اوٹھ کر ماں کے حجرے میں جا، دیکھے کہ مادر مہربان بستر بیماری پر تکیہ دے لیٹی ہیں، اور پدر بزرگوار سرہانے اون کے بیٹھے ہیں۔ جوں حضرت فاطمہ نے اون کوں دیکھا، حضرت امیر سے کہا، یا علی، ایک ساعت ان کوں میرے باپ کی قبر پر بھیج، کہ میں حق تعالیٰ سے بھید اپنا کہوں[3]۔ حضرت امیر نے کہا اے جانان پدر، ایک فترہ اپنے دادا کی قبر پر جاؤ کہ ماں تمہاری بیمار ہے۔ حسنین روتے ہوئے حجرے سے باہر نکلے۔ حضرت فاطمہ نے کہا، یا علی، ایک ساعت بیٹھو۔ اور سر میرا اپنے زانو پر دھر کہ مجھ عمر سے کچھ اب باقی نہیں رہا۔ حضرت امیر نے کہا۔ اے فاطمہ مجھے قوت ان باتیں سوننے کی نہیں، اور طاقت اس حال دیکھنے

۱۔ اسماء بنت عمیس الخثعمیہ، یا ام المومنین حضرت میمونہ کی بہن تھیں۔ اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبش کی طرف ہجرت کرنے والوں میں یہ بھی تھیں۔ وہاں ان کے بطن سے محمد، عبداللہ اور عون پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے مدینہ کو ہجرت کی۔ حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کی زوجیت میں آئیں اور ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد حضرت علی نے ان سے شادی کی ان سے یحییٰ بن علی بن ابی طالب پیدا ہوئے۔ ابن الکلبی کا خیال ہے کہ عون بن ابی طالب کی ماں بھی یہی اسماء ہیں۔ (الاستیعاب ۴: ۱۷۸۴؛ الاصابہ ۴: ۲۲۵؛ اسد الغابہ ۵: ۳۹۵؛ طبقات ابن سعد ۸: ۲۸۰)

۲۔ کاہلا، (پنجابی) تیز: مراد یہ ہے کہ ان کی طبیعت بے چین ہے۔ اصل فارسی میں ہے: مادر شما اندک ملالے دارد۔

۳۔ اصل فارسی عبارت یہ ہے: یک زماں ایشاں را بسر روضۂ پدرم فرست تا با خدائے خود راز گوئیند و نیاز عرضہ دارند (روضۃ الشہداء: ۱۱۱) ظاہرا فضلی، کاشفی کی عبارت کا مطلب غلط سمجھے:

کی نہ۔ فاطمہ نے کہا، یا علی، ایسی راہ درپیش آئی کہ بالضرور[1] جایا چاہیے۔ اور ایسے غم نے دل میں جوش مارا/ کہ بے اختیار کہا چاہیے۔ ایک دم بیٹھو اور بات میری گوش کر، اور شربتِ تلخ [۶۸ الف] فراق جوں جانے توں نوش کر۔ حضرت امیر بیٹھے، اور حضرت فاطمہ کا سر زانو پر رکھے۔ لیکن جوں فاطمہ آنکھ کھول دیکھی کہ حضرت امیر مثلِ ابرِ بہار زار زار روتے۔ فاطمہ نے کہا، یا علی، وقتِ وصیت ہے، نہ ہنگامِ گریہ و تعزیت۔ حضرت امیر نے کہا، یا سیدۃ النسار، کیا وصیت ہے۔ فاطمہ نے کہا، چار وصیتیں، اول یہ کہ اگر تیری جناب میں مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہووے تو بخشیو۔ حضرت امیر نے فرمایا، حاشا کہ اس مدت میں کچھ ایسا تم سے واقع نہیں ہوا کہ باعث میری دل آزردگی کا ہووے۔ تم ہمیشہ میری غمگسار رہیں[2]، نہ دل آزار، اور میں نے تمھیں وفادار پایا، نہ جفاکار۔ پھر فاطمہ نے کہا، دوسری وصیت یہ کہ میرے بچوں کوں عزیز رکھیو، اور ہاتھ مہر و شفقت کا ان سے سر سے نہ اٹھائیو، اور اگر کچھ تقصیر ان سے واقع / ہوئے تو معاف فرمائیو [۶۸ ب] کہ بے مادر ہیں۔ تیسرے یہ کہ مجھے رات کوں دفن کیجیو[3] کہ جیوتے جیو نظر بیگانے کی میرے قد و بالا پر نہیں پڑی۔ تیوں ہی بعد مرنے کے نظر کسو کی میرے جنازے پر نہ پڑے۔ چوتھے یہ کہ پانو میری زیارت سے نہ اینچیو کہ مجھے تم سے کمال اُنس تھا۔ حضرت امیر نے یہ بات سن فریاد اٹھا بیقرار ہو۔ کہا، اے فاطمہ قبول کیا میں نے، لیکن توں بھی کرم کر، اور میری بھی وصیتیں قبول دھر۔ فاطمہ نے کہا فرماؤ۔ حضرت امیر نے کہا، اول یہ کہ اگر تیری خدمت میں مجھ سے کچھ تقصیر ہوئی ہو معاف فرمائیو۔ دوسرے یہ کہ جب پدر بزرگوار اپنے سے ملاقات کرے، سلام مجھ جدا ہوئے، دل جلے کا اور غم و دکھ اینچے ہووے کا عرض کیجیو۔ تیسرے یہ کہ میری طرف سے کچھ

۱۔ اصل: بالضرور۔

۲۔ اصل: رہی

۳۔ رات کو دفن کرنے کا ذکر متعدد مصادر میں ہے۔ (دیکھیے، اسد الغابہ ۵: ۵۲۴؛ طبقات ابن سعد ۸: ۲۹)

۴۔ اصل: ہیں۔

اوس جناب میں گلہ نہ کریو۔

[۶۹ الف] بند مرثیہ/

کیونکہ اے فاطمہ تو لختِ جگر ہے اوس کی   میں نے آزردہ اگر تجکوں کیا ہووے کبھی
وہ نہ ملا بخشیو، کہیو نہ پیمبر سیتی   الاماں تجھ گلہ سے مانگتا عرشِ اعظم

فاطمہ نے کہا کبھو اس مدت میں کچھ ایسا تم سے نہ دیکھا میں نے کہ موجب گلہ ہووے۔ یہ کہتی تھی کہ یکایک باہر سے آواز حسنین کے رونے کی آئی اور دروازۂ حجرے پر آ کہے، اے پدر بزرگوار، دروازہ کھول، کہ دیدار آخری اپنی ماں کا دیکھیں اور رخصت ہوویں۔ حضرت امیر نے دروازہ کھول پوچھا، اے جانانِ پدر، تم نے کیوں کر جانا کہ ماں تمہاری اس وقت دنیا سے جاتی ہے۔ حسنین کہے، اے پدر مہربان ہم ابھی دادا کی قبر پر نہ پہونچے تھے کہ آواز رونے کی سونی، کہ ابراہیم
[۶۹ ب] خلیل کہتے تھے، یتیمانِ فاطمہ زہرا آئے اور اسماعیلِ ذبیح/ کہتے تھے، شفیعانِ روزِ جزا آئے۔ اور دادا نے فرمایا کہ میرے جگر گوشے آئے۔ جوں دادا کی قبر پر پہونچے، سلام کیے، مرقدِ جدِ بزرگوار سے آواز آئی کہ اے فرزندو، پھرو، اور دیدار آخری اپنی ماں کا دیکھو کہ ارواحِ پیمبرین[1] تمھاری ماں کے استقبال کو آئی ہیں۔ ہم دو نہیں پھرے۔ یہ کہتے ہوئے حجرے نوں جا زمین پر پچھاڑیں کھا، روتے، ماں سے پلچ[2] کہے، اے مادرِ مہربان آنکھیں کھول، اور ہم غریبوں سے بول، اپنے یتیموں کوں نظرِ شفقت سے نواز اور اپنے بیکسوں کوں حرفِ مرحمت سے کر سرفراز؛

نظرے کن کہ فراقت دلِ ما را خون ساخت   سخنے گو کہ ز ہجرت جگرِ ما بگداخت
[۷۰ الف] کیوں یتیمی کی فوج ہم پہ ابھی سے آ تاخت   یہ تو بن مادری کا وقت نہ تھا کیا کریں ہم/

جوں آواز حسنین کی فاطمہ کے کان میں پہونچی، آنکھیں کھول، ہاتھ اوٹھا دونوں کوں گلے لگا بولیں، اے مظلوماں، مادر نہیں جانتی کہ بعد میرے تم پر کیا ہووے گا۔ پھر بیٹیوں کوں بولا؛

۱۔ "ارواحِ پیمبراں" کی جگہ فضلی نے "ارواحِ پیمبرین" استعمال کیا ہے۔
۲۔ پلچ: لپٹ۔

حضرت امیر پاس سب کوں سونپا. اور اُمِّ سلمہ کوں کہا پانی لاؤ کہ نہاؤں. امِّ سلمہ پانی حاضر
کی. سیدۃ النسا نے غسل کر،[۲] اور کپڑے پاک پہن فرمائی کہ بچھونا میرا ایوان میں بچھاؤ. پھر داہنے
پہلو لیٹ، مُنہہ قبلہ طرف کر، ہاتھ رخسار تلے رکھ، اسما کوں کہا، ایک دن جبرئیل میرے پاس آیا
اور تھوڑا کافور بہشت واسطے حنوط کے لایا. باپ میرے نے اوس کے تین حصّے کیے. ایک حصّہ
آپ لیے اور دو مجھے دیے. کہے ایک حصہ تیرا اور ایک علی کا. اے اسما وہ کافور فلانی جگہ ہے اوس
میں سے چالیس مثقال لے کر مجھے حنوط کرا اور باقی واسطے علی کے دھر. اسما نے بموجب فرمودہ عمل [۰۰ ب]
کیا. پھر کہا اے اسما، باہر جا. اور مجھے چھوڑ تنہا، تا ایک ساعت بھید اپنا حق سے کہوں. اسما باہر گئی
اور ایک ذرہ صبر کیی آواز حضرت فاطمہ کے رونے کی سونی. اندر جا دیکھی کہ سیدۃ النسا روتی اور
حق تعالیٰ سے مناجات کرتی، خداوندا واسطے حرمت میرے باپ محمد مصطفیٰ کے، اور واسطے
درد دل علی مرتضیٰ کے اور واسطے سوز دل حسن و حسین اور بیٹیوں غم مبتلا کے کہ میرے باپ
کی امت پر رحم کیجو اور پروردگار ان کے گناہوں سے درگذر لیو. اتنے میں اسما پر رونے نے
غلبہ کیا. حضرت فاطمہ نے پھر دیکھ کر کہا. اے اسما تجھے نہ کہا میں نے کہ مجھے اکیلا چھوڑ اور ایک
ساعت پیچھے پوکار. اگر جواب دیی تو فبہا ورنہ [اپنے] پروردگار پاس گئی. پھر اسما گھر سے [۱۔ الف]
باہر نکل ایک ساعت انتظار کر پوکاری، یا قرۃ العین رسول، جواب نہ سونی. پھر پوکاری یا
سیدۃ النسا آواز نہ آئی. اندر جا چادر مونہہ سے اوٹھا دیکھی کہ حجرۂ فنا سے عالم بقا میں سدھاری.

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن [۰۲ الف]

۱۔ صحیح ام سلمیٰ. ابو رافع کی بیوی تھیں ان کا ذکر مسند احمد بن حنبل میں ملتا ہے ابن الاثیر نے ان کا ذکر مختصر حال لکھا ہے اور یہ روایت تفصیل سے نقل کی ہے (اسد الغابہ ۵. ۵۹۰) نیز دیکھیے مقتل الحسین للخوارزمی ۱ : ۸۱) اور طبقات ابن سعد (۸، ۲۷-۲۸) حبیب السیر (وقائع سال یازدہم) میں "سلمیٰ آزاد کردہ حضرت مصطفیٰ" لکھا ہے. پھر موالیات کی فہرست میں بھی ان کا نام "سلمیٰ ام رافع" لکھا ہے. ص ۴۲۸.

۲۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ اسما بنت عمیس اور حضرت علی انھیں غسل دیں.

چنانچہ ان دونوں نے غسل دیا یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ غسل میت، وفات کے بعد واجب ہوتا ہے: زندگی میں غسل کر لینا اس کی قائم مقامی نہیں کر سکتا.

۳۔ پوری روایت حبیب السیر (وقائع سال یازدہم) میں بحوالہ کشف الغمہ مندرج ہے.

تیسری مجلس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی رَوَّحَ أَرْوَاحَ الْمُحِبِّیْنَ بِنَسِیْمِ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَعَطَّرَ مَشَامَ الْمُشْتَاقِیْنَ بِآثَارِ شَمِیْمِہٖ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَآنَسَ قُلُوْبَ الْعَاشِقِیْنَ فِی غَلَبَاتِ شَوْقِہِمْ وَطَیَّبَ حَالَاتِہِم بِالْاِشْتِغَالِ بِقَوْلِ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَنَوَّرَ عُیُوْنَ الْعَارِفِیْنَ وَجَمَالَ الْعَاشِقِیْنَ بِنُوْرِ مَعْرِفَۃِ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَسْرَجَ مِشْکٰوۃَ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَأَحِبَّاءِ الرَّاسِخِیْنَ وَزَیَّنَ مَحَافِلَہُمْ بِدَوَامِ ذِکْرِ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ أَجْمَعِیْنَ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥/ [۴۲ ب]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

بند سیویم از مرثیۂ محتشم علیہ الرحمہ

برخوانِ غم چوں عالمیاں را صلا زدند　　اول صلا بسلسلۂ انبیا زدند
نوبت باولیا چو رسید آسمان طپید　　زان ضربتے کہ بر سرِ شیرِ خدا زدند
پس آتشے ز اخگرِ الماس ریزہا　　افروختند و بر حسنِ مجتبیٰ زدند
وانگہ سرادقے کہ ملک محرمش نبود　　کندند از مدینہ و در کربلا زدند
وز تیشۂ ستیزہ دراں دشتِ کوفیاں　　بس نخلہا ز گلشنِ آلِ عبا زدند
پس ضربتے کزاں جگرِ مصطفیٰ درید　　بر حلقِ تشنۂ خلفِ مرتضیٰ زدند
اہلِ حرم دریدہ، گریبان، کشادہ مو　　فریاد بر درِ حرمِ کبریا زدند
روح الامین نہادہ بزانو سر حجاب
تاریک شد ز دیدنِ او چشمِ آفتاب/ [۴۳ الف]

یہ مجلس ہیگی تیسری جس میں شہادت اب
شاہِ نجف کی ہے جسے سوتنا[1] محال ہے

اہلِ سیر معتبر شہادت امیر المومنین حیدر صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کوں یوں روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر علیہ السلام جنگ نہروان سے فارغ ہوئے، فرمائے کون ہے کہ خبر فتح میری کوفے میں پہونچاوے۔ ابن ملجم لعین نے کہا، یا امیر المومنین حکم ہوئے میں جاؤں اور یہ خوش خبری فتح اہلِ کوفہ کوں پہونچاؤں۔ حضرت فرمائے، جا اور کام اپنا بھی بنا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اصل ابن ملجم لعین کا مصر سے تھا۔ اور ایک روایت[2] ہے کہ جب حضرت جنگ نہروان کوں متوجہ ہوے، سب طرف سے مدد بلوائے۔ یمن سے بھی دس شخص آئے۔ ابن ملجم لعین اون میں تھا۔ ہر ایک نے اون دسوں سے تحفہ اور تبرک حضرت کوں نذر گذرانے/ اور حضرت قبول فرمائے۔ اور ملعون نے شمشیر [۴۰ ب] قیمتی پیش کش کی اور حضرت نے قبول نہ فرمائی۔ عرض کیا کہ سب کی نذر قبول ہوئی اور میری نہ ہوئی کیا کم طالعی میری۔ حضرت نے فرمایا، کیوں کر لوں حال آنکہ مراد تیری اس تلوار سے یہ آوے اور وار اس کا تیرے ہاتھ سے میرے سر پر بیٹھے۔ ملعون رونے لگا، اور عرض کیا، یہ خیال محال ہرگز میرے دل موں نہیں اور اگر تحقیق ہے پس حکم ہوئے کہ دونو ہاتھ میرے کاٹیں۔ حضرت نے فرمایا یہ دونو بات ہونی ہے اور مجھے رسولِ صادق نے خبر دی ہے۔ لیکن بغیر فعل نہ ہونے کے حد لازم نہیں۔ القصہ جب اوس ملعون نے رخصت پائی کہ فتح [کی] خبر کوفے میں پہونچاوے، چلا اور کوفے میں پہونچ خبر فتح ہر ایک کوں دیتا تھا۔ ناگاہ ایک دروازہ پر پہونچا/ [۴۱ الف] آواز راگ کی سونا، کھڑا ہو نعرہ مارا اور ان لوگوں کوں اوس بدعت سے منع کیا۔ یک مرتبہ اندر سے کئی عورتیں نکلیاں۔ درمیان اون کے ایک عورت سلیطہ[3]

۱۔ سوتنا = سوچنا۔

۲۔ تفصیلات شیخ مفید کی الارشاد: ۸ ، اور دوسرے تاریخی مصادر میں دیکھے جائیں۔

۳۔ سلیطہ: زبان دراز اور بدزبان عورت۔ "زن سلیطہ سگ بے قلادہ است"۔ (دہخدا، امثال وحکم ۲، ۹۲۵)

جمیلہ قطامہ[1] نام۔ جوں نظر اوس رُوسیاہ کی اوس ملعونہ پر پڑی، آگ عشق اوس کے کی بیچ انگیٹھی سینۂ پُرکینہ میں روشن ہوئی۔ ایک دل نہ سَو دل سے عاشق ہوا، اور پردۂ شرم و حیا کا مونہہ پر سے اُٹھا، پاس اس ملعونہ کے جا کہا، کس قبیلہ سے ہے۔ کہا بنی تیم، وہ قبیلہ خوار جون کا تھا، اور حضرت امیر نے بیچ جنگِ نہروان کے باپ بھائی اوس ناپاک کا دس لعینوں سے نار جہنم بھیجا تھا۔ ابن ملجم لعین نے کہا، رانڈ ہے یا خصم رکھتی؟ کہی رانڈ ہوں لیکن خصم چاہتی۔ ملعون نے کہا، مجھے قبول کرے گی۔ ملعونہ کہی، تین شرط سے۔ اول لونڈی
ب] خوب صورت کہ ثانی اوس کی/ پیدا نہ ہووے، دویم دس ہزار اشرفی نقد مہر قبولے۔ تیسرے قتل علی ابن ابی طالب اختیار کرے۔ ابن ملجم لعین کہا کنیز و مہر قبول، لیکن مارنا علی کا مشکل ہے، کیوں کہ وہ شہ سوار مشرق اور مغرب کا اور گردن توڑنے والا گردن کشانِ عرب کا۔ ترجمہ[2]

جب اینچے وہ شہ ذوالفقار از غلاف | پڑے ڈر سیتی لرزہ در کوہِ قاف
جب اوس ہاتھ میں نیزہ گردان ہووے | بلائے دلیران دگردان ہووے

ملعونہ نے کہا سب چیز سے گذری لیکن قتل علی سے نہیں گذرتی۔ جب لگ کینہ اپنے باپ بھائی کا اوس سے نہ لوں۔ آرام نہ پکڑوں اور مہر میرا مارنا علی کا ہے۔ اگر میرا ملاپ چاہے یہ کام اختیار کر، وگرنہ جان کہ ہرگز مجھے نہ دیکھا تھا۔ وگر جو دیکھا تھا تو خواب بیچ دیکھا تھا۔ ملعون
الف] جوں یہ بات سونا، آگ دشمنی اوس کی نے شعلہ اینچا اور دیگ/ جاہلیت اوس کی جوش میں آئی[3]۔ اور کہا قسم خدا کی علی سچ کہتا تھا۔ اس شہر میں نہ آیا میں مگر واسطے قتل علی کے۔ اے قطامہ قبول کیا

۱۔ اس کا نام قطامہ نہیں، قطام بنت الاخضر بن شجنہ ہے (ابو الفرج الاصفہانی: مقاتل الطالبیین ۲۲)، حبیب السیر میں قطام دختر اشجع تیمی لکھا ہے۔ ابن کثیر نے قطام بنت الشجنة لکھا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۷: ۳۲۶) اس کا باپ اور بھائی حضرت علی کے ہاتھوں جنگ نہروان میں مارے گئے تھے۔

۲۔ چو او برکشد ذوالفقار از غلاف | زہیبت فتد لرزہ بر کوہ قاف
چو در دست او نیزہ گرداں شود | بلائے دلیراں دگرداں شود

۳۔ فضلی کہنا چاہتے ہیں کہ اس کی جاہلیت کی دیگ جوش میں آئی۔

اور قتلِ علی پر کمر باندھا. ملعون نے شمشیر اپنی اوس ملعونہ کو گرو دے کر، حضرت کے پاس آیا.
اوس وقت کہ حضرت کوفے میں داخل ہوے تھے اور اہلِ کوفہ استقبال کو گئے تھے. لیکن
حضرت امیر دروازۂ مسجدِ کوفہ میں پہونچ گھوڑے سے اترے، قدم مسجد میں رکھے اور نماز ادا کر
منبر پر سدھارے اور ایک خطبۂ الٰہی اور نعتِ رسالت پناہی ادا فرما، حاضروں کو عذاب
الٰہی سے ڈرائے اور ثواب جاودانی سے امیدوار کیے. پھر منبر کے داہنی طرف دیکھے حضرت
امام حسن کوں دیکھ پوچھے یا بُنیّ کم مضیٰ من شہرنا ھذا، یعنی اے فرزند اس مہینے سے
کے دن گذرے، اور وہ ماہ رمضان تھا. شاہزادہ نے کہا تیرہ [۱۳] دن. پھر بائیں طرف منبر کی [۵، ب]
دیکھے، حضرت امام حسین کون دیکھ پوچھے، یا بُنیّ کم بقی من شہرنا ھذا، یعنی اے فرزند
اس چاند کے کے دن باقی رہے. عرض کی کہ ستر[۱۷]ہ دن. تب حضرت امام نے ہاتھ اپنے محاسن
پر رکھ فرمائے، اس چاند میں داڑھی میری کوں میرے سر کے لہو سے خضاب کرے بدبخت
ترین امت. اور مارنا میرا چاہتا ہے ایک نامرد قبیلہ مرادے. حال آنکہ اپنی مراد کو ہرگز نہ
نہ پہونچے. میں نے اوس سے نیکی کی ہے اور وہ مجھ سے برائی کرے. یہ کہہ کر ہائے ہائے تمام ہوئے
ریشِ مبارک تر ہوئی. اور حاضرانِ مجلس بھی روئے. پھر حضرت نے کہا، اے یارو، نہ جانیو
میں مرگ سے ڈرتا ہوں، نہ نہ، بلکہ ہمیشہ آرزومند مرگ کا تھا اور انتظار شہادت کرتا تھا. [۶، الف]

مرگ مارا زندگیِ دیگر است

لیکن رونا میرا ان بچوں مظلوم لیے ہے کہ اب دردِ غریبی میں مبتلا ہیں اور بعد میرے سوزِ یتیمی میں
گرفتار ہوئیں گے. پھر کہے اے حاضراں سلام میرا غائبوں کوں پہونچائیو اور یہ سونائیو کہ جب میرے
بچوں کو شہید کریں اور تمھیں خبر پہونچے، ان کی مصیبت پر روئیو کہ رونا تمہارا واسطے میری اولاد
کے ضائع نہ ہوے گا. ترجمہ:

جو کوئی میرے فرزندوں لیے کھاوے گا غم ہوئے گی حد سے زیادہ شادی محشر اوسے

ن: حُسن کی جمع (خلافِ قیاس) بدن کے خوبصورت مواقع، ڈاڑھی مونچھ (پلیٹس ۱۰۰۶؛ فوربس: ۳۳۴)
کا مصرع ہے: ہے محاسن علامتِ مردی (معراج نظم، ص ۲)
روضۃ الشہدا (ص ۱۳۲) میں مندرجہ اشعار حسب ذیل ہیں. فضلی نے تیسرے اور چوتھے دو شعروں کا مفہوم
آخری شعر میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے.

(باقی اگلے صفحہ پر)

اے عزیزد ایک دم حالِ حسن کوں کر کے یاد ۔۔۔ زندگی کڑوی کر و زہراب دے کا فرادے
۲، ب] کربلا میں تشنہ لب رکھ اوّلیں شبّیر کوں ۔۔۔ چور پھر زخموں میں کر آخر، دیے خنجر ادے

پھر مسجد سے باہر آئے۔ اوس روز سے ایک دن حضرت امام حسن کے گھر افطار فرماتے اور ایک دن حضرت امام حسین کے گھر۔ لیکن زیادہ تین لقمہ سے نوش جان نہ کرتے۔ شاہزادوں نے عرض کی یا امیر کیوں زیادہ تناول نہ فرماتے۔ فرماتے، نزدیک ہے کہ طرف درگاہِ الٰہی کے جاؤں پس چاہتا ہوں کہ جوں حکم حق تعالیٰ پہونچے آلودہ نہ رہوں[۱]۔ لیکن ابن ملجم ملعون اسی رات سے قطامہ سلیتہ کے گھر تھا اور اوس ملعون نے دو ملعون قبیلہ اپنے سے پیدا کیے، کہ ایک کا نام شیث[۲] لعین اور دوسرے کا وردان[۳] ملعون، کہ ابن ملجم لعین کے ساتھ مددگار اور رفیق رہیں۔ وہ تینو
۱، الف] خارجی ہمیشہ قطامہ زانیہ کے گھر شراب پیوتے اور منتظر فرصت رہتے، جب لگ کہ اونیسویں رات رمضان کی آئی، حضرت امیر تمام رات عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے اور مطلق نہ سوئے۔ ہر ساعت صحن گھر میں نکل آسمان کوں دیکھ فرماتے، صدق یا رسول اللہ، کیا چیز مانع ہوئی کشندے میرے کوں مارنے میرے سے۔ تب لگ وہ وقت ہوا کہ مسجد میں سدھاریں وضو کر اور کمر باندھ، فرمائے کمر کوں سخت باندھ واسطے مرگ کے کہ تجھ سے ملاقات کرے گی۔ لیکن جوں حضرت

ہر کہ امروز از برائے آں شہیداں غم خورد ۔۔۔ باشد از اندازہ بیروں شادی فردائے او
اے عزیزاں یک رہ از حالِ حسن یاد آورید ۔۔۔ کشتہ تلخ از زہرِ دشمن لعلِ شکر خائے او
پس براندیش آنگہ از قتلِ حسین ابن علی ۔۔۔ وز غمِ اولادِ پاک و عترت والائے او
تشنہ لب، خستہ جگر، مجروح تن پُر غصّہ دل ۔۔۔ درمیانِ خاک و خوں پنہاں رخِ زیبائے او

۱۔ شیخ مفید، الارشاد : ۷
۲۔ شیث تصحیف ہے، صحیح نام شبیب بن بجرۃ الاشجعی ہے (الاستیعاب ۳: ۱۱۲۴؛ مقاتل الطالبیین: ۳۲)
ابن کثیر نے شبیب بن نجدۃ الاشجعی الحروری لکھا (البدایہ ۷، ۳۲۶) تاریخ ابن خلدون میں شبیب بن شجرہ
ہے (۲: ۱۱۳۲) طبع بیروت ۱۹۵۶ء
۳۔ وردان بن مجالد قبیلہ تیم الرباب سے تھا (مقاتل الطالبیین: ۳۲)

صحن گھر میں پہونچے اود چلے مرغابیاں کئی ایک گھر میں تھیں، حضرت کے پاؤں میں لپٹیں اور چونچوں سے دامن حضرت کا پکڑ نہ چھوڑتیں تھیں کہ باہر سدھاریں. لمؤلفہ

مرغابیاں جو گھر موں تھیں دامن میں ہوکے ضم | تجھید کر دھنو کوں علی آگے دھر قدم
بوجھیں تھیں شاہ باز د کبوتر کا واقعہ | باہر نہ جانے دیتیں تھیں فریاد کر بہم [۸۰ ب]

اون نور دیدہ وں سے کہے شاہ انس و جاں | مانع ہوئیں امیر کی تب اون کوں بیٹیاں
ہے ان کی زندگانی کے شہپر کا واقعہ | ہاتھ ان سے رکھو مجھ پہ ہیں یہ رونے والیاں

جوں حضرت کی بیٹیوں نے چاہا کہ اون کو دور کریں، حضرت نے کہا، منع نہ کرو کہ یہ ماتم کرنے والیاں میری ہیں. حضرت امام حسن نے عرض کی، اے پدر بزرگوار یہ کیا فال ہے کہ فرماتے، اور دل ہم دردمندوں کا جلاتے. فرمائے، اے فرزند یہ فال نہیں لیکن دل میرا گواہی دیتا ہے کہ اس مہینے میں سب شہید دل میں ہوگا. پھر سب فرزندوں سے ایک ایک کوں بطریق وداع باتیں سوناتے تھے. اور در و دیوار سے آواز الوداع والفراق فرمائے. ترجمہ[۲]:

اب چلا ہوں صحبت دیرینہ چھوڑ کر | باندھ کر اسباب دل دنیا سے توڑ [۸۰ الف]
چھوڑ دل شادی اور غم عالم کا سب | چھوٹوں غم غصے سے وقت آیا ہے اب
بس کہ اس زنداں میں ہم محنت کیے | مسند جنت بنی ہے ہم سیے

پھر جوں گھر سے باہر قدم رکھا قلابہ دروانے کا حضرت کے پٹکے میں اٹکا او ر پٹکا کھل زمین پر گرا. حضرت نے پھر کمر بند کوں اوٹھا کمر کوں کس باندھی اور مسجد طرف قصد کر، فرمائے:

خلوا سبیل المؤمن المجاهد | فی اللہ لا یعبد غیر الواحد

---

۱. چونچ: چونچ.

۲. شیخ مفید: الارشاد ۸.

رخت بربستیم و دل برداشتیم | صحبت دیرینہ را بگذاشتیم
وقت شد کز غصہ و غم وارہیم | بر غم و شادیِ عالم پا نہیم
مسند جنت بہر ما آراستہ | ما دریں زندان محنت کاستہ

یعنی راہ دو مومن جہاد کنندہ کو بیچ راہِ خدا کے کہ ہرگز سوا معبودِ یکتا کے پرستش کسو کی نہیں کیا.
پھر جوں مسجد میں پہونچے، قندیل مسجد کی خاموش ہوئی تھی اور مسجد میں اندھیرا تھا. حضرت نے
اذان کہی اور لوگوں کوں واسطے نماز کے آواز دی. لیکن جوں قطامہ ملعونہ نے آواز حضرت کی
[٨، ب] سونی، ابن ملجم لعین کوں جگا کہی، اوٹھ کر علی مسجد میں آیا. کوئی دم میں لوگ مسجد میں آویں. فرصت
نہ پاوے گا. شتاب جا اور علی کوں مار، مراد اپنی مجھ سے حاصل کر. ملعون اوٹھا اور شمشیر زہر آلود لی،
مسجد میں سوئے ہوؤں کے درمیان چھوپا. اور وہ دو نو ملعون کہ رفیق تھے، مسجد میں انتظار اوس
لعین کا کرتے تھے. لیکن حضرت اذان سے فارغ ہو، مسجد کے سوئے ہوؤں کوں آواز کر، پاؤں
اپنا ابن ملجم لعین پر مار کہے، اوٹھ نماز کر اور اس طرح مت سو کہ خواب شیطان ہے اور جس قصد
پر کہ آیا ہے، شتابی کر کہ بہی آن ہے اور چاہے تو کہوں کہ تیرے دامن میں کیا چھوپا ہے.

[٩، الف] تاریخ طبری میں لکھا ہے[1] کہ حضرت ابھی اذان میں تھے کہ شبیث لعین نے وردان ملعون کو کہا،
آ ہم دونوں تلوار چلاویں اگر ایک سے خطا ہووے تو دوسرے کی لگے. اور ابن ملجم کوں کہا،
توں اندر قدم دھر، اگر ہم سے کام نہ ہووے، توں کام اپنا کر. لیکن جوں حضرت اذان کہہ قدم
مسجد میں رکھے، شبیث لعین نے شمشیر چلائی، طاق مسجد پر لگی اور ٹوٹی. وہیں وردان
نے تلوار چلائی، دیوار مسجد پر بیٹھی. ابن ملجم لعین نے کہا، واویلا، ابھی لوگ پہونچیں اور ہمیں پکڑ لیں
شمشیر اینچ کر محراب میں آیا اور صبر کیا کہ حضرت نے سر سجدے سے اوٹھایا، وہیں اوس حرامزادہ روسیاہ
نے شمشیر چلائی. قضا سے اوس جاگہ لگی، جہاں جنگ خندق میں عمرو ابن عبد وُد[2] لعین نے زخم مارا تھا.
[٩، ب] جوں [وہ] شمشیر اوس زخم پر پہونچی، آہ مغز تک سر مبارک پھٹ گیا. اور حضرت نے کہا فزتُ
بربّ الکعبہ، یعنی، خلاص ہوا میں قسم خدائے کعبہ کی. تب ابن ملجم لعین بھاگا اور شہرہ پڑا کہ حضرت
امیر کوں شہید کیا. خلائق یک مرتبہ مسجد میں آئی. لیکن جوں شہزادوں نے یہ خبر دل سوز غم اندوز سونی

١۔ تاریخ طبری: ٦ : ٨٥ .

٢۔ عمرو بن عبد وُدّ العامری (مقتول ۵ ہجری) قریش کے فارسوں اور شجاعوں میں تھا. اس نے اسلام کا زمانہ پایا لیکن مسلمان نہ ہوا. جنگ خندق میں ٨٠ سال کی عمر میں مشرکین کی طرف سے شریک تھا، اسی جنگ میں یہ حضرت علی رض کے ہاتھ سے مارا گیا.

گریباں چاک کر اور چیرے زمین پر ٹپک مسجد میں سدھارے۔

اوس حال سیتی داخل مسجد جب آ ہوئے　　ہر طرف اضطراب سوں رو رو نظر کیے
بابا نظر پڑا نہ وہاں ڈھونڈنے لگے　　کس جا ہوا ہے وارث سرپر[1] کا واقعہ

ہے ہے دولو کی جا پڑی یک بارگی نگاہ　　منبر پڑا ہے خالی و منبر کا بادشاہ
محراب میں پڑا ہے تجھا اپنا قبلہ گاہ　　کہے کاش ہوتا ہم دو برادر کا واقعہ

دونوں یتیم باپ سے پلیچے[2] اور رونا شروع کر، تلوے باپ کی آنکھوں پر ملنے لگے۔ لمولفہ

[۸۰ الف] بابا کا پاسے شق ہوا سر گود لے حسن　　شمشیر دیکھی پیر گئی سر موں مغز چھن
پاؤں اوپر حسین گرے سایے کی نمن[3]　　دیکھ ہوئے اپنے باپ سے دلبر کا واقعہ

اوس وقت حضرت ہاتھ اپنے سے لوہو اپنے مونہہ اور ڈاڑھی پر ملتے تھے اور کہتے تھے اس حال سے رسول خدا کوں دیکھوں، اور اس صورت سے فاطمۂ زہرا سے ملاقات کروں اور اس ہیئت سے حمزۂ سیّد الشہدا سے ملوں، اور اس شکل سے بھائی جعفر طیّار کوں دیکھوں۔ حسنین اور بزرگان کوفہ باتوں پر روتے تھے اور لوٹتے تھے۔ ناگاہ ابن ملجم لعین کوں اوس کے چچا کا بیٹا پکڑ گھسیٹتا لایا اوس حضرت نے امام حسن کوں فرمایا کہ باجماعت نماز کر۔ لیکن جوں نظر ابن ملجم لعین پر پڑی، رو کر فرمائے ہائے بھائی، مگر میں بورا امیر تھا درمیان تمہارے، کہا معاذ اللہ۔ تب حضرت نے فرمایا۔ [۸۰ ب] پس کیا تھا کہ توں نے میرے بچوں کو یتیم کیا اور رخنہ میرے خانداں[4] میں ڈالا، میں تو تجھ سے بھلائی کیا تھا۔ ملعون نے کہا، جو ہونا تھا سو ہوا۔ تب حضرت نے فرمایا کہ اسے بندی خانہ میں لے جاؤ اور

۱۔ اصل میں اسی طرح لکھا ہے۔ یہ ممکن ہے سرور یا سربر ہو۔ سربر: غالب، فوقیت رکھنے والا۔ واجد علی شاہ اختر کا شعر ہے۔ (نور اللغات ۳: ۳۰۹)

گر ہم سے ہوا وہ عازم شر　　بتلاؤ تم اس سے ہو گئے سربر

۲۔ اصل: پلیچے، یہ پلیچے ہے، پلچنا: گتھنا۔ لپٹنا، چمٹنا (فرہنگ آصفیہ ۱: ۴۱۱)

۳۔ نمن: طرح، مثل۔

۴۔ اصل: خانہ داں۔

کھانے پہونے سے جو میں کھاؤں اوسے کھلاؤ، اور ہرگز دانا پانی اس پر بند نہ کرو۔ اگر میں شفا پایا جو کچھ کر خواہش میری ہوے گی سو کروں گا۔ اگر فوت ہوا، ایک ضرب سے زیادہ اسے نہ مارو ان نے بھی ایک ضرب مجھے ماری ہے[۱]، پھر فرمائے، ایضاً لمؤلفہ:

مسجد سے مجکوں لے چلو اب گھر اہلو ہاں ... دیدار آخری میرا دیکھیں جو بیٹیاں

[۸۱ الف] رخصت ہوں اونھوں سیتی بھی ہولوں ذرا وہاں ... تب ہوئی اونھوں کی زینت منبر[۲] کا واقعہ

تب حسنین حضرت کوں گلیم پر لٹا، ایک طرف سے حضرت امام حسن اور ایک طرف سے حضرت امام حسین نے کاندھوں پر اوٹھا کے لے چلے۔ اتنے میں صبح صادق نے گریباں چاک کیا۔ تب حضرت نے فرمایا وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ[۳]، یعنی اے صبح، قسم اوس کی کہ جس کے حکم سے توں نے دم نکالا، قیامت کے دن تجھے گواہ بولاؤں گا، کیونکہ تو سچ گواہی دیگی۔ اوس دن سے کہ رسول خدا پاس اول جوانی سے ایمان لایا اور نماز ادا کیا اور جو کچھ اون نے کہا قبول کیا، اور جس چیز سے کہ منع کیا، گرد اوس کے نہ پھرا، آج لگ توں نے مجھے سویا نہیں پایا۔ روز محشر کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر حاضر ہوویں، چاہیے کہ سچ گواہی دیوے توں۔ بزرگاں کو ذجوں یہ بات

[۸۱ ب] سونی زار زار رونے لگے۔ لیکن جب حضرت کوں اوس حال سے گھر موں لائے، عجیب قیامت فاطمہ کی بیٹیوں سے اوٹھی، اور آواز وادیلا و واعلیّا زمین سے آسمان لگ پہونچی۔ لمؤلفہ:

معجر[۴] سے کوئی لوہو لے کرتی تھی سر سے پاک ... کوئی پونچھتی تھی باپ کے پاؤں سے آ کے خاک

کوئی کھینچتی تھی درد سیتی آہ سوزناک ... کوئی کہتی آج ہوا ہے پیمبر کا واقعہ

اور کہتیاں، اے کاش، ماں ہماری، فاطمۃ الزہرا جیوتی ہوتی، تو یتیمی اور بے کسی ہماری پر رحم کرتی،

۱۔ تفاصیل تاریخ طبری ۲۰۶ ۸۶ میں دیکھے جائیں۔

۲۔ منبر؟

۳۔ تکویر ۸۱ : ۱۸۔

۴۔ معجر: چادر، عورت کے سر پر باندھنے کا کپڑا، اوڑھنی، پگڑی۔

یا مدینہ میں دادا کی قبر پر ہوتیاں، تا درد دل اپنا اوس قبر سے کہتیاں، اے باپ یتیموں کے اور اے پناہ بیکسوں اور غریبوں اور بے چاریوں کے ہم بغیر تیرے دنیا میں کیونکر پھریں گیاں، اور بغیر تیرے دیدار کے کیونکر زندگی کریں گیاں۔ اے پدر مہربان، ابھی ہمارا کون وقت یتیمی اور بیکسی [۸۱ الف کا تھا۔ لمؤلفہ

اے بابا کیا کریں گیاں ہم دکھیاریاں تیرے بعد — کس کوں کہ با با پکاریں ہم بچاریاں تیرے بعد

راوی لکھے ہے کہ رونا اور فغاں حضرت کے فرزندوں کا جو کوئی کہ سونتا تھا، لوہو کے آنسو سے روتا تھا۔ ترجمہ،

جس کوں دیکھوں میں، اسی سوز میں روتا گلتا[1] — جس کوں دیکھوں میں اسی آتش غم میں جلتا

حضرت ایک ایک کوں گلے لگاتے تھے اور بوسہ انھوں کے مونہہ پر دے فرماتے تھے، صبر کرو کہ تمہارے دادا محمد مصطفیٰ پاس جاتا ہوں اور ماں تمہاری فاطمۃ الزہرا سے ملاقات کروں۔ بارہا ان راتوں تمہارے دادا کوں خواب میں دیکھا میں نے کہ اپنی آستین سے گرد و غبار میرے منہ سے پاک کرتے اور فرماتے یا علی جو کچھ تجھ پر تھا، سو بجا لایا۔ پس یہ خواب دلالت کرتے ہے کہ پردہ میرے آنکھوں سے اوٹھا اوٹھ کر [۸۱ ب جلوہ کرتا ہوا محل قدسیوں میں جاؤں۔ مصرع،

مرد میں ان دلوں اس خواب کی تعبیر ہو آتی

و نہیں عمر بن نعمان جراح آیا[2]۔ جو آنکھ اوس جراح کی گھاؤ پر پڑی، منہ پر سر سے ہٹکا اور گریبان

۱۔ ہر کرا بینم بدیں سوز و الم میگرید — ہر کرا بینم ازیں آتش غم می سوزد

۲۔ گلتا یعنی گھلتا۔

۳۔ عمر بن نعمان جراح کا پتا نہ چلا۔ ایک عمرو بن النعمان بن مقرن المزنی کا ذکر الاستیعاب (۳: ۲۰۰) الاصابہ (۲: ۳۱) اسد الغابہ (۴: ۱۴۴) میں ہے۔ جو مصعب بن زبیر کے عہد تک زندہ تھے لیکن ان کے جراح ہونے کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ ابو الفرج الاصفہانی نے لکھا ہے کہ حضرت علی جب زخمی ہوئے تو سب اطبائے کوفہ جمع ہوئے۔ ان میں بڑے ماہر اثیر بن عمرو بن ہانی السکونی تھے۔ انھوں نے زخم کی حالت دیکھ کر کہا ۔۔۔ لکھنے کا وقت ہے (مقاتل الطالبین: ۳۸)

پھاڑ چیخ مار، بولا، وا ویلا، اس شمشیر کوں زہر کے پانی میں بوجھائے۔ یہ زخم مرہم پذیر نہیں۔ لمؤلفہ:

افسوس تجھ سا مقتدا، افسوس تجھ سا پیشوا　　اب گھائے ایسا کاری کھا مقتول و مظلوم ہو چلا

پھر دوسری مرتبہ آواز وا ویلا، حضرت کے فرزندوں سے اوٹھی اور یہ واقعہ شب جمعہ انیسویں ماہِ رمضان واقع ہوا۔ اور حضرت نے اوس دن وصیت نامہ لکھ فرزندوں کوں وداع کیا جب رات [الف] اتوار کی اکیسویں/ ماہِ رمضان آئی، حضرت فرمائے تا اوسے حجرۂ خاص میں لے گئے اور امّ کلثوم کوں کہے، اے فرزند دروازہ موند، امّ کلثوم نے باہر آ دروازہ بند کیا۔ اور حسنین در کے باہر بیٹھے۔ ناگاہ آواز ہاتف آئی، أَفَمَن يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَم مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ[2]۔ پھر آواز لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ سونی۔ شاہزادوں میں طاقت نہ رہی، دروازہ کھول، حجرے موں گئے اور [ب] پدرِ بزرگوار کوں دیکھے کہ دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ/

۱۔ وصیت نامہ کا متن ابوالفرج اصفہانی کی مقاتل الطالبیین (ص ۲۵-۲۷ طبع ایران)؛ ص ۳۸-۴۰ (طبع قاہرہ ۱۹۴۹) میں درج ہے۔ نیز دیکھیے نہج البلاغہ ۲: ۷۸؛ تاریخ طبری ۶: ۸۶؛ ابن الاثیر ۳: ۱۶۹؛ ابن کثیر ۷: ۳۲۷؛ ابن ابی الحدید ۲: ۴۴۔

۲۔ حٰمٓ السجدہ ۴۱: ۴۰؛ اصل میں "خیراً" لکھا ہوا ہے۔

چوتھی مجلس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الحمد للہ الذی أورثنا الجنة ببکاء الحسین ویسّر لنا ما نتمنّی فی الدنیا و الآخرۃ ببہاء الحسین ورفع درجات رجالنا ونسائنا بسبب إرتقام الحسین ویسّر لنا طیّبات الرزق وصالحات العمل بالزوار الحسین وشفع لنا سیّآتنا ومظالمنا وجرائمنا ومآثمنا بآباء الحسین وجعل لنا النجاۃ فی یوم المحشر تحت لواء الحسین ولعن القاتلین الذین قتلوا الحسین وأبناء الحسین ولعنة اللہ علیٰ أعدائهم ومخالفهم أجمعین إلی یوم الدّین/ والحمد للہ ربّ العالمین۔ [۸۴ ۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بند چہارم از مرثیۂ محتشم

کاش آن زمان سرادقِ گردون نگون شدے — وین خرگہِ بلند ستون بے ستون شدے
کاش آن زمان درآمدے از کوہ تا بکوہ — سیلِ سیہ کہ روئے زمین قیرگون شدے
کاش آن زمان زآہِ جگرسوز اہلبیت — یک شعلہ برقِ خرمنِ گردونِ دون شدے
کاش آن زمان کہ این حرکت کرد آسمان — سیماب وار روے زمین بے سکون شدے
کاش آن زمان کہ پیکرِ او شد بزیرِ خاک — جانِ جہانیان ہمہ از تن برون شدے
کاش آن زمان کہ کشتیِ آلِ نبی شکست — عالم تمام غرقۂ دریاے خون شدے
این انتقام گر نفتادے بروزِ حشر — با این عمل معاملۂ دہر چون شدے

آلِ نبی چو دستِ تظلّم بر آورند
ارکانِ عرش را بتزلزل در آورند [۸۴ ۱

چوتھی ہے مجلس آج کی ہر دل کے باغ میں
حضرت حسن کے مرگ کا غم نونہال ہے

مؤرخان اخبارِ صحیح و مفسرانِ حکایاتِ فصیح شہادتِ حضرت امام حسن علیہ السلام کوں صفحۂ غم اور صحیفۂ الم پر یوں لکھتے ہیں[۱] کہ جس دن امام حسن تولد ہوئے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوں خبر پہونچی، تبسم فرما، خوش ہو، حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے۔ اور حسن کو منگا کے گود لے، سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے۔ پھر پوچھے کہ نام اس کا کیا رکھا۔ حضرت امیر نے کہا یا رسول اللہ پیش دستی نہ کر سکا[۲] جو آپ فرماویں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں بھی حق تعالیٰ [۵۰ الف] سے پیش دستی نہیں کرتا۔ وہیں جبرئیل نازل ہو، کہا، یا محمد! حق تعالیٰ سلام بھیجتا اور اس فرزند کوں ہارون کے بیٹے کے نام سے پوکارتا[۳] حضرت نے فرمایا، ہارون کے بیٹے کا کیا نام تھا۔ کہا شبّر[۴] فرمائے، عربی میں کیا کہہ۔ کہا حسن۔ لمؤلفہ

۱۔ روضۃ الشہدا ۱۳۹

۲۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علیؑ نے کہا کہ میں بچے کا نام حرب رکھنا چاہتا ہوں (خوارزمی: مقتل الحسین: ۸۸) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے چچا حضرت حمزہ کے نام پر نومولود کا نام حمزہ رکھنے کی اجازت آنحضرتؐ سے مانگی۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ حسن کا حمزہ اور حسین کا جعفر نام رکھ لیا تھا لیکن آنحضرت نے بدل کر حسن اور حسین کر دیا۔ (ذہبی: سیر اعلام النبلاء ۳: ۱۶۴)

۳۔ عبارت فارسی روضۃ الشہدا کی یہ ہے: جبرئیل گفت... علی از تو بمنزلۂ ہارون است از موسیٰ، الّا آنکہ بعد از تو پیغمبرے نخواہد بود۔ پس ایں پسر را بنام پسر ہارون مسمّیٰ گردان۔

۴۔ روضۃ الشہدا۔ شبّر: شبّر اور شبیّر حضرت ہارونؑ کے صاحبزادوں کے نام ہیں۔ آنحضرتؐ اپنے بڑے نواسے حسن کو شبّر اور چھوٹے کو شبیّر کے لقب سے یاد فرماتے تھے (نور اللغات ۳: ۴۲۷) یہ بھی لکھا ہے کہ شبّر سریانی زبان کا لفظ ہے۔ حسین بمعنی حسین، خوبصورت۔ شبیّر، شبّر کی تصغیر ہے (۳: ۴۲۸)

جب حسن نام رکھا ہووے خدا نے جس کا — کیونکہ نہیں لازم ہے یاراں اوسے دینا ابتر
ایک کوں زہر دیے، ایک کوں خنجر ظالم — رحم ہرگز نہ کیے اون پہ پڑے حق کا قہر

روایت ہے کہ وہ شاہزادہ ہمیشہ دامن رسول پہ بیٹھتا تھا اور کاندھے پر چڑھتا۔ بزرگی اوس امام معصوم کی بے حد ہے۔

ایک دن رسول خدا مسجد موں تشریف رکھتے تھے اور سب اصحاب حاضر تھے، حضرت فرمائے أیّھا النّاس، چاہتے ہو کہ دیکھو ں تمھیں بہترین مرداں۔ صحابہ نے کہا دکھلائیے، یا رسول اللہ۔ تب اشارہ کیے طرف حسنین کے۔ اور فرمائے کہ جو کوئی ان کوں دوست رکھے گا مجھے دوست رکھے [۸۵ ب] اور جو کوئی ان کا دشمن ہووے میرا دشمن ہے۔[1]

اور ایک روایت ہے کہ ایک دن رسول خدا نماز کرتے تھے اور سجدہ موں گئے تھے۔ امام حسن آکر حضرت کے کاندھے پر سوار ہوے اور حضرت سجدے کو طول دیے، جب تک کہ امام حسن اترے تب اوٹھے۔ اور سلام پھیرے۔ صحابہ نے کہا۔ یا رسول اللہ، سجدے کوں بہت طول دیا۔ ہم جانے کہ وحی نازل ہوا۔ فرمائے کہ وحی نہ ہوا تھا لیکن فرزند میرا حسن میرے کاندھے پر سوار تھا۔ نہ چاہا میں کہ شتابی سجدے سے سر اٹھاؤں اور وہ دلگیر ہووے۔

القصہ امام حسن علیہ السّلام نے بعد باپ بزرگوار کے بہت آزار معاویہ سے اٹھائے اور بارہا اون نے زہر بھیجے۔ حضرت نادانستہ کھائے، لیکن حق تعالی شفا دیتا تھا۔ تب لگ کر تنگ آئے اور مدینہ میں [۸۶ الف] سدھارے۔ اون دنوں مروان[2] ملعون حاکم تھا مدینہ کا اور حاکم شام کے کہے سے، شب و روز حضرت کے

۱۔ خوارزمی، مقتل الحسین ۱: ۱۰۲ (باختلاف روایت)
۲۔ مروان بن الحکم بن ابی العاص (۲ھ - ۶۵ھ) ذہبی نے انھیں کبار تابعین میں شمار کیا ہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت پر یہ بھی ان کے خون کا مطالبہ کرنے نکلے اور جنگ جمل میں شریک ہوے جنگ صفین میں بھی امیر معاویہ کے ساتھ شریک تھے معاویہ نے انھیں ۴۲ھ میں مدینہ کا والی مقرر کیا تھا۔ ان کی وفات دمشق میں ہوئی۔ (ابن سعد ۵: ۲۴، ذہبی: سیر اعلام النبلاء ۳: ۴۷۶، استیعاب ۱: ۱۳۸۷، الاصابہ ۳: ۴۵۵)

مارنے کی فکر میں تھا ایک دن الیسونیہ[1] نام کوٹنی کہ سب گھروں میں آمد و رفت رکھتی تھی مروان کے گھر آئی۔ مروان نے پوچھا، اے الیسونیہ، حسن کے گھر بھی آمد و رفت رکھتی ہے اور اوس کی جورو اسمار[2] سے بھی ملاقات کرتی. کہی کہ ہاں. تب مروان نے کہا ایک بات تجھ سے کہوں، اگر بھید میرا کسو سے نہ کہے. ہزار دینار سرخ اور پچاس تھان مصری تجھے دوں گا اور یہ سو درم[3] بیانے کے لے. اوس دلالہ نے سخت سوگند کھائی کہ بھید اوس کا کسی سے نہ کہے. تب مروان نے کہا کہ دل اسمار کا
[۸۶ ب] حسن سے پھیر اور کہہ تیرے حسن و جمال کا شہرہ شام میں گیا اور یزید تیرے عشق میں بیقرار ہو مرنے کے قریب پہونچا. اگر یزید کوں قبول کرے، مجھے خبر دے، تا تدبیر کروں. الیسونیہ ملعونیہ وہاں سے نکل امام حسن کے گھر گئی. اتفاقاً حضرت گھر میں نہ تھے اور اسمار اکیلی تھی. الیسونیہ بیٹھ، اوّل تو ایدھر اودھر کی بات درمیان لائی. آخر مکر و فریب سے مطلب پر آئی. ترجمۂ[4]:

عورتیں ایک پل میں مکر و فند[5] سے — فرشتوں کوں کردیں گمراہ راہ سے
جس گھڑی مکر اپنے میں وہ ہوویں گرم — باتوں میں کرڈالیں دل پتھر کا نرم
عورتوں کی خو وفاداری نہیں — بو وفا کی ان میں نہیں ہرگز کہیں

۱۔ ملا کاشفی نے لکھا ہے کہ الیسونیہ ایک رومی کنیز تھی۔

۲۔ امام حسن کی بیبی کا نام جعدہ بنت اشعث بن قیس ہے (مقاتل الطالبیین: ۵۰) مدینے میں وہ عام طور پر اسماء کے نام سے مشہور تھی۔ اس کا نام سکینہ، شعشار اور عائشہ بھی بتایا جاتا ہے۔

۳۔ روضۃ الشہدا میں صد دینار لکھا ہے۔ بعض مصادر میں ایک لاکھ درہم بھجوانے کے وعدے کا ذکر ہے (مقاتل الطالبیین، ۷۳؛ الارشاد: ۱۹۱؛ مقتل الحسین: ۱۳۶)

۴۔ اصل فارسی اشعار یہ ہیں؛ تیسرا شعر جس کا ترجمہ نہیں کیا گیا، یہاں درج نہیں کیا جاتا ہے۔

زنان زافسوں واز افسانۂ خویش — فرو ریزند نوشِ صافی از نیش
گہِ مردم فریبی از دمِ گرم — ہمیں سازند سنگِ خارہ را نرم
وفاداری مجوی از خوے ایشاں — وفا را نیست رہ در کوے ایشاں

۵۔ فند: مکر و فریب، فلق۔

کوئی نہ بس چلا مرا اُس خود پسند سے — آخر وہ دل کو لے ہی گیا لاکھ فند سے

چنانچہ کلام مجید میں خدا نے فرمایا۔ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا[1] و إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ[2]، یعنی مکر شیطان عورتوں کے مکر آگے ضعیف ہے/ اور تحقیق مکر زنان عظیم ہے۔ ترجمہ[3] [۸۷ الف

مارے گنہ سے شیطاں ہر وقت راہ مرداں   لیک حیلہ مکر اندر شاگرد عورتوں کا

القصہ السونیہ ملعونہ نے مکر و فریب سے ایسی آگ سولگائی کہ دل اسماء کوں محبتِ حسن سے خالی کر عشقِ یزید میں لگائی۔ ترجمہ[4]:

زنہار کہ عورت سے نہ کوئی مہر کوں ڈھونڈھے   سبزہ بھی اوگا ہیگا کہیں شور زمیں نچ

السونیہ جوں دیکھی کہ اسما دام میں آئی، وہاں سے نکل، خبر مروان ملعون کو پہونچائی۔ اوس ملعون نے ہمعہ شیشۂ زہر ہلاہل پھر پیغام بھیجا کہ جب لگ حسن جیوتا، یزید تلک تیرا پہونچنا نہیں ہوتا۔ کسو طرح اوس کے مارنے کی فکر کر اور یہ زہر ملا اوس کے کھانے یا پانی بھیجو۔ تب اسمار بے وفا وہ زہری اور فرزند مصطفیٰ کے مارنے کی تدبیر میں پڑی ایک مرتبہ تھوڑا/ زہر شہد میں ملا [۸۰ ب امام مظلوم کوں کھلائی اور کچھ محبت دڑ دل موں نہ لائی۔ آہ وہ امام بے گناہ تمام رات اوکتا[5]، قے کرتا رہا اور پیٹ کے درد سے جوں کبوتر نیم بسمل لوٹتا رہا۔ صبح کوں، روضۂ مقدسۂ رسول اللہ پر کہ دارالشفائے دردمندان تھا، جا، اپنے تئیں اوس خاک پر لوٹا، شفائے کلی پایا۔ اور اسمار ملعونہ سے بدگمان ہو، وہاں سے کھانا موقوف کر، قاسم کی ماں کے گھر مقرر فرمایا۔ اتفاقاً پھر کئی ایک دن اسمار کے گھر گئے۔ وہ بے حیا عرض کی کہ یا سیدِ زماں، خرما تحفہ حاضر ہیں، اگر حکم ہوے لاؤں۔ حضرت خرما ے تر سے شوق تمام رکھتے تھے۔ فرمانے کہ لا۔ اسمار گئی اور آدھے خرما میں زہر

۱۔ النساء ۴: ۷۵۔   ۲۔ یوسف ۱۲۔ ۲۸۔

۳۔ شیطان زند از عصیاں ہر لحظہ رہِ مرداں   در مکر و حیل اما شاگردِ زناں باشد

۴۔ مبادا کس کہ از زن مہر جوید   کہ از شورہ بیاباں گل نروید

۵۔ اوکنا: قے کرنا۔

[۸۸ الف] ملا آدھے سادے رکھ، طباق بھر لائی۔ لیکن سادوں پر کچھ نشان کیا کہ آپ پہچانے/۔ لمؤلفہ

رنڈیوں[۱] کے مکر سے حق دے اماں الامان، از مکر ایشاں الاماں!

جب طبق خرما حضرت کے آگے رکھی، حضرت نے فرمایا: ایک شرط سے کھاوں، جو تو بھی ساتھ کھاوے۔ ملعونہ کہی کہ بہتر۔ تب حضرت نوش جان فرمانے لگے۔ وہ بے حیا خرمائے سادہ کھاتی تھی، اور حضرت دونو قسم کے کھاتے تھے؛ تا کہ سات خرمائے زہر نوش کیے۔ دل برہم ہونے لگا، ہاتھ پہنچے۔ اور حضرت امام حسین کے گھر آ، تمام رات ڈاک[۲] سے بے قرار رہے۔ پھر صبح کوں نانا کے روضۂ مطہرہ پر جا کہے، ترجمہ[۳]:

پادشاہا تیری درگہ ہے گی اب دار الشفا درد مندوں میں یہاں درماں لیے آیا ہوں اب

پھر دوسری مرتبہ برکت جد بزرگوار اپنے سے شفا پا، اسما ... رفا کے گھر سدھارے، فرمائے کل سے تم

[۸۸ ب] تیرے گھر خرما کھائے تمام رات عجب حال میرا/ رہا۔ ملعونہ طیش کھا کہی طباق میں خرمائے تھا اور میں بھی ساتھ کھاتی تھی، نہ جانوں کہ تمہیں کیا ہوا۔ حضرت بھی طیش کھا وہاں سے اٹھے اور

۱۔ رنڈی: عورت، اس معنی میں یہ لفظ اس کتاب میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے ان معنوں میں اُردو میں اس سے قدیم تر استعمال مرتب کی نگاہ سے نہیں گذرا۔ یہ لفظ قدیم زمانے میں دہلی اور لکھنؤ دونوں جگہ استعمال ہوتا تھا۔ میر امن کے ہاں متعدد جگہ آیا ہے (دینا کی تصویر ۲ ...) میں بھی موجود ہے۔ لکھنؤ کے شعرا اور نثر نویسوں میں ناسخ (سراج نظم ۹) اور رجب علی بیگ سرور (فسانۂ عجائب: ۱۷) قابل ذکر ہیں۔ منیر شاگرد دبیر ایک مثنوی میں، جو واجد علی شاہ کے ایما سے ۱۸۵۷ء کے بعد لکھی گئی ہے۔ کہتے ہیں (ص ۱۳):

محل رنڈیوں سے ہے سارا بھرا

[معاصر ا: ۱۰۲] نفائس اللغات، مرتبہ اوحد الدین احمد بلگرامی میں رنڈی کے معنی صرف عورت کے دیئے ہیں (ص ۴۴۸)، کسبی اور زنان بازاری کے معنی میں یہ لفظ بعد کو مستعمل ہوا ہے۔

۲۔ ڈاک: قے جو پیہم بغیر قصد آتی ہو۔ محاورہ ڈاک لگنا ہے۔ ناسخ:

کیا پیوں میں ہجر میں ساقی کہ لگ جائیگی ڈاک بس کہ جز دردِ سر کہیں شیشے کا گلو ہو جائیگا

۳۔ پادشاہا، درگہت دار الشفا ے رحمت است درد مند آمده ام اینجا بهر درمان آمده ام

گھر میں تشریف لا، بھائیوں کو بولا کہے، اے بھائیو، میں بتنگ آیا، یہاں تندرست نہیں رہتا۔ چاہتا ہوں کہ موصل جاؤں کہ ہوا وہاں کی خوب ہے۔ شاید کہ صحت پاؤں اور دشمنوں کے مکر سے چھوٹوں۔

تب ابن عباسؓ اور جمیع خواص اپنوں سے موصل کوں چلے۔ جوں حوالی موصل میں پہونچے، اہل شہر استقبال کوں آئے اور حضرت بدولت داخل شہر موصل ہوئے۔ ایک اندھلا ظاہر و باطن کا اہل دمشق سے ساتھ حضرت کے حاکم شام نے بھیجا تھا اور ایک عصا کہ بھال اوس کی زہر کے پانی میں بوجھی تھی، او سے دیا تھا کہ جب فرصت پاوے، بھال اوس کی امام معصوم کی پشت پر چبھاوے۔ لیکن وہ حرامزادہ فرصت نہ پاتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن حضرت دروازۂ مسجد میں بیٹھے تھے اور داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر رکھے اصحابوں سے باتیں کرتے تھے کہ وہ حرامزادہ مسجد سے باہر آیا، اور دروازۂ مسجد سے

۱۔ تنگ: بیزار، میرحسن دہلوی۔

سدا عیش و عشرت، سدا رنگ رنگ — نہ تھا زیست اپنی سے کوئی تنگ

اب اس جگہ تنگ بولتے ہیں۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس (ولادت ۳ قبل ہجرت) مشہور صحابی۔ حضرت علی کے ساتھ جمل اور صفین میں موجود تھے۔ آخر عمر میں نابینا ہو کر طائف میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۶۸ھ میں وفات پائی۔ صحیحین میں ۱۶۶۰ حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ وہ ترجمان القرآن کہلاتے تھے۔ شعر و ادب، ایام عرب، انساب وغیرہ کے ماہر تھے۔ ان کی طرف قرآن پاک کی ایک تفسیر بھی منسوب ہے، جو شائع ہو چکی ہے۔ (الاصابہ ۲: ۳۲۲؛ سیر اعلام النبلاء ۳: ۳۳۴)

۳۔ وہ شخص حاکم شام کا فرستادہ تھا یا نہیں، اس کے متعلق کاشفی خاموش ہے۔ لکھا ہے کہ وہ دشمن اہل بیت تھا، اس لیے اس نے امام کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔

۴۔ بھال: (ہ) سنان، پیکان، برچھی کا پھل، نیزے کی نوک۔

۵۔ حرامزادہ: در عرف بمعنی کسیکہ بدذات و فتنہ انداز باشد، بعربی آنرا شریر گویند و بفارسی فتنہ انگیز۔ (اوحدالدین احمد بلگرامی: نفائس اللغات، ۲۲۴)

تکیہ لگا، حضرت کوں دعا کرتا ہوا، عصا کوں زمین پر رکھا۔ قضا سے بھال امام مظلوم کے پاؤں پہ پہونچی ملعون نے قیاس سے جانا کہ امام کے پاؤں پر ہے، بقوت تمام زور کیا کہ بھال عصا کی حضرت کے تلوے میں پھوٹ نکلی۔ امام نے آہ اینچ، ضعف[1] کیا اور پاؤں سوج، لہو بہا۔ لمؤلفہ

ہائے فضلی ہوئے تصدق اوس مبارک پاؤں پر
کاش ہوتا اوس گھڑی کرتا شہ اوپر جیو فدا [۸۹ ب]

تب ابن عباس اور اصحاب چاہے کا اوس ملعون کوں ماریں، حضرت نے منع کر فرمایا، جیسے کہ یہ ظاہری اندھلا ہے، ویساہی باطن کا بھی اندھلا ہے اور قیامت کوں بھی اندھلا اٹھے گا، پھر درد سے فریاد کر کہے، چاہا کہ میں دو تین دن محنت و بلا اور دشمنانِ پُر جفا سے چھوٹوں لیکن جہاں جاتا بلا ساتھ ہے تحقیق اور دشمن ہیں رفیق[2]۔ ترجمہ۔ رباعی[3]:

غم رکھتا نہیں بغیر قدم میرے قدم
سبحان اللہ عجب وفادار یہ غم
آج آپسے دل جلائے کو میں ڈھونڈھتا ہوں
تا دونو دو کھیا رو دیں ذرا بیٹھ اک دم

پھر حضرت جوں توں گھر میں آئے۔ اور درد سے بیقرار ہو، جرّاح کو بلوائے، جوں جرّاح کی آنکھ اوس زخم [۹۰ الف] پر پڑی، بے اختیار نعرہ مار کہا، افسوس اس لوہے کوں زہر کے پانی میں بوجھائے ہیں۔ لیکن جرّاح اوستاد کامل تھا۔ معالجہ میں مشغول ہوا۔ اور بہ حکمت تمام زہر کوں رگوں سے نکالا۔

پھر حضرت متوجہ مدینہ ہوئے اور ایک روایت ہے کہ ملک شام میں تشریف فرما، معاویہ پر حجتیں ثابت

۱۔ ضعف: بے ہوشی، غشی، ضعف آنا۔ غش آنا، بے ہوش ہوجانا۔

۲۔ روضۃ الشہدا: "ہرجا کہ میروم محنت قرین است در رنج و بلا ہم نشین"۔

۳۔ اصل فارسی میں عنوان رباعی درج نہیں۔

غم بی فرز ندبے قدم من ندمے — سبحان اللہ زہے وفادار غمے
امروز چو خود سوختہ می طلبم — تا ہردو بدرد دل بنالیم دمے

گیے. اور اسی حالت بیماری سے مدینے میں سدھارے. ازبس کہ اسماے ملعونہ سے بدگمان تھے،
حضرت امام حسین کے گھر تشریف رکھتے تھے. اور لیکن یہ ملعونہ اسماے بیوفا پاس ہمیشہ
آتی جاتی تھی. ایک دن پھر زبانی یزید کے کہی اسے، اے اسما شتاب فکر حسن کر، نزدیک
ہے کہ تیرے عشق کی آگ مجھے جلاوے اور تیری آرزو سے وہاں دل میں رہ جاوے. اسماے
ملعونہ نے کہا، کہ دو مرتبہ اسے اس زہر سے دیا، کیا کروں کاری نہ لگا. دلالہ مکارہ نے لیے یزید [۹ ب
سے کہا. اوس ملعون نے تھوڑا الماس پیسا ہوا، ساتھ ایک لڑی جواہر کے اسما پاس بھیجا. ملعونہ
نے جوں لڑی جواہر کی دیکھی اور وہ باتیں مہر کی سونی، جیو جان سے امام مظلوم کے مارنے میں پڑی.
لیکن ہر چند کوشش کرتی تھی، کچھ قابو اور مکر نہ پاتی تھی کہ اوس الماس سے امام مظلوم کوں دیوے.

ترجمہ[1]:

جو نیک ہوتی عورت اور عورت کی عقل — نہ مارا اس کا نام ہوتا یہ کیا کہ مار
انھے مارنا واجب اے مرد فہم — ہیں معنوں میں بھی افعی زہردار

تب لگ، کہ اٹھائیسویں تاریخ تیرہ تیزی[2] کی اور رات جمعہ کی آئی، ملعونہ اوس الماس پیسے
کوں لے کر امام بے گنہ کی طرف چلی اور یہ مکر کئی کہ جو کوئی مجھے دیکھے تو کہوں کہ اس سے/طاقت [۹۱ الف
جدائی کی نہ رہی، ذرا دیکھنے آئی اور جو کوئی نہ دیکھے، فبہا؛ کام اپنا کردں:

یہ مثل مشہور ہے مردوں آگے[3] — عورتوں کے مکر سے اشتر لدے

۱۔ اصل فارسی شعر روضۃ الشہدا کی دو اشاعتوں (تہران ۱۳۳۴ شمسی؛ بمبئی ۱۲۸۵ھ) میں نہ مل سکے. غالباً اردو کے دونوں شعر حضرت فضلی ہی کے نتائج افکار سے ہیں.

۲۔ تیرہ تیزی، تیراں تیزی. عورتوں کی زبان میں صفر کے مہینے کے اوّل تیرہ روز جن میں رسول مقبول[4] سخت بیمار پڑے تھے؛ اسی وجہ سے یہ مہینا منحوس خیال کیا جاتا ہے. بعد کو لوگ پورے صفر کے مہینے کو تیرہ تیزی کہنے لگے. یہ نام نورجہاں بیگم ملکہ جہانگیر بادشاہ کا رکھا ہوا ہے (فرہنگ آصفیہ، ۱. ۶۲۲).

۳۔ اصل میں "آگے" لیکن یہاں "اَگے" پڑھا جائے گا. قدما کے یہاں دونوں شکلیں "اَگے" اور "آگے" کثرت سے ملتی ہیں.

یہ مکر بنا، اندر آ، سوراخ سے جھانکی۔ دیکھی کہ امام مظلوم تکیہ کیے ہوئے آرام میں سوتے اور بہنیں بیٹیاں گرد بیٹھیں۔ ایک ساعت صبر کی، تب لگ کہ سب سوئیں۔ فرصت پا، آہستہ اندر آ، وہ کوزہ پانی کا کہ حضرت کے سرھانے سر بمہر دھرا تھا، اوس پیسے ہوئے الماس سے اوس کے کپڑے پر ڈال، اونگلی سے ملا کہ وہ زہر سب چھن کر پانی میں ملا، اور مہر کوزہ قائم رہی تب آپ شتاب اپنے گھر گئی۔

ایک ساعت گذری کہ وہ امام غریب نیند سے چونکا۔ اور بہن زینب کوں پکار کہا، اے ہمشیرہ اوٹھ،
[۹۱ ب] ابھی / دادا محمد مصطفیٰ اور باپ علی مرتضیٰ اور ماں فاطمۃ الزہرا کوں خواب میں دیکھا میں نے۔ تھوڑا پانی لاؤ وضو کروں۔ اور آپ ہاتھ لنب کر اوس کوزہ کوں اوٹھا اور مہر کو دیکھ پانی نوش کیے۔ ابھی ایک دو گھونٹ پیے تھے کہ کوزہ زمین پر رکھ، نعرہ مار کہے، آہ یہ کیسا پانی تھا، کہ حلق سے ناف لگ ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ میرے بھائی حسین کوں بولاؤ۔ جوں دوسرا امام مظلوم آیا، امام حسن نے گلے لگا کہا، اے بھائی آ کر ہمارا تیرا دیکھنا قیامت پر پڑا۔ ترجمہ۔ رباعی

ہم بار فراق تجھ پہ رکھتے و چلے سو چشمہ لہو سے دل کے کھولے و چلے
تھا دل میرے کی مراد توں عالم میں بے بس یہ مراد آج چھوڑے و چلے

[۹۲ الف] اے بھائی، ابھی جدّ بزرگوار مع پدر و مادر خواب میں دیکھا میں نے کہ ہاتھ میرا پکڑے / ہوئے باغ بہشت میں پھرتے اور حور و قصور مجھے دکھلاتے۔ جدّ بزرگوار مجھے کہتا، اے فرزند، غم نہ کھا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے خلاص ہوا[۲]۔ کالھ کی رات ہمارے پاس ہویگا۔ ونہیں جیونکہ اسی کوزے سے پانی پیا، حلق سے ناف لگ کٹ گیا۔ امام حسین نے کوزہ اوٹھایا کہ آپ پیویں؛ امام حسن نے بلدی سے کوزہ بھائی کے ہاتھ سے چھینا، زمین پر پٹکا۔ جوں وہ پانی زمین پہ پہونچا، زمین جوش کھا، پھٹ گئی۔ اور درد پیٹ کا امام کوں شروع ہوا۔ زمین پر لوٹنے لگے اور ڈاکٹے

۱۔ ما بار فراق بر تہہ از ہم و شدیم سد چشمہ ز خون دل کشادیم و شدیم
کام دل ما تو بودے اندر عالم ما کام بنا کام بدادیم و شدیم

۲۔ روضۃ الشہدا: از دست دشمناں خلاصی یافتی۔ (خلاص: آزاد)

غلبہ کیا۔ ہر ساعت آنتیں اور ٹکڑے جگر کے وہ مظلوم حلق سے طشت میں اوگلتا تھا۔ ترجمہ[۱]:

آہ، کن الماس پیسا اوس کے کوزہ میں کیا ۔۔۔ جو ہوا زہر اوس سیتی پانی حسن مظلوم کا
مونہہ زمرد رنگ ہوا الماس سے نیلم مثال ۔۔۔ جو اتھا یاقوت سا خوش رنگ مونہہ مسموم کا/ [۹۲ ب]
ایک سے ستر دو ٹکڑے ہوگیا اوس کا جگر ۔۔۔ سب کلیجا حلق سے نکلا کٹ اوس معصوم کا
تڑپھنے لاگا زمین پر جوں کہ بن پانی مچھی[۲] ۔۔۔ کانٹے کانٹے ہوگیا سوراخ اوس حلقوم کا
تب کھیں کلثوم و زینب کر گریباں پنے چاک ۔۔۔ ہائے اب بھائی چلا ہے زینب و کلثوم کا

لیکن جوں آفتاب بلند ہوا، مونہہ امام غریب کا سبز ہوا۔ امام حسین نے جوں بھائی کا رنگ سبز دیکھا، جانا کہ زہر کاری لگا۔ بے اختیار چیرا سر سے زمین پر پٹکا اور فریاد وا اخاہ، اوٹھا کر کہا۔ لمؤلفہ:

ہائے بن بھائی ہووے ہے آج بیچارا حسین ۔۔۔ دوکھ بھرا دوکھ موں پڑے ہے آج دوکھیارا حسین
کیا توں بیٹھا روشنی میں لے حسین اب پل میں کوئی ۔۔۔ بن حسن بھائی ہوئے ہے سب گھر اندھیارا حسین
باپ تو سر سے گیا تھا، دوجے[۳] نانا اور اماں ۔۔۔ بھائی/ بھی اب چل بسے ہے توں ہوئے آوارا حسین [۹۳ الف]

تب امام حسن نے فرمایا، لمؤلفہ

میرے بچوں کا نہیں غم خوار کوئی تجھ بن حسین ۔۔۔ ان یتیموں کا نہیں دل دار کوئی تجھ بن حسین

پھر امام حسین نے کہا اے بھائی، حرف معراج پیغمبر کی سے مجھے خبر کر۔ امام مظلوم نے فرمایا کہ جب رسول خدا کوں معراج ہوا، حضرت سیر بہشت فرماتے تھے کہ انکھ دو محلوں پر پڑی ایک زمرد سبز اور ایک یاقوت سرخ کا۔ حضرت نے رضوان داروغۂ بہشت سے پوچھا کہ صاحب ان دونوں محلوں کا کون ہے، رضوان نے کہا ایک کا حسن اور ایک کا حسین۔ تب حضرت نے فرمایا، پس کیوں یہ دونو

۱۔ روضۃ الشہدا میں شاعر کا نام ابن حسام لکھا ہے اور شعروں کا قلمہ درج کیا ہے۔ یہ غالباً شمس الدین محمد پسر جمال الدین ابن حسام برجندی خراسانی (متوفی ۸۷۵ ہجری) ہیں جو سلطان حسین مرزا دلی ہرات کے عہد میں گذرے ہیں حضرت علیؓ کی سیرت میں "خاور نامہ" بھی انہی کی تصنیف ہے۔

۲۔ مچھی، مچھلی؛ عوام کی زبان (اور پنجاب میں بھی) بالتشدید مستعمل ہے۔

۳۔ دوجے۔ دوسرے۔ اُردو میں بہت کم مستعمل ہے گیت وغیرہ (اور پنجابی زبان میں) البتہ ملتا ہے۔

[۹۳ ب] گھر ایک رنگ نہ ہووے۔ رضوان چپ رہا۔ حضرت کہے کیوں جواب نہیں دیتا۔ جبرئیل نے کہا کہ یا رسول اللہ، رضوان شرم سے نہیں عرض کرتا، سبز گھر حسن کا ہے۔ ملعون امت تیری کے اوسے زہر دیویں گے دم آخر رنگ اوس کا سبز ہووے، اور سرخ گھر حسین کا کہ اوسے شہید کریں اور دم آخر رنگ اوس کا سرخ ہووے۔ یہ کہ بھائی کوں تنگ بغل میں لے، منہہ پر مونہہ رکھ، لوسے ایک دوسرے کی پیشانی پر دیتے تھے، اور زار زار روتے تھے۔ کہ کسوں کوں طاقت دیکھنے کی نہتی اور حاضران باتفاق روتے تھے کہ در و دیوار سے آواز رونے کی آتی تھی۔

خدا کسو کوں نہ دکھلاوے دن جدائی کا   خصوص دل جلے بھائی کوں داغ بھائی کا

پھر امام مظلوم نے اسماء ملعونہ کوں خلوت میں بولا، فرمایا اے زن نالائق بے حیا میری اور اے
[۹۴ الف] یار ناسازگار بے وفا میری۔ بیان کر کہ تجھ سے میں نے نیکی کی، بھائیوں اور بیٹیوں کوں تیرے اس عمل کی خبر نہ دی اور پردہ تیرے عیب و گناہ کا نہ اوٹھایا۔ لیکن میں نے انصاف اپنا اور تیرا قیامت میں خدا پر رکھا۔ تجھے کچھ شرم اور مہر نہ آئی جیسے دوست دوستوں سے ایسا ہی کرتے اور خصوص مجھ سا دوست وفادار۔ ترجمہ[۲]،

اے یار کوئی بے سبب اب یار کوں مارے   اور تجھ سے کوئی یار وفادار کوں مارے
تو دوست نہ کہ دشمن ہی گن اپنا میرے تئیں   دشمن کوں بھی یوں کوئی نہ گنہگار کوں مارے

یہ کہہ مونہہ اوس ملعونہ سے پھرا، فرمائے۔ جا کہ اپنی مراد کوں نہ پہونچے گی۔ پھر بھائی حسین کوں پکار
[۹۴ ب] سب فرزندوں اور بھائیوں کوں بولا، طاعت و بندگی حق تعالیٰ پر وصیت فرمائی۔ پھر بہن کلثم[۳] کوں

۱۔ اصل: نعلمین۔

۲۔ اے یار، کسے بے سببے یار کشد   وانگاہ چو من یار وفادار کشد
تو دوست مگو، دشمنِ خود گیر مرا   کس دشمن خویش را چنیں زار کشد

۳۔ صحیح، ام کلثوم، حضرت علی رض کی سولہ صاحبزادیاں تھیں، جن میں حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم کی والدہ حضرت فاطمہ رض تھیں یہ سلہ ھ میں پیدا ہوئیں (طبقات ۸ : ۳۳۶؛ الاصابہ ۸ : ۷۵؛ الاستیعاب ۲ : ۷۷۰؛ سیر اعلام النبلاء ۳ : ۵۰۰)

کہے، اے ہمشیرۂ نامدار میری اور اے باپ ماں کی یادگار میری، میرے بچے قاسم[1] کوں بولا۔ امّ کلثوم
نے قاسم کوں بولایا۔ امام غریب نے اسے گلے لگا، مونہہ اپنا اوس مونہہ پر کل، ہائے ہائے کر
روئے، پھر ہاتھ قاسم کا پکڑ، بھائی حسین کے ہاتھ دے، فرمائے، اے بھائی، فلانی بیٹی تیری
نامزد قاسم کی کی ہیں نے جب وقت آوے، اوسے سونپو اور نظر پدری و شفقت اس پر سے نہ
اوٹھائیو۔ جوں اونیسویں رات تیرہ تیزی کی آئی، حال امام مظلوم کا برہم موا۔ بھائی اور فرزند
سب حاضر تھے۔ جب آدھی رات گذری، آنکھیں کھول فرمائے۔ اے بھائی حسین، اے ماں جائے[2]
حسین، الوداع، الوداع، ان بچوں اور بھائیوں کو تجھ پاس سونپا اور تجھے خدا پاس۔ پھر [۱۹۵ الف]
کلمہ شہادت پڑھ، دار فانی سے عالم جاودانی کوں سدھارے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ/. [۱۹۵ ب]

۱۔ حضرت قاسم بن امام حسن میدانِ کربلا میں امام حسین رضؓ کے ساتھ شہید ہوئے (مقتل الحسین: ۲۹؛
تاریخ طبری ۶: ۲۵۶؛ تاریخ ابن الاثیر ۴: ۳۲؛ روضۃ الشہدا: ۲۵۵)۔

۲۔ ماں جایا: سگا بھائی۔ انیس:

مرے بیٹے مرے ماں جایے پہ ہوتے ہیں فدا

پانچویں مجلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الحمید المجید المبدیٔ المعید فعال لما یرید و وعد
بید ارکوا منہ وحیاض عنایتہ المسلم الشہید الذی رفع منزلۃ الحسین
علی الرتبۃ حتی قال حبیب اللہ بایاد حسین منی و انا من حسین عند
قریب و بعید اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ القدرۃ والبقاء
والعظمۃ والثناء وھو فی ذاتہ وصفاتہ وحید اشہد ان محمدا عبدہ
ورسولہ البشیر/ النذیر السراج المنیر علی کل شقی و سعید و اشہد ان [۹۶ الف]
علیا ولی اللہ و صفوتہ الشجاع الغضنفر و الغالب المظفر علی کل جبار عنید/ [۹۶ ب]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بند پنجم از مرثیہ محتشم

چوں خون ز حلق تشنۂ او بر زمیں رسید — جوش از زمیں بذروۂ عرش بریں رسید
نزدیک شد کہ خانۂ ایماں شود خراب — از بس شکستہا کہ بار کانِ دیں رسید
نخلِ بلند او چو خساں بر زمین زدند — طوفاں بر آسماں ز غبار زمیں رسید
باد آں غبار چوں بمزار نبی رساند — گرد از مدینہ بر فلکِ ہفتمیں رسید
یکبار جامہ در خم گردوں بنیل زد — چوں ایں خبر بعیسیٰ گردوں نشیں رسید
پُر شد فلک ز غلغلہ چوں نوبتِ خروش — از انبیاء بحضرتِ روح الامیں رسید
کرد ایں خیال وہم غلط کار کایں غبار — تا دامنِ جلالِ جہاں آفریں رسید
ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال
او در دلست و ہیچ دلے نیست بے ملال

ہے مجلس آج پانچویں مسلم عقیل کی
کوفے میں جانا، مرنا، شروعِ قتال ہے

راویانِ اخبارات جاں گداز اور ناقلان حکایات پرسوز و ساز شہادت مسلم ابن عقیل علیہ الصلوٰۃ من رب الجلیل یوں بیان کرتے[۱] کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام دیکھے کہ خط و خطوط کوفیوں[۲] کے حد سے گذر رہے، در جواب لکھے کہ نامے تمہارے مجھے پہونچے اور مضمون معلوم ہوئے۔ میں اب اپنے چچا کا بیٹا مسلم ابن عقیل کہ بھائی میرا ہے اور زیور علم و حلم آراستہ ہے بھیجتا ہوں۔ اگر وہ لکھے کہ تمہارے سرداروں کوں تحقیق میری رغبت ہے، تو شتاب آؤں۔ پھر مسلم کوں اون لوگوں سے کہ کوفے آئے تھے روانہ کیے۔ ابھی مسلم ایک منزل نہ گئے تھے[۳] کہ ایک شکاری اون کے داہنے ہاتھ سے ہرن پیچھے دوڑا آیا اور اوس ہرن کوں پکڑ ذبح کیا۔ مسلم جوں یہ دیکھے پھر کر حضرت امام حسین پاس آکے، یا ابن رسول اللہ [۹ الف]
کوفے میں جانا میرا مصلحت نہیں کہ یہ فال بد دیکھی ہیں۔ حضرت فرمائے اے بھائی مگر ڈرے تم۔ اور اگر تمہاری رضامندی نہیں پس میں اور کوں بھیجوں۔ مسلم نے کہا ہزار جان میری فدا تیری، لیکن از بس نہ یہ شگون بد راہ میں دیکھا میں نے چاہا کہ عرض کروں، دوبارہ کیا مجال کہ تجھ حکم سے موہنہ پھیر دل۔ ترجمہ[۵]:

کر سر میرے کوں کاٹے، نہ سر تجھ حکم سے پھیروں
مجھے عید اوس گھڑی ہووے کہ قربان رہ پہ تیری ہوں

۱۔ روضۃ الشہدا: ۱۷۱؛ بعض جزوی باتوں کو چھوڑ کر اس مجلس کی بیشتر تفصیلات ابوالفرج الاصفہانی کی مقاتل الطالبیین: ۹۵-۱۰۹ میں بھی موجود ہیں۔

۲۔ شیث بن ربعی، سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ اور کوفے کے سرداروں نے خطوط لکھے۔ وہ امام حسین کی بیعت اور یزید کے خلاف پر اصرار کر رہے تھے۔ خط کا متن ابومخنف کی مقتل الحسین: ۱۸ اور تاریخ طبری (اردو) ۲: ۱۰۱؛ ۱۷۹ میں ہے۔

۳۔ سے بمعنی ساتھ۔

۴۔ روضۃ الشہدا: یک منزل از مکہ۔

۵۔ تا بم سر ز فرمانت بتیغم گر زنی بردم   مرا عید آں زماں باشد کہ قربان رہت گردم

یا ابن رسول اللہ جاتا ہوں، لیکن یہ مجھے گمان ہے کہ پھر دیدارِ فائض الانوار تیرا میرے نصیب نہ ہوئے گا. اوسی واسطے پھر آتا کہ پھر ایک مرتبہ یہ آنکھیں تیرے جمالِ باکمال سے روشن کرلوں[1]. یہ کہہ حضرت کے [۹۷ ب] قدموں کوں بوسہ دے، رو کر کہے، یوں جانتا ہوں کہ یہ دیدار آخری ہے اور یہ قدم بوس آخری. لمؤلفہ :

رخصت ہوتا ہوں و لے جانوں ہوں، یہ رخصت آپ
رخصت آخری ہے، پھیر قیامت میں ملاپ

حضرت بھی یہ سُن بہت روئے اور اونھوں کوں گلے لگا، دعائے خیر کر رخصت کیے.

مسلم روتے ہوئے چلے. ایک نے راہ میں کہا کہ، اے مسلم، مگر مرگ سے ڈرتا ہے کہ روتا ہے. مسلم بے اختیار آہ مار کہے، رونا میرا نہ مرگ کے ڈر سے، بلکہ جدائی حسین پر کہ کبھو اوس سے جدا نہ ہوا تھا. ڈرتا ہوں کہ پھیر اوسے نہ دیکھوں، اور باغِ وصال اوس کے سے میوۂ مراد نہ چینوں[2]. ترجمہ[3] :

آگے جاتا ہونگا اور دیکھتا پھر پھر پیچھے	نہیں خبر پاؤں کی پیچھے پڑے ہے یا آگے
[۹۸ الف] یہ گمان کرتا ہوں اور دل موں یقین آتا ہے	کہ یہ دیدارِ حسین، ہائے نہ پھر توں دیکھے

القصہ مسلم مدینۂ منورہ میں جا، روضۂ متبرکِ پیغمبر کی زیارت کر، گھر سدھارے اور دو طفلِ صغیر رکھتے تھے کہ اونھے بہت پیار کرتے تھے. دونوں کوں ساتھ لے، اہل و عیال کوں رخصت کر، ایک راہبر مقرر کیے کہ راہِ تنگل سے طرف کوفہ کے پہونچا دے. جوں کئی منزل گئے، راہبر نے راہ گم کی. اور ہر چند تردّد[4] کیا، ہرگز وہ شاہراہ نہ پائی. مسلم اوس جنگل میں دونوں بچوں سمیت ہزار محنت و مشقت سے آپ کوں پانی لگ پہونچائے. اور حضرت امام حسین کی جدائی کی آگ میں جل کر کباب ہو

۱۔ ع : دیدہ روشن کنم از روے جہاں افروزت

۲۔ یہ "از بوستانِ وصلش میوۂ لقا نچینم" کا ترجمہ ہے.

۳۔ میروم وز سرِ حسرت بقفا می نگرم	خبر از پاے ندارم کہ زمیں می سپرم
میروم بیدل و بے یار و یقیں می دانم	کہ من بیدل و بے یار، نہ مردِ سفرم

۴۔ تردّد : سوچ، فکر لیکن یہاں استعمال پنجابی طریقے پر ہے بمعنی کوشش، محنت، تلاش،

فرمائے۔ ترجمہ[۱]:

کروں ہر ساعت اب فریاد میں تیری جدائی سے
ہزار افسوس، گر بادِ صبا تجھ لگ نہ پہونچا دے

آخر الامر مسلم ہزار مصیبتوں سے کوفے میں پہونچا اور سرائے مختار[۲] میں آترے۔ دوست واسطے ملازمت[۳] کے آئے۔ اور مسلم نامہ حضرت امام حسین سبھوں کو سنائے۔ سب کوئی بے وتاش گریہ کرنے [۹۸ ب] اور اشتیاق ملازمت حضرت رشتۂ آرزو میں باندھے۔ پس ہر روز اہل کوفہ مسلم کی خدمت میں آنے لگے اور بیعت دینے لگے، تاکہ بیست ہزار آدمی[۴] نے بیعت دی۔ مسلم نے یوں دوستی اور محبت کوفیوں کی دیکھی، نامہ حضرت امام حسین کو لکھا کہ اہل کوفہ رغبت تمام رکھتے اور بیست ہزار[۵] مرد جنگی دائرۂ بیعت میں سرفراز ہوئے، جس وقت خاطر مبارک یہاں آوے، توجہ فرمایئے۔ لیکن جاسوسوں نے احوال یزید پلید کوں لکھا۔ جوں یہ خبر اوس روسیاہ کوں پہونچی، اون نے عبداللہ زیاد کوں لکھ بھیجا کہ مسلم کوفہ میں آیا اور واسطے حسین کے بیعت لیتا۔ پس حکومت کوفہ تجھ پر مقرر ہوئی[۹۹ الف] شتاب جا اور مسلم کوں اس کے رفیقوں سمیت مار کر سر اوس کا مجھ پاس بھیج۔ جوں وہ نامہ ابن زیاد لعین کوں پہونچا، خوش وقت ہوا، اسباب ظلم موجود کر، کوفے کوں چلا۔ لیکن جب کہ وہاں پہونچا، مسجد میں جا، کوفے کے سرداروں کوں بولایا، اور نامہ صوبہ داری اپنی کا سبھوں کوں دکھایا۔ لیکن جو مسلم

---

۱. می زنم ہر نفس از دردِ فراقت فریاد　　آہ، اگر نالۂ زارم نرساند بتو باد

۲. روضۃ الشہدا: در سرائے کہ بدار مختار مشہور بود۔ طبری نے لکھا ہے کہ مختار بن ابی عبید کے یہاں اترے یہ وہی گھر ہے جسے اس زمانے میں ابن مسیب کا گھر کہتے ہیں۔

۳. ملازمت: (نسخۂ اول و چہارم و پنجم) ملاقات، تحریر

نہیں ہو، راہ، گلی میں سلام ہوجائے　　ملازمت کو نہ رکھیے مکان پر موقوف

۴. کاشفی نے تعداد نہیں لکھی "جمع کثیر" لکھا ہے۔ ذہبی نے بارہ ہزار کا ذکر کیا ہے (سیر اعلام النبلا ۳: ۲۰۶)

۵. روضۃ الشہدا میں تعداد بیس ہزار کی جگہ "ہیجدہ (ہژدہ) ہزار" لکھی ہے۔

ابن زیاد لعین کے آنے کی خبر سونے، مختار کے گھر سے نکل ہانی کے گھر سدھار، کہے، اے ہانی[1]، میں اس شہر میں غریب اور مسافر ہوں، توں کو نیوں کوں پہچانتا ہے۔ لمؤلفہ:

تجھ طرف ہی پناہ لایا ہوں بیکس ہوں بیکسی کا مایا[2] ہوں

ہانی قبول کیا۔ اور ایک کوٹھری اپنے محل میں بنا مسلم سے کہا۔ مصرع[3]:

کرم نما و فرود آکہ خانہ خانۂ تست

[۹۹ ب] مسلم وہاں اترے۔ وہیں لوگ جاتے تھے اور بیعت دیتے تھے لیکن/ ابن زیاد ملعون جیتا[4] تلاش کیا کہ مسلم کی خبر پاوے، نہ پا سکا۔ بعد تلاش بے حد ہانی بن عروہ کے گھر معلوم کیا اور ہانی کوں مکر سے بولا، مارا۔ مسلم جوں قتل ہانی کی خبر سونے، وہاں سے نکل، محمد کثیر کے گھر گئے۔ ابن زیاد کوں وہاں کی خبر پہونچی، محمد کثیر کوں بھی قتل کیا۔ تب مسلم وہاں سے دونوں بچوں کوں شریح[5] قاضی کے پاس سونپ، شہر کے دروازے کی راہ پکڑے کہ شہر سے باہر جاویں۔ ایک نے کہا، اے مسلم، کہاں جاتا ہے کہ سب دروازے شہر کے بند کیے ہیں۔ مسلم قدم کئی ایک چلے تھے کہ صبح روشن ہوئی اور ایک ملعون حارث شامی نام کی آنکھ مسلم پر پڑی۔ مسلم کوں پہچان، ابن زیاد لعین سے جا کہا کہ مسلم کوں

۱۔ ہانی بن عروۃ الغطیفی المرادی (متوفی ۶۰ھ) کوفہ کے سادات و اشراف میں سے تھے۔ امیر بصرہ و کوفہ عبید اللہ ابن زیاد نے انھیں مسلم بن عقیل کو پناہ دینے کے سبب زد و کوب کر کے قید میں ڈال دیا اور جب انھوں نے مسلم کو حوالے کرنے سے انکار کیا تو قتل کر کے کوفے کے بازار میں ان کی لاش سولی پر لٹکا دی۔

۲۔ مایا: غالباً یہاں مراد کھیل سے ہے یعنی میں بے کسی کا کھلونا بن گیا ہوں۔

۳۔ یہ مصرع حافظ شیرازی کا ہے، پورا شعر یہ ہے:

رواقِ منظرِ چشم من آشیانۂ تست کرم نما و فرود آکہ خانہ خانۂ تست

(دیوان حافظ، ۱۹۷)

۴۔ جیتا یعنی جتنا۔

۵۔ شریح الکندی: ابتدائے اسلام کے مشہور قاضیوں اور مفتیوں میں سے ہیں۔ یمنی الاصل تھے۔ حضرت عثمان، حضرت علی اور امیر معاویہ کے عہد میں کوفہ میں قاضی رہے۔ حجاج بن یوسف ثقفی کے عہد میں انھوں نے (۷۷ھ) خدمت سے معذرت چاہی۔ حدیث میں ثقہ تھے۔ ادب و شعر میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ طویل عمر پا کر کوفے میں ۷۸ھ میں وفات پائی۔ (طبقات ابن سعد ۶: ۹۰؛ ابن خلکان ۱: ۲۲۴؛ الاعلام ۳: ۲۳۶)

بڑھیوں[1] کے بازار میں/ دیکھا میں نے کہ قصد دروازہ بصرے کا کیے ہوئے جاتا ہے۔ ابن زیاد ملعون نے [۱۰۰ الف]
نعمان لعین کوں پچاس سوار سے[2] مسلم کے پیچھے بھیجا۔ جوں مسلم نے دیکھا کہ ایک تنکہ[3] سواروں کا پیچھے آتا ہے، گھوڑے سے اُترا، تازیانہ مار، ہانک دیا۔ اور آپ ایک مسجد خراب میں ایک کونے میں چھپ گیا۔ نعمان لعین نے گھوڑے کے پاؤں کی پے[4] لی۔ گھوڑا پایا، لیکن مسلم سے اثر نہ پایا۔ ابن زیاد ملعون نے کہا کہ شہر کے دروازوں کوں محکم موندیں[5] اور منادی کریں کہ جو کوئی مسلم کی خبر لا دے، مال و منالِ دنیا بہت پاوے۔ کئی بدبخت مسلم کے ڈھونڈنے میں پڑے۔ اور حضرت مسلم بھوکے پیاسے اوس مسجدِ ویرانہ میں تھے تب لگ کہ رات آئی۔ مسجد سے پاؤں باہر رکھتے، لیکن نہ جانتے تھے کہ کہاں جاتا ہوں اور کہتے تھے، افسوس کہ دشمنوں کے ہاتھ گرفتار ہوں اور امام حسین سے برکنار۔ ترجمہ[6]: [۱۰۰ ب]

نہ قاصد کوئی جو پیغام میرا — نہ محرم کوئی سلام تمام میرا
جو پہنچا دے حسین ابن علی کوں — کہے میرا یہ غم دے سے ولی کوں
پڑا اس شہر میں بے یار افسوس — نہ میرا یہاں کوئی غم خوار افسوس
کہوں کس سیتی اس دم یہ دکھ اپنا — کہ یہاں رکھتا نہیں ہوں کوئی اپنا
غریب و بیکس و بے آشنا ہوں — سراسر خستۂ مکر و دغا ہوں

اسی طرح مسلم سرگشتہ و پریشان، دل خستہ و حیران اس محلے میں پھرتے تھے کہ یکایک ایک گھر کے

۱۔ اصل: بڈھیوں؛ روضۃ الشہدا میں: بازار درودگراں ہے۔
۲۔ سے بمعنی ساتھ۔
۳۔ تنکہ: اس کے معنی غالباً ٹکڑی، گروہ کے ہیں۔ لیکن سند اس وقت یاد نہیں۔
۴۔ پے: فارسی میں پاؤں کا نشان، سراغ، کھوج (جامع اللغات مرتبہ مفتی غلام سرور ۱: ۳۰۴) اُردو میں پے لینا کی سند نظر سے نہیں گذری۔ اصل فارسی عبارت ہے۔ نعمان پیِ اسپ برگرفت و میرفت۔
۵۔ یعنی مضبوطی سے بند کریں۔
۶۔ نہ قاصدے کہ پیامے بہ نزدِ یار برد — نہ محرمے کہ سلامے بداں دیار برد
فتادہ ام بشہرِ غریب یارے نیست — کہ قصۂ زغریبے بشہریار برد

دروازے پر پہونچ دیکھے کہ ایک بوڑھیا کھڑی، تسبیح ہاتھ میں، ذکرِ الٰہی کرتی۔ اور طوعہ[1]
اوس کا نام ہے۔ لموٗلفہٖ :

جس طرف جاتا تھا دروازے موندے تھے شہر کے
راہ کہیں پاتا نہ تھا جو نکل جاوے شہر سے / ۱۰ الف]
رات گذری دن کوں ایک مسجد خرابہ میں چھوپے
سارا دن گذرا، پڑی نہ موںہہ میں اور کر ایک کھیل[2]
دوسری رات اوس خرابے سے ووٗ سرگرداں نکل
بھوکا اور پیاسا نہایت تس پہ مہمانِ اجل
ایک بوڑھیا سے کہا، اے ماں، مرے دل کا کنول
پانی بن مُرجھائے جاتا ٹک دے پانی، کر نہ ڈھیل[3]

مسلم نے کہا، اے ماں، تھوڑا سا پانی دے سکے گی، تا حق تعالیٰ تجھے قیامت کی پیاس سے اپنی امان میں رکھے کیونکہ بہت پیاسا ہوں اور جگر میرا جل گیا ہے۔ طوعہ گئی اور ایک کوزہ ٹھنڈے پانی کا لائی۔ مسلم پیے اور وُہیں بیٹھے۔ دل سوں کہتے تھے، ہزاروں دشمنوں میں گرفتار ہوں، مبادا کسی کے ہاتھ پڑوں
۱۰ ب] کہ وہ پیرِ زال کہی، اے جوان، یہ شہر ہے پُر شور، جدھر سے آیا ہے اُدھر جا۔ مسلم نے کہا، اے ماں، میں ایک مردِ غریب، مسافر، گھرانے عزت و پاکی کے سے ہوں اور اپنے گھر بار و شہر و دیار سے دور پڑا، جا کہیں نہیں رکھتا۔ اگر مجھے اپنے گھر موں جگہ دیوے، تو حق تعالیٰ تجھے بہشت میں جگہ دیوے۔ ترجمہ[4] :

۱۔ طوعہ، اشعث بن قیس کی اُمّ ولد تھی، جسے اس نے آزاد کر دیا تھا؛ آزادی کے بعد اُسید الحضرمی نے اس سے عقد کر لیا تھا۔

۲۔ کھیل : (ہ) تخفیف سا، تھوڑا سا۔ کھیل اڑ کر منھ میں نہیں پڑی یعنی کچھ نہیں کھایا (عورتوں کی زبان میں)۔

۳۔ ڈھیل : (ہ) دیر، تاخیر۔

۴۔ در کوے بلا ساختہ دارم وطنے | در منزلِ درد خستہ جانے و تنے
ہر چند بکارِ خویشتن درمی نگرم | محنت زدۂ نیست بعالم چو منے

کوچے موں بلا کے میں بنایا ہوں وطن — منزل میں مصیبتوں کی یہ جان تیرہ تن
جس قدر میں اپنے کام میں سوچتا ہوں — محنت زدہ کوئی نہیں ہے عالم میں چوں من[1]

طوعہ پوچھی کیا نام ہے اور کس قبیلے سے ہے۔ مسلم نے کہا محنت زدہ ہوا اور ظلم و ستم اینچا ہوا۔ کیا پوچھتی ہے نام اور قبیلہ میرا۔ طوعہ نے مبالغہ کیا، تب لاچار مسلم نے کہا، لمؤلفہ:

مجھ سا بیکس، مجھ سا بے بس، مجھ سا کوئی بے خانماں
مجھ سا اب غربت زدہ کوئی نہ ہوئیگا اے اماں
نے رکھوں ہوں گھر، نہ رکھتا در، نہ کوئی مہرباں رکھ [۱۰۲ الف
نام مجھ برگشتہ طالع کا ہے : مسلم بن عقیل

امام حسین کے چچا کا بیٹا ہوں، کوفیوں نے بے وفائی کی اور مجھے ورطۂ بلا میں ڈالا۔ طوعہ سنتے ہی مسلم کے پانو پر گری اور گھر میں لا اچھی جگہ بٹھا کھانے پینے سے جو کچھ رکھتی تھی، حاضر کی۔ مسلم نے کھانا نوش فرما اور نمازِ قضا کر ادا، دو رات زن کا تھکا ہارا ہوا تکیہ پر سر رکھ آرام کیا۔

اتنے میں بیٹا اوس بوڑھیا کا آیا۔ دیکھا کہ ماں کبھو گھر میں جاتی اور کبھو باہر آتی، کبھو ہنستی اور کبھو روتی۔ لعین[2] نے پوچھا، اے ماں آج رات عجب حال ہے تیرا، خیر ہے۔ طوعہ کہی، خیر ہے، توں مشغول اپنے کار رہ، پھر وہ بجد[3] ہوا کہ خواہ نخواہ مجھ سے کہہ۔ طوعہ کہی، ایک شرط سے کہوں کہ سوگند کھا وے توں کہ یہ بھید کسی سے نہ کہے اور بات میری چھوپاوے۔ ملعون نے قبول کیا اور سوگند کھایا۔ طوعہ کہی کہ مسلم عقیل پناہ [۱۰۲ ب میرے گھر لایا اور میں شرطِ خدمت بجا لاتی، فردائے قیامت حق تعالیٰ سے اجرِ عظیم طمع رکھتی۔ ملعون سن کر خاموش ہو، سو رہا اور مسلم سوتے ہوئے خواب پریشاں دیکھ، جاگے اور حضرت امام حسین کی جدائی، اپنی تنہائی اور بچوں کی یاد میں ڈاڑھ مار، رو کہے۔ ترجمہ[4]:

۱۔ چوں من یعنی میری طرح

۲۔ اس کا نام بلال بن اُسید الحضرمی تھا اور یہ محمد بن اشعث کے خانہ زادوں میں سے تھا۔

۳۔ بجدّ ہونا: مُصر ہونا، ضد کرنا، ہٹ کرنا (فرہنگ آصفیہ ۱ : ۴۷۰)

۴۔ بیا اے اشک، تا بر روزگارِ خویشتن گریم — چو شب از محنت شبہائے تارِ خویشتن گریم
ندانم مہربانے، تا کند بر حالِ من گریہ — ہماں بہتر کہ خود بر حالِ زارِ خویشتن گریم

اے آنسو، توں آ، تا روزگار اپنے پہ میں روؤں
شمع ساں محنتِ شب ہائے تار اپنی پہ میں روؤں
نہ کوئی مہرباں رکھتا، جو رووے حال میرے پر
وہی بہتر کہ آپ ہی حالِ زار اپنے پہ میں روؤں

لیکن جوں دن ہوا اور گرگِ فتنہ و فساد نے مونہہ پسارا[1]، بیٹا اوس پیر زال کا ابن زیاد ملعون کی
[۱۰۳ الف] طرف گیا، اوس وقت کہ منادی ندا کرتا تھا، جو کوئی خبر مسلم امیر لیے لا دیوے / ہزار درم
پاوے، واگر چھپا دے اور امیر خبر پاوے، اوسے قتل کر گھر اوس کا لوٹا دے۔ جوں اس بدبخت
نے مال کا وعدہ سونا، آ کے گیا اور خبر مسلم کی اون سے کہا۔ ابن زیاد ملعون سونتے ہی باغ باغ
ہو گیا اور دو نہیں ابن اشعث[2] لعین کوں تین سے سوار[3] سے طوعہ کے گھر بھیجا۔ جوں وہ فوج
آئی، گرد پیش[4] سے اوس کے گھر کوں گھیرے ہیں لائی، اوس وقت مسلم نمازِ صبح پڑھ، تکیہ دیوار کوں
دیے بیٹھے تھے، کہ آواز گھوڑوں کے سُموں کی کان میں پہونچی، جانے کہ مجھ لیے فوج آئی۔ شمشیر حمائل کر،
باہر نکلے اور وہ تین سے سوار یک مرتبہ حملہ کیے۔ مسلم نے بھی مانند شیر غضبناک کے حملہ کیا اور سو
[۱۰۳ ب] ملعونوں کوں اوسی حملے میں جہنم بھیجا۔ خبر ابن زیاد لعین کوں پہونچی، کہ مسلم نے ایک حملہ میں سو سوار
مارے۔ ملعون نے ابن اشعث کوں کہلا بھیجا کہ مسلم کو امان دے کر مجھ پاس لا۔ تب ابن اشعث
نے کہا، اے مسلم اپنے تئیں ہلاک نہ کر، امیر نے تجھے امان دی۔ مسلم نے کہا مجھے تمہاری امان کی
احتیاج نہیں۔ ترجمہ[5]:

۱۔ پسارنا: کھولنا، پھیلانا۔

۲۔ محمد بن الاشعث: یزید بن معاویہ کے مددگاروں اور عبید اللہ بن زیاد کے سرداروں میں تھا۔ مسلم بن عقیل کو جھوٹی دے کر ابن زیاد کے پاس لے آنے کی مہم اسی کے سپرد ہوئی تھی (تاریخ طبری ۶: ۲۰۹-۲۱۳؛ مقاتل الطالبیین ۱۰۵)۔

۳۔ ابوالفرج الاصفہانی نے ۷۰... کی تعداد لکھی ہے۔

۴۔ گرد پیش: چاروں طرف۔

۵۔ ندیدم من از ہیچ کوئی وفا   ز کوئی نیاید بغیر از جفا

نہ دیکھا کسو کوفی سے میں وفا ۔ وفا کوفیوں میں نہ غیراز دغا

یہ کہہ پھیر حملے کیے اور کئی ملعونوں کوں مار، بہتوں کوں زخمی کر دیے۔ آخر وہ کوتے عاجز ہو، در و دیوار پر چڑھ، مسلم کوں سنگ باراں کر تنِ نازنیں اوس کا تمام زخمی کیے۔ تب کہے: اے مسلم، مرگ کو تیار رہ اور دشمنوں کی دفع میں کوشش کر اور خلعت شہادت پہن۔ مصرع[۱]:

راہ اوس کا شہید ہے سرخ رُو دو جگ منے

یکایک ایک حرامزادے نے ایک پتھر پیشانیِ حضرتِ مسلم پر مارا کہ لوہو موں پر جاری ہوا اور مسلم نے [۱۰۴ الف] کہا، ترجمہ[۲]:

جگر کے لوہو سے موں میرا اب بھرا ہیہات ۔ کسے دکھاؤں یہ موں اب کہاں لیجا، ہیہات!

لمؤلفہ: ہزار حیف نہ دیکھا حسین کا دیدار ۔ کہ وقت آخری مجھ سر پہ آ کھڑا ہیہات!

پھر موں طرف مکّہ معظّمہ کے کر کہے: یا ابن رسول اللہ، آیا کچھ خبر ہے کہ تیرے چچا کے بیٹے سے کیا کرتے اور میں تیری راہ میں ظلم و جفا اپنچتا ڈر نہیں۔ سعادت بوجھتا، ناگاہ ایک حرامزادے نے اور پتھر مارا، ہونٹ اور دانتوں پر لگا، آہ، ہونٹ پھٹ گیا، اور لوہو ڈاڑھی پر جاری ہوا۔ لمؤلفہ:

ایک پتھر آہ، جب آ موں پر مسلم کے لگا
پھٹ گیا اوپر کا لب دانتوں سے لوہو بہ چلا
ہوے محاسن تر بتر لوہو میں، مسلم نے کہا
لوہو میرا ہے حسین ابن علی پیچھے سبیل/ [۱۰۴ ب]

تب مسلم گھاواں بیشمار سے پیٹھ دیوار ابکیر بن آمران کوں لگا بیٹھے، کہ اوس ملعون نے گھر سے نکل پیچھے سے آ، تیغ مسلم پے کس کر مارا، آہ، اوپر کا ہونٹ کٹ گیا۔ موں نحس مسلم نے شمشیر اوس کے گردن پر ماری کہ سر اوس کا دس قدم دور پڑا۔ پیٹھ دیوار کوں لگا، کہا، خداوندا، تھوڑا پانی دے۔ تمام نظارہ کرتے تھے اور روتے

۱۔ چوں شہیدِ راہ اُو در ہر دو عالم سرخ روست ۔ خوش دمے باشد کہ مارا کشتہ زیں میداں برند
۲۔ خونِ جگرم نہ دیدہ بر رُخ پالود ۔ رُخسارہ کجا برم چنیں خون آلود
۳۔ گھاؤ کی جمع۔
۴۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام بکیر بن حمران الاحمری تھا

تھے، لیکن بوند پانی کی نہ دیتے تھے۔ آخر اوسی بوڑھیا نے قدح پانی کالا، ہاتھ دیا۔ جوں مسلم نے موںہہ سوں لگایا، لوہو سے بھر گیا۔ طرحہ وہ پانی ڈال اور لائی۔ لمؤلفہ:

پھر قدح موںہہ سے لگایا، پھر لوہو سے بھر گیا
نیک بخت اور پانی لے آئی شتابی سیتی جا
تیسری بار جو مسلم پیونے لاگا، موںہہ لگا
دانت سارے گر پڑے اوس پیالے میں مانند کھیل[1]

[۱۰۵ الف] تب مسلم نے پیالا ہاتھ سے رکھ کہا، لمؤلفہ:

پانی پیونا اب ہمارا جا قیامت پر پڑا[2] | اب تو قسمت میں ہوا ہے لوہو اپنا پیونا

ناگاہ اور حرامزادہ نے آنیزہ پیٹھ پر مارا، کہ مسلم اوندھے موںہہ زمین پر گرے اور ظالم چوگردسے گھیر مسلم کوں پکڑ ابن زیاد ملعون پاس لے چلے۔ تب مسلم نے کہا، یا ابن رسول اللہ، آرزو رکھتا تھا کہ پھر بھی ایک بار اس دیدہ محنت دیدہ کوں تیرے دیدار سے روشن کرتا۔ حیف کہ میسر نہ ہوا! ترجمہ:

اے بادِ صبا از لطف و یاری | کعبہ کی طرف توں جا گذر کر
شہزادۂ حسین کوں جوں دیکھے | تب اوس سے یہ بات مختصر کر
یوں کہیو کہ مسلم ستم کش | مارا پڑا توں علاج سر کر
مغرور نہ ہو بقولِ کوفیاں | اور مکر سے ان کے اب حذر کر
[۱۰۵ ب] میں نے تو ترے بدل دیا جان | توں اپنے نچے نہ دربدر کر

۱۔ کھیل یعنی دانہ۔

۲۔ اس شعر کا مضمون فضلی نے: "آب خوردنِ من بقیامت افتاد" (روضۃ الشہدا، ۱۸۲) سے لیا ہے۔

۳۔
اے باد صبا ز روئے یاری | سوئے حرم خدا گذر کن
شہزادۂ حسین را چو بینی | بنشین و حدیث مختصر کن
ہر مدکہ ز کوفیاں بدیدی | فرزند رسول را خبر کن
برگوئی کہ مسلمِ ستم کش | شد کشتۂ تو، چارۂ دگر کن
مغرور مشو بقولِ کوفی | وز فتنۂ شامیاں حذر کن

لیکن جب مسلم کوں ابن زیاد لعین پاس لے گئے[1]، مسلم سلام نہ کیے۔ ظالم کہے، اے مسلم، امیر کوں کیوں سلام نہ کیا۔ مسلم نے کہا اس سلام میں نہ سلامتی دنیا کی دیکھتا نہ عقبیٰ کی۔ ابن زیاد ملعون نے یہ بات سُن، سر پشیمانی کا تلے کر کہا، کیوں زمانے کے امام پر خروج کیا توں نے اور فتنہ و فساد برپا کیا۔ تب مسلم نے کہا، امام زمانے کا امام حسین بن علی علیہما السّلام ہے۔ میں اوسی کے حکم سے اس شہر میں آیا اور جو کچھ کیا برضائے حق کیا۔ لیکن دشمنوں نے نہ چاہا کہ حق مرکز پر بیٹھے۔ لیکن اے ابن مرجانہ جانتا ہوں کہ میرے مارنے کا حکم کرے گا توں۔ بالفعل جب لگ کہ حکم کرے کہ ایک شخص کوں قبیلۂ قریش سے کہ مجھ پاس آوے۔ تا کئی وصّیتیں کہ رکھتا ہوں[2] سونپے۔ پھر [۱۰۶ الف] پیچھا پھیر دیکھے کہ عمر سعد لعین کھڑا ہے۔ مسلم نے کہا، اے ابن سعدؓ، تین وصیتیں کرتا ہوں، اوّل یہ کہ گھوڑا میرا سمیت ہتھیاروں میرے سے کہ میرے بدن میں ہیں، بیچیو اور اس شہر میں سات[3] سے درہم کا قرضدار ہوں، ادا کیجیو۔ ابن زیاد ملعون نے کہا ہمیں تیرے ہتھیاروں اور گھوڑے سے کچھ کام نہیں۔ دوسری یہ کہ جوں مجھے ماریں، جانتا ہوں کہ سر میرا شام میں یزید کے پاس بھیجیں گے، بدن میرے کوں جائے مناسب دفن کیجیو۔ ابن زیاد لعین بولا کہ جب ہم نے تجھے مارا جو کچھ کر تیرے بدن سے چاہیں[4] گے سو کریں گے۔ تیسری یہ کہ نامہ امام حسین علیہ السّلام کوں لکھیو کہ کوفیوں نے بے وفائی کر تیرے چچا کے بیٹے کوں مارا۔ زنہار کوفے میں نہ آئیو اور قول کوفیوں پر اعتماد نہ فرمائیو۔ پھر ابن زیاد ملعون نے کہا، اگر حسین ہمارا قصد[5] نہ کرے گا، تو ہم بھی قصد نہ [۱۰۶ ب] کریں گے، اور اگر خلافت کا خواہاں ہوئے گا تو ہم بھی چپ نہ رہیں گے۔ پھر کہا، کون ہے کہ مسلم کوں کوٹھے پر لے جاوے اور سر اوس کا کاٹ مجھ کنے لاوے۔ [بکیر] ابن حمران لعین نے کہا کہ یہ کام میرا ہے کہ اون نے آج میرے باپ کوں مارا ہے۔ تب حرامزادہ نے ہاتھ مسلم کا پکڑ کوٹھے

۱۔ روضۃ الشہدا: ۱۸۲۔

۲۔ یہاں ایک لفظ مٹا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

۳۔ تفصیلات تاریخ طبری میں دیکھیے (۶: ۲۱۱)؛ نیز مقاتل الطالبیین: ۱۰۵۔

۴۔ اصل: ثات۔

۵۔ اضافہ از روضۃ الشہدا۔

پر لے گیا۔ مسلم اس وقت درود رسول خدا پر بھیجتے تھے اور کہتے تھے، اللّٰھُمَّ[1] اُحکم بَیْنَنا وَبَینَ قَومِنَا بِالْحَقِّ[2]۔ بار خدایا، حکم کر درمیان ہمارے اور اس قوم کے براستی کہ توں بہترین حکم کرنے والا ہے کہ انھوں نے ہمیں بولایا اور جبوں میں آیا، مجھ سے یہ سلوک کیا۔ لمؤلفہ:

کوئی نہ ہوا رفیق میرا کس ظلم سے آکے مجھ کوں گھیرا
یہ کس کیے مجھ کوں بے کسی میں آوارہ کیے ہیں بے بسی میں
میرے بچے مجھ سیتی توڑائے[3] مجھ کوں پکڑ، اس روش لے آئے
۱۰۰ الف]
اب سیس[4] میرا جدا یہ کرتے تجھ عزّو جل سے کبھی نہ ڈرتے
افسوس کہ میں جدا پڑا ہوں شبّیر سے، جس پہ جاں فدا ہوں
کوئی نہ یہاں مرا ہے ہمدم کوئی نہ رفیق ہے، نہ محرم
اب مارتے بے گناہ مجھ کوں سر کاٹتے کر تباہ مجھ کوں

پھر جبوں کوٹھے پر پہونچے مونہہ طرف مکّہ کر کہے۔ السّلام علیک یا ابن رسول اللہ، لمؤلفہ:

مسلم کے حال سے کبھی تجھے ہے کچھ خبر اے مرتضیٰ کے پیارے پیمبر کے دل جگر!
تجھ مونہہ کے دیکھنے کا ہوا وعدہ روزِ حشر پس اب وداع ہوتا تجھے حق کوں سونپ کر

پھر مسلم نے کوٹھے سے تلے نظر کی۔ دیکھا بہت لوگ تماشے[5] لیے کھڑے ہیں۔ تب مسلم نے کہا، یا ابن رسول اللہ، ترجمہ:

۱۰۰ ب]
گنہ میں مارتے تجھ عشق کے وغوغا ہے
توں بھی یو کوٹھے پہ چڑھ دیکھ عجب تماشا ہے[6]

۱۔ اصل: اللّٰہ۔

۲۔ اصل: بالحق۔

۳۔ توڑانا (ء تڑانا): چھوڑانا، علیحدہ کرنا، جدا کرنا۔

۴۔ سیس (ھ) سر۔

۵۔ یعنی تماشا دیکھنے کو۔

۶۔ بجرمِ عشقِ توام می کُشند غوغائیست تو نیز بر سرِ بام آ کہ خوش تماشائیست

پھر موںہہ کوفیوں طرف کر، کہے. ترجمہ:[1]

جب سر مرا اے کوفیو، تن سے جدا کرو — تن میرے کوں مدینہ میں ہی دفن جا کرو
جو قافلہ کہ مکہ طرف ہووے اب رواں — جامہ مرا اودھر ہی روانہ لیجا کرو
کہیو خدا کے واسطے شبیر آگے اب — یہ لہو لوہان جامہ نشانی روا کرو
مجتے ہوئے یتیموں پہ میرے لوکریو رحم — جب یاد قتل میرا زباں پر ذرا کرو
جب نیچے میرے میری خبر پوچھیں تم سیتی — تحفہ دعا کا مجھ سے اون او پر ادا کرو

پھر مسلم نے ہاتھ واسطے دعا کے اوٹھا کہا، بارخدایا، فتح دے دوستوں کوں اور راند[2] دشمنوں کوں. پھر کلمۂ شہادت پڑھ، امید وار قتل ہوے. جوں ابن حمران نے چاہا کہ شمشیر مسلم پر مارے، ہاتھ ملعون کا خشک ہوگیا اور اوپر کا اوپر ہی رہا. ابن زیاد نے کہا تجھے کیا ہوا. ملعون نے کہا، ایک مرد باہیبت [۱۰۸ الف] کوں دیکھا میں نے کہ میرے برابر کھڑا ہے اور اونگلی اپنی دانتوں سے کاٹتا ہے. میں اوس سے ڈرا. ابن زیاد ملعون نے کہا. توں چاہا کہ خلاف عادت کام کرے، دہشت نے غلبہ کیا. تب اور ملعون کو بھیجا، جب وہ لعین اوپر گیا، جمال باکمال محمد مصطفیٰ دیکھ، کلیجا پھٹ، مرگیا. تیسرے ملعون شوم شامی بے حیا نے مسلم غریب کوں شہید کیا[3] اور سر کوں بدن سے کاٹ، لاش کو کوٹھے سے نیچے ڈال دیا. اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ / [۱۰۸ ب]

۱۔ اے کوفیاں چو سر ز تن من جدا کنید — باری تن مرا بسوے خاکداں برید
چوں کارواں بجانب مکہ رواں شود — پیراہن مرا سوے آن کارواں برید
گوئید کز برائے خدا بہر یادگار — نزد حسین جامۂ پر خوں نشاں برید
دستے بر آب چشم یتیمان من کنید — آندم کہ یاد کشتن من بر زباں برید
چوں طفلکان من خبر من طلب کنند — از من تحیتے سوی آن طفلکاں برید

۲۔ راند۔ فارسی مصدر راندن سے "راندنا" بنالیا گیا ہے بمعنی دھتکارنا، رد کرنا، شکست دینا وغیرہ۔

۳۔ کاشفی نے لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بیسر بکیر ہی نے مسلم کو شہید کیا۔ (روضۃ الشہدا: ۱۸۴) اصفہانی نے بھی یہی لکھا ہے (مقاتل، ۱۰۷) نیز دیکھیے تاریخ طبری (۶: ۲۱۲)

چھٹی مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی قدّرنا فی صورنا علمہ بالإحسان رب العالمین الذی ربّانا بالجود والنعم الألوان الرحمٰن علینا فی سکرات الموت بالإیمان الرحیم علینا إذا کنّا فی القبور بین التراب والدیدان مالک یوم الدین یحکم بالعدل والإحسان إیاک نعبد حق العبودیۃ بالفضل والإمتنان وإیاک نستعین . علی جمیع الإعداء من الجنّ والإنس والشیطان إھدنا الصراط المستقیم بالإستقامۃ علی التوبۃ والایمان صراط الذین أنعمت علیھم إلی سواء السبیل والجنان

[۱۰۹ الف] غیر المغضوب علیھم من أھل البدع والعصیان ونشھد أن لا إلہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد أنّ محمدًا عبدہٗ ورسولہ ونشھد أنّ علیًّا ولیّ اللّٰہ

[۱۰۹ ب] ووصیّ رسولہ وسلّم تسلیمًا کثیرًا برحمتک یا أرحم الراحمین ٥/

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٥

اے مونس شکستہ دلاں حالِ ما ببیں — مارا غریب و بیکس و بے آشنا ببیں

اولادِ خویش را کہ شفیعانِ محشر اند — در ورطۂ عقوبتِ اہلِ جفا ببیں

در خلد بر حجاب دو کوں آستیں فشاں — واندر جہاں مصائبِ ما برملا ببیں

نے نے درآ چو ابر خروشاں بکربلا — طغیانِ سیل و فتنہ و موجِ بلا ببیں

تن ہائے کشتگاں ہمہ در خاک و خوں نگر — سرہائے سرواں ہمہ بر نیزہا ببیں

آں سر کہ بود بر سر دوشِ نبی مدام — یک نیزہ اش ز دوشِ مخالف جدا ببیں

وآں تن کہ بود پرورشش درکنار تو — غلطاں بخاکِ معرکۂ کربلا ببیں

یا بضعۃ الرسول ز ابنِ زیاد داد

[۱۱۰ الف] کو خاکِ اہلِ بیت رسالت بباد داد/

اس مجلس چھٹی میں جو پڑھتا ہووا دریغ
مسلم کے دونوں بچوں غریبوں کا حال ہے

سنو اے دوستاں یہ ماجرا تم　　اب اپنا ہوش اس دوکھ میں کرو گم
ہے مسلم کے دو بیٹوں کی شہادت　　تمہیں رونا ہے اس دوکھ میں سعادت
سنو اون دو دوکھیاروں کا تم احوال　　کرو شادی نہ کر اس غم سوں پامال
کہ کیا احوال اون دوکھیوں پہ گذرا　　سراسر دوکھ اوہی سو کھیوں پہ گذرا
بیاں کرتا ہے فضلی ٹک دھرو کان　　کہ غم سوں کھولتا ماتم کی اب کھان

واہمانِ اخبارِ الم پژوہ اور شارحانِ آثارِ غم واندوہ شہادتِ پسرانِ مسلم عقیل صفحۂ سیمیں پر قلم مشکیں رقم سے یوں لکھتے ہیں کہ بعد قتل مسلم کے جاسوسوں نے ابن زیاد ملعون کوں کہا، دو بیٹے مسلم کے اس شہر میں چھوپے ہیں، کہ نہ چاند روشنی اون کے مونہہ کی سی رکھتا ہے اور نہ سنبل تاب اون کے گیسوؤں [۱۱۰ ب]
کی سی لا سکتا۔ ترجمہ[1]

موکھڑا اوکیسا موکھڑا مانند آفتاب ہے　　اور بال کیسے بال ہیں ہر حلقہ پیچ وتاب ہے

ابن زیاد ملعون نے کہا۔ ڈھنڈھورا پٹیے کہ بیٹے مسلم کے جس کے گھر میں چھوپے ہوئیں اور نہ لاوے، فرماؤں کہ اوسے مار اوس کے گھر کوں تاراج کریں اور وہ دونو شریح قاضی کے گھر تھے۔ جوں قاضی منادی سونا، شاہزادوں کوں بولایا۔ جوں آنکھ اوس کی دونو پر پڑی، بے اختیار نعرہ مار، رونے لگا، شاہزادے باپ کی شہادت سے بے خبر تھے۔ جوں قاضی کوں روتے دیکھے، دونو کی خاطر میں شک گذرا، اور انھوں نے قاضی سے کہا، اے قاضی تجھے کیا ہوا کہ جوں تو نے ہمیں دیکھا، رونا شروع کیا، اور دل ہم غریبوں کا حسرت کی آگ پر جلایا۔ قاضی نے جیتا چاہا کہ اوس بھید کوں چھوپاوے، نہ چھوپا سکا۔ ترجمہ[2] [۱۱۱ الف]

۱ روے چگونہ روے، رو۔ ے چو آفتاب ہے　　موے چگونہ موے ہر حلقہ پیچ وتاب ہے
۲۔ نالہ را چنداں چہ می خواہم کہ پنہاں برکشم　　سینہ می گوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن

جس قدر رونے کوں چاہوں ہوں کہ پوشیدہ کروں
چھاتی کہتی ہے کہ میں تنگ آئی ہوں فریاد کر

قاضی نے بے اختیار رو کر کہا، اے صاحبزادو معلوم کرو کہ خلعتِ شادیِ دنیا بے اعتبار اور شربتِ خوشوقتیِ دنیا زہر وار، جو پھول عشرت کا ہے، اوس کے ساتھ خار اور جو بنیادِ مسرت ہے، سو ناپائدار۔ ترجمہ[1]

کوئی روشن دل اب دریں عالم   شادی کا دن نہ دیکھا بے شبِ غم

اب باپ بزرگوار تمہارا کہ ستارا برجِ نیک بختی کا تھا، شہادت کے بازوؤں سے طرف باغِ بہشت کے پرواز کر سدھارا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ تمھیں صبر اس مصیبت میں کرامت کرے۔ جوں یتیموں نے یہ
[۱۱۱ ب] بات سونی، بے ہوش ہوئے اور جب ہوش میں آے، جامے چاک کر، چیرے زمین پر ٹیکے اور گیسو اپنے مشک مثال کھول، فریاد کر، کہے، اے قاضی، یہ کیا خبر دل سوز، غم اندوز ہمیں سونائی۔ آہ، کیا، قاضی ہمارا باپ سچ اب مر گیا، ہم دونوکوں تج، بلاؤں میں یتیم اب کر گیا:

ہائے پس ہم کیا کریں گے جیو کرتے باپ، حیف   تن رہے ہم زرد کے خالی ان تنوں کا سر گیا
باپ ہم کوں تج گیا ہم ہو رہے بیکس یتیم   وہ تو سب دکھ سہ سدھارا، ہم لیے دو دکھ دھر گیا

پھر شور واویلا و وا بابا اوٹھائے۔ قاضی نے کہا اے صاحبزادو، وقت رونے کا نہیں کہ ابن زیاد ملعون کے لوگ تمہیں ڈھونڈتے ہیں اور میں اس شہر میں محبّت اہلِ بیت سے تہمت زدہ ہوں اور دشمن میرے بھی حال کی تلاش میں ہیں۔ اپنی بھی جان اور تمہاری بھی جان سے ڈرتا۔
[۱۱۲ الف] اب ایک فکر کی ہے، کہ تمہیں کسو پاس سونپوں کہ مدینہ میں پہونچا دے۔ آہ، معصوم، ابن زیاد لعین کے ڈر سے چھپے ہوئے لیکن جوں رات ہوئی، قاضی نے ہر ایک کی کمر میں پچاس پچاس اشرفی باندھ اپنے بیٹے اسد نام کوں کہا، آج شہر کے باہر ایک قافلا اترا ہے اور مدینہ کوں جاتا۔ ات

۱- ہیچ روشن دلے دریں عالم   روزِ شادی ندید بے شبِ غم

دونو خوزادوں[1] کوں لے جا اور اون میں سے جس کی پیشانی میں اثر صلاح دیکھے، سونپ کر اون کوں مدینہ میں پہونچا وے۔ اسد اوس اندھیری رات میں دونوں بیچاروں کوں شہر کے دروازوں سے باہر لے گیا۔ قضارا قافلا اوس وقت کوچ کر گیا تھا اور سیاہی اوس کی نظر آتی تھی۔ اسد نے کہا، اے صاحبزادو، یہ قافلہ جاتا ہے، جاؤ اور قافلا میں ملو۔ دونو معصوم قافلے پیچھے چلے۔ جوں کئی قدم گئے، سب یہی قافلا اون کی نظر سے غائب ہوئی، اور دونوں غریب راہ بھولے۔ [۱۱۲ ب]
یکایک کئی جاسوس اون کوں ملے۔ اور دونوں کو پکڑ جانے کہ مسلم کے بیٹے ہیں، ہاتھ دونوں کے باندھ لیے۔ سردار اون کا دشمن اہل بیت کے گھرانے کا تھا۔ راتوں رات اون کوں ابن زیاد پاس لے گیا۔ اس حرام زادے نے دونو کوں بندی خانہ بھیجا، اور نامہ یزید پلید کوں لکھ کر دو بیٹے مسلم کے جو سات برس کی عمر[2] ہیں، پکڑے آئے اور میں نے قید کیے، مارنے یا آزاد کرنے میں جو حکم۔ لیکن پیدہ بندی خانہ کا نیک بخت پاک اعتقاد تھا اور دوست دار اہل بیت کے گھرانے کا مشکور[3] تھا۔ جوں شاہزادوں کوں بندی خانہ لا، اوس پاس سونپے۔ اوس نے قدم دونو کے چوم آنکھی

---

[1] خوزادہ: خواجہ زادہ کا مخفف، فضلی نے کہیں کہیں "خُرزادہ" بھی استعمال کیا ہے: صاحب زادہ۔
[2] اس کا املا دونوں طرح یعنی خوزادہ اور خُرزادہ صحیح ہے لیکن واو سے لکھنا بہتر ہے (نور اللغات ۲: ۴۹)
اہل لکھنؤ لکھتے ہیں۔

اسوار ہوا جب وہ دو عالم کا خوزادہ

مرثیہ سکین میں بھی "خوزادہ" استعمال ہوا ہے۔

بی بی بھی ماری گئی ہے ساتھ ہی خوزادہ موا

(گل کرسٹ اور اس کا عہد: ۲۵۱)

[3] ... درج۔

[4] ... سات برس۔ لیکن روضۃ الشہدا میں عمر سات آٹھ سال لکھی ہے (ص ۱۸۶)
[5] ... ذکر کوتوال (نفائس اللغات۔ ۲۳۱)، شاہی ہرکارہ، کوتوال یا حاکم کا نوکر؛ مصحفی:

مجرم کی طرح دل کو مرے کھینچ لے گیا   خالِ جبیں پیادہ بنا کوتوال کا

(نور اللغات ۲: ۱۳۶)

[۱۱۳ الف] جاگہ بیٹھا، تمام دن ہاتھ باندھے ہوئے خدمت کرتا رہا۔ اور کھانا/پلا کھلایا، تاکہ رات ہوئی۔ مشکور
دونوں کوں بندی خانہ سے باہر لا، قادسیہ ایک شہر تھا اوس راستہ پر پہونچا، انگوٹھی اپنی اون کے
ہاتھ دی۔ کہا یہ راہ اس کی ہے۔ سدھارو، تب لگ کہ شہر میں پہونچو۔ وہاں میرے بھائی کوں یہ
انگوٹھی اوسے دکھلائیو، کہ وہ تمہیں مدینہ میں پہونچاوے۔ دونوں یتیم غریب مشکور کوں دعا
کرتے ہوئے چلے لیکن حکم لَارَادَّ لِقَضَائِہٖ یعنی رد نہیں ہوتی قضا اوس کی۔ جوں تھوڑی دُور
گئے، پھر راہ بھولے۔ آہ اوس اندھیری رات میں دونو غریب ویران سرگردان پھرتے تھے، تاکہ دن ہوا۔
بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا، اے بھائی، ہم اب لگ شہر ہی کے دروازے پر ہیں۔ مبادا پھر
[۱۱۳ ب] دشمن آویں اور پکڑے جاویں۔ یہ کہہ ادہر ادہر دیکھنے لگے۔ بائیں ہاتھ اون کے ایک میدان کھجور
کا تھا۔ ادھر گئے۔ ایک چشمہ پانی کا دیکھے، اور اس چشمہ پر ایک درخت پورانا کہ پیٹ اوس کا خالی
تھا، اوس درخت میں جا چھپے۔ لیکن جب وقت نماز پیشیں[1] کا ہوا، ایک لونڈی آفتابہ ہاتھ میں
اس چشمہ پر آئی۔ عکس اون دونو کی صورت کا کہ آسمان بے کسی کے چاند سورج تھے، پانی میں دیکھ سر اوپر
اوٹھائی۔ نظر اون دونو پر پڑی، دیکھی، ترجمہ[2]:

دو پھول باغ دیں کے کھلے ہیں درخت پر — دو سرو خوش خرام چڑھے ہیں درخت پر
دو چاند برج آبی سے طلوع — دو سیب تازے جھوم رہے ہیں درخت پر

آفتابہ ہاتھ سے رکھ، پوچھی، تم کون ہو۔ اونھوں نے کہا، ہم دو غریب بیچارے آوارے، باپ ماں سے
[۱۱۴ الف] دُور پڑے / ہوئے، راہ بھول گئے اور پناہ اس درخت میں لائے۔ اوس نے کہا، باپ تمھارا کون تھا۔
جوں نام باپ کا سونے، بے اختیار رونے لگے۔ لونڈی کہی، گمان کرتی ہوں کہ تم بیٹے مسلم عقیل کے
ہو۔ تب معصوم کہے، اے ماما، توں بیگانی ہے یا آشنا، دوست وفادار ہے یا دشمن پُرجفا۔ وہ کہی

۱۔ نماز پیشیں، نماز ظہر۔ نماز ظہر کو پیشیں اس لیے کہتے ہیں کہ سورج نکلنے کے بعد دن میں یہ پہلی نماز ہے چنانچہ عصر کو نماز دیگر کہتے ہیں۔

۲۔ دو گل از گلشن دولت دمیده — دو سرو از باغ خوبی سر کشیده
دو ماه از برج خوبی رخ نموده — ز دیده چشمهٔ باران گشوده

میں دوستدارِ اہل بیت ہوں. اور ایک بی بی رکھتی کہ وہ بھی ہمیشہ دم تمہاری محبت کا مارتے ہے. آؤ تمھیں اس پاس لے جاؤں اور مت ڈرو کہ اچھی جگہ پہونچاؤں. معصوم اوس کے ساتھ چلے، جوں گھر کے نزدیک پہونچے، لونڈی نے آگے ہی جا، بی بی کوں بشارت دی کہ مسلم کے بیٹوں کوں لائی. بی بی نے اوڑھنی سر سے اوتار لونڈی کوں دی، کہی، اپنے مال سے تجھے آزاد کیا میں نے/اور دونہیں سر پانو ننگے معصوموں پاس دوڑی. اور دونو کے پانو پر گر، مثل مادرِ مہربان ایک ایک کوں گلے لگا، مسلم کی خواری اور اون کی گرفتاری پر زار زار رو، کہی. لعنتِ خدا اون پر کہ جو تمھیں بے پدر کیے. پھر دونوکوں گھر میں لا کھانا حاضر کیی. اور ایک مکان اچھا بنا. وہاں میٹھا کھانا کھلائی اور لونڈی کوں کہی خدا کے واسطے یہ بھید میرے خاوند سے چھپا. اور آپ تمام دن صاحبزادوں کی خدمت میں حاضر رہی. فرد[1]:

نہ ہر زن زنست و نہ ہر مرد مرد   خدا پنج انگشت یکساں نکرد

پھر جب رات ہوئی دونوکوں پھر کچھ کھلا، فرش پاکیزہ بچھا، نہایت دلداری کر سولائی. اتنے میں خاوند اوس کا آیا، نہایت تھکا اور ہارا ہوا. اوس نیک بخت نے کہا اے مرد آج/اب لگ توں کہاں تھا، بدبخت نے کہا، جوں صبح امیر کے گھر گیا، منادی ندا کرتا تھا کہ مشکور زندان بان[2] نے مسلم کے بیٹوں کوں بندی خانہ سے آزاد کیا، جو کوئی اونھے لاوے، امیر اوسے مال بیشمار دلاوے بہت لوگ اون کے ڈھونڈھنے کوں گئے تھے. چنانچہ میں بھی گیا اور بہت ڈھونڈھا اونھے خراب ہوا. اس قدر گھوڑا دوڑایا کہ مار سولایا[3]، پر اونھے نہ پایا. اوس عزیزہ نے کہا، اے مرد، خدا سے ڈر اور رسول خدا سے شرم کر، کون سا کم بخت ہووے کہ دو یتیم معصوم مظلوم کوں پکڑ، دشمن کے حوالہ کرے. ملعون نے کہا چپ کر، تجھے اون سے کیا کام. ابنِ زیاد خلعت و گھوڑا اور مال دینے کہا ہے انعام. کچھ کھانے کوں لا. وہ عاجزہ کھانا لائی اور اپنا خون جگر کھائی. ملعون/کھانا زہر مار کر بیہوش ہو سگ مست سویا.

۱۔ علی اکبر دہخدا: امثال و حکم ۴: ۱۸۵۹. یہ شعر سعدی کا ہے اور گلستاں میں موجود. فارسی شعر روضۃ الشہدا میں نہیں.

۲۔ زندان بان (یہاں بان علامت فاعلی ہے) یعنی زندان کا مہتمم، داروغہ.

۳ روضۃ الشہدا: مردمان روی بجست وجوی ایشان آوردند ومن ہم در طلب ایشان ایستادم وتا وجہید کی نمودم، آخر اسپم ہلاک شد.

لیکن جب آدھی رات کا عمل ہوا، بڑا بھائی کہ نام اوس کا محمد تھا، نیند سے چونکا اور چھوٹے بھائی کوں کہ نام اوس کا ابراہیم تھا جگا کر کہا، اے بھائی، اوٹھو کہ ہمیں بھی مارے گے، ابھی اپنے باپ کوں خواب میں دیکھا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا و حسن مجتبیٰ کے ساتھ باغ بہشت میں پھرتے تھے۔ جدل نظر پیغمبر کی مجھ پر اور تجھ پر پڑی، ہمارے باپ کی طرف مونہہ کر فرمائے، اے مسلم کیوں کر دل تیرے نے یاری دی کہ ان دو طفلان معصوم کوں دشمنوں میں چھوڑ آیا۔ باپ ہمارے نے عرض کی کہ یا رسول اللہ، اب میرے پیچھے آتے ہیں اور کال مجھ پاس ہوئیں گے۔ تب چھوٹے بھائی نے کہا، قسم خدا کی میں نے

[۱۱۶ الف] بھی یوہی خواب دیکھا۔ پھر دونو بھائی نے ہاتھ ایک دوسرے کی گردن میں ڈال کر زار زار رونے لگے۔ اون کے رونے کی آواز سے حارث عین نیند سے چونک جورو سے پوچھا، یہ کون روتا ہے۔ وہ عاجزہ، چپ رہی اور جواب نہ دی۔ ملعون کہا، اوٹھ چراغ روشن کر۔ مومنہ بیہوش ہوئی اور نہ اوٹھ سکی۔ ملعون نے آپ اوٹھ چراغ جلا، اوس گھر میں گیا، جہاں وہ دونو مظلوم تھے۔ دیکھا کہ دو لڑکے ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈالے ہوے روتے۔ حارث پوچھا تم کون ہو۔ معصوم جانے کہ یہ بھی دوستوں سے ہے۔ کہے کہ ہم مسلم عقیل کے بیٹے ہیں۔ لمؤلفہا؛

ہائے مسلم کے بچے ڈھونڈھتا حارث جس دم
اپنے گھر آے کر پایا اوکنے بولا اوس دم
یار مجھ گھر میں ہے میں ڈھونڈتا ہوں در عالم
پانی کوزے میں ہے میں پیاسا پھرو ں ہوں اس دم

[۱۱۶ ب]
آج میں تم دونوں کے ڈھونڈنے خاطر اپنا
گھوڑا دوڑایا کہ دوڑتے میں گھوڑا بھی موا
تم دونو بیٹھے ہو آرام سے مجھ گھر میں آ
میں خرابوں میں خراب ہوتا پھرا ہوں ہلکم[۱]

۱۔ ہلکم: عورتوں کی زبان میں ہلچل، تہلکہ، کھلبلی، (نور اللغات ۴: ۹۸۵) لیکن یہاں نضلی نے ہلکان، حیران پریشان کے معنوں میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

میں نے آج تمہارے ڈھونڈھنے میں گھوڑا اپنا مارا اور تم میرے ہی گھر میں ہو. جوں وہ دونو اجل گرفتہ یہ بات سونے، ہو چکے ہو، سر تلے کیے. لمؤلفہ :

ہائے حارث نے وونہیں پہونچ کے بے رحمی سے
کئی طماچے دونو کے نازنیں موکھڑوں پہ جڑے
ہائے وہ چاند سے موکھڑے دونوں کے نیلے ہوگئے
اور نشان اونگلیوں کے اوبھر اوٹھے گالوں پہ جم

آہ، ملعون طماچے مار گیسو دونو کے ملاکر باندھا اور باہر نکل دروازے کوں قفل دے، کونجی اپنے پاس رکھا. لیکن وہ نیک زن اوس مردود کے پانو پڑتی تھی اور زار زار روتی تھی، ترجمہ.

۱۱۱ العن

مت ظلم کر ان یتیموں اوپر / تک رحم کر ان غریبوں اوپر
یہ باپ کے دوکھ میں مبتلا ہیں / یہاں ہائے، غریب بے نوا ہیں
تو درگذر، اب جفا سے ان کی / پرہیز کر اب دغا سے ان کی
نفرینِ یتیم محنت آور / عالم میں لگا دے آگ یکسر

ملعون نے اوسے گھڑک[۲] کہا جا دور ہو اور اس بات سے درگذر، والا نہ ابھی تن پر دیکھے سر. آخر وہ عزیزہ چپ رہی. لیکن جب صبح ہوئی، وہ تیرہ بخت، سیاہ دل دونو مظلوموں کوں گھر سے نکال، دریائے فرات پر لے چلا. من کلام مسکینؒ :

۱۔ بیداد مکن بریں یتیماں / لطفے بنمائے چون کریماں
ایشاں بفراق مبتلا اند / در شہر غریب و بے نوا اند
بگذر ز سرِ جفائے ایشاں / پرہیز کن از دعائے ایشاں
نفرینِ یتیم محنت آلود / آتش بجہاں در افگند زود

۲۔ گھڑکنا = گھرکنا، ڈانٹنا، ڈپٹنا.

۳۔ یہ دونوں شعر مرثیۂ مسکین (محمد عتیق صدیقی، گل کرسٹ اور اس کا عہد: ۲۴۹) میں اس طرح درج ہیں :

جب دن ہوا، تو وِس نے شمشیر کرکے عریاں / بچوں کو گھر سے کاڑھا، او باندھیں ان کی زلفاں
زلفاں جھٹک جھٹک کے کنپٹیاں لوٹ چلیاں / جاں کندنی کو پہونچا بچوں کا آہ و نالا

جب دن ہوا تو ظالم شمشیر کر کے عریاں   بچّوں کوں گھر سے کاڑھا[1] باندھے ہوئے دو زلفاں
زلفاں پکڑ جو کھینچاں، کنپٹیاں ٹوٹ چلیاں   جاں کندنی سے گذرا بچّوں کا آہ و نالا

[۱۱۷ ب] اور جورو اوس کی سر پانو ننگے، پیچھے دوڑتی تھی اور رو رو/عاجزی کرتی تھی، لیکن وہ کوتا، شمشیر اینچ دوڑتا اور مومنہ تلوار کے ڈر سے بھاگتی. تا کہ یونہیں دریا پر پہونچا اور ایک غلام رکھتا تھا خانہ زاد کہ اوس کے بیٹے ساتھ دودھ پیا تھا، وہ بھی ساتھ تھا. ملعون نے شمشیر اپنی اوس غلام کوں دی کہا ان دونوں کا سر جدا کر. غلام شمشیر لے، کہا. اے خواجہ، کیوں کر دل کسو کا یاری دیوے کہ ان بچّوں بے گناہوں کوں مارے. ملعون نے غلام کوں گالیاں دے کہا، جا جو کچھ کہ کہتا ہوں سو بجالا. ترجمہ[2].

ناہ، یاں سے کام بندے کوں نہیں   آگے خداوند اپنے کے تیز عاجزی

غلام نے کہا، اے خواجہ مجھے ان کے مارنے کی قدرت نہیں. حارث لعین نے کہا، اگر توں ان
[۱۱۸ الف] کوں نہ مارے، میں تجھے مار دوں. غلام کہا، جب لگ توں مجھے مارے، تب ہی/تیرا سر اُتار دوں.
ملعون نے ہاتھ لنبا کر، غلام کے بال پکڑے، غلام نے ڈاڑھی اوس بدبخت کی پکڑ، اینچی اور چاہا کہ شمشیر مارے، ملعون نے قوّت کر، غلام کے ہاتھ سے تلوار چھینالی. تب غلام نے اپنی شمشیر اینچ، حملہ کیا. حارث نے اوس کا وار بچا، آپ تلوار چلایا کہ سیدھا ہاتھ غلام کا کٹ گیا. غلام بایاں ہاتھ لنبا کر اوسے لپیٹا. اتنے میں جورو اور بیٹا اوس مردود کا پہونچا اور کمر غلام کی پکڑ پیچھے اینچ کر کہا، اے اپے شرم نہیں کرتا کہ اس غلام نے میرے ساتھ دودھ پیا. ماں میری کا بجائے بیٹا ہے، اور میرا بجائے بھائی. حارث نے بیٹے کا جواب نہ دے، تلوار مار غلام کوں ہلاک کیا. تب بیٹے نے کہا، سبحان اللہ
[۱۱۸ ب] تجھ سا سخت دل نہ دیکھا میں نے. لعین نے کہا، سخن کوتاہ کر اور شمشیر لے، کاٹ دونو کے سر/ اون نے کہا قسم خدا کی ہرگز یہ کام نہ کروں اور تجھے بھی نہ چھوڑوں کہ ایسا کام کرے. ایدھر جورو بھی رو رو کہتی تھی، اے ظالم، ان بے گناہوں کوں نہ مار، اور ناحق ان یتیموں کا خون نہ کر. کاش جیوتا ابن زیاد پاس لے جا اور حاصل کر اپنا مدّعا. ملعون نے کہا، اکثر اہل کوفہ دوستدار ان کے ہیں اگر شہر میں لے جاؤں

۱۔ کاڑھنا (پنجابی) نکالنا، باہر کرنا

۲۔ بندہ را با ایں دربا آں کار نیست   پیشِ خواجہ قوّتِ گفتار نیست

شاید غوغاے عام ہووے اور کوئی اٹھے مجھ سے چھنا لیوے اور میری محنت ضائع ہووے، یہ کہ آپ شمشیر ایچ، قصد یتیموں کا کیا۔ وو مظلوم رو کر کہے، اے نامرد، ہماری یتیمی اور غریبی پر رحم کر اور بخش ہماری اور عاجزی پر۔ ترجمہ:

نرم دل پتھر کا ہوئے ہم دو کی غربت کے اوپر   یہ دلِ فولاد تیرا ذرہ سوہان گیر نہیں

حارث ملعون نے ہرگز اون کی بات نہ سن آگے جا، چاہا کہ اون دو سے ایک پر شمشیر چلاوے، جورد [۱۱۹ الف] اوس کی دامن بیچ لپٹ گئی۔ لمؤلفہ:

اے شقی تجکوں قسم اپنے دین اور مذہب کی
اور خدا کی قسم، اور اوس کا تو کہلاتا نبی
ڈر خدا سے اٹھے مت مار، یہ بیکس ہیں وو بھی
ہوئے گا اس وقت تزلزل میں وو عرشِ اعظم

1 اے نامرد خدا سے ڈر اور جزاے قیامت سے اندیشہ کر۔ حارث حرامزادہ نے غصہ ہو، تلوار اوسی جورد پر مار، زخمی کیا لیکن جب بیٹے نے دیکھا کہ ماں زخمی ہوئی اور حارث چاہتا کہ پھر زخم مارے، ہاتھ باپ کے پکڑ کہا، اے ظالم، ہوش میں آ، اور غضب کی آگ کوں رحم اور حلم کے پانی سے بوجھا۔ حارث سنگ دل نے وہی شمشیر بیٹے پر چلائی اور ایک وار میں اوسے بھی مارا۔ جب اس مومنہ نے بیٹے کوں موا [۱۱۹ ب] دیکھا، دھنوا اوس کے دل سے اوٹھا لیکن اوس زخم سے اوٹھ نہ سکتی تھی کہ اپنے تئیں لڑکوں تلک پہونچاوے۔ پھر ملعون نے شمشیر ایچ، قصد یتیموں کے مارنے کا کیا، اور مظلوموں نے گگگیا[۲] کر کہا، اے حارث، ہمیں نہ مار اور

۱۔ سنگ را دل خون شود از نالہاے زارِ ما   این دلِ فولاد تو یک ذرہ سوہان گیر نیست

" چون دلِ پولاد او یک ذرہ سوہان گیر نیست " سیفی بنا پوری کا مصرع ہے اور بہار عجم اور فرہنگ آنندراج (۳: ۲۵۱۶) میں موجود ہے۔

۲۔ سوہان گیر: کنایہ از نرم و ملایم، (نور اللغات اور فرہنگ آصفیہ میں یہ موجود نہیں)

۳۔ گھگیانا: عاجزی کرنا، گڑگڑانا، الحاح و زاری کرنا۔

جیوتا ابنِ زیاد پاس لے جا، تاکہ وہ جو چاہے سو ہمارے حق میں کرے۔ ملعون نے کہا، تمہارا قصد یہ ہے کہ تمھیں شہر میں لے جاؤں اور بلوائے عام ہو، کوئی مجھ سے چھینا لیوے، اور ابن زیاد نے جو کچھ وعدہ کیا ہے سو مجھے نہ دلیوے۔ تب لڑکوں نے کہا، لمؤلفہ:

گر مال کی غرض ہے تجھے، کر ہمیں غلام
ایک ایک کا جدا توں غلاموں سا راکھ[۱] نام
بازار بیچ بیچ ہمیں درمیانِ عام
لیکن ہمارے جیو کوں اب مت گنوائے ہائے

[۱۲ الف] حارث ملعون نے کہا، تمہارے سر پر گیسوے عنبر مثال سے لٹکتے ہیں، تمھیں کوئی غلام کیونکر جانے گا۔ لمؤلفہ

لڑکوں نے بیچاروں نے کہا بس کر ایک کام
بلواکے ایک نائی، مونڈا گیسوے تمام
پھر بیچ ہم دونوں کوں و دمن مانتے لے دام
تجکوں دعا دیں ہم سے، جو تو ہاتھ اوٹھائے ہائے

بولا نہ تم کو بیچوں، نہ اب جیوتا رکھوں
تن سے تمہارے سر کوں تمہارے جدا کروں
بے جان کر دوں تمہیں تبھی آرام سے رہوں
بولے کہ کر لو تس میں ہے تیری رضا ہائے

اسی طرح وہ یتیم مظلوم معصوم منت و عاجزی کرتے تھے اور گڑگڑا کہتے تھے، ہمارے لڑکپن، یتیمی پر، عاجزی اور غریبی پر، بیکسی اور بے یاوری پر رحم کر۔ ملعون نے کہا، میرے دل میں ذرا رحم نہیں۔ کہے، بھلا، چھوڑ
۱۲ ب] جو دو رکعت نماز کریں۔ کہا، واللہ، نہ چھوڑوں۔ کہے، قسم اوسی خدا کی کہ جس کا نام لیا، چھوڑ کہ اوسے سجدہ کریں۔ کہا نہ چھوڑوں، مظلوم کہے۔ واویلا، یہ کیا عداوت ہے کہ ہم یتیموں سے کرتا اور رخصت سجدۂ خدا

۱۔ راکھ = رکھ۔

نہیں دیتا۔ لمؤلفہ

ہائے اس وقت کہاں وارث ہمارا شبیر
جو دیکھے حال ہمارا کہ یہ ہیں ہم بے تقصیر
اس روش ظالم بے رحم کے ہاتھ ہوکے اسیر
مارے جاتے ہیں گھڑی مرنے اوپر بے بس ہم

ہائے ماں بھائیوں سے دور پڑے بے وطن ہو
یہ خبر کون دے شبیر سے اب وارث کو
ہائے اس دم نہ کوئی یار و ہوادار دیکھو
کیا بنے ہم دونوں کے جیوں پہ اے وائے ستم

افسوس کہ تیرے ہاتھ میں گرفتار ہیں اور حضرت امام حسین سے برکنار۔ ترجمہ[2]:

ایک ہم نفس اب ہمارا نہیں عالم میں	فریاد رس اب نہیں کوئی / اس غم میں
افسوس پڑے ہیں کیسے ابلیس کے ہاتھ	دھو ہاتھ پڑا عداوت آدم میں

[۱۲۱ الف]

تب حارث حرامزادہ اون دونوں سے جسے چاہتا تھا کہ مارے دوسرا کہتا پہلے مجھے مار کہ میں بھائی کوں مُوا نہ دیکھ سکوں گا۔ لمؤلفہ:

کیونکہ دیکھوں گا تڑپتا بنا سر دھڑ اوس کا
کیونکہ دیکھوں گا کٹے حلق سے لوہو بہتا
کیونکہ دیکھوں گا کہ دھڑ لوٹے ہے لوہو میں پڑا
کیونکہ دیکھوں گا کہ سر ہاتھ میں تیرے محکم

ہوادار: خیر خواہ، دوستدار۔ بحر:

میرا یہ حال ہے دنیا کی ہواداری میں	جس طرح ذرہ بگولے میں پریشان لپٹے
یک ہم نفسے نیست بعالم مارا	فریاد رسے نیست دریں غم مارا

آہ، آخرکار اوس نابکار نے سر بڑے بھائی کا کہ نام اوس کا محمد تھا، کاٹ کر تن دریائے فرات میں بہا دیا اور چھوٹے بھائی ابراہیم نے سر بھائی کا اوٹھا مونہہ پر مونہہ رکھ، مونٹھ اپنے اوس کے ہونٹوں پر ملتا تھا اور بوسہ اوس مونہہ پر دے رو رو کہتا تھا، اے بھائی شتابی نہ کر کہ میں بھی آتا ہوں۔ لمؤلفہ

ہائے اے جانِ برادر، نہ کر اب تو اں تعجیل

بس بھی آتا ہوں، میرے آنے میں بھی کچھ نہیں ڈھیل [۱۲۱ ب]

اِنَّا لِلّٰہ میں تجھ لیے پڑھا، مجھ لیے جبریل

پڑھے گا بے شک و شبہہ، ہے یقیں مجھ پہ ماتم

واویلا، تب حارثِ بدبخت نے وہ سر اوس یتیم کے ہاتھ سے چھنا لیا، اور اوس کا بھی سر تن سے کاٹ، وہ بھی دھڑ دریائے فرات میں بہا دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن[۱]* [۱۲۲ الف]

۱۔ ابوالفرج الاصفہانی نے محمد بن مسلم بن عقیل کے قاتل کے نام ابو مرحم الأزدی اور لقیط بن ایاس الجہنی بتائے ہیں (مقاتل الطالبیین: ۹۴)

* ورق ۱۲۲ ب سادہ ہے۔

ساتویں مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی تدارکنا فی صوانع حلمہ بالاحسان رب العالمین الذی لقانا بالجود والنعم الالوان الرحمٰن علینا فی سکرات الموت بالایمان الرحیم اذا کنا فی القبور بین التراب والدیدان مالک یوم الدین بحکمہ بالعدل والاحسان ایاک نعبد حق العبودیۃ بالفضل والامتنان وایاک نستعین علی جمیع الاعداء من الجن والانس والشیطان اھدنا الصراط المستقیم بالاستقامۃ علی التوبۃ والایمان صراط الذین انعمت علیہم الی سواء السبیل والجنان غیر المغضوب علیہم [۱۲۲ ـــ] من اھل البدع والعصیان ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ونشھد ان علیاً ولی اللہ ووصی رسولہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا برحمتک یا ارحم الراحمین ٥/ [۱۲۲ الف]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترسم جزاے قاتلِ او چوں رقم زنند — یک بار بر جریدۂ رحمت قلم زنند
ترسم کز این گناہ شفیعانِ روزِ حشر — دارند شرم کز گنہِ خلق دم زنند
دست عتاب حق بدر آید ز آستین — چون اہلِ بیت دست بر اہلِ ستم زنند
آہ از دمے کہ با کفنِ خون چکاں ز خاک — آلِ نبی چو شعلۂ آتش علم زنند
فریاد از آں زماں کہ جوانانِ اہلِ بیت — گل گوں کفن بعرصۂ محشر قدم زنند
جمعے کہ زد بہم صفِ شاں شورِ کربلا — در حشر صف زناں صف محشر بہم زنند
از صاحب حرم چہ توقع کنند باز — آن ناکساں کہ تیغ باہلِ حرم زنند

بس بر سناں [نہند] سرے را جبرئیل
شوید غبارِ گیسوش از آبِ سلسبیل/ [۱۲۳ ب]

یہ مجلس ہیگی ساتویں تس میں حسین کا
کعبہ سے کوفے کوں سفر اور حُر کا حال ہے

راویانِ مصائبِ جگرسوز اور ناقلانِ نوائبِ غم اندوز بیانِ توجہ سید الشہدا طرف کوفہ اور پہونچنا بدشت کربلا، شروع لڑائی اور شہادتِ حُر ابن یزید الریاحی سر دفتر غلامی میں یوں لکھتے ہیں کہ جب مسلم ابن عقیل کوفے میں پہونچے بہت کوفی بے وفا دائرۂ بیعت میں سرفراز ہوئے۔ مسلم، نامہ حضرت امام حسین کی جنابِ مظلومیت مآب میں لکھے اور تمام روئیداد اوس میں درج کیے۔ جوں، وہ نامہ اوس جناب میں پہونچا، حضرت نے قصد کوفہ کیا۔ واسطے حرم محترم کے محافے بنا، تیسری تاریخ بقر عید کی مکہ معظمہ سے کوچ کیے۔

۱۲۴ الف | قضا سے اوسی دن مسلم عقیل کوفے میں شہید ہو چکے تھے۔ ایک نے کہا، یا ابن رسول اللہ، کوفے میں جانا تمہارا مصلحت نہیں۔ حضرت فرمائے، ترجمہ:

مجھ گلے میں دوست نے ڈالی ہے ڈور جاؤں تا ہوں کھینچتا ہے وہ جس اور

القصہ، حضرت منزل منزل چلے تا کہ بہ منزل شقوق پہونچے۔ ایک شخص کوفے سے آتا تھا، اور حضرت

۱۔ حر بن یزید التمیمی الیربوعی، اشراف تمیم کے قاعد تھے۔ جنھیں حصین بن نمیر تمیمی نے ایک ہزار شہسواروں کے ساتھ قادسیہ سے حضرت امام حسین کو روکنے کے لیے بھیجا تھا، تا کہ وہ کوفے نہ پہونچ سکیں لیکن وہاں پہونچ کر وہ حضرت امام کے ساتھ مل گئے اور لڑتے شہید ہوئے (حالات مروج الذہب ۵: ۱۴۲، (طبع پیرس)؛ ابن الاثیر ۴: ۱۹ میں ہیں۔ اس جنگ کی تفصیلات ابن الاثیر، تاریخ طبری اور البدایہ والنہایہ میں ملیں گے)

۲۔ روضۃ الشہدا، ۱۹۷ (تفصیلات فضلی کے یہاں موجود نہیں)

۳۔ اصل: حرم محترمہ ۴۔ اصل: بقرہ عید

۵۔ چہ کنم من، چہ کنم من کہ گرفتار کمندم گر ازیں سوے برزدم، گرازآں سوے کشندم

۶۔ روضۃ الشہدا، ۲۰۰

۷۔ شقوق: مکہ کے راستے میں ایک مقام؛ کوفے سے آئیں تو واقصہ کے بعد یہ منزل ملتی ہے۔ (یاقوت الحموی: معجم البلدان ۳: ۳۵۶)

خیمے اپنے سے دور سر راہ بیٹھے تھے۔ اوسے بولا، احوال کو نہ پوچھے۔ عرض کیا کہ یا امام، کوفے سے نہ نکلا تھا کہ مسلم کوں قتل ہوا دیکھا۔ ابن زیاد نے سر کاٹ یزید پلید پاس بھیجا اور تن مسلم کوں دار پر اٹکایا۔ حضرت سونتے ہی آہ مار کہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ لیکن سوا حضرت کے کوئی اوس بات پر واقف نہ ہوا۔
[۱۲۴ ب] اور جب محل میں تشریف لائے، مسلم کی ایک بیٹی تھی تیرہ برس کی، حضرت پاس آ/بیٹھی۔ امام مظلوم اوس پر بہت نوازش فرمائے اور ایسی دلداری کیے کہ کبھو نہ کی تھی۔ ساعت بساعت اوس کے مونہہ کو دیکھتے اور ہاتھ اوس کے سر پر پھیرتے۔ لڑکی کے دل میں شک گیا اور قیاس سے معلوم کر کہا۔ یا ابن رسول اللہ، آج رات مجھ پر عجب نوازش فرماتے اور ایسی دلداری کرتے، رالیق یتیموں کے کیجیے، مگر باپ میرا شہید ہوا۔ یہ بات سونتے ہی حضرت میں ضبط کی تاب نہ رہی۔ بے اختیار رو، فرمائے، اے جان عم، دل تنگ نہ ہو اور مت رو کہ میں ترا باپ ہوں اور زینب بہن میری، ماں تیری، بیٹیوں کوں اپنی بہنیں کر جان[2] اور میرے بیٹوں کوں اپنا بھائی پہچان۔ لیکن لڑکی نے اپنا گریبان چاک کیا اور آپ کوں زمین پر لوٹا کر کہا۔ ترجمہ[3]:

اے کاش کہ ماں مجھے نہ جنتی /	اور ہوئی تھی تو کاش وو نہیں مرتی
اے کاش کہ سدھ مجھے نہ آتی	جو باپ بن اب نہ پھٹتی چھاتی
اے کاش میری بھی موت آوے	لیجا کے جو باپ سے ملاوے

[۱۲۵ الف]

جوں یہ فریاد و فغاں لڑکی کا گھر میں بلند ہوا، مسلم کے بیٹوں نے بھی معلوم کیا۔ چہرے سر سے پٹکے اور گریبان چاک کیے۔ لمؤلفہ:

سن زاری بہن کی سب مسلم کے دونو بیٹے
پھاڑ اپنے گریبان تب چیرے سروں سے پٹکے
مائی پہ پچھاڑ تن کھا باکوں لگے رونے
سب خاک لے جنگل اپنے سروں پر چھانی

۱۔ روضۃ الشہدا میں مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ دونوں کا نام ہے۔

۲۔ "رجان یعنی" کی طرح خیال کر"۔

۳۔ روضۃ الشہدا: ۲۰۱ میں تین فارسی شعر درج ہیں پہلے شعر کا مفہوم فضلی نے دیا ہے لیا ہے؛ لیکن ان کے بقیہ دونوں شعروں کا فارسی شعروں سے کوئی تعلق نہیں۔

ایدھر امام مظلوم زار روتے تھے اور تمام اہل حرم تلملاتے تھے۔ ایضاً المؤلفہ:

لڑکی کوں دلاسا دے شہ روتے گئے باہر
بیٹوں کوں بھی مسلم کے پُرسا دیے یوں روکر
کیوں روتے ہو آج ایتا، اے دلبر و مسلم پر
کل کوں یہی ظلم آفت / تم پر تجھ اوپر آنی

پھر اکثر اصحابوں نے عرض کی کہ یا امام، اب آپ پر اور اپنی اہل بیت پر رحم کر اور کوفے کے جانے کا خیال نہ کر۔ تب مسلم کے بیٹوں نے کہا، ہم بعد باپ کے جیو کر کیا کریں، نہ پھریں، جب لگ کہ بدلا[1] اپنا نہ لیں، یا ہم بھی مریں۔ حضرت فرمائے، پس ان بغیر مجھے زندگی کب خوش آوے۔ ترجمہ[2]:

زندگی بہر دیدنِ یار ہے   یار جب نہیں، تو زندگی عار ہے

آخر کار وہاں سے کوچ کیے۔ مؤلفہ:

پھر کوچ کیے وہاں سے جاتا تھا وہ دکھیارا
کہیں راہ بھٹکتا تھا سب راہ ... آوارا
سر پیٹتے جاتا تھا سب ... بچارا
... ناگاہ ڈھونڈے تھا با سانی

یونہی جاتے تھے کہ منزل ثعالبیہ پہونچے۔ اور زینب بہن کے زانو پر امام غریب سر دھر سو گئے۔

۱۔ اصل: بدلا۔

۲۔ زندگی بہر دیدنِ یار است   یار چوں نیست، زندگی عار است

اصل میں اسی طرح ثعالبہ درج ہے لیکن صحیح ثعالبیہ ہے جو کوفے سے مکہ جانے والی راہ پر شقوق کے بعد اور خزیمیہ سے پہلے کی منزل ہے۔ (معجم البلدان ۱: ۷۸) نیز دیکھیے: مراصد الاطلاع۔ ۱: ۲۹۶؛ یعقوبی: البلدان: ۷۱ طبع نجف)

یکایک چونکے اور زار زار رونے لگے۔ دونوں بہنیں بیتاب ہو کہیں، اے برادر بھائی برابر کیا ہوا | ۱۲۶
خیر ہے، باعث رونے کا کیا، خدا تجھے روتا ہمیں نہ دکھلائے۔ حضرت کہے، ابھی اپنے نانا[1] کوں خواب میں دیکھا میں نے کہ روتے تھے اور کہتے تھے، اے حسین تیرے پہونچنے کا ہم پاس وقت آیا۔ اور ایک سوار دیکھا میں نے کہ مجھ آگے کھڑا کہتا ہے، تم جاتے ہواور مرگ تمہارے پیچھے جاتی۔[2] یہ دیکھ چونکا اور نانا[3] کے رونے سے مجھے بھی رونا آیا۔ زینب و کلثوم اور تمام اہل حرم رونے لگے۔ پھر صبح کو وہاں سے کوچ کر منزل بمنزل چلے، تا کہ ایک رات تمام لشکر راہ بھولا اور رستہ راہ کا اون سے چھوٹا۔ امام علیہ السلام اوس اندھیری رات میں تمام رات حیران و سرگردان پھرتے تھے اور نہ جانتے تھے کہ کدھر جاتے تا کہ صبح ہوئی۔ لمؤلفہ

تب رات گئی روز صبح وہاں آشکار ہوئی ۔۔۔ ہے ہے اجل گرفتوں سے آ موت دوچار ہوئی /] ۱۲۶

آہ، گھوڑا امام حسین مظلومؑ کا ایک زمین ہولناک میں پہونچا، اور ٹھٹھکا۔ جیتا کہ حضرت تازیانہ مارتے تھے، قدم سے قدم نہ اوٹھاتا تھا۔ لمؤلفہ

اجل نے جال بچھا، پانو گھوڑے کے پکڑے ۔۔۔ زمیں کہی کہ نہ جا آگے یہیں سبھوں کی موت

تب حضرت کہے، کوئی اس زمین کا نام جانتا ہے یا نہ۔ ایک نے کہا، ارضِ بادیہ؛ اور ایک کہا، ارض ابلعی۔ حضرت فرمائے، شاید ان ناموں سوا کوئی اور بھی نام رکھتی ہووے۔ بعضوں نے کہا کربلا بھی کہتے ہیں۔ آہ۔ تب امام مظلوم نے کہا، اللہ اکبر، اَرضُ کربٍ و بلاءٍ وسفکِ دماءٍ یعنی

۱۔ اصل دادا تھا جسے کاٹ کر کسی نے "نانا" لکھ دیا ہے۔ یہ خط کاتب نسخہ کا نہیں۔ روضۃ الشہدا کی عبارت یہ ہے "ایں ساعت جدم را درخواب دیدم"۔ فضلی نے سب جگہ جد کا ترجمہ دادا کیا ہے، جو ٹھیک نہیں تھا؛ بعد کو کسی شخص نے تصحیح کی ہے۔

۲۔ یہ روایت خوارزمی کے مقتل الحسین (۱: ۲۲۶) اور دوسرے مصادر میں مندرج ہے۔

۳۔ یہاں بھی اصل میں "دادا" کو کسی شخص نے قلم زد کر کے "نانا" لکھ دیا ہے۔

یہ زمین کرب و بلا ہے اور جگہ ہمارے لوہو گرنے کی، قتل گاہِ آلِ عبا ہے۔ ترجمہ:

گر نام اس زمیں کا یقیں کربلا ہوئے — یہاں پس نصیب ہمارے بود رد و بلا ہوئے
[۱۲۰ الف] آلِ نبی کے موںہہ پہ یہاں نکلے تیغ تیز — بے شبہہ یہاں تو ماتمِ آلِ عبا ہوئے
یہاں اہلِ بیت میرے تمامی خراب ہوئیں — یہاں قتل ہر ایک میرا ذوی الاقربا ہوئے
یہاں پانی بن تڑپھ مریں معصوم میرے سب — یہاں سر میرا بدن میرے سیتی جدا ہوئے
ڈالے مصیبتوں پہ میری اپنے آنسو، ہاے — جو مرغ و ماہی کہ در آب و ہوا ہوئے

تب علی اکبر نے عرض کی کہ اے پدرِ بزرگوار، یہ کیا فال ہے کہ فرماتے۔ فرمائے کہ اے جانِ پدر یہ فال نہیں بلکہ واقعی، کیونکہ میں تیرے دادا، حضرت امیر علیہ السّلام ساتھ جنگِ صفّین کو جاتے ہوئے، اس زمین پر پہوںچا تھا۔ امیر علیہ السّلام یہاں اترے اور سر اپنا بھائی حسن کے زانو پر رکھ آرام کیے [۱۲۰ ب] میں بھی سرہانے بیٹھا تھا۔ یکایک نیند سے روتے ہوئے چونکے۔ بھائی حسن نے کہا، یا اَبتاہ، کیا ہوا۔ فرمائے کہ خواب میں دیکھا میں نے دریا لوہو کا اس جنگل میں بہتا ہے اور حسین میرا اوس لوہو کے دریا میں پڑا ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اور کوئی اوس کی داد فریاد کوں نہیں پہونچتا۔ پھر موںہہ میری طرف کر فرمائے، اے حسین، اگر تجھ پر یہاں یہ مصیبت پڑے اور کوئی تیری فریاد کوں نہ پہونچے، پس توں کیا کرے۔ میں عرض کیا یا اَبتاہ، صبر کروں اور اس درد کا بجز صبر کچھ علاج نہ ڈھونڈھوں۔ فرمائے کہ یوں ہی کیجیو کہ اجرِ صابراں بے شمار ہے اور صابروں کا خدا یار ہے۔ بس اے جانِ پدر، اب ونٹ بٹھاؤ اور بوجھ اتار، خیمہ کھڑے فرماؤ۔ یہ کہ حضرت گھوڑے سے نہیں اوترے۔ جوں قدم حضرت کا خاکِ کربلا [۱۲۸ الف] پر پہونچا، رنگ خاک کا زرد ہوگیا، اور ایک غبار زمین سے اوٹھا کہ گیسوِ امامِ مظلوم کے پُر گرد ہوئے۔ امِ کلثوم نے کہا، اے بھائی عجب حال دیکھتی اور عجب ہولِ عظیم اس جنگل سے مجھ دل میں بیٹھا

۱۔ گر نام ایں زمیں بیقیں کربلا بود — ایں جا نصیب ما ہمہ کرب و بلا بود
ایں جا بود کہ تیغ بر آلِ نبی کشند — و ایں جا بود کہ ماتمِ آلِ عبا بود
کارِ مخدّراتِ من ایں جا، تبہ شود — پشت مبارزانِ من ایں جا دوتا بود
ریزند در مصیبتِ من آبِ چشم خویش — ہر مرغ و ماہی کہ در آب و ہوا بود

حضرت بہن کو گلے لگا تسلی کیے۔ اور شہربانو کوں وصیت فرمائے کہ اے یار دلنواز و اے مونس ممتاز جب یہاں مجھ دیکھے کہ گھوڑے سے گرا اور زخموں سے چور ہوا، تمہارا سر اپنا کھولیو اور مونہہ پنا نو چیو کہ دشمن ہنسائی ہے۔ سب اہل بیت سن کر رونے لگے اور کہے، واویلا یہ کیا خبر دل سوز ہیں سوناتے اور دل ہم غریبوں کا جلاتے۔

القصہ ابن زیاد ملعون نے عمر سعد لعین کوں بائیس ہزار سوار سے حضرت پر بھیجا اور اوس بدبخت نے آ خیمہ حضرت دریا پر سے اوٹھا دیا اور دریا کوں اپنے تصرف میں لا، پانی امام مظلوم اور اطفال معصوم پر بند کیا۔ دو روز کامل سبھوں کوں پیاس سے بلکا او تھکا، تیسرے دن نویں تاریخ وقت عصر [١٢٨ ب] لڑنے کوں چڑھ کھڑا ہوا۔ اوس وقت امام غریب کی آنکھ لگ گئی تھی۔ جوں گرد سیاہ اور فوج روسیاہ نمودار ہوئی، حضرت جاگ پڑے اور حقیقت معلوم کر، بھائی عباس کوں، بیست سوار سے بھیجے کہ آج کی رات اون سے مہلت مانگ، کیونکہ شب جمعہ ہے۔ عباس گئے اور کہے، اے کوفیان بیوفا فرزند مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ آج کی رات تم سے مہلت مانگتا، کیونکہ آخری رات ہے۔ چاہتا کہ عبادت حق میں گذارے۔ وہ ملعون نہ مانتے تھے۔ آخر ہزار منت کہے اور مہلت دیے۔ اوس رات امام غریب ایک کرسی آ خیمے پر بیٹھ، سب خویشوں، بھائیوں اور اصحابوں کوں جمع کر ایک خطبہ [١٢٩ الف] حمد الٰہی اور نعت رسالت پناہی ادا فرما، فرمائے، اے یاران باوفا و اے رفیقان با صدق و صفا میں آج کی مہلت تم لیے لیا ہیں۔ معلوم کرو کہ ان دشمنوں کوں کسو سے کام نہیں مجھ سوا، اور اے فرزندان مسلم عقیل، ایک غم اوپر ایک ماتم تمہیں ہو چکا اور میرے کہنے سے تمہارا باپ سر اپنا کھو چکا۔ پس تم کوں اور ان سب کوں بدل و جان رخصت دیتا کہ ہر ایک تم میں سے آج رات میرے ایک ایک اہل بیت کا ہاتھ پکڑ نکل جاؤ کہ وقت فرصت ہے اور اپنے اپنے وطن پہونچ کر بلا سے نجات پاؤ اور مجھے خدا کوں سونپو تا جو کچھ کہ مجھ اوپر دم پر بیتے گا، سہہ لوں گا۔ مرثیہ:

سب سے شہ کہے رو کر یا نصیب و یا قسمت!
گذرے گا جو میرے سر یا نصیب و یا قسمت!
راضی ہوں رضا اوپر یا نصیب و یا قسمت! [١٢٩ ب]

سر مرا دم خنجر، یا نصیب و یا قسمت!

اب مرے رفیقو تم، اب یہاں سیتی جاؤ
ناحق اپنے سر تن سے مجھ بدل[1] نہ تڑواو
بلکہ میرا بھی ناموس[2] اپنے ساتھ لے جاؤ
ہونا ہے سو ہووے مجھ پر، یا نصیب و یا قسمت!

اب تلک ننگی شمشیر درمیاں نہیں آئی
اور کسو کی تو گردن نہیں اجل نے کٹوائی
تم تو جیوتے بچ نکلو یہاں پوری گھڑی ہے[3]
میں نہ ہوں گا گر جا تیرہ، یا نصیب و یا قسمت!

گر رہو گے تم اب یہاں ور اگر جو جاؤ گے
سر مرا کسی عنوان تن اوپر نہ پاؤ گے
پس یہاں کے رہنے میں اپنے سر کٹاؤ گے
اس سے جاؤنا بہتر، یا نصیب و یا قسمت!

میری بات اب مانو، اپنے سر نہ کٹواؤ
میرے بعد مجھ ناموس[4] در بدر نہ پھرواؤ
مجھ حرم کوں، بچوں کوں اب وطن لے پہنچاؤ
پہونچیں گھر میں تو پھر کر، یا نصیب و یا قسمت!

۱۔ بدل عوض، مجھ بدل یعنی میرے بدلے۔
۲۔ ناموس۔ آبرو اور لاج کے معروف معنوں کے علاوہ اس کے معنی حرم اور اہل خانہ کے بھی ہیں۔
(نور اللغات ۴۔ ۶۸۴) دبیر:
ناموس نبی شام کے بازار میں آیا   سر حضرت شبیر کا دربار میں آیا
۳۔ یعنی میری آخری گھڑی آپہونچی ہے۔
۴۔ مجھ ناموس، یعنی میرے اہل حرم۔

مر مٹوں گا گر میں یہاں دے چکوں گا اپنا سر
بچ رہے گا عابد تو اور اکبر و اصغر
مجھ کریں گے آب اور آتش[1] ہاتھ اوٹھا کے فاتحہ
کر رہے گا نام جگ میں، یا نصیب دیا قسمت.

آو حضرت سے یہ بات سن، سب بھائی بند اور خویش و فرزند جواب دیے کہ یا ابن رسول اللہ ہمیں [۱۲۰ الف]
طاقت تیری جدائی کی نہیں اور تیرے بعد اپنی زندگی نہیں چاہتے. جب لگ کہ جان میں جان ہے،
جان ہمارے تن میں اور رمق بدن میں ہے، تجھ پر نثار کریں، اور جہاں تیرا پسینہ گرے، لوہو اپنا
ڈالیں. لمؤلفہ.

بولے رو کے سب بھی، اے حسین سے دالی
ہم کنے[2] تو ہے ایک جیو، رکھتے ہووں گر سو جی
تیرے قدموں پر قربان کر دیویں خوشی سیتی
تجھ قدم ہمارے سر، یا نصیب دیا قسمت!

ہم تو جسم خالی ہیں ہم سبھوں کا ہے تو جان
جان بن کہیں جاتا جسم ناتواں، اے جان
سر فدا کریں جیو پر ہے ہمارا یہی ارمان
جیو پہ جو ہو سو تن پر، یا نصیب دیا قسمت!

چھوڑ کر جو تیرے تئیں ہم سب آج جاویں گے
کل علیؑ و زہراؑ کوں کیا لے مونہہ دیکھاویں گے

۱۔ آب و آتش: خوردنی ہائے پختہ (لغات دہخدا، ۱:۲۴)
۲۔ کنے: (ھ) پاس، نزدیک، اب متروک ہے. مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف ایک جان ہے، لیکن اگر
سو جانیں بھی ہوتیں، تو خوشی سے آپ کے قدموں پر قربان کر دیتے.

[۱۳۰-ب] اور ثنائے احمد کی کس طرح سے یاد یں گے / نئے نئے جا دیں تجھ پر مریا نصیب دیا قسمت!

تب حضرت اون کوں دعائے خیر کر فرمائے، جزاک اللہ خیرا. اب جو یونہیں تمہاری رضامندی ہے، پس یہ باقی رات طاعت و عبادت خدا میں گذرانو اور صبح سب حاضر ہو کر نماز با جماعت مجھ ساتھ پڑھو کر وہ جماعت آخرت ہوئے گی. الغرض سب یاراں باوفا و اصحاب باصفا اپنے اپنے خیموں میں جا اوراد و وظیفہ میں مشغول ہوئے اور تمام رات بھوکے پیاسے ذکر الٰہی اور درود رسالت پناہی میں گذرانے. چاند نے تعزیہ خانۂ مغرب میں مقام کیا اور رات نے لباس سیاہ اوس ماتم میں پہنا. ستاروں نے آنکھیں شہیدان کربلا کے دیکھنے کوں کھولیں. آسمان نے نیلی لباس کیا اور زمین خاک اپنے سر پر چھانی [۱۳۱-الف] لیکن تمام اہل حرم خصوص زینب و کلثوم بیتاب / تھیں اور کہتی تھیں کہ ہائے اتنی رات کا بھائی مہمان ہے

اے ماں جایا ہمارا ہم سے کل / بچھڑے گا کیوں کر یہ کلول[۱] جاوے ٹل
کاش پہلے آوے ہم سب کی اجل / یا نہ ہوے دن رات یہی دعیان ہے

صبح کوں پھر ہم کہاں، بھائی کہاں / اتنی ہی شب کا ہے بھائی میہماں
دن کے ہونے موں یہ بھائی مہرباں / بچھڑتا ہے، ہوش سر گردان ہے

اے فلک سورج کوں مت کریوں بلند / آگ سوں اوس کی جلیں ہم دردمند
اے دن اپنا جلد مت کر توں سمند[۲] / تیری جولاں میں یہ گھر میدان ہے

۱۔ کلول ٹلنا: عورتوں کی زبان میں: مصیبت دور ہونا، بلا دفع ہونا، یہ قدیم محاورہ ہے۔ میر:

ہمیں غش آگیا تھا وہ بدن دیکھ / بڑی کلول ٹلی ہے جان پر سے

۲۔ سمند: گھوڑا، سمند اٹھانا، سمند چھیڑنا: یعنی ایڑ دینا، گھوڑا تیز کرنے کے لیے یہاں سمند کرنا بھی اسی معنی میں آیا ہے۔

اے پیاری رات، تو یہ اب ٹھہر جا — ورنہ ہم سے بھائی پیارا بچھڑتا
اے پیارے چاند، توں رہ یہیں کھڑا — اے ستارو مت ٹلو احسان ہے

رات گذری دو دکھیوں کوں اس فکر کی — یک بیک آ صبح ظاہر ہو گئی
پڑ گئی گھر بیچ کیسی کھلبلی — روزِ محشر کا گویا دیوان[۱] ہے / [۱۲۱

آہ، جوں روشنی صبح ظاہر ہوئی، یک مرتبہ ایک آواز آسمان سے آئی کہ اے دوستانِ خدا ادکیو، یعنی سوار ہو کہ وقت لڑائی ہے اور ساعت کوچ آئی۔ ام کلثوم یہ آواز سونے ہی مانند بے ہوشوں کے چنگھاڑ مار، بھائی حسین کے خیمہ میں دوڑیں اور کہیں، اے، یہ آواز جو آسمان سے آئی، تم نے بھی سونی۔ حضرت کہے، اے بہینا[۲] آواز بھی سونا اور اس سے بھی عجب تر حقیقت دیکھا، ابھی آنکھ میری جھپک گئی تھی لیکن دل جاگتا تھا، دیکھتا ہوں کہ کئی کتوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ ان میں ایک کتا تھا کوڑھی۔ نہایت دیوانہ ہیں اوسے، دو ہزار ہیں کہا، یہ مجھے مارے گا۔ اس فکر میں تھا کہ نانا[۳] محمد مصطفیٰ مجھ پاس آ کہے، اے فرزند اور اے شہید آلِ نبی، ہمیں اور رہنے والے آسمان کے اور مقرب خدا کے، تیری روح /کے استقبال کوں آئے، کوشش کر کہ آج رات مجھ ساتھ افطار کرے اور دادا[۴] کے ساتھ ایک [۱۲۲
فرشتہ تھا اور اوس ہاتھ ایک شیشہ سبز۔ دادا نے کہا، اے حسین اسے پہچانتا ہے، میں کہا کہ نہیں۔ فرمائے یہ فرشتہ ہے، آسمان سے شیشہ سبز لے اترا، تا کہ تیرا لہو اس میں بھرے۔ ام کلثوم بیتاب ہو، رونے لگیں۔ اور امامِ مظلوم نے کہا، اے ہمشیرہ سب اہلِ بیت کوں بلا کر رخصت ہوں لوں۔ لمؤلفہ،

الوداع اے دوستو ہوگا ہمارا اب سفر — تم کوں سونپے حق کنے ہم جاتے ہینگے اپنے گھر

۱۔ دیوانِ محشر: دار العدالت، وہ محکمہ جو قیامت کے دن حساب کتاب، جزا سزا کے لیے قائم ہوگا۔

۲۔ بہینا، بہنا: عورتیں پیار سے بجائے بہن کے بولتی ہیں۔ انیس:

جلد آن کے بہنا کی خبر لیجیو بھائی

۳۔ یہاں بھی "دادا" کاٹ کر "نانا" بنایا گیا ہے۔

۴۔ اصل میں اسی طرح ہے: نانا چاہیے۔

آہ جب تمام اہلِ حرم اور فرزندِ پُرغم حاضر ہوئے، حضرت نے فرزندوں کوں اپنے پاس بٹھایا اور
[۱۴۱ ب] بوسے سبھوں کی پیشانیوں پر دے چھاتی سے لگایا اور زار زار گریہ کرد. فرمایا، اے جگر گوشو نہیں
جانتا کہ تم سے کیا بولوں اور سفارش تمہاری کس سے کروں. پھر شہر بانو کی طرف دیکھ کہے اے
یارِ دیرینہ و اے آرامِ سینہ، نہیں جانتا کہ ان یتیموں سمیت کیا کرے گی اور رحم ان کا کیسا کرے گی.
فریاد و فغاں اس بیت سے اٹھا اور کشتیِ صبر ان کی تباہی ہوئی. لمؤلفہ:

غم تا دریا اُٹھا سب کی آنکھوں سے — آنسو جھڑنے لاگے ساری پلکوں سے

اس واویلا میں تھے کہ صبح نے اپنا گریبان چاک کیا اور رات نے مونہہ اپنا دامنِ نحالت میں چھپایا.
امامِ مسافر نے بانگ نماز کہی اور سب صحابیوں نے خاک سے تیمم کر جماعت نماز کیے. اَوراد[1] و وظائف نہ پڑھے
[۱۴۲ الف] تھے کہ آواز لڑائی کے نقارے اور رن سینگی[2] کی دشمنوں کے لشکر سے بلند ہوئی. اور فوجوں کی صفیں
بندھ آواز ھل من مبارز کی اوٹھی. موالی[3] امام کے سبھی از بس کہ کم تھے، دشمن کے لشکر سے اندیشہ نہ کر
صف اپنی. حضرت نے داہنی فوج کا سردار زہیر بن قیس کوں کیا اور بائیں فوج کا حبیب بن مظاہر
کوں اور نشان اپنے بھائی عباس کوں سونپ آپ درمیان کھڑے ہوئے. ہاتفِ غیب نے یہ آواز فوجِ
اسلام کے کان میں پہونچائی. ترجمہ[4]:

---

۱. اوراد: ورد کی جمع، وظائف.

۲. اصل رن سینگی. یہ مرکب ہے رن = لڑائی + سینگی = سینگ کا بنا ہوا باجا جو مونہہ سے بجتا ہے، گویا رن سینگی، لڑائی کا بگل، قرنا ہے. یہ لفظ مرتب کی نظر سے کہیں اور نہیں گزرا.

۳. موالی: مولیٰ کی جمع. یار، دوست، نوکر چاکر. انیس

اس درد کھ میں نہ یاور تھے، نہ مولی کے موالی

۴. روزِ جنگ است جنگ باید کرد — کوششِ نام و ننگ باید کرد
تا شود مرد عرصۂ میدان — تنگ بر اسپ تنگ باید کرد
وقت جوشش شتاب خوش باشد — گاہ کوشش درنگ باید کرد
شکمِ ماہ و پشتِ ماہی را — ز اشکِ شمشیر رنگ باید کرد
اندریں بحر غوطہ باید خورد — جا بکامِ نہنگ باید کرد
رزم با ایں سگانِ روبہ باز — ہمچو شیر و پلنگ باید کرد

دن لڑائی کے جنگ کیجیے اب   کوشش نام و ننگ کیجیے اب
مرد میدان ہو کے میداں میں   تنگ گھوڑے کا تنگ کیجیے اب
کاٹ کے پیٹ و پیٹھ مچھی کوں   آب تیغوں سے رنگ کیجیے اب
ویسے دریا میں کھا کے گر بوٹے   جیساں بکام نہنگ کیجیے اب
ان کوں تواں لیو مرد صفت سے لڑائی   مثل شیر و پلنگ کیجیے اب [۱۴۳ ب]

لیکن جوں دونوں صفیں آراستہ ہوئیں، حضرت خیمہ میں آ، جیرا رسول خدا کا سر پر رکھ، زرہ رسول پہن، ذوالفقار حضرت امیر حمایل کیے اور گھوڑے پر سوار ہو، صف سے بڑھ، نسب اپنا کہہ، ملعونوں کو نصیحت فرما، عذاب الٰہی سے ڈرائے لیکن کچھ فائدہ نہ کیا۔ ترجمہ۔
ہوئیں کے بخت کی شطرنج کو تباہی باد   لیس آب زمزم و کوثر سے ہو سکے نہ سفید

حضرت دیکھے کہ نصیحت ان سنگدلوں کوں اثر نہیں کرتی۔ فرمائے خداوندا گواہ ہو جو کہ حجت اس قوم پر تمام کیا۔ پھر ابن سعد ملعون کہا، اے حسین! ان باتوں سے فایدہ نہیں، یزید کوں بیعت دے والا نہ اپنے سر پر شمشیر لے۔ یہ کہہ تیر کمان میں رکھ امام غریب طرف چلایا۔ اور مونہہ اپنے لشکر طرف کر کہا، شاہد رہنا، پہلے جن نے کہ تیر حسین بن علی پر چلایا، میں تھا۔ [۱۴۴ ـــ]

تب حُر آگے آ کہا، اے عمر سعد، حسین ساتھ لڑے گا، کہا، ہاں۔ حُر کہا، اس لڑائی میں بہت تن

۱۔ تنگ زین کسنے کا تسمہ۔ (دوسرا تنگ، فراخ کی ضد ہے) انیس:
لشکر کے زرہ پوشوں نے گھوڑوں کے کسے تنگ
۲۔ ترکی میں چاند کو اے کہتے ہیں۔ ممکن ہے یہ لفظ ہو۔
۳۔ اصل فارسی شعر نہ مل سکا۔
۴۔ روضۃ الشہدا ص ۳۲۰ میں یہ واقعات ایک علیحدہ فصل " بیانِ شہادت حر بن یزید ریاحی با برادر و پسر و غلامش " میں درج ہیں۔

بے سر ہوئیں گے۔ پھر حُر گھوڑا پھیر میدان میں آ، اپنے بھائی کوں کہا، اے بھائی میں نے بہشت اختیار
کیا۔ او ر گھوڑا اوٹھا حضرت پاس آ، پیادہ ہو، رکاب مبارک چوم، مونہہ اپنا ذوالجناح کے سموں پر رکھ
کہا، یا ابن رسول اللہ، مجھے گمان نہ تھا کہ یہ لوگ قصد تیرا کریں۔ خیال رکھتا تھا کہ دل اس مہم کی صلح
پر دھریں۔ لیکن اب جو سرکشی اور ظلم ان کا مجھ پر ظاہر ہوا، اس جناب میں آیا۔ آیا تو بہ میرا قبول ہوے
گا یا نہ۔ حضرت اس کے سر پہ ہاتھ پھیر فرمائے، اے اے حُر، بندہ ہر چند گناہ کرے لیکن جب اپنے خداوند
[۱۴۴ ب] کی درگاہ میں رجوع کر، توبہ کرے، البتہ امید قبولیت ہے۔ جو گناہ مرا کر کیا تھا، نہ کیا جانا میں نے۔[1] اور
جو تقصیر کہ تجھ سے صادر ہوئی تھی، درگذرا میں۔ توبہ تیری قبول ہوئی ہے۔ اور توں آزاد ہے دوزخ
کی آگ سے، اوس نام سبب کہ تیری ماں نے رکھا ہے۔ فردائے قیامت بے حساب بہشت میں
جاوے۔ لیکن جب حُر کے بھائی مصعب نے دیکھا کہ حُر نے آخرت اختیار کر، ہاتھ آل عبا کے دامن
میں مارا۔ وہ بھی گھوڑا اوٹھا، بھائی پاس آ، کہا اے بھائی، خضر راہ میرا ہوا[2] اور ظلمات کفر سے سرچشمۂ حیات
کوں پہونچایا۔ حُر بھائی کوں حضرت پاس لایا۔ حضرت اوسے گلے لگا، نوازش فرمائے۔ پھیر حُر نے
کہا، یا ابن رسول رات اپنے باپ کوں خواب میں دیکھا میں، کہ کہتا ہے۔ اے حُر، اتنے دن توں کہاں
[۱۴۵ الف] تھا۔ کہا میں گیا تھا جو راہ حسین پر روکوں۔ وہ کہا، واویلا اے فرزند۔ تجھے فرزند رسول خدا سے کیا
کام۔ اگر آتش دوزخ کی طاقت رکھتا، جا، اوس سے لڑ۔ اور اگر اس کے جد کی شفاعت چاہتا، جا، اوس
آگے مر۔ پس امیدوار ہوں کہ میدان میں جاؤں۔ حضرت فرمائے، اے حُر، توں مہمان ہمارا ہے، صبر کرتا اور
کوئی جاوے۔ کہا، یا ابن رسول اللہ، پہلے حُر ہی لڑنے کوں آیا۔ پس امیدوار ہے کہ اب حُر ہی پہلا شہید
کہلاوے۔ آخر رخصت پا، میدان میں گیا۔ اور حُر کوں عرب میں ہزار سوار برابر گنتے تھے مرد مردانہ[4] اور بہادر یگانہ[5]

۱۔ یعنی میں نے جانا گویا تم نے نہیں کیا تھا۔
۲۔ اصل میں یوں ہی ہے۔ محل 'ہوا' کی جگہ 'ہو' اور 'پہونچایا' کی جگہ 'پہونچا' کا ہے۔
۳۔ روضۃ الشہدا : ۲۱۱ میں یہ روایت مقتل امام اسماعیل کے حوالے سے درج ہے۔
۴۔ اصل واضح نہیں، 'مرد مردانہ' تصحیح قیاسی۔
۵۔ اصل 'بہادری کانہ'، 'بہادر یگانہ' قیاسی تصحیح۔

تھا۔ للکارا کہ ہاں کوئی نامرد آوے۔ ترجمہ ۱

ہوں میں شیر دل حُرِ مردم ربا   کمر باندھے پتیں ولیِ خدا
ہوں میں شیر و شمشیر بُراں ہاتھ   ٹھہرتا ہے کون اِن آگے دیکھوں آ

جوں عمر سعد ملعون نے حُر کوں میدان میں دیکھا، لرزہ بدن پر پڑا اور صفوان بن حنظلہ لعین کو کہا، جا اور [۱۴۵ ب]
حُر کوں نصیحت کر، مجھ پاس لا اور اگر نہ مانے سر اوس کا کر جدا۔ صفوان آ، حُر کی برابر ہو، کہا۔ اے حُر،
توں مرد عاقل اور بہادر کامل ہے، کہاں روا کر یزید سے پھرے اور حسین طرف مڑے۔ حُر کہا،
اے بدبخت، تیری عقل سے عجب ہے کہ یہ بات کی۔ یزید پلید فاسق و ظالم ہے، اور حسین پاک و پاکیزہ
و معصوم۔ اوس کی ماں فاطمۃ الزہرا کا نکاح بہشت میں ہوا اور اس کا گہوارہ جبرئیل جھولایا۔ رسول خدا
اوس کے موںہہ کے بوسے لیا اور اوس کوں اپنے باغ کا ریحان کہا۔ ترجمہ ۲
وصف اوس کی شرح سے بالاتر ہے   جو کہوں میں اوس سیتی والاتر ہے

صفوان لعین کہا، میں بھی یہ سب جانتا، بلکہ زیادہ اس سے پہچانتا، لیکن ہم سپاہی ہیں، ال و منال
چاہیے، فضیلت و بزرگی کیا کام آوے۔ حُر کہا، اے ملعون، حق کوں جانتا اور چھپاتا۔ [۱۴۶ الف]
کل تجکوں کرے خمار اب تو مست ہے ۳

صفوان بے ایمان جھو نکلا، نیزہ سینۂ حر کے حوالہ کیا۔ حُر جواں مرد نے اوس کا نیزہ چھینا، اپنا نیزہ اوس کے
سینۂ پُر کینہ پہ مارا کہ اوس کے پیٹھ سے گز بھر پھوٹ نکلا۔ پھر اوسے نیزہ سے اوٹھا، زمین پر پٹکا کہ تمام

۱۔ عربی رجز کا یہ ترجمہ ابوالمفاخر رازی کا کیا ہوا ہے:
منم شیر دل حُرِ مردم رُبائے   کمر بستہ پیشِ ولیِ خدائے
منم شیر و شمشیر بُراں بدست   کہ دارد بر شیر و شمشیر پائے
۲۔ وصفش از شرح و بیاں بالاتر است   ہر چہ من گویم از آں والاتر است
۳۔ ع : فردات کند خمار کاکنوں مستی۔

استخوان چور ہوئے، اور شور دونوں لشکر سے اوٹھا۔ صفوان کے تین بیٹے[1] اجل گرفتہ تھے۔ باپ کے غصہ سے تینوں حملہ کیے۔ حُر نے بھی جگر سے نعرہ اینچ اور خدا کوں یاد کر، ایک کی کمر پکڑ، زمین سے اوچک، زمین پر مار، آگردن اوس بدبخت کی اوکھڑ گئی۔ اور دوسرے پر دوڑ، شمشیر ماری کہ چھاتی تمام کھل گئی۔ تیسرا ملعون بھاگا۔ بھاگے ہوئے پر نیزہ مارا کہ پیٹھ سے پھوٹ نکلا۔ تب مونہہ حضرت کی طرف کر کہا، [۱۳۶ ب] یا ابن رسول اللہ مجھ سے راضی ہوا اور بخشا۔ حضرت فرمائے کہ میں راضی ہوا، حق تجھ سے راضی ہوجیو۔ حُر وہ بشارت سن خوش وقتی تمام سے پھر مونہہ میدان طرف کر، لڑائی کے دریا میں غوطہ کھایا، اور جدھر کو مونہہ کیا، مارے موؤں نے پشتے بنایا۔ اوس درمیان ایک پیادہ نے دوڑ، اوس کے گھوڑے کوں پے کیا[2]۔ حُر پیادہ لڑائی میں مشغول ہوا، اور اوس کے غصہ کی آگ نے شعلہ اینچا۔ مولفہ

ہوا دُو ایک سے دو اور دو سے چار ہوا
دُو بر[3] لڑیا ہوا جس سے جا دوچار ہوا

•

حضرت دیکھے کہ حُر پیادہ لڑتا ہے، گھوڑا تازی نژاد اپنا با ساز قیمتی بھیجا۔ حُر اوس کی رکاب چوم سوار ہوا اور داہنی طرف کی فوجوں کوں مار، جہنم بھیجا۔ تب لگ کہ تمام لشکر کوں تل اوپر کر پراگندہ کیا۔ جوں چاہا کہ پھر کر حضرت پاس جاوے، ہاتف آواز دیا کہ، اے حُر، مت پھر کہ حوریں تیرے قدم کی راہ منتظر۔ حُر وہیں سے حضرت طرف مونہہ کر کہا، یا ابن رسول اللہ، تیرے دادا[4] پاس جاتا ہوں۔ یہ پیغام دل آرام دیتا ہے۔ حضرت رو کر فرمائے، اے حُر، خوش دل رہ کہ ہم بھی تیرے پیچھے آتے ہیں۔

۱۔ روضۃ الشہدا : اما صفوان را سہ برادر بود۔ ہر سہ از غصۂ قتل برادر بیک بار، بر حُر حملہ کردند۔ نقلی نے ’بھائی‘ کی جگہ غلطی سے ’بیٹے‘ لکھ دیا۔

۲۔ پے کیا، ترجمہ ہے فارسی ’پے کردن‘ کا۔ پے کردن، گوشت پاشنہ بریدن برائے منع دویدن و راہ رفتن، (فرہنگ آنندراج ۲: ۹۶۲) عربی میں اسے عقر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نور اللغات (۲: ۱۲۶) میں ہے: پے کرنا کونچیں کاٹ ڈالنا۔

وہ پے کیا پیدل کو، وہ اسوار کو کام

۳۔ یعنی تلے اوپر۔

۴۔ ’نانا‘ چاہیے۔

اوس وقت شور حضرت کے لشکر سے اوٹھا اور حُر نے آپ کوں کافروں پر مارا کہ نیزہ ٹوٹ گیا.
پھر شمشیر اینچ جس نابکار کے سر پر جھاڑا سینہ الگ کھول دیا۔ اور جس کی کمر میں مارا. دو ٹکڑے کیا،
تب لگ کہ عمر سعد کے علم دار لگ پہونچا. عمر لعین بیتاب ہو نعرہ اپنے لشکر پر مارا کہ یاں گرد اگرد
سے گھیرو. تب لشکریوں نے غلبہ کر چو طرف سے حُر پر زخم چلائے. ناگاہ قسور بن کنانہ لعین نے
ایک نیزہ حُر کے سینۂ بے کینہ پر مارا. کاری لگا لیکن حُر نے بھی ایسی تلوار ماری کہ کمر الگ دو کیا۔ [۱۳۰ ب]
تب حُر بھی گھوڑے سے گر پوکارا، یا ابن رسول اللہ، اَدْرِکْنِی اَدْرِکْنِی. حضرت گھوڑا دوڑا حُر کوں
میدان سے اوٹھا اپنے لشکر میں لائے اور سر اوس کا اپنے زانو پر رکھ، آستین اپنی سے خاک حُر
کے موہہ کی پوچھتے تھے ابھی ایک رمق جان باقی تھی کہ آنکھیں کھول سر اپنا زانو سے حضرت پر دیکھا.
مسکرا کر کہا، یا ابنِ رسول اللہ، مجھ سے راضی ہوا حضرت فرمائے، میں تجھ سے راضی حق تجھ سے راضی
ہوجیو. حُر یہ بشارت سن کہا:

گر اس خوشی سے جان تصدق کروں روا کیونکہ یہ خوشی مری آرام جان ہے[۱] [۱۳۱ الف]

یہ کہہ جان اپنا جان دینے والے کوں سونپا. اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. [۱۳۱ ب]

---

۱. فضلی نے اس شعر کے ترجمہ ہونے کا ذکر نہیں کیا. لیکن واقعہ یہ ہے کہ ترجمہ ہے مندرجہ ذیل فارسی شعر کا

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست کہ ایں مژدہ آسائش جانِ ماست

آٹھویں مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

بر حرگاہ چوں رہ آں کارواں فتاد | شور نشود واہمہ را در گماں فتاد
ہم بانگ غاغلہ در شش جہت فگند (؟) | ہم گریہ بر ملائک ہفت آسماں فتاد
ہر جا کہ بود آہوے، از دشت پا کشید | ہر جا کہ بود طائرے، از آشیاں فتاد
شد وحشتے کہ شور قیامت بگرد رفت | چوں چشم اہل بیت بر آں کشتگاں فتاد
ناگاہ چشم دختر زہرا در آں میاں | بر پیکر شریف امام زماں فتاد
چنداں کہ بر تن شہدا چشم کار کرد | بر زخم ہائے کاری تیغ و سناں فتاد
بے اختیار نعرہ ٔ ہذا حسین، از او | سر زد چنانکہ آتش از و در جہاں فتاد

پس با زبان پر گلہ آں بضعۃ البتول
رو در مدینہ کرد کہ یا ایہا الرسول [۶۹، الف]

ہے مجلس آج آٹھویں قاسم کا ہے ابیاہ
تس میں قضا قدر کا عجائب خیال ہے

ہائے قاسم کا سونا تاہوں بیاہ | لاکے دولھن گھر جو لیتا موت کی راہ
ایک پل میں ہو دسے آباد دو گھر | ایک پل میں ہو جاوے برباد دو گھر
ایک پل میں دو بنا دولھا بنے | ایک پل میں دو بنا مردہ بنے
ایک پل میں ہو وے سہرا سر پر | ایک پل میں ہو وے سر نیزے اوپر
ایک پل میں دو چڑھے تخت اوپر | ایک پل میں دو پڑے تختے پر

ایک پل میں دھریں اوس شہ کی لگن[1] ایک پل میں ہووے اوس بر میں کفن
ایک پل میں بنے دولھا وہ پوت ایک پل میں بنے اوس کا تابوت
ایک پل میں یو شہپ تے گاویں ایک پل میں یو جنازہ لاویں
ایک پل میں ہووے دولھا دولھن ایک پل میں ہووے بیوہ دولھن
ایک پل میں ہووے نتھ[2] ناک بھیتر ایک پل میں ہووے نتھ خاک بھیتر [۱۳۹-ب]
ایک پل میں ہووے پنکھڑیوں[3] کا پاؤ ایک پل میں کہیں، مائی میں ملاؤ
ایک پل میں کرے سر پر پٹی[4] ایک پل میں لے لگاوے مٹی
ایک پل میں کرے دولھن کا بناؤ ایک پل میں کرے رنڈاپن[5] کا بناؤ
ایک پل میں جو مل کر کے نبات[6] ایک پل میں کرے دُو دونوں نہ بات
ایک پل میں دلہن جلوہ[7] بر تخت ایک پل میں دُو اجڑ جاوے یا بخت
ایک پل میں دُو سوہاگن[8] ہووے ایک پل میں دُو دوہاگن ہووے

۱۔ لگن دھرنا: شادی کا دن مقرر کرنا۔ لگن: (ہندی) شادی کی شبھ تاریخ اور وقت کا تقرر۔ واجد علی شاہ اختر
آراستہ بزم و انجمن ہے اک غیرت شمع کی لگن ہے
۲۔ نتھ: ناک کا مشہور زیور۔ کنایۃً سہاگ۔
۳۔ پنکھڑیوں: پکھڑیاں۔
۴۔ پٹی کرنا: پٹی لگانا ... پٹی جمانا کے معنوں میں۔ بالوں کی پٹیاں
۵۔ انڈھ: رنڈ۔ رانڈ کا مخفف۔ رنڈاپن: رنڈاپا۔
۶۔ نبات: قند، مصری۔ نبات چھوانا۔ مصری کی ڈلیاں جو عروس کے دونوں مونڈھوں، کہنیوں گھٹنوں، بیٹھ اور ہاتھوں پر رکھ کر عین ریت رسم کے وقت دولھا سے منہ سے بغیر ہاتھ لگائے کھلواتے ہیں۔ عوام عورتوں کی زبان پر یہ نو باتیں چھوانا ہے۔ (نو باتیں: نباتیں)
۷۔ جلوہ: وداع کے روز دولھا دلھن کو تخت پر آمنے سامنے بٹھا کر آرسی مصحف دکھانا۔
۸۔ دوہاگن (دوہاجن): وہ عورت جو پہلے شوہر کے مرنے کے بعد دوسرا نکاح کرے۔ یہاں مراد بیوہ سے ہے۔
سہاگن کے مقابلے میں مذکر "دوہاجو" ہے۔

ایک پل میں ہووے سراپا شادی ایک پل میں ہوئے رنڈاپا شادی
ایک پل میں ہووے خبر لِلچانِ[1] کی ایک پل میں پڑے چل[2] جان کی
قصہ کوتہ یہ سنو شادی و غم کہ دونو اکٹھے ہوئیں آ یک دم

ناقلانِ درد و محن اور مخبرانِ غم و شیون شہادتِ قاسم ابن حسن یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت
[۱۴۰ الف] امام حسین علیہ السلام دیکھے کہ یار و مددگار نہ رہے، آہ سوز ناک جگر سے بھرے لیکن جوں قاسم وہ حال دیکھا، دھونواں[4] اوس کے دل سے اوٹھا اور روبرو چچا بزرگوار کے جا کہا، یا عماہ، اب مجھے طاقت بھائیوں کی جدائی کی نہیں رہی. زمانے نے تختِ راحت سے خاکِ مصیبت پر بٹھایا اور دردِ زوال کواں ایامِ ہجراں کر دیکھایا. رخصت ہوئے کہ بدلا بھائیوں کا نکالوں یا اپنا سر بھی اون پیچھے دوں. حضرت فرمائے، اے جانِ عم، تو مجھے میرے بھائی سے یادگار ہے اور مجھ دلِ پُر غم کا غمگسار. بس تجھے کیوں کر رخصت دوں اور اس سینۂ داغدار پر یہ بھی داغ لوں. القصہ قاسم رخصت نہ پایا، لاچار خیمہ میں جا،
[۱۴۰ ب] سر اپنا زانوے غم و الم میں رکھ رونا شروع کیا. ایکایک اوس رونے میں یاد آیا کہ میرے باپ بزرگوار نے ایک تعویذ میرے بازو پر باندھ، فرمایا تھا کہ جب تجھے غم کمال گھیرے یہ تعویذ بازو سے کھولیو اور جو اس میں لکھا ہووے، عمل کیجیو. تب قاسم نے تعویذ بازو سے کھول دیکھا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے خطِ مبارک سے لکھا ہے کہ اے فرزند، وصیت کرتا ہوں کہ جب بھائی میرے حسین کو دیکھے کہ کربلائے پُربلا میں بیچ ہاتھ شامیانِ دغا اور کوفیانِ بے وفا کے گرفتار ہوئے البتہ سر اپنا اوس کے قدم تلے نثار کیجیو اور جان اپنا اوس جان[5] لیئے دیجیو اور وہ جس قدر تجھے

۱۔ لِلچان: عورتیں میدے کی روٹی اور قیمہ میٹھی میں پکا ہوا بھونے ہوئے پانوں پر رکھ کر رتجگے کے بعد تقسیم کرتی ہیں.

۲۔ چل جان = چلے جانا، روانہ ہونا.

۳۔ روضۃ الشہدا: ۲۵۵ ذکر شہادتِ قاسم بن امام حسن، تفصیلات تاریخ طبری ۶. ۲۵۶؛ ابن الاثیر ۴: ۳۳ میں دیکھے جائیں.

۴۔ دھونواں = دھواں، دھواں دل سے اٹھنا: کنایہ ہے آہ نکلنے سے، جلیلؔ:

یا مثلِ شمع سینے سے اٹھنے لگا دھواں کس نے بھری یہ آہ مرے دل کے سامنے

۵۔ جان کی جگہ، واسطے.

منع کریں، توں اسی قدر مبالغہ کیجیو کہ حسین پر جان فدا کرنا نہایت سعادت اور وسیلۂ شہادت ہے۔ جوں قاسم وہ وصیت نامہ پڑھا، بہ خوشی تمام چچا بزرگوار کنے گیا اور وہ کاغذ گزرانا شاہِ شہیداں [۱۴۱ الف] نے جوں وہ کاغذ دیکھا، آہ دردناک بھر زار زار رو کہا، اے جانِ حسین، اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرے گا اور مجھ لیے مرے گا۔ پس مجھے بھی تیرے حق میں ایک وصیت کی ہے۔ چاہیے کہ میں بھی بجا لاؤں پھر ہاتھ قاسم کا پکڑ خیمہ میں سدھار، قاسم کی ماں کوں فرمائے، پوشاک نو قاسم کوں پہناؤ اور اپنی بہن زینب کوں فرمائے، جامہ دانی بھائی حسن کی لاؤ، اوس میں سے جامۂ قیمتی بھائی حسن نکال، قاسم کوں پہنائے اور چیرا اپنے ہاتھ سے اوس سر پر باندھ، اپنے بھائیوں عون و عباس کوں بولائے۔ پھر وہ بیٹی اپنی کہ نامزد قاسم تھی، اوس سے نکاح باندھ۔ فرمائے، اے قاسم، یہ امانت تیرے باپ کی ہے، وہ آج تلگ مجھ پاس تھی، اب لے۔ یہ کہہ ہاتھ اوس کا قاسم کے ہاتھ دے باہر سدھارے [۱۴۱ ب]

رباعی لمؤلفہ

بھائی کے کہے یہ بوجھ قاسم کا دین　　　اپنی دُختر سے کیے بیاہ حسین

جس دم ملے ماہ و مشتری بولا سروش　　　در برجِ شرف ہیں قِران السّعدین

قاسم ہاتھ دولھن کا پکڑ منہ اوس کا دیکھتا تھا کہ لشکرِ عمر سعد سے آواز آئی، اے حسین، کوئی اور رہا ہے، تو میدان میں بھیج۔ جوں یہ آواز قاسم کے کان پہونچی ہاتھ دولھن کا چھوڑ چاہا کہ باہر جاوے، دولھن نے دامن پکڑ کہا، اے قاسم، کیا خیال رکھتا اور کہاں جاتا۔ ترجمہ:

مجھے چھوڑ کر توں کہاں اب چلا　　　کہاں اب چلا؟ کہہ، کہاں اب چلا؟

قاسم نے کہا اے نور دیدہ، قصد میدان رکھتا، دامن چھوڑ کہ تیری دوستی اور میری دامادی قیامت پر رہی۔ لمؤلفہ [۱۴۲ الف]

۱- سردانی صندوق جس میں پہننے کے کپڑے رکھتے ہیں۔

بگو کز بر من چرا می روی　　　مرا می گزاری، کجا می روی

۲- روضۃ الشہدا: دامن رارہا کن کہ عروسی و دامادی ما بقیامت افتاد۔

اللہ اب حافظا ہے تیرا میری ہے آزموت   اب موت کی دولھن سے لگن میری دھرائی[۱]

پھر دولھن کہی، عجب بات فرماتے کہ دولھے تیری اور دامادی میری قیامت پر پڑی۔ پس فردائے قیامت تمہیں کہاں پاؤں اور کس نشان سے پہچانوں۔ قاسم اپنی آستین پھاڑ کہا، اس نشان سے، مجھے میرے باپ اور اپنے دادا پاس ڈھونڈیو۔ شور اہل بیت سے اٹھا، اور شہر بانو نے آہ مار کہا، ترجمہ[۲]

قاسم اب کیا کرے ہے سب بادی   کس طرح کی ہے رسم دامادی
چھوڑ دولھن کوں اب کہاں جاتا   جا کس پاس ہووے فریادی
ہائے ویراں نہ کر ایسا یہ گھر   مت دے برباد میری آبادی
مت رنڈاپا دے میری بیٹی کوں   ڈال مت ماتم اب تو ل شادی
ہائے دولھن کے حق میں یا ہے   ہے سدا تیری تو جلادی [۱۴۲ ب]

جب حضرت امام حسین نے دیکھا کہ قاسم میدان میں چلا، کہے اے جان چچا کی، اپنے پاؤں سے گور میں جاتا ہے[۳]، اس طرح نہ جا اور مرنے کی طرح سیکھ جا۔ پھر اپنے ہاتھ سے گریبان قاسم کا چاک کر، دو لو آنچل چہرے کے مونہہ کی دونوں طرف لٹکائے اور صورت کفن بنا، شمشیر اپنی دے، فرمائے، لموآلفہ

کفن اپنا توں اپنے ساتھ لے جا   مجھے درد و غم اپنا ہائے دے جا

۱۔ دھرائی۔ کٹھری، لے معنی دنیز دھراونا۔ دوسری شادی۔ دیکھیے نور اللغات، ۳، ۱۱۔

۲۔ روضۃ الشہدا میں یہاں صرف ایک شعر درج ہے:

قاسما این حجلہ و بیداد چیست
این نہ آئین و رسم دامادیست

۳۔ روضۃ الشہدا: ... پاے خود بگورستان می روی۔

۴۔ طرح، وضع، انداز، طرز۔

ب قاسم میدان میں جا کہا، ترجمہ[۱]

دل خسریدارِ جاہ اب کروں گا   جاں شکر ریزِ شاہ اب کروں گا
پاسے دامادی کے لباس سیتی   طے اجل کی یو راہ اب کروں گا
چھوڑ کر نو عروس کوں گھر میں   موت سے بھر بیاہ اب کروں گا
سُم گھوڑے سے، نوکِ نیزہ سے   ماہ و ماہی تباہ اب کروں گا
مثلِ بلبل بنالہ ہائے درد کہ   بانگِ واسیداہ اب کروں گا [۴۳ الف]
کبریا کوں کفیل[۲] کرکے میں   مصطفٰے کوں گواہ اب کروں گا
با بتول و علی شکایتِ قوم   بیچ حرمِ الٰہ اب کروں گا

پکارا اور تلوار اینچ بہت ظالموں کے سر تن سے جدا کیے. پھر کوئی قصد قاسم کا نہ کیا. آپ ہی برابر فوجِ ظالمان جا کہے، اے عمر سعد بے وفا، سب یار اور ہوادار حضرت امام حسین کے توں نے شہید کیے. یہی ایک پریشان دل رہ گئے، اون سے بھی ہاتھ نہیں اوٹھاتا اور یک قطرہ پانی اون پیاسوں کے موںہہ میں نہیں چواتا اور جو کچھ کیا ہے، اوس سے باز نہ آتا. پشیمانی

---

۱. مندرجہ ذیل فارسی اشعار ابوالمفاخر کے ہیں:

دل خسریدارِ جاہ خواہم کرد   جاں شکر ریزِ شاہ خواہم کرد
پا اساس و لباس دامادی   عزم ترتیبِ راہ خواہم کرد
بسُم مرکب و سرِ نیزہ   ماہ و ماہی تباہ خواہم کرد
آبِ ہندی و بادِ تازی را   بشہادت گواہ خواہم کرد
بلبل آمیں بنغمہ ہائے حزیں   بانگِ واسیداہ خواہم کرد
کبریا را وکیل خواہم کرد   مصطفٰے را پناہ خواہم کرد
با بتول و علی شکایتِ قوم   در حریم الٰہ خواہم کرد

تیسرے فارسی شعر کا ترجمہ نصلی نے چھوڑ دیا ہے جب کہ تیسرا اُردو شعر ان کا طبع زاد ہے.

۲. روضۃ الشہدا: وکیل

اصلا خاطر میں نہ لاتا۔[1]

نہ اینچ صید حرم پر توں تیغ اب زنہار   کیا ہے ہم سے جو کچھ اب بھی آ پشیماں ہو

[۱۴۳ ب] ملعون کہا، اب لگ تم نافرمانی سے باز نہ آئے اور اپنا مآل کار خاطر میں نہ لاتے، بہتر یہ ہے کہ بیعت یزید اور متابعت ابن زیاد قبول کرو اور دروازہ سلامتی کا آپ پر کھولو۔ قاسم نے اوس پر اور یزید و ابن زیاد پلید پر لعنت کر کہا، اے بدبخت، دین کوں دنیا سے دنی ہاتھ بیچا اور آپ کوں شفاعت رسول خدا سے طرف دوزخ کے اینچا۔ اے لعین، یہ دنیا کس کی ہوئی اور کس کی ہووے گی، ترجمہ[2]

ہزاروں بر[3] کیے ہیں اس دولھن نے اے نامرد   دلے نہیں رہی ہے عقد میں کسو کے یہ

اے عمر آج توں نے اپنے گھوڑے کوں پانی پلایا یا نہ۔ کہا، ہاں پلایا۔ قاسم کہا۔ لعنت خدا تجھ پر، رکھوا مسلمانی کا کرتا اور اپنے گھوڑے کوں سیراب رکھتا، فرزندان رسول اللہ پیاسے اور عورات و [۱۴۴ الف] اطفال پیاس سے جاں بلب پہونچے۔ اس بے حیائی سے باز آ اور ہم بےکسوں کوں پیاسوں مت تپا۔ روز محشر کی پیاس سے ڈر اور ساقی کوثر سے شرم کر۔ ملعون نے سن جواب نہ دیا اور مونہہ اپنے لشکر طرف کر، کہا، اس سوار کوں پہچانتے ہو، یہ قاسم بن حسن ہے۔ تم ایک ایک اس سے بر[4] نہ آؤ گے[5]، اکٹھے جاؤ اور گھیر کر سر لاؤ۔ تب چار ہزار ناکس نامرد، قاسم تنہا پر آئے، اور گھیرے میں لائے۔ لیکن قاسم بھی جدھر مونہہ پھرایا، مارتے ہوؤں سے پشتے بنایا۔ باقی سب بھاگے۔ اور قاسم دولھن کے خیمے کی طرف گیا۔ سو ناگہ دولھن روتی ہے اور کہتی ہے، المؤلف

۱۔ یہ ترجمہ ہے درج ذیل فارسی شعر کا،

تو بر تصید حرم تیغ بر مکش زنہار   وزانچہ با دل ما کردہ ای پشیماں باش

۲۔ جمیلہ الیست عروس جہاں ولے ہشدار   کہ ایں مخدرہ در عقد کس نمی آید

۳۔ بر: شوہر

۴۔ یعنی دعوی۔

۵۔ بر نہ آنا: کامیاب نہ ہونا

اب میں ہوں اور یہ آتش، ہمدرد اور نشانی
جلنا ہے دھیمیں دھیمیں[1] اور کرنی جاں فشانی
گر دوست آ کے لے لی جلدی سے مہربانی
بہتر ہے، ورنہ سکھ لے ابن حسن چلا ہے[2]

[۱۴۴ ب]

ستیاں[3] جو ستی ہوتیں، ست[4] لو تو جل مری ہیں
سو ست نہیں کوست[5] ہے پر کفر وہ کریں ہیں
ست کہتے ہیں گے ان کو، جو ست سے ہم جئیں ہیں
جلنا سنبھل سنبھل سے ست کا سخن چلا ہے

قاسم نے یہ سن رد دیا اور کہا، ترجمہ[6]

نکل باہر اے دلبر میں بھی بیحد آرزو رکھتا | وداعِ عمر نزدیک ہے، تیری دیدار آرزو رکھتا

جوں دولھن وہ آوازِ جاں نواز سونی، خیمے سے باہر دوڑ، کہی، ترجمہ[7]:

اچھے آئے کہاں سے آئے بیٹھو | سراپا اب خوشی تم لائے بیٹھو
تمھارے یہ قدم آنکھوں پہ میرے | میرا سب دکھ مصیبت جائے بیٹھو
انہی قدموں کی راہ اب دیکھتی تھی | دونوں آنکھوں اوپر دوں جائے[8] بیٹھو

۱۔ اصل: چلنا ہے دریا سیمیں دہن میں (تصحیح قیاسی) دھیمیں جیمیں دھیمے دھیمے

۲۔ یعنی میرا سکھ ابن حسن ساتھ لے کر جانے والا ہے۔

۳۔ ستی: وہ ہندو عورت جو شوہر کی لاش کے ساتھ جل جایا کرتی تھی۔ جمع ستیاں۔

۴۔ ست: سچ، صداقت؛ ست بوجھ: یعنی صداقت خیال کر کے۔

۵۔ کوست = کُست: ست کا عکس، ناراستی، گمراہی، ضلالت۔

۶۔ بروں آ اندکے جاناکہ بسیار آرزو دارم | وداعِ عمر نزدیک ست دیدار آرزو دارم

۷۔ خوش آمدی، زکجا می رسی بیا بنشیں | بیاکہ می دہمت بر دو دیدہ جا بنشیں

۸۔ جائے: جگہ۔

کہاں پھر میں، کہاں پھر تم، اے قاسم　　　غنیمت جان کوئی دم ہنسے[1] بیٹھو
[۱۰۴ الف] رنڈاپا تو لکھا مجھ قسمت آخر　　　کوئی پل تو سوہاگ اب چھائے[2] بیٹھو

آہ قاسم گھوڑے سے اتر دولھن کے پاس جا کہا، اے نورِ دو دیدہ و اے رفیقِ پسندیدہ، وقت بیٹھنے اور بولنے کا نہیں کہ سپاہ دشمن دلیری کرے ہے اور قاسم بے اختیار دل و دری پسد مرے ہے۔ ترجمہ[3]
ترے دیدار سے دوری ضرور ہوتی ہے ورنہ　　　نہیں چاہے ہے کوئی موجود جاں تن سے جدا ہووے

پھر قاسم دولھن کوں رخصت کر قصدِ میدان کیا اور دولھن سے یہ سونا، لمؤلفہ:
پھر دبر دے اے گل گلزار جاؤ تا　　　بلبل کوں اپنے ہجر میں کر خوار جاؤ تا

لیکن چوں قاسم میدان میں آیا اور مبارز بولایا، کوئی قبول نہ کیا۔ اوس کے غصّے کی آگ نے شعلا کھینچا اور داہنے بائیں فوجوں پر ٹوٹ بہت ظالموں کوں خاک برابر کیا۔ لمؤلفہ:
[۱۰۴ ب] بھبھک[4] شیر کی طرح قاسم سا مردِ　　　نکالا نحس کوفیوں سیتی گرد
یونہیں چار حملہ کر پھر میدان میں آ مبارز چاہا۔ عمر ملعون نے ایک لعین ارزق نام کوں کہ سپہ سالارِ شام کا تھا، بولا، کہا، اے ارزق، ہر سال دو ہزار دینار[5] یزید سے لیتا اور بہادروں کے کان میں شہرہ اپنی بہادری کا پہونچایا۔ بارے اس جوان کوں ہمارے سر سے دفع کر۔ اوس نے کہا، اے عمر یہ بات تجھ سے بعید ہے کہ مجھے ملک شام میں ہزار سوار کے برابر گنتے اور تو ں مجھے ایک لڑکے سے لڑنے کوں بھیجنا چاہتا ہے کہ نام و ننگ میرا توڑے۔ مجھے ننگ آتا ہے کہ اس سے لڑوں۔ عمر نحس گھڑک، کہا،

۱۔ اصل میں اسی طرح جو مرتّبا غلط ہے (شاید "ہنسے" ہو یا "آئے")
۲۔ چھائے یعنی سایہ کرے۔
۳۔ ز دیدارِ تو ام دوری ضرور ت می شود ورنہ　　　نخواہد ہیچ موجودے کہ جاں از تن جدا باشد
۴۔ بھبھکنا و بھبکنا: گرم ہونا، غصہ ہونا، غرّانا۔
۵۔ روضۃ الشہدا میں دس ہزار دینار لکھا ہے۔

اے ملعون، یہ لڑکا کیونکر ہے۔ فرزند حسن مجتبیٰ کا، پوتا شیرِ خدا کا، نواسا محمد مصطفیٰ کا، کئی سو بہادروں کوں/ابھی تجھ آگے مار چکا۔ قسم خدا کی کہ وہ پیاس سے عاجز ہے، وگرنہ اوسے عار تھی کہ ہم سے بات [۱۴۰ الف] کرے۔ جا بہانہ نہ کر اور لا اوس کا سر، تا یزید و ابنِ زیاد آگے عمدہ کہلاوے اور آبرو پاوے۔ ارزق کہا، اگر بدن میرا مقراض سے ریزہ ریزہ کرے تو بھی اس سے لڑنے نہ جاؤں۔ اور جو بہت بجد ہے، چار بیٹے ہیں میرے ایک کوں بھیجتا کہ سر اوس کا لاوے، اور تجھے اس غم و غصے سے چھوڑاوے۔ تب بڑے بیٹے کوں بولا، قاسم کے مقابلے بھیجا۔ اوس بدبخت نے آ، قاسم پر حملہ کیا۔ قاسم نے بھی للکار، نیزہ اوس کے سینۂ پر کینہ پر چلایا۔ وہ لعین سپر فولادی [پہ] اروکا۔ نیزہ قاسم کا ٹوٹ گیا۔ قاسم نے پھر کھلا، تلوار اینچی۔ اون نے بھی تلوار قاسم کے حوالے کی۔ قاسم سپر پر روکا/شمشیر اوس بدبخت کی نے سر کاٹ [۱۴۰ ب] ہاتھ قاسم کا زخمی کیا۔ محمد انس نے اور سپر پہونچائی، پھر چیرا اپنا پھاڑ چاہا کہ قاسم کے ہاتھ میں باندھے قاسم نہ باندھنے دیا اور ڈھال ہتھوالئے کر پھر اس حرامزادہ پر حملہ کیا۔ وہ بھی چاہا کہ قاسم پر حملہ کرے۔ گھوڑا اوس کا کھڑا ہوا، اور وہ زمین پر گرا، چیرا سر سے اتر گیا۔ بال سر پر بڑے رکھتا تھا۔ قاسم نے گھوڑے سے جھک، بال اوس کے ہاتھ میں لپیٹ، گھوڑا اوٹھایا اور تمام میدان میں لوٹایا۔ پھر ہاتھ سے ڈال، گھوڑا اوس پر دوڑایا کہ تمام استخوان چور ہوئے۔ پھر اوسی کی شمشیر اور نیزہ لے، للکارا کہ اور نامرد آوے۔ دوسرا بیٹا بغیر رخصت باپ کے آ، کہا، اے بے رحم، مارا تو نے ایسے جوان کوں کہ تمام شام میں مانند اوس کا/نہ تھا۔ قاسم کہا، اے دشمنِ خدا، تجھے بھی اوسی پاس بھیجتا۔ یہ کہہ، ایسا [۱۴۱ الف]

۱۔ عمدہ: معتمد، ذی عزت، ذی رتبہ، سردار۔ ان معانی میں اگلے شعرائے اُردو نے بھی باندھا ہے، سودا:

الغاف! اک آشنا میرے ۔۔۔ گئے تھے اک عمدہ کے ڈیرے

فرہنگ آصفیہ (۳: ۲۸۶) اس کی جمع عمایداب بھی مستعمل ہے۔

۲۔ محمد انس، لشکر امام حسین کے ایک جری سپاہی جن کا تفصیلی ذکر آگے نویں مجلس میں آیا ہے۔

۳۔ یہ روضۃ الشہدا کی روایت کے خلاف ہے جہاں لکھا ہے: "قدرے از عمامہ دریدہ بر آں بست"۔

۴۔ ہتھوالیے: یہ نامانوس لفظ ہے۔ سیاق سے اس کے معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ ہاتھ پر جما کر، کس کر۔ اس جگہ روضۃ الشہدا میں ہے: "قاسم سپر در دست گرفتہ آہنگ خصم خود کرد"۔

۵۔ اصل: آدمی۔

نیزہ پہلو میں مارا کہ دوسرے پہلو کپھوٹ نکلا۔ تیسرا بیٹا سر میں خاک ڈال، گریبان چاک کر، گھوڑا اوٹھایا۔ قاسم وہی نیزہ اوس کے پیٹ پر مارا کہ پیٹھ پھوڑ نکلا۔ چوتھا حرامزادہ گالیاں دیتا ہوا، قاسم پر حملہ کیا۔ قاسم نے ایک تلوار ماری کہ سیدھا ہاتھ اوس کا قلم کیا۔ پھر وہ بھاگا اور نزدیک اپنے لشکر کے پہونچ جہنم واصل ہوا۔ لیکن جب ارزق بدبخت چاروں بیٹے موئے دیکھا، جہانِ روشن اوس آنکھوں آگے اندھیر ہوا۔ خاک سر میں ڈال اور گریبان پھاڑ قاسم کے مقابل آ، کہا، اے قاسم سنگ دل، ایسے چار بیٹے میرے مارے کہ تمام شام میں کوئی اون کے برابر نہ تھا۔ قاسم نے

[۱۴۷ب] کہا، غم نہ کھا۔ تجھے بھی اونہیں پاس بھیجتا ہوں۔ لیکن جوں حضرت امام حسین علیہ السلام، ارزق کوں قاسم کے برابر دیکھے، ہاتھ اوٹھا، پروردگارِ عالمیاں سے فتح و نصرتِ قاسم کی دعا مانگے۔ دونو لشکر دیکھتے تھے کہ ارزق نے نیزہ قاسم پر چلایا۔ قاسم نے اوس کا نیزہ رد کر اپنا نیزہ چلایا۔ یونہیں بارہ وار آپس میں ہوئے۔ لمؤلفہ

نیزوں کی سو نیاں برق مانند — چمکیں تھیں دونو کے فرق[۱] اوپر

تب ارزقِ نابکار نے جھونجھلا، ایک نیزہ قاسم کے گھوڑے پر مارا کہ گھوڑا گرا اور قاسم پیادہ رہا۔ تب حضرت نے محمد انس کوں فرمایا، اے ابنِ انس، دوڑ میرے پیارے قاسم کی خبر لے اور یہ کوتل[۲] میرا لے

[۱۴۸ الف] جا کر اوسے دے۔ ابنِ انس نے کوتل قاسم کوں پہونچایا اور سوار کر دیا۔ پھر قاسم/ ارزق پر حملہ کیا اور تین وار آپس میں ہوئے۔ آخر ارزق شمشیر اینچ دوڑا۔ قاسم بھی تلوار اینچ کہا،

اب آ تو یہاں جنگِ شیراں کریں — یہاں دست بردِ دلیراں کریں

دیکھیں ہم ہر کس کوں ملتا ہے اب — دو کس کے تئیں فتح مندی ہے اب

جوں ارزق لعین تلوار قاسم کے ہاتھ دیکھا، پہچانا کہ یہ میرے بیٹے کی ہے، کہا، اے قاسم یہ تلوا

۱۔ سوئمیں یشتیں۔ تصغیر سناں کی نیزہ کا پھل، نار دیعمہ آوتی؛

پھر کیا کھا دائیں چلنے لگے یا ئیں سے — آئے مقابلہ ہوا پھر دو شیّن سے

۲۔ فرق: سر کے بالوں کی مانگ، سر۔

۳۔ کوتل: سواری کا وہ مرکب جو سوار کے بغیر خالی ساتھ ہوتا ہے۔

تیرے ہاتھ کیونکہ لگی. قاسم کہا کہ تیرے بیٹے کی یادگار ہے! تجھے بھی شربت مرگ اسی سے چکھاؤں[1]
اور تیرے فرزندوں کنے بھجاؤں. لیکن اے ارزق، کہاں روا ہے کہ مرد سپاہی کہلاوے اور سوار
ہوتے، گھوڑے کے تنگ کی خبر نہ رکھے کہ ایتا سست ہوا، نزدیک ہے کہ زین پھرے اور توں
گرے. ارزق جوں تنگ دیکھنے کوں جھوکا، قاسم ایسی تلوار مارا کہ دو ٹکڑے کیا اور شور لشکر شام [۱۴۸ ب]
سے اوٹھا. قاسم اپنے گھوڑے سے اُتر اوس کے گھوڑے پر سوار ہو کر توں چچا کنے لایا. جوں
نزدیک پہونچا، گھوڑے سے اُتر رکاب عالی کوں بوسہ دے کہا، یا عماہ، العطش، العطش،
چّقا اگر ایک قطرہ پانی کا پاؤں، ایک ظالم کا سر تن پر نہ رکھوں. حضرت فرمائے اے جان حسین،
نزدیک ہوا کہ دادا کے ہاتھ سے شربت کوثر پیوے. جا کہ ماں تیری فراق میں روتی اور آرزو
میں ہے تیرے دیدار کی. لمؤلفہ:

نہیں ہے چین اوسے تیرے بن اے قاسم   جمال اپنا دکھا اوس کوں صبر نہیں قاسم

قاسم بموجب حکم چلا. جوں نزدیک پہونچا سو ناکہ ماں روتی ہے اور کہتی ہے، لمؤلفہ[2]
گیا مجھ آگے سے میں آہ بجاں ہوں تجھ بن   توں کہاں ہے کہ نہ جانوں میں کہاں ہوں تجھ بن کا [۱۴۹ الف]

اور دولھن کہتی ہے، لمؤلفہ:
کیونکر کٹے مجھ بانیں اب جیونا دوبھر پڑا   بابا چلا، دولھا چلا، اور کوئی نہ دھرنی لائے لئے

قاسم نے یہ باتیں سنتے ہی آہ ماری. جوں ماں اور دولھن وہ آواز سونیں، خیمہ سے باہر دوڑیں،
اور قاسم کے پاؤں پر لوٹیں. قاسم اونھوں کی دلداری کرنے لگے اور صبر و تحمل کرنے لگے فرمانے.

---

۱. یعنی بھیجوں یا بھجواؤں.

۲. یہ مندرجہ ذیل فارسی شعر کا ترجمہ:

رفتی از دیدہ و من بیسر و پایم بے تو   تو کجائی کہ ندانم کہ کجا یم بے تو

پھر کہے ماے عزیزو، آج وہ دن ہے کہ بادِ خوشی کی دلوں کے باغ پر نہیں چلتی اور بُو شادی کی مشامِ ارواح میں نہیں پہونچتی جوں چمنِ زندگانی تمہارے کوں تازگی نہ رہی، ویسے ہی پھول مرادِ شادمانی میری کا بھی کوملہار رہا ہے، اور جیسے تمہیں طاقت تنہائی نہیں ایسے ہی مجھے بھی قوت صبر اور جدائی نہ۔ لیکن یہ دوری ضروری ہے اور جدائی بے اختیاری۔ لمؤلفہ:

[۱۵۰ ب] ہم چلے بے اختیاری/ سے جدا تم سینتی ہو　　　تم رہو روتے سبھی اور ا پیٹتے تازندگی

پھر جوں قاسم چلا، سونا کہ ماں رو کہنے لگی، لمؤلفہ:

آرام جان چلا اب اے جان توں بھی اب جا　　　جب وہ چلا، تو اوس پر قربان توں بھی ہات جا

اور دولھن سے یہ آواز سونا، لمؤلفہ:

نہ جاؤ تم مجھے جب لگ نہ مارو　　　چھوڑا کر جاؤ اب اس درد سر سے

پھر جوں قاسم یہ باتیں جدائی کی سنتا اور روتا ہوا میدان میں پہونچا، آنکھ عمر لعین کے نشان[۲] پر پڑی کہ اوس سر پر کھڑا کیا تھا۔ گھوڑا ادھر ہی چلایا اور قصدا دس نشان کے توڑنے پر دوڑایا، کہ راہ میں پیادوں نے گھیرا۔ جوں قاسم پیادوں کی لڑائی میں مشغول ہوا، گرد سے سوار آ گھیرے اور تیر و نیزہ و شمشیر چلنے [۱۵۱ الف] قاسم دریاے لڑائی میں غوطہ کھایا اور پھر موتی فتح و ظفر / کا پایا۔ تیس سوار اور پچاس پیادے گرایا۔ اور صف سواروں کی جیں گھوڑا باد[۱] پر چلایا، کہ کوفیوں نے تیر باران کیا اور گھوڑا زخمی ہو گرا۔ آہ شیث لعین نے نیزہ سینہ بے کینۂ قاسم پر مارا کہ بھال نیزہ پیٹھ سے پھوٹ نکلی اور قاسم زمین پر گرا۔ آہ ستائیس زخم قاسم کے بدن پر بیٹھے تھے اور لوہو جاری تھا کہ قاسم نے پوکارا، اے چچا، اپنے قاسم بیکس کی خبر لے۔ جوں یہ آواز حضرت کے کان پہونچی، گھوڑا اوٹھا صفوں کو برہم مار دیکھے کہ قاسم لوہو میں مانند مچھلی بن پانی کے تڑپتا ہے اور شیث لعین چاہتا کہ سر کاٹے۔ حضرت ایک تلوار سے اوسے دو کیے۔

۱۔ یعنی ہوا (باد) باد کے گھوڑے پر سوار ہونا مشہور مثل ہے۔

۲۔ نشان، علم، لشکر کا جھنڈا۔

اور قاسم کوں اوٹھا خیمہ میں لائے. لمؤلفہ

اوس بھتیجے نوجواں کی بھپانی[1] لاش جب — اپنی گودی میں اوٹھا کر گھر تلک لایا وہ چچا [۱۵۰ ب]
گھر میں لاشا لاتے ہی بس ہے ہے قیامت مچ گئی — ہائے قاسم ہائے قاسم، ہائے قاسم پڑ گیا

ابھی ایک رمق جان باقی تھی کہ چچا نے سر قاسم کا اپنے زانو پر رکھ لیوے اوس موںہہ پہ پڑے، زار زار رو، فرمائے، لمؤلفہ

حیف اے قاسم، اب کنگن تیرا — اور شوانی[2] تو ابھی سر بن تیرا
تس پہ ہوتا ہے اب مرن تیرا — بن بیاہا ہووے ہے کفن تیرا

میرے بھائی حسن کے جیو جگر — اب چلا توں چچا کے تئیں تج کر
اے بھتیجے تیرے چچا اوپر — آ کھڑا ہے گا دو دکھ کٹھن تیرا

اور شہر بانو بولیں.

اب رنڈاپا ملے ہے دولہن کوں — لوٹتی ہے وہ اپنے ابرن[3] کوں
دیکھ قاسم تو اوس کی تڑپن کوں — یاد کرتی ہے ہر ایک سخن تیرا

پھر قاسم کی ماں لاش سے لپٹی اور موںہہ سے موںہہ ملا کہتی تھی [۱۵۱ الف]

واری ماں جیتی ہے تجھ پہ پڑی — کہتی ہے ہائے مصیبت آئی پڑی
لے بچے تجھ بن ایک ایک گھڑی — دکھ بھر دوں ہائے بالپن تیرا

---

۱ بھپانی: مراد بھری جوانی سے۔

۲۔ مراد: شو بمعنی شوہر، شوانی سے مراد، دولہا یا شادی کا جوڑا ہے۔

۳ رن (؟) سنگار ت آٹھ رن: زیور، عورتوں کے بارہ ابرن سولہ سنگار مشہور ہیں۔ ابرن کی تفصیل کے لیے امیر اللغات (۱۰۱:۱) دیکھیے

۴ ... اضطراب و بے قراری (نور اللغات ۱۰۶۲)

۵ پانجھنا: کڑھنا، گھٹنا، تڑپنا (فرہنگ آصفیہ ۱۱۱)

ہاے، کیا کیا میں تیرے بَین کروں — تیری سورت کی یاد میں مَیں مروں
تیری آنکھوں بھنووں کوں یاد کروں — یا یہ غنچہ سا مکھ دہن تیرا

یا یہ لب تیرے لعلِ احمر سے — یا تیرے گورے دونوں رخسارے
یا تیری بھیگتیں مَسَیں جیسی — ہاے یا یہ چہ ذقن تیرا

یا تیرے دانتوں کی بتیسی اب — یا دکرکر جلوں بتی ہی اب
یا ہنسی تیری رَسمسی ہی اب — کہنا یا مسکرا سخن تیرا

یا یہ تیری صراحی سی گردن — یا یہ تجھ نوجوانی کا جوبن
یا یہ موزوں قدِ سرو ثمن — یا خوش اسلوب سیم تن تیرا

۱۰۱ ہاے قاسم اماں کے جیو جگر — اب چلا ماں دو کھیا کوں توں تج کر
قاسم اب تیری بالی دولھن پر — جم ہوا لاگے گا یہ مرن تیرا

میں نہ موئی ہاے لے کے تیری بلا — جو تیری لوتھ مجھی کوں بخشا
بیٹھی دیکھوں ہو رو رو داویلا — نہیں اب گور اور کفن

۱۔ بَین (ہ) نوحہ، مُردے کی خوبیاں بیان کرکے رونا رُلانا۔

۲۔ اصل: مَسیں۔

۳۔ بتیسی، انسان کے دانتوں کی دونوں لڑیاں، دوسرے مصرع میں بتی یا شمع کی طرح جلنا

۴۔ رَسمسا (ہ): تر، پانی سے ہو یا پسینے سے۔ رسمسی: صفت مؤنث۔ رسمسانا، تر ہونا

۵۔ ثمن، مانند

۶۔ جم (یم): فرشتۂ موت، عزرائیل۔

اے ہاے بچّے، میں ہوئی بن بچے — ماتا جلتی میری تجھ غم سے
جیو آخر تھوں گی تجھ پیچھے — سونگھ سونگھ ہاے پیرہن تیرا

ایک تو رانڈ میں سدا کی تھی — بہو بھی رانڈ گھونٹنے لگ بیٹھی
مجھ پہ یہ مار ہوئی رنڈاپے کی — یہی پائی میں ہال دلھن تیرا

تجھ کوں پائی تھی دکھیا اے بچے — ہاے کن الجھوں[۲] کن مرادوں سے
سو میں اب موت ہاتھوں بیٹھی دے — بے بسی یہ کیا اور مرن تیرا

آہ یوں ہیں ماں بین کر روتی تھی کہ دولھن چیخ مار کہی، المؤلفہ

[۱۱۵۴ تقدیر نے میرے تئیں گھونگھٹ میں ہی افسوس — میرے بنے کی نہ چھبی لا، الاس دکھائی
یہ کیا لورا پیرا تھا میرا، ہاے اے لوگو! — دولھا کوں سوہائی نہ میں اور مرنا سوہائی[۵]
اے لوگو میں پھوٹ بیری تھی کیا، جو میرے آتے — دولھا موا، تھی مجھ قدم ہی کی یہ لورائی
اے لوگو، میں بختوں کی جلی ایک ذرا بھی — صورت بنے اپنے کی نہیں دیکھنے پائی

۱۔ اصل: گھونٹنے۔ گھٹنے سے لگ کر بیٹھنا۔ پاس سے جدا نہ ہونا۔

۲۔ یہ لفظ اصل میں یونہی لکھا ہے، لیکن اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے۔ ممکن ہے کہ "الجھنوں" ہو، یعنی مشکلوں سے۔ سنسکرت کا ایک لفظ "لکشن" ہے (جس سے ہمارا "لچھن" نکلا ہے) جس کے معنی ہیں مہورت، نیک گھڑی وغیرہ۔

۳۔ بنا۔ دولھا، نوشاہ؛ بنی: دولھن۔ ×۔ یہ اشعار کریم الدین نے اپنے تذکرے میں درج کیے ہیں ص ۶۲

۔ پیرا۔ [illegible] لورا پیرا، سبز قدم، منحوس۔

۵۔ [illegible] پسند آنا، مرغوب ہونا۔

۶۔ سبز پیرا، سبز قدم، منحوس، کھنڈ پیری اس کی تانیث ہے۔ اس کی جگہ "کھن پیر" اور "کھن پیری" مستعمل ہے: "اس کی ایسی ہی باتیں ہیں موئی کھن پیری" (سیر کہسار)۔ لفظ کی اصلیت کے لیے دیکھیے ڈاکٹر شوکت سبزواری: اشتقاقیات (مجلہ اردو نامہ، کراچی، شمارہ ۱۸ ص ۱۱۴)، محاورات بیگمات (رنگین) اور نوادر الالفاظ (سراج الدین علی خاں آرزو) میں بھی کھنڈ قدمی: بد قدم درج ہے (اردو ادب جولائی ۱۹۵۲ء ص ۱۱۲) اوپر کے شعر میں اس کا مترادف "برا پیرا" بھی استعمال ہوا ہے۔

اے لوگو، یہ ایک پل میں بسا گھر میرا اوجڑا — یہ کیسی پھری موت کی اب رائی دوہائی[1]
لاشے کے کنے بیٹھ کہے، اے مرے نوشہ — توں مرگیا اور میرے تئیں موت نہ آئی
نوشہ توں مرے، میں جیوں اور رانڈ کہاؤں — مجھ کوں بھی بولا لے، نہ کر اب دشمن ہنسائی
اے میرے بنے میں نے ترے لوہو سیتی دیکھ — بھر بھر کے دونوں ہاتھوں میں اب مہندی لگائی
۱ ب] اے میرے بنے، مجھ سی بنی بیٹھی ترے پاس/ — توں نے مجھے، تج، گور سیتی آنکھ لگائی
اے میرے بنے ہرزن ترے بستا اے — کفنی گلے میں ڈال کرتے کی بیو گدائی
اے میرے بنے، یہ مرا موہنہ ہو گیا کالا — بن موت نظر آتی نہ کہیں میری سمائی
اے میرے بنے، ساس کوں کیا موہنہ دکھاؤں — دل موں کہے گی کیسی بہو بیاہ میں لائی
اس کے ہی قدم سیتی موا میرا جواں پوت — اس کوں کروں گی کیا جو آپس آس گنوائی

اودھر زینب و کلثوم زار زار رو کہتیں تھیں۔ دلہ

قاسم توں مرے پھوپھیاں جیویں حیف یہ جینا — ہوئیں واری جہاں ہاتھ دھوئے تھی تیری دائی

اور اس گھڑی سکینہ معصوم ماں سے پوچھتی تھی۔ ایضاً

ماں کیا ہوا اس کوں یہ ابھی دولہا بنا تھا — بھنڈی میرا اور چچیرا مرا بھائی

۱۰ الف] اسی طرح دولہن اور ماں، شہر بانو اور پھوپھیاں روتیاں تھیں اور خاک سر پر اوڑاتیاں تھیں کہ قاسم نے آنکھ کھول سب کی طرف دیکھا اور دولہن کی طرف مسکرا جان [جان] دینے والے کوں سونپا۔
۱۰ ب] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔/

۱۔ دوہائی پھرنا: منادی ہونا، ڈھنڈورا پیٹنا، نسن۔

وہ توحید کی اک دوہائی پھری — کہ دور بتاں سے خدائی پھری

نویں مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

روزیکہ شد بنیزہ سر آن بزرگوار — خورشید سر برہنہ برآمد ز کوہسار
موجے بجنبش آمد و برخاست کوہ کوہ — ابرے بہ بارش آمد و بگریست زار زار
گفتی، تمام زلزلہ شد خاک مطمئن — گفتی، فتاد از حرکت چرخ بے قرار
عرش آنچناں بلرزہ درآمد کہ چرخ پیر — افتاد در گماں کہ قیامت شد آشکار
آں خیمہ کہ گیسوے حورش طناب بود — شد سرنگوں ز باد مخالف حباب دار
جمعے کہ پاس محمل شان داشت جبرئیل — گشتند بے عماری و محمل شتر سوار
با آنکہ سر زد این عمل از امت نبی — روح الامیں ز روے نبی گشت شرمسار
آنگہ ز کوفہ خیل حرم رو بشام کرد
نوعے کہ عقل گفت قیامت قیام کرد [۱۵۴ الف]

اس مجلس نویں میں شہادت پڑھوں جس میں
عبّاس علی محالسیس کی کہ نال ہے

راویان روایت گنج گنج اور مخبران اخبارات پُر رنج شہادت حضرت عباس علی کوں تواریخ غم و الم میں یوں درج کرتے ہیں کہ عباس علی حضرت امام حسین علیہ السلام کے علمبردار تھے جب آوال کہا [illegible] اور عزیزوں کا اس روش دیکھے، رو لوہو کی آنکھوں سے بہا، کہے، ترجمہ[2]

شہادت سب عزیز و برادر فنا ہوئے — آپس سے اس بلا کے جنگل میں جدا ہوئے

۱۔ (پنجابی) ساتھ، ہمراہ۔
۲۔ آبا برادران و عزیزاں، کجا شدند — در دشت کربلا ہمہ از ہم جدا شدند

پانی بدل[1] سبھوں نے پیا اپنا لوہو آج ہو پانی پانی[2]، پانی بِنا ہاے کیا ہوے

پھر عَلَم اوٹھا حضرت امام حسین آگے آئے اور اس نشان کوں سرِ مبارک پر کھڑا کر فرمائے اے [۱۵۰ ب] بھائی، اب عَلَم داری ہماری قیامت ہم پر پڑی۔ رخصت فرما کہ میدان میں جاؤں اور اپنا انتقام اس اہلِ ظلام سے لوں۔ امامِ مظلوم زار زار رو، فرمائے، اے برادرِ غم خوار، نشان لشکر میرے کا توں تھا۔ اب جو توں سدھارے، سب جمعیت تفرقہ ہووے۔ لمولفہ

ہولے بس اوس گھڑی عباس سیتی شہ نے کہا خدا برد بہ کجا میروی درین صحرا
تیرا تو بھائی یہاں بیکس اور رہے تنہا تیرے بِنا کرے گا کون میری غم خواری

تب عباس کہے، یا ابن رسول اللہ، جان میرا قربان تیرے، دل میرا دنیا سے تنگ آیا اور بھائیوں کی جدائی سے کباب غم کھایا۔ چاہتا ہوں کہ داد اپنی ان ظالموں سے لوں یا اپنا سر بھی دوں۔ تب حضرت [۱۵۱ الف] فرمائے کہ اگر ارادہ تیرا یہی ہے، پس چاہیے کہ میدان میں قدم دھر اور اول اس قوم پر حجت ثابت کر، اور جو کچھ کہ میں کہوں اون سے۔ اگر نہ مانیں، تب ارادہ لڑائی کر۔ پھر حضرت نے تمام باتیں عباس سے کہہ، رخصت کیے۔ لیکن عباس بہادرِ نامدار اور شجاعِ عالی مقدار تھا۔ جرأت و قوتِ جنگ اپنے باپ بزرگوار حیدرِ کرار سے میراث رکھتا تھا۔ ایک گھوڑے تیز رفتار، بر کردار پر سوار ہو، شمشیرِ مصری جوں افعیِ زہر دار ہاتھ میں لے اور سپر مکی جوں گردۂ خورشید پیٹھ لگا، خودِ فولادی جوہر دار سر پر دھر، قصدِ میدان کیا۔ ترجمہ[3]

ایک بجلی لے کے ہاتھ میں ایک ابر پیٹھ پر ایک چاند سر پہ رکھ لیا، ایک چرخ زیرِ ران

اور میدان میں پہونچ، گھوڑا جولان میں لا، صورت ہوا کوں گرد و غبار سے اندھیار کر دیا۔ اور صحرا

۱۔ بدل: عوض۔
۲۔ پانی پانی ہونا: شرم سے پسینے پسینے ہو جانا، شرما جانا، نادم ہونا۔
۳۔ برقے گرفتہ در کف و ابرے بپیش روے ماہے نہادہ بر سر و چرخے بزیرِ ران

دن ہم دتعل رہوا ہے، جوں گلزار بنایا۔ پھر جوں نزدیک صف کوفیاں پہونچے، باگ گھوڑے [۱۰۵ ب]
نے کھینچے، اے قوم ستم گار، فرزند احمد مختار اور جگر گوشۂ حیدر کرار تم سے کہتا ہے کہ تم نے میرے
سب بھائی بند اور خویش و فرزند مارے اور سب یار و ہوادار و صحابۂ دین و تابعین میرے ہلاک
کیے، اب بھی اتنا پانی مجھے دو کہ اطفال و عورات کوں پلاؤں اور مجھے چھوڑو کہ یہی ایک دم جو بچے
ہیں انھے لے کدھر ہی نکل جاؤں، یا ملک ہند کا قصد کروں اور ولایت عرب تمھیں چھوڑ دوں۔
وعدہ کرتا ہوں کہ فردائے قیامت تم سے دشمنی اور دعوا نہ کروں۔ جوں حضرت نے یہ پیغام جگر سوز
کیا، تمام سپاہ میں شور پڑا۔ ایک گروہ سن کر چپ رہے اور ایک گالیاں شروع کیے۔ بعضے پشیمان [۱۰۶ الف]
ہوئے اور بعضے رونے لگے۔ لیکن شمر ذی الجوشن اور شیث ربعی اور حجر ابن الابحار تینوں آگے آ،
کہے اے فرزند ابوتراب، اپنے بھائی سے کہ کر اگر تمام روئے زمین پانی ہووے، ایک قطرہ اوس
سے تجھے نہ دکھلاویں، جب لگ کہ بیعت یزید دیوے اور اطاعت ابن زیاد قبول کرے۔ عباس
انھوں پر لعنت کر پھرے اور جو کچھ کہ سونے تھے، حضرت سے کہے۔ حضرت سن تلے کر آنسو بھر لائے۔
نگاہ میں اہل بیت سے فریاد و فغاں اٹھا اور شور العطش بلند ہوا۔

تمام چھوٹے بڑے پانی پانی کرنے لگے دو کرتے پانی پانی، پانی پانی ہونے لگے
زہرہ ہو پانی، بنا پانی بچے مرنے لگے بڑوں کا زہرہ ہوا پانی[۲] پانی بن عاری

دن کہے اے فلک، تو نہیں ترس کرتا ہم پر دو بھیج ہم سے پیاسوں پہ ایک بادل بھر [۱۰۶ ب]
دن کہے اے زمیں ہم سے تو نہیں محبت کر دیکھا نئے چشمہ اوبل آب شیریں سے جاری

دن کہے اے فلک بس تیری کا منہہ برسا جو نہ ہو تو یہ کپڑے او کھنچے ہی نچوڑ ہوویں ذرا

۱۔ اصل: بیچ۔

۲۔ زہرہ آب ہونا اور زہرہ پانی ہونا: کنایہ ہے خوفزدہ اور پست حوصلہ ہونے سے۔ غالب:

گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا

۳۔ تو نہیں ہے تو ہی، تو ہی۔

کوئی کہے اے زمیں تُو نہیں اب کہیں دھنس جا　　دکھاوے قلبہ[1] چوا کوئی شیریں یا کھاری

ایکا ایک آئی در او پر سکینہ لے چھاگل　　پکاری اے چچا عباس، پیاس سوں گئی جل
لے آؤ پانی کسو سے مری درے یہ بیکل　　کہ پیاس سوں اُڑتی ہے مجھ انکھیوں میں اندھیاری

دیکھو کہ جیبھ میری کانٹے کانٹے ہوگئی اب　　گلا کرے ہے گا چٹ چٹ، دیکھو یہ خشک ہیں لب
مجھے گذر گئے ہیں پیاسوں دو دن اور دو شب　　کہ بوند پانی نہ پائی بجز آنجھو[2] کھاری

[۱۰۵ الف] زرا جو پانی لے آؤ گے، اے چچا صاحب　　بڑا ثواب کماؤ گے، اے چچا صاحب
موئی بھتیجی جلاؤ گے، اے چچا صاحب　　تمہارے جیوتے جیو لاگ کروں پہ تاری

بچی کی بانوں کو سُن ہاے، حضرتِ عباس　　انکھیوں میں آنسوکوں بھر، زندگی سے ہوکے اداس
وُ شہ کے سر پہ علم پھر کے کاڑھ[3]، بولے نراس　　پڑی ہماری قیامت پہ اب علم داری

حضرت کوں اطفال و عورات کی فریادِ العطش سے اور عباس کی جدائی سے آنسو انکھوں میں بھر آئے اور عباس نے مشک و چھاگل اوٹھا، قصدِ آبِ فرات[4] کر، کہے، جاتا ہوں کہ دریا سے یا پانی لاؤں یا ہم

۱۔ قلبہ: کھیتوں کے درمیان پانی دینے کی چھوٹی نالی۔ چوا یعنی ٹپکا۔ مراد ایسی جگہ سے ہے جہاں قطرہ بھی پانی دستیاب ہو سکے۔

۲۔ آنجھو (ہندی): آنسو۔

۳۔ کاڑھنا (پنجابی)، نکالنا، پھیلانا، ڈھانکنا وغیرہ۔ مراد یہ ہے کہ انھوں نے دوبارہ (پھر کے) حضرت امام کے سر پر علم لہرایا اور مایوس ہو کر کہا... الخ

۴۔ اصل: فراط۔

کے دریا میں غوطہ کھاؤں. کیونکہ اس پیاسے رہنے اور پیاسوں کے روناسونتے سے چھوٹوں۔ ترجمہ¹

دریا بڑے میں غوطہ کھاؤں — یا غرق ہوں، یا لے موتی آؤں
یا سر دیوں/ یا لوں اوروں کا سر — یا ڈوبوں یا پانی لاؤں [۱۵۷ ب]

راوی لکھے ہے کہ چار ہزار نامرد دریا سے فرات پر موکل تھے. جوں عباس دریا پر پہونچے، وہ بدبخت راہ عباس پر روکے. عباس کہے اے قوم، تم مسلمان ہو یا کافر. جواب دیے کہ مسلمان. عباس کہے کہ مسلمانی میں کہاں روا ہے کہ سگ و خوک و چرند و پرند سب اس پانی سے پیوتے، اور تم فرزندانِ رسول اللہ کوں محروم رکھ منع کرتے. قیامت کی پیاس سے ڈرو اور اوس دن سے شرم کرو. ترجمہ²

تجھے کہ درد نہیں، ہمارا حال کیا معلوم — توں ہمارے پیاسے کی کیا جانے ہے کنارِ فرات

تب اون کوفیوں نے یہ بات سن کر اپنا سے سوار و پیادہ بڑھ، عباس پر تیر باراں کیے. عباس نے ڈھال مونہہ پر لے، نیزہ ہلا کر حملہ کیا اور اتھرا لشکروں کوں منہزم کیے، بانیوں کوں بھگا دیا، اور گھوڑا دریائے [۱۵۸ الف] فرات میں ڈالا. [illegible] سوار ہو کر پیچ... عباس کچھ گھوڑا ڈپٹ پانی سے باہر آ، رجز لیتے ہوئے حملے کیے. ترجمہ³

---

۱. در بحرِ محیط غوطہ خواہم خوردن — یا غرقہ شدن یا گہرے آوردن
این کار مخاطرہ است خواہم کردن — یا روئے بدان سرخ کنم یا گردن

۲. ترا کہ درد نباشد ز حالِ ما چہ نشان؟ — تو سوزِ تشنہ چہ دانی کہ بر کنارِ فراتی

۳. اصل: اتی.

۴. عباس علی ست شیرِ غازی — ابن بیشۂ خسروِ حجازی
آوردہ بزیرِ ران و بر دست — آبِ یمنی و بادِ تازی
سرحی بازم گر بیابم — نزدیک خدائے سرفرازی
بر آلِ نبی سپہ کشیدن — کاریست کہ نیست کار بازی
خاموش مثنویا ازآں کہ بنود — بیہودہ سخن بدیں درازی

عبّاس علی ہے شیر غازی　　از بیشۂ خسروِ حجازی
لایا ہے ڈو ران تلے دریچ ہاتھ　　آب یمنی و بادِ تازی
کھوتا ہوں گا سرگر کہ پاؤں　　حق آگے کمال سرفرازی
اب آلِ نبی پہ فوج لانی　　مشکل کام ہے نہیں ہے بازی
مت ہوجیو غافل اور نہ جانو　　بیہودہ یہ بات اتنی درازی

لیکن وہ نامرد حملۂ عبّاس سے پھر بھاگے اور عبّاس پھر گھوڑا دریا میں ڈالے، پھر ملعون حملہ کیے۔ تب [۱۸۰ ب] عبّاس نیزہ پانی میں ڈال، شمشیر اینچ، جیدھر مونہہ کیے نامرد پھر بھاگے، تا کہ دریا کا کنارا اُن نحسوں سے پاک کیے۔ پھر گھوڑا دریا میں ڈال، مشک بھر چاہے کہ تھوڑا پانی پیویں، پیاس بھائی کی اور اہل بیت و سکینہ پیاسی کی یاد کر، نہ پیے، اور پانی ہاتھ سے ڈال دیے۔ لمؤلفہ

غرض کہ پہونچ کے دریا پہ، تشنہ لب عبّاس　　جو چاہے پانی پیویں، یاد آئی شہ کی پیاس
نہ پیو کہ پانی کہے حیف نہیں ہے اے عبّاس　　توں پیوے پانی، پیاسی سکینہ سی پیاری

آخر عبّاس پانی نہ پیے، اور مشک بھری سیدھے کاندھے پر رکھ لے چلے۔ پھر سوار و پیادہ آ، راہ عبّاس کی روکے اور لڑائی شروع ہوئی۔ یکایک نوفل بن ارزق لعین نے بے خبر پیچھے سے آ شمشیر عبّاس کے داہنے [۱۸۱ الف] کاندھے پر چلائی جس پر کہ مشک تھی، اور وہ سیدھا ہاتھ تھا کہ بدن سے جدا ہوا۔ تب عبّاس نے کہا، لمؤلفہ:

اگر دشمن نے سیدھا ہاتھ میرا　　کیا تن سے جدا، دوکھ دے، گھنیرا[1]
گھٹا نہ کچھ مری مردی و دیں سے　　مجھے ان بے حیاؤں نے جو پھیرا
ڈروں نہ مرگ سے اور تیغ ماروں　　اوٹھاؤں دنداں اوپر گھنیرا
کروں لوہو سے نقّاشی زمیں اب　　کرے ہے نقش جیسے آ چتیرا[2]

۱۔ گھنیرا: (س) سنسکرت گھن سے)، گھنا، بہت۔ بھاری چیز کے لیے بھی آتا ہے۔

۲۔ چتیرا: چتر (تصویر) بنانے والا، مصوّر۔

مجھے کچھ غم نہیں گر مار مجکوں — میرے سر کے تئیں نیزہ پہ پھیرا
بغیر از پانی اب پھرنا روا نہیں — سکینہ رووے جب مونہہ دیکھ، تیرا
کہے گا کیا اوسے عباس اب تیوں — نہ لایا پانی، ملعونوں نے گھیرا
اگر پانی چلے لے کر، وگر نہ — اسی میدان کوں بوجھ اپنا ڈیرا[1]
ابھی ایک ہاتھ باقی ہے اے عباس — دیکھے مرنے کوں کیا سانجھ[2] اور سویرا
چلا شمشیر، کیا مرنے سے ڈرنا — بچادے ان لعینوں پر بکھیرا[3]

پھر عباس مردانگی سے مشک بائیں کاندھے پر لیے۔ آہ وس ملعون نے وہ ہاتھ بھی گرایا۔ تب [۱۵۹ ب] عباس نے مشک دانتوں میں پکڑ، رکابوں سے دشمنوں کوں اپنے پہلو سے دور کرنے لگا۔ یکایک ایک تیر مشک پر آ لاگا کہ مشک میں سوراخ پڑا اور پانی تمام بہا۔ آہ، تب عباس نے کہا، نہ جانوں کیا حکمت ہے کہ پیاسوں کے حلق میں پانی کسو طرح نہیں پہونچتا۔ تب ہاتف غیب ندا کیا۔ شربت ہائے بہشت تمہارے واسطے تیار ہیں۔ حیف نہیں کہ لب اس پانی سے تر کرو[4]۔ پھر عباس اون دو بھاری زخموں سے زمین پر گرے اور پوکارے۔ یا اخاہ ادرکنی یعنی اے بھائی حسین اپنے بھائی عباس کی خبر لے۔ لمولفہ

ہاے اے بھائی، خبر لے بھائی دو کھیاے کی آ — آخری دیدار میرا دیکھ لے، ورنہ چلا
بیکس ہوں بیکسی خبر لے آ کے مجھ بیکس کی تو — بھیج کچھ پیغام اپنے باپ کوں اے دلربا [۱۶۰ الف]
اے شہِ دیں، جاں کیا تجھ پر فدا عباس نے — اب پڑا ہے شانوں بن، اوس کوں ذرا آ کر اوٹھا
ترپھتا ہوں میں دونوں ہاتھوں بنا اے میرے ہاتھ — ٹک اوٹھا گھوڑے کوں میرے حال کے تئیں دیکھ جا

۱۔ ڈیرا: ٹھکانا۔ یہاں مراد قبر سے ہے۔

۲۔ سانج یعنی سانجھ: شام۔ غروب آفتاب کا وقت۔ خسرو:

چل خسرو، گھر اپنے سانجھ بھئی چوندیس

۳۔ بکھیرا: (بکھرنے کا حاصل مصدر) تتر بتر کرنا، منتشر کرنا، بھگانا۔

۴۔ روضۃ الشہدا: حیف باشد کہ لب بدیں آب تر کنید۔

جوں وہ آوازِ جانگدازِ عباسِ حق شناس امامِ مظلوم کے کان پہونچی، ایک آہ ایسی اچھی کہ زمینِ کربلا اوس ہیبت سے لرزی۔ ترجمہ[1]

آسماں لرزا اپس پر ہوگیا نیلا[2] تمام   جس گھڑی عباسِ بیکس کا ہوا بھوئیں[3] پر مقام
جب بچرا بیکس حسین اپنے جگرِ نازک سے آہ   آسماں خم ہوگیا اور چاند کا چہرہ سیاہ
شاہِ انجم نے کلاہِ شاہی ماری خاک پر   بجلی اس آتش کی پہونچی قبۂ افلاک پر

[۱۶۰ ب] پھر حضرت زار زار روئے، فرمائے، الآن انکسر ظہری و[4] قلت حیلتی] یعنی اب کمر میری ٹوٹی اور قوت میری چھوٹی۔ اوس وقت محمد انس حضرت پاس کھڑا تھا۔ جوں امامِ مظلوم کوں روتے دیکھا، پیادہ دوڑا، دیکھا کہ شاہزادہ عباس خاک و خون میں پڑا تڑپتا۔ محمد انس اوس ست جھپٹا، رونے لگا۔ ملعون سمٹ اوس پر ٹوٹے اور ایک پل میں گوشت اوس کا ذرہ ذرہ کر، نیزوں کی نوکوں سے لے گئے اور اوسے بھی شہید کیے۔ اتنے میں حضرت پہونچے۔ دیکھے کہ عباس دارِ فنا سے گلستانِ بقا کوں سدھارے۔ حضرت کہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ لمؤلفہ

ہزار افسوس ہے بیکس ہوا اب   نہ کوئی بھائی رہا، نے اقربا اب
موا عباس، میں بیچارہ ہوا   زمیں کے کوچے سے آوارہ ہوا
[۱۶۱ الف] پڑا اب چوطرف سے بیکسی میں   نہ غم خوار اب رہا اس بے بسی میں
کسے یہ حال اپنا جا دکھاؤں   کسے یہ دکھ اب اپنا جا سناؤں
کسے دکھلاؤں اب اپنی یہ زاری   کہوں کس سے بچوں کی بیقراری

۱۔ پیرِ گردوں زیں مصیبت جامۂ جاں چاک زد   سرورِ انجم کلاہِ سروری بر خاک زد
قامتِ گردوں دوتا شد چہرۂ مہ شد سیاہ   برقِ ایں آتش مگر بر قبۂ افلاک زد

۲۔ اصل: نیلہ

۳۔ بھوئیں (پنجابی)، زمین (سنسکرت 'بھومی'؛ فارسی 'بوم')

۴۔ روضۃ الشہدا، ۲۸۲۔

کہوں کس سے جو مجھ پر ترس کھاوے — کسے شبیر اپس دکھ پر رولاوے
نہ میرے سر پہ اس دم میرا نانا — نہ نانی، نے اماں، نے کوئی ٹھکانا
کہ جو ان بچوں کوں ہاں لے کے جاؤں — دہاں ناموس کوں رکھ سر چھپاؤں
نہ بابا، نے حسن بھائی ہے سر پر — بوری بپت[1] مرے آئی ہے سر پر

نہ کوئی غمخوار، نے فریاد رس ہے — حسین اس رن میں بے فریاد رس ہے
میرا اب کوئی اس دم نہیں رہا ہے — خدا ہے اور جو کچھ اوس کی رضا ہے

تمت تمت تمت

۱۶۱ ب

۱۔ بپت، دکھ، مصیبت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

خاموش محتشم کہ دلِ سنگ آب شد　　بنیادِ صبر و خانۂ طاقت خراب شد
خاموش محتشم کہ ازیں شعرِ خوں چکاں　　در دیدہ اشکِ مستمعاں خونِ ناب شد
خاموش محتشم کہ ازیں حرفِ سوزناک　　مرغِ ہوا و ماہیِ دریا کباب شد
خاموش محتشم کہ ازیں نظمِ گریہ خیز　　رُوئے زمیں ز اشکِ جگر گوں خضاب شد
خاموش محتشم کہ بسوزِ تو آفتاب　　از آہِ سردِ ماتمیاں ماہتاب شد
خاموش محتشم کہ ز ذکرِ غمِ حسین　　جبریل را ز رُوئے پیمبر حجاب شد
خاموش محتشم کہ فلک بسکہ خوں گریست　　دریا ہزار مرتبہ گلگوں حباب شد
تا چرخِ سفلہ بود، خطائے چنیں نکرد
بر ہیچ آفریدہ جفائے چنیں نکرد

[۱۶۲ الف]

ہے آج دسویں مجلس اکبر علی شہید
غم بیچ جس کے باغ خوشی پائمال ہے

سامعانِ اخبارِ غم والم اور شارحانِ آثارِ اندوہ و ماتم، شہادتِ علی اکبرِ نوجوانِ گلِ گلزارِ ریحان کوں، صفحۂ مصیبت پر یوں رقم کرتے ہیں[۱] کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام دیکھے کہ یاروں بھائیوں اپنوں سے کوئی نہ رہا، ہتھیار باندھ قصد لڑائی کیے۔ جوان علی اکبر دیکھا کہ پدرِ بزرگوار قصدِ میدان رکھتا، گھوڑے سے اتر، باپ کے پاؤں پڑ عرض کیا۔ اے پدرِ مہربان واے دلدارِ غریبان، وہ وقت نہ ہوئے کہ بغیر

۱۔ روضۃ الشہدا، ۲۶۸۔ تفصیلات کے لیے رجوع کیجیے طبقات ابن سعد، ۴: ۲۹؛ الاصبہانی: مقاتل الطالبیین: ۸۰؛

تیرے ایک پل اس دَہر سراسر قہر میں جیوتا رہوں اور روا مت رکھ کہ بعد تیرے اکیلا ان ظالموں میں مروں۔ اپنی لڑائی اتنی موقوف فرمایئے کہ میں بھی جان اپنا اس خدمتِ عالی اور اس جنابِ معالی [۱۶۲ ب] پر نثار کر لوں۔ لمؤلفہ:

ہائے اے بابا، نہ ہووے وہ گھڑی — تجھ بِنا جیونا ہے اکبر علی
تجھ کوں دیکھے آنکھ بھر سر تن جدا — تن زمیں پہ سر ہووے نیزے چڑھا
گھر کوں لُٹتا دیکھے اور جلتا تمام — بہنوں پھوپیوں کوں دیکھے روتا مدام
ماں کوں دیکھے رانڈ ہوئے بن آس ہوئے — یاسمن ریحان کی بن باس ہوئے
صبر کر بابا کہ میں ہو لوں نثار — شمعِ دیں پر ہوں فدا پروانہ وار

تب ماں بہنیں اور پھوپھیاں خیمے سے باہر دوڑیں اور علی اکبر کے پاؤں پڑ، رونے لگیں۔ حضرت بھی رخصت نہ دیتے تھے، اور علی اکبر رو رو عاجزی کر سوگندیں دیتے تھے۔ لاچار حضرت زاری اور رونے اوس کے سے، آپ زرہ بکتر علی اکبر کوں پہنائے اور پٹکا حضرت آدم[1] کا اوس کمر میں باندھ۔ خودِ فولادی سر پر رکھ ہتھیار بندھائے۔ پھر ایک گھوڑے عقاب نام پر سوار فرمائے۔ ماں اور بہنیں [۱۶۳ الف] علی اکبر کے گھوڑے کی باگ سے لپٹ رونے لگیاں۔ تب حضرت فرمائے، ہاتھ اس سے اوٹھا کہ قصد سفرِ آخرت رکھتا ہے۔ ترجمہ[2]:

کرتا ہے آخرت کے سفر کا یہ چاند قصد — نشتر سیتی جدائی کے کر رگِ خوشی کی فصد

تب علی اکبر سب سے رخصت ہو میدان میں سدھارا۔ اور نیزہ ہاتھ میں لے للکارا۔ لیکن اس وقت

۱۔ معلوم نہیں فصلی "پٹکا حضرت آدم" کہاں سے لے آئے۔ اصل ماخذ میں ہے: "و کمر ادیم کہ از آں حضرت امیر بود بر میان او بست" (کمر: پٹکا، ادیم: چمڑا) صحیح یہی ہے کہ کمر بند حضرت علی کا تھا، انیس بھی لکھتے ہیں:

گرتا تنِ اطہر میں رسولِ عربی کا — زیبِ کمر پاک کمر بند علی کا

۲۔ آں مہ بجانبِ سفر آہنگ میکند — صحرا و دشت بر دلِ ما تنگ میکند

حضرت شہر بانو کا عجب احوال تھا۔ لمؤلفہ

آنکھوں سے آنسو چلے جاتے تھے زار زار　　پھرتی تھی خیمہ موں روتی بے قرار
جھانکے تھی دروازے پر جا بار بار　　کہتی تھی اس در پر بھی کوئی دربان ہے؟

جو مجھ اکبر کی خبر لاوے شتاب　　یعنی کو نسیوں پہ ہوا وہ فتح باب
اوس کوں دوں زر زیور اپنا بحساب　　موںہہ مجھ ویا شیر پستوں سے اربان ہے

اے مبارک در اگر تجھ میں سے پھیر　　جیوتا آوے مرا اکبر سا شیر　　|۱۶۲ ب|
تجھ کوں دوں صندل کے چھاپے ہو دلیر　　دل مرا یہ آرزو خواہان ہے

آ ، اس آنگن میں چھبیلا گر میرا　　پھر پھرے تو اے آنگن مجھ سی دو کھیا
پلکوں سے تج کوں بوہارے جا بجا　　تیری اب جاروب مجھ مژگان ہے

اے میری انکھیو اگر پھر تم سیتی　　آنکھ بھر دیکھوں جمالِ اکبری
طوطیا سے تم کوں دوں زینت گری　　اب تمہارا نور بھی وہی جوان ہے

۱۔ احوال : حال ، یہاں بطور واحد ذکر ہوا ہے ۔ غالب

اپنا احوالِ دلِ زار کہوں یا نہ کہوں

۲۔ صندل کا چھاپا : عورتیں منت پوری ہونے پر صندل کا چھاپا مسجدوں وغیرہ میں لگاتی ہیں ، میر

کعبے میں صندل کے چھاپے کیوں نظر آتے ہیں آج　　آپ نے دستِ ترحم کس کے دل پر رکھ دیا

۳۔ چھبیلا : بانکا ، لاڈلا ۔

۴۔ بوہارنا : بہارنا ، صاف کرنا ، جھاڑو دینا ، پلکوں سے جھاڑو دینا کنایہ ہے بہت اہتمام کرنے اور انتہا درجے کی خدمت گذاری سے ۔

ہم چشموں نے چتون ان کی تاڑی　　پلکوں سے زمین بن کی جھاڑی　　(گلزارِ نسیم)

۵۔ طوطیا : توتیا ، نیلا تھوتھا ، ہرے کا پتھر جس کو پیس کر آنکھوں میں لگاتے ہیں ، سرمہ ۔

ایک اوس کا پاؤں تھا دہلی¹ اوپر　　ایک اصغر طرف اونٹے تھا جگر
تھی سکینہ مجلی ہوئی گودی بھتر　　کہتی تھی بن پانی یہ نالان ہے

اک طرف سجاد کوں دیکھتی تھی جا　　دیکھ پنڈا آق تھی کپڑا اوڑھا
اک طرف اصغر کوں پھر دیکھے تھی آ　　دودھ بن سُن² جھولے کے درمیان ہے

سیپی³ لے پھرتی تھی سب بیبیوں کنے　　ایک ذرا دو دودھ اصغر کے لیے
دودھ میرا سوکھا اصغر بھوک سے /　　جاں بلب کوئی دم کا یہ مہمان ہے [۱۶۴ الف]

وہ بھی دکھیاں اپنی اپنی چھاتیاں　　رو رو بانو کے تئیں دکھلاتیاں
کہتیں دودھ اوس سے عزیز ہم رکھتیاں　　ہم بھی اور دودھ اوس اوپر قربان ہے

پھر لیے ہوئے سیپی جا دروازے پر　　کہتی تھی کچھ آئی اکیسو کی خبر
پھر نہیں اصغر کے لب پر آئے کر　　دھرتی جو آنسو بھرا مژگان ہے

لیکن علی اکبر جوان تھا اٹھارہ برس کا، مونہہ مانند آفتاب کے اور گیسو مانند مشک ناب، خُلق و خلقت و صورت میں شبیہ رسولِ خدا۔ جس وقت شوقِ دیدارِ سید ابرار اہلِ مدینہ پر غالب ہوتا، آتے اور جمالِ باکمال علی اکبر کوں دیکھتے اور جب اشتیاقِ کلامِ خیر الانام ان پر غلبہ کرتا، آکر بولنا علی اکبر کا سونتے۔ لیکن جب وہ جوان میدان میں پہونچا، میدانِ کربلا اوس جمال کی شعاع سے روشن ہوا۔ لشکریان عمر سعد لعین وہ جمال دیکھ حیران ہوئے اور عمر سعد سے پوچھے، یہ کون ہے کہ توں [۱۶۴ ب]

۱۔ دہلی: دہلیز، چوکھٹ۔
۲۔ سُن: بے حس و حرکت۔
۳۔ سیپی: صدف، عورتیں اس سے بچوں کو دودھ یا دوا پلاتی ہیں۔

ہمیں اس سے لڑنے کوں بھیجتا. ترجمہ[1]

یہ کون سوار ہے کہ بلا ہے دل و دین کا جس شکل سے روشن ہے گھر اب گھوڑے کی زین کا

ملعون کہا: یہ حسین کا بڑا بیٹا ہے. لیکن علی اکبر نوجوان، سرو رواں[2] اور گل اِغواں گھوڑا میدان میں جولان کر کہا، ترجمہ[3]

میں ہوں بیٹا حسین حیدر کا کفش جس کی ہے تاج ہر سر کا
باگ دشمن سے اب نہ پھیروں گا کہ ہوں پوتا میں شیر حیدر کا

ہر چند علی اکبر مبارز بولاتا تھا، کوئی نہ آتا تھا. تب آپ کوں لشکر پر مارا اور شور دائیں بائیں سے پڑ رد سیاہ میں ڈالا. بہت بھیاؤں کوں زیر و زبر کر، باپ بزرگوار پاس سدھارا، کہا، یا ابتاہ [۱۶۵ الف] العطش العطش یعنی اے بابا، پیاس مجھے مارتی ہے/ اور یہ جبہ مجھ پر بھاری لگے ہے. حقار اگر ایک گھونٹ پانی پاؤں، پھیجا اس قوم نابکار کے سر سے نکالوں. لمؤلفہ

ہائے اے بابا لگی ہے مجکوں پیاس پیاس سے کھوئے گئے میرے حواس
زرہ و بکتر لگتا مجھ پر بھاری اب ہائے بابا پیاس لاگی کاری اب

حضرت آہ بھر فرمائے، ایضاً

اے مرے اکبر پیارے دل کے میں ہوں قربان اب تیری اس پیاس کے
تجھ لیے پانی کہاں سے لاؤں اب حال تیرا میں کیسے دیکھلاؤں اب

۱۔ این کیست سوار کہ بلائے دل و دین است صد خانہ بر انداختہ در خانہ زین است

۲۔ عکس میں یہ الفاظ واضح نہیں۔

۳۔ فضلی نے یہاں بہت آزاد ترجمہ کیا ہے۔ اصل میں مندرجہ ذیل تین شعر ہیں۔

منم علی حسین علی کہ خسرو مہر فراز تخت فلک کمترین غلام من است
من از نژاد شہے ام کہ قدر او می گفت کہ خطبۂ شرف سرمدی بنام من است
عنان ز معرکۂ خصم بر نخواہم تافت چرا کہ توسن تند سپہر رام من است

یہاں تو اب ایک قطرہ پانی کا نہیں — آنسو ہی آنکھوں میں ہیں اے نازنیں
بہنیں بھی تیری بلکتیاں پانی بن — پھوپھیاں بھی تیری بلکتیاں پانی بن
بھائی اصغر بھی ترا بیتاب ہے — ہم سبھوں پہ آج قحطِ آب ہے

یہ کہہ علی اکبر کوں آگے بولا خاک لب و دنداں اوس کے سے پاک کر، انگوٹھی رسولِ خدا اوس کے مونہہ [۱۶۵ ب]
میں رکھی اور شاہزادہ نے چوسی۔ تھوڑی پیاس کم ہوئی کہ پھر علی اکبر میدان میں سدھارا اور للکارا
کہاں کوئی نامرد آوے۔ عمر نحس نے طارق لعین کوں کہا، توں جا اور علی اکبر کا سر لا تا کہ میں حکومت
صوبہ داری موصل، ابن زیاد سے تجھ لیے لوں۔ طارق لعین کہا ڈرتا ہوں کہ فرزندِ رسولِ خدا کوں
ماروں اور توں وعدے پر وفا نہ کرے۔ ملعون سوگند کھایا کہ اس قول سے نہ پھروں۔ بلکہ یہ انگوٹھی تجھ
سے لے اور اپنے پاس گرو رکھ۔ طارق بدبخت انگوٹھی اوس سے لے اونگلی میں پہن، علی اکبر کے
مقابلے چلا اور پہونچتے ہی نیزہ سینہ پر کینہ پر مارا کہ پیٹھ میں پھوٹ کر نکلا اور طارق روسیاہ گرا۔ [۱۶۶ الف]
علی اکبر نے گھوڑا اوس کے بدنِ کثیف پر دوڑایا کہ تمام اعضا اوس کے چور چور ہو گئے۔ تب بڑا بیٹا
طارق کا میدان میں آیا شاہزادہ نے اسے بھی جہنم بھیجا۔ دوسرا بیٹا باپ بھائی کے غم سے جل، مانند
خوشوں کے جوں شعلۂ آگ علی اکبر کے مقابل ہوا اور دوڑ کر گریبان علی اکبر پکڑا، اس طرح اینچا
کہ علی اکبر گھوڑے سے گرا لیکن شاہزادہ نے بھی ہاتھ لنبا کر گردن اوس کی پکڑا، اس طرح مروڑی کہ منکا
دکھڑ گیا اور زمین پر پٹکا کہ ہڈیاں چور ہو گئیں۔ شور لشکر سعد سے اٹھا، نزدیک تھا کہ تمام فوج
دل نہیبت و رعب و شوکت شاہزادہ سے بھاگے۔ عمر سعد لعین ڈرا اور مصراع بن مغلوب کوں کہا [۱۶۶ ب]
توں قصد کر اور اس جوانِ ہاشمی کوں ہمارے سر سے دفع کر۔ مصراع نے آ حملہ کیا لیکن علی اکبر بہادر کی
یہ دلاوری و جرات رکھتا تھا۔ مانند شیر غرندہ کے نعرہ مارا کہ تمام لشکر لرزا اور مصراع سراسان ہوا۔
علی اکبر نے خدا کوں یاد کر اپنی شمشیر اوس کے سر پہ ماری کہ زین لگ دو کیا اور شور سپاہ روسیاہ سے

۱ ۔ منکا ۔ دل کا مہرہ۔
۲ ۔ نام مصراع بن غالب ہے۔
۳ ۔ سراسان ۔ اس کے معنی سیاق سے سراسیمہ، خوف زدہ وغیرہ کے معلوم ہوتے ہیں۔

اوٹھا. تب عمر سعد لعین نے محکم بن طفیل اور نوفل شقی کوں دو ہزار سوار سے علی اکبر کے مقابل بھیجا. اور اون کوتوں نے آ حملہ کیا. شاہزادہ نے ایک حملہ میں اون دو ہزار سوار کوں بھگا مانند شیر گرسنہ کے کہ بیچ گلہ کے پڑتا ہے، پڑا اور لشکر کوں تل اوپر کر پھرا. پھر اپنے باپ بزرگوار پاس آ کہا، العطش، العطش. لمؤلفہ

[۱۶۷ الف] اے پدر، مجکوں پیاس مارے ہے / پانی پانی یہ دل پوکارے ہے
پیاس سے پانی پانی ہوتا ہوں / پانی نہیں لیک پانی روتا ہوں

حضرت زار زار رو فرمائے، اے جانِ پدر غم نہ کھا کہ کوئی پل میں آبِ کوثر سے سیراب ہوئیگا. علی اکبر اوس خبر سے باغ باغ ہو پھر میدان میں گیا. یک مرتبہ کفار دائیں بائیں طرف سے علی اکبر پر حملہ کیے اور زخم بے شمار اوس بدن پر مارے.

روایت ہے کہ اوس وقت امام مظلوم کی آنکھیں فرزند دلبند پر لگ رہیا تھیں اور جو جو زخم کہ علی اکبر کے بدن پر لگتا تھا. دل باپ کا بیقرار اور سینہ داغدار ہوتا تھا. ناگاہ منقذ بن نعمان لعین نے ایک تلوار علی اکبر کے سر پر ماری. آہ، سر دو پھانک[1] ہوا اور سرّاٹا[2] لوہو کا بہا، کہ ابن نمیر
[۱۶۷ ب] نے نیزہ پیٹھ پر مارا کہ دو بالشت بدن سے پھوٹ کر نکلا. نزدیک تھا کہ علی اکبر ان دو زخموں سے گھوڑے پر سے زمین میں گرے لیکن زورِ غیرت سے قائم رہا اور یال گھوڑے کی پکڑ، باگ اوس کے اختیار میں دیا. گھوڑے نے راہ جنگل کی لی. آہ اوس وقت گرد و غبار سے اور آنجھوؤں کی مار[3] سے آنکھ باپ کی بیٹے سے چک[4] گئی تھی. پھر جو باپ نے ایک پل پیچھے دیکھا، بیٹا نظر نہ پڑا. گھوڑا

۱۔ پھانک: ٹکڑا.

۲۔ سرّاٹا و شرّاٹا: خون (یا پانی) کی دھار کا زور سے نکلنا، فوارہ کی شکل میں. آنسوؤں کے واسطے بھی مستعمل ہے (نور اللغات، ۳: ۴۲۲)

۳۔ آنجھوؤں کی مارسے: آنسوؤں کی جھڑی سے.

۴۔ چک = چوک: یعنی نظر ہٹ گئی تھی.

دوڑا، نعرہ مارا، کہ "یا علی، یا علی"۔ دور سے آواز آئی "اے بابا، اے بابا، اپنے اکبر بیکس کی خبر لے"۔ حضرت اسی آواز پر گھوڑا دوڑا، پھر پکارے "یا علی یا علی"۔ پھر آواز نہ آئی لیکن جب حضرت آواز نہ سونے اور علی اکبر کوں نہ دیکھے، بیتاب ہو، کوفیوں کی صفوں کو برہم مارے۔ وہاں بھی فرزند کوں نہ دیکھے۔ پھر جو لاشیں کہ میدان میں پڑیں تھیں/ اون میں ڈھونڈھے [۱۶۸ الف] وہاں بھی نہ پایا، آہ مار، کہے، ترجمہ[۱]!

اے جگر باپ کے، کہاں گیا توں
اے پسر باپ کے کہاں گیا توں

لمؤلفہ:

ڈھونڈھتا ہے تجھے پدر، اے پسر
نامور باپ کے کہاں گیا توں
دشمنوں نئے موئے ہیں اب جیتے
شیر نر باپ کے کہاں گیا توں
تجھ پدر کی انکھیوں میں جگ ہے اندھیر
اے قمر باپ کے کہاں گیا توں
سوکھا تجھ باپ کا نہالِ امید
اے ثمر باپ کے کہاں گیا توں

۱۔ فضلی نے صرف پہلے شعر کا ترجمہ کیا ہے اور باقی چار کے بجائے اپنی طرف سے کئی شعروں کا اضافہ کر دیا ہے:

اے عزیزِ پدر کجا رفتی — وز کنارِ پدر چرا رفتی
برنخوردہ ز بوستانِ حیات — سوے کاشانۂ بقا رفتی
زیں کلبۂ فنا رستی — بسرا پردۂ بقا رفتی
مصطفیٰ جدِّ تست، می دانم — کہ بنزدیکِ مصطفیٰ رفتی
فرعِ زہرا و مرتضیٰ بودی — سوے زہرا و مرتضیٰ رفتی

تجھ سے آنکھیں تھیں باپ کی روشن
خوش نظر باپ کے کہاں گیا توں
باپ کی تجھ سے لٹ گئی دولت
سیم و زر باپ کے کہاں گیا توں
باپ ڈھونڈھے ہے اے بچے تجکوں
جلوہ گر باپ کے کہاں گیا توں
باپ آگے ہو گیا یہ دن اب رات
اے سحر باپ کی کہاں گیا توں

[۱۶۸ ب] ازبسکہ حضرت بیقرار تھے، گھوڑے کی باگ کی خبر نہ تھی، کہ ذوالجناح حضرت کوں لشکر سے طرف جنگل کی لے گیا۔ پھر جبتا کہ حضرت اوسے تھانبے نہ تھنبا۔ تب حضرت نے بھی باگ اس کے اختیار دی۔ "یا علی، یا علی" کہتے ہوئے۔ فرزند کی آرزو میں بیقرار، زار زار روتے چلے جاتے تھے اور کہتے تھے۔ نظم:

تیری جدائی سے اے[1] دل رکھوں ہوں دردمند ہزار
تیرے فراق میں ہے ایک نفس ہزاروں آہ
اے میرے پیارے علی اکبر اب کہاں ہے توں
دکھا دے اپنا جمال اب مجھے پھر اک نگاہ

اے فرزند دلبند، توں کہاں ہے جو موںہہ اپنا نہیں دکھاتا اور اے آرام جاں دشمنوں کے ہاتھ سے دل چاک ہے، تس پر کیوں توں لون[2] لگاتا۔ ترجمہ[3]:

[۱۶۹ الف] "میں تو آپ ہی دشمنوں کے ہاتھ سے زار ہوں اب ہو گیا ہوں زار تر"

۱۔ ز فرقت تو دلے دارم و ہزاراں درد ز ہجر تو نفسے دارم و ہزاراں آہ

۲۔ لون (پنجابی): نمک؛ لون لگانا: نمک چھڑکنا۔

۳۔ من خود از آزار ایں سنگین دلاں زار بودم، گشتم اکنوں زار تر

اس اثنا میں گھوڑا علی اکبر کا حضرت کی نظر پڑا لیکن ہائے، علی اکبر نظر آیا۔ حضرت جیتا چاہے کہ اس گھوڑے کوں پکڑیں ہاتھ نہ آیا اور آگے حضرت کے ہو دوڑا، حضرت بھی گھوڑے پیچھے چلے۔ آگے آگے گھوڑا چلا جاتا تھا اور پیچھے پیچھے حضرت روتے چلے جاتے تھے کہ ایک جگہ جا گھوڑا اٹھہرا اور ہنہنا، ٹاپیں مارنے لگا۔ حضرت نگاہ دوڑا دیکھے کہ علی اکبر نوجوان چور زخموں میں پڑا ہے اور مانند مرغ بسمل کے تڑپھتا۔ گھوڑا جلد کر پہنچے اور پیادہ ہو علی اکبر کے پاس بیٹھ، سر بغل میں لے اور ہاتھ اوس کی پیشانی پر ال، موںہہ پر موںہہ رکھ، رو رو کہنے لگے، لمؤلفہ:

اے بچے، کر اپنے بابا سیتی بات — ڈال بابا کے گلے میں اپنا ہاتھ
لب شکر ٹک کھول اپنے اے بچے — کر الیس رو رو کہنے کہیں مجھ سے سچے [۱۶۹ ب
دے تسلی باپ کوں ٹک بات کر — دیکھ لے بابا کا موںہہ ٹک آنکھ بھر
اے بچے ٹک باپ کی بھی بات مان — چھوڑ مت جا باپ کوں رو نا ندان[۱]
یہ جوانی تیری صد حیف اے بچے — یہ کمائی مری، صد حیف اے بچے
اس طرح برباد ہوتی ہائے ہائے — موت تجھ غم کوں لوتی ہائے لگے
اے مرے فرزند پیارے مجھ سے بول — دیکھنے کوں باپ کے آنکھوں کوں کھول

جوں علی اکبر نے باپ کے رونے کی آواز سونی، آنکھیں کھول، موںہہ باپ کا دیکھ، یہ بات کہی اے بابا، آسمان کے دروازے کھولے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ دادا محمد مصطفےٰ دو پیالے شربت بہشت سے ہاتھ میں لیے ہیں اور مجھ ایک پیالا دیتے کہ پیو اور کہتا کہ دونو پیالے مجھی کوں [۱۷۰ الف دو کہ بہت پیاسا ہوں۔ دادا فرماتے کہ ایک تو پیو اور دوسرا تیرے بھائی علی اصغر[۲] لیے رکھا ہے کہ وہ بھی دل جلا اور تشنہ گلا، میرے پاس آوے گا۔ یہ کہہ جان جان آفریں سونپا[۳]۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ [۱۷۰ ب

۱۔ نداں۔ بعد، پیچھے۔ اب یہ لفظ متروک ہے۔

۲۔ روضۃ الشہدا میں بھائی کے بجائے باپ یعنی امام حسین کا ذکر ہے۔

۳۔ روضۃ الشہدا: ۲۶۲۔

گیارھویں مجلس

[۱۰۵ الف]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے چرخ! غافلی کہ چہ بیداد کردۂ
وزکین چہا دراین ستم آباد کردۂ

در ملعنت ایں بس است کہ با عزتِ رسول
بیداد کرد خصم و تو امداد کردۂ

اے زادۂ زیاد، نہ کردہ است ہیچ گاہ
نمرود ایں عمل کہ تو شدّاد کردۂ

کامِ یزید دادۂ از کشتنِ حسین
بنگر کہ از القتل کہ دلشاد کردۂ

بہرِ خسے کہ بار درختِ شقاوتست
در باغِ دین چہ با گل و شمشاد کردۂ

با دشمنانِ دیں نتواں کرد آنچہ تو
با مصطفیٰ و حیدر و اولاد کردۂ

حلقے کہ سودہ لعلِ لبِ خود بر آن رسول
آزردہ اش بخنجرِ فولاد کردۂ

ترسم ترا دمے کہ بمحشر در آورند
از آتشِ تو دود چو آنگہ بر آورند[۱]

[۱۰۵ ب]

اس گیارھویں میں ذکر ہے اصغر شہید کا[۱]

جس کا گلا ہے لو موسے تر کرتا لال ہے

سخن سنجانِ سخنور اور مہندسانِ[۲] نامورِ شہادت معصوم علی اصغر و فتر ماتم میں یوں بیان کرتے ہیں[۳]

۲۔ مہندس: اقلیدس کا ماہر، اشکالِ ہندسہ کا عالم۔ اس لفظ کا استعمال یہاں عجیب ہے۔

۳۔ روضۃ الشہدا: ۲۷۲

بعد شہادت علی اکبر حضرت امام حسین علیہ السلام اکیلے رہے، اور یار و مددگار و دوستدار بجز کردگار و ذوالفقار[1] نہ دیکھ آہ مار کہے، لمولفہٖ :

ساتھی سارے چل بسے اور رہ گیا بیکس حسین ادس کوں بھی جلدی بلا، یا جد، نہیں ہے اس میں چین

جوں یہ آواز جانگداز حضرت زین العابدین بیمار کے کان میں پہونچی، بے اختیار نعرۂ واابتاہ کا بھرا، اور اہل بیت حجرۂ عصمت سے نکلے، وا ویلا دو وا مصیبتاہ اٹھا۔ حضرت فرمائے کہ: اے پردگیان[2] حرم نبوت والے پرورش یافتگان[3] تتق[4] عفت، چپ رہو کہ دشمن ہنسائی نہ ہووے[5]۔ کر اد صبر کر، کربلا مصیبت [۱۰۹ الف] میں رونا ثواب کوں کھووے۔ ابھی وقت رونے کا نہیں۔ ایسے روؤگے کہ دریا خشک ہونگے، اور تمہاری آنکھیں نہ سوکھینگی۔ تب اہل بیت بیتاب ہو، کہے۔ ترجمہ[6] :

دل نہ رکھتا تھا طاقت بار فراق یہ دل ہے، اے شاہ، سنگ خارہ نہیں
صبر کرنا بجھ جدائی بیچ ہائے سخت مشکل ہیگی، لیکن چارہ نہیں

پھر بیٹی سکینہ کے سر پا ہاتھ پھیر فرمائے: "آج سکینہ بی یتیم ہوئیگی"۔ لمولفہٖ :

یتیمی آج برسیگی میری پیاری سکینہ پر یہ بابا موئی[7] کہا ہے داغ لاگے اسکے سینہ پر

زینہار کہ بعد میرے اسے نہ گھر کیو، اور بیرحمی اس پر نہ کیجیو کہ دل یتیموں کا نازک ہوتا ہے۔ ایضاً :

۱۔ ذوالفقار : ایک تلوار جو جنگ بدر میں رسول مقبول کے ہاتھ آئی اور آپ نے حضرت علی کو عطا فرمائی۔ خان آرزو نے لکھا ہے کہ بکسرِ فا غلط ہے۔

۲۔ اصل : پردہ گیان۔ ۳۔ اصل یافتہ گان

۴۔ تتق : پردہ۔ سراپردہ۔ اسیر لکھتے ہیں :۔

جیسے صحرا میں رہرو گرد باد وحشت کہتے ہیں تتق باندھا ہے میری آہ نے گرد تنکا ہے کا

۵۔ روضۃ الشہدا : تا دشمنان شماتت نکنند۔

۶۔ اصل فارسی شعر یہ ہیں :

دل ندارد طاقت بار فراق ایں دلست اے شاہ سنگ خارہ نیست
صبر کردن در فراق چوں تو ئی سخت دشوار است، آ چارہ نیست

۷۔ بابا موئی : یہ فارسی لفظ 'پدر مردہ' کا ترجمہ ہے۔

دل یتیموں کا شیشے سے نازک بات کہتے میں پھوٹ جاتا ہے
[۷۶، ب] دل پدر مُردوں کا حباب نمن[1][2] مارتے پھونک ٹوٹ جاتا ہے

اور میرے پیچھے سر اور بال نہ کھوسیو، اور موںہہ پر طماچے نہ مارلیو، چہرہ اور سینہ نہ نوچیو، اور گریبان و جامہ چاک نہ کریو کہ عادت جاہلوں کی ہے، لیکن رونے کوں منع نہیں کرتا کہ تم بیکس و مظلوم ہو، بیچاریاں اور محروم دکھیاریاں بے وارث، آوریاں بے ڈھارث[3]۔ اتنے میں زینب و کلثوم و شہر بانو اور سکینہ معصوؔ بے طاقت ہوتیاں، اور ایسی زار زار روتیاں کہ فرشتے آسمان و زمین کے روئے۔ لیکن جب حضرت سب کوں رخصت کر، گھوڑے پر سوار ہو، چاہے کہ میدان میں سدھاریں کہ پھر ایک شورِ عظیم اور غلغلۂ واویلا
[۱۰۰، الف] خیمہ سے سونے۔ پھر کر سبب اوس کا پوچھے۔ سب بہت زدہ کہے اے سیّد و اے سرورِ زمانہ ہنگامہ پر خواری کرے ہے ور علی اصغر شیر خوارہ پیاس سے زاری کرے ہے۔ دودھ شہر بانو کا خشک ہو گیا اور سموم مرنے لگ پہونچا، تب زینب و کلثم کہیں، المولفہ:

کیونکہ بن دودھ ہائے اصغر کا بلکنا دیکھیے دودھ بن اس شیر خوارے کا ہوڑکنا[4] دیکھیے
اے اخی، کب لگ یہ بے آبی ہمیں بھائی کا ہائے دودھ سوکھا۔ بچّے کا کب لگ بلکنا دیکھیے
دودھ چھاتیوں میں نہ پانا، چلچلانا کر کے ہٹ دودھ خاطر ماں کی چھاتیوں کوں ہو کنا دیکھیے
ہاتھ دے دے مارنا، چھو بخلا انگوٹھے چوسنا چھوٹی چھوٹی ایڑیاں دے دے پٹکنا دیکھیے
رنگ نیلہ پیلہ[5] ہونا اس بچے کا پیاس سے غش ہو جانا اور گردن کا ڈھولکنا دیکھیے
[۱۰۰، ب] موںہہ پیاسا کھول رہنا، موند نینا دیدے لگے پھیرنا پوتلیوں کا پلکوں کا جھپکنا دیکھیے
بھابی کا بولائے[6] جانا بچے کا وو حال دیکھ لوری دینا اور گھبرا کر تھپکنا دیکھیے
لیٹ جانا لے کبھو بچے کوں لے اٹھنا کبھو اور کبھو کھول اوس کا موںہہ اوس موںہہ پہ تکنا دیکھیے

۱۔ پدر مردہ: یتیم جس کا باپ مر گیا ہو۔ سعدی لکھتے ہیں: پدر مردہ را سایہ بر سر فگن
۲۔ نمن: مثل، طرح۔ ۳۔ یعنی بے ڈھارس۔
۴۔ ہڑکنا: بچوں کا ماں دایہ یا اور کسی کو جس سے وہ مانوس ہوں یاد کرنا اور اس سے نہ ملنے کا رنج کرنا۔ نور اللغات میں سند میں سفدر رامپوری کا یہ شعر ملتا ہے ہر نفس کرتا ہے ماتم میرا دل ہڑکتا ہے شبِ غم میرا
۵۔ نیلا، پیلا۔ ۶۔ بولانا: گھبرانا، حواس باختہ ہونا۔

مرچلا ہے دودھ بن بالک نہ کچھ باقی رہا — کب تلک اس میں رمق دم کا رکنا دیکھیے
ہو رہا ہے جاں بلب اے بھائی یہ بچہ صغیر — پیاسوں کب لگ اس بچے کا دم بھٹکنا دیکھیے
بوند پانی میں یہ مرتا بچہ بچتا اے اخی! — دودھ کے چھوٹے کا یہ کب لگ ہونٹ کنا دیکھیے
چھلکے جاتے ہیں بھی کے بھی ہوش اودہا تھا درپا ؤں(؟) — اس بپت ماری کا کب لگ سدھ بہکنا دیکھیے

تب حضرت لاچار ہو، فرمائے کہ اوسے میرے پاس لاؤ۔ زینب اوس معصوم کوں لائی۔ امام مظلوم اوسے گود لے زین کے رہنے آگے[1] کہ میدان میں سدھارے۔ اور وہاں اوس بچے کوں ہاتھوں پر اوٹھا [۱۷۸ الف] اون بےرحموں کوں دیکھا، سوال کیے: اے قوم ستمگر، اگر تمہاری دانست میں میں ہوں گنہگار، لیکن یہ طفل بیگناہ ہے۔ خدا کے واسطے ایک قطرہ پانی کا اس بالک کے مونہہ میں چواؤ، اور اس زبان کوں بلکنے سے چھوڑا، ثواب کماؤ۔ مؤلفہ

ماں اس کی کئی دنوں سے ازبس کہ فاقہ کش ہے
سوکھا ہے دودھ اوس کا، نہ دودھ اب بہ بس ہے
کچھ نہیں مرض اب اس کوں، جو کچھ ہے سو عطش ہے
اس مونہہ چوانا پانی اب حج اکبری ہے

پیاسوں یہ مونہہ بتیا سا اب کھول رہ گیا ہے
گردن ڈھولا دیا ہے، دیدے پھرا دیا ہے
مرتا ہے کوئی دم میں، دم اک رمق رہا ہے
تیور دان دو گئے اس کوں، یہ رحم گستری ہے

/سب بہنوں بائیوں پاس اب اس کی اماں دائی [۱۷۸ ب]
ایک بوند دودھ خاطر کیسی، کی گدائی

۱۔ روضۃ الشہدا، ۲۰۳ (شہادت علی اصغر)

۲۔ یہ ترجمہ ہے: "در پیش قربوس زین گرفت" کا۔ قربوس: کاٹھی کا اگلا ابھرا ہوا حصہ، او تخ لکھتے ہیں۔
ہرنے نے آپ نے جو نظر کی ہو ے مدد — فرمایا ہوشیار ہوا ے گبرتبہ، خو

۳۔ بیا۔ چھوٹی زرد رنگ کی چڑیا جو گھونسلا بنانے میں مشہور ہے۔

لیکن جو سب پہ بکھے[1] وقت، کہیں بوند بھر نہ پائی
یہاں یا وے بوند بھر یہ اوس کوں توانگری ہے
کنٹھ[2] اس کی پیاسوں سوکھی اور تالو گر پڑا[3] ہے
بن دودھ جاں بلب اب یہ طفل ہو رہا ہے
اک تھوڑی[4] پانی سیتی مج کوں اب آسرا ہے
گھر سیتی موت کے یہ پھیرا مقرر[5] ہے
مجھ ہاتھ پانی دینا بہتر جو تم نہ جانو
یعنی یہ اس بہانے پیو لیگا لیسے یہ کٹھانو
میں لیتا ہوں کنارا[6] تم سچ مرا بھی مانو
آپ آ چواؤ پانی یہ بات اب کھری ہے

تب وو سنگدل، برگشتہ بخت بولے: "مشکل ہے ایک قطرہ پانی کا بے حکم یزید[7] تجھے دینا، یا نام تیرے [۹۰، الف] پر نام پانی کا لینا۔" تب ایک نامردنے قبیلہ بنی آزاد[8] سے کہ نام اوس بدبخت کا حرملہ کابلی[9] تھا،

۱۔ بکھے (ہ) ڈر۔ مراد غالباً دراڈ یا خطرناک برا وقت ہے۔

۲۔ کنٹھ سوکھ جانا، پیاس سے حلق خشک ہوجانا، اس موقع پر میرانیس نے کنٹھ بیٹھ جانا استعمال کیا ہے:

طوفاں میں ہے جہاز جناب امیر کا — بے دودھ کنٹھ بیٹھ گیا ہے سغیر کا

۳۔ تالو گرنا: تالو لٹکنا کے معنوں میں پنجابی محاورہ ہے۔ ۴۔ یعنی تھوڑا سا۔

۵۔ مقرّر: اردو میں بے شبہ، ضرور۔ واجد علی شاہ اختر

خواب میں کبھی نہ کسی شب وہ ستمگر آیا — وعدہ ایسا کوئی جانے کہ مقرر آیا

۶۔ کنارہ لیبا، فضلی نے یہ فارسی "کنارہ گرفتن" = علیحدہ ہونا کا ترجمہ کیا ہے۔ لیکن فصحا کی زبان پر "کنارہ کرنا" یا "کنارے ہوجانا" ہے امانت اور داغ کے یہ شعر نوراللغات میں درج ہیں۔

سب برے وقت میں کرتے ہیں کنارہ، افسوس — آیا ساحل نہ کبھی، ناؤ ہے آب کے پاس

دن اچھے تھے جب تک مرے آشنا تھے — برے وقت میں سب کنارے لگے ہیں

۷۔ روضۃ الشہداء میں یزید کی جگہ "پسر زیاد"۔ ۸۔ قبیلہ بنی آزاد: قبیلہ بنی ازد کی خرابی ہے۔

۹۔ اس کا نام حرملہ بن کاہل تھا۔ کابلی "کاہل" کی تصحیف ہے۔

ایک تیر حضرت پر مارا۔ قضا سے وہ تیر بلا اصغر کے سوکھے گلے پر لگا، اور اوس معصوم کی گود تی[1] چھوڑ امام مظلوم کے شانے میں چوبھا۔ لمؤلفہ:-

ہے ہے وہ تیر جس دم بچے کے مونہہ میں لاگیا
ہاتھوں سے شہ کے بچا[2] ایک ہاتھ بھر پوا اچھلا
شہ ہوں توں تھانب[3] اوس کوں بر لیئے[4] لوہو بھکا[5]
گویا بچے کے مونہہ میں مشک لہو بھری ہے

حضرت نے آہ بھر تیر اوس معصوم کے گلے سے کھینچا، اور فوارہ لہو کا اوس سوکھے گلے سے چھوٹا۔ تب حضرت اپنے دامن سے وہ لہو پاک کرنے سکتے اور نہ چھوڑتے تھے کہ ایک بوند زمیں پر گرے۔ پھر خیمہ میں سدھارے، اس کی ماں شہربانو کوں کہے: لو اس طفل شہید کوں کہ حوض کوثر سے سیراب ہوا۔ الدرّۃ رواکہتے سے۔ لمؤلفہ:

[۱۷۹ ب]

بلالاتے آپس اصغر کوں پانی	اگر مانو نہ، تو دیکھو نشانی

اس بیت سے فریاد و واویلا و وا اصغرا بلند ہوا، اور شہربانو نے بیتاب ہو کہا، ولہٗ:

چلا اصغر پیارے، چھوڑ ماں کوں	ابھی سے دل موں اپنے موت ٹھانی

زینب کہیں، ولہٗ:

کتے بچے کوں گر لوہو تھا ہونا	میں اپنا لہو پیاتی، یہ نہ جاتی

کلثم کہیں، ایضاً:

بلا یاداں، بلالوں ہائے اصغرا	تمھوں نے اتنی ہی کی زندگانی

سکینہ کہیں، ایضاً

۱۔ یعنی گود کو
۲۔ بچہ
۳۔ تھامب۔ تھام۔
۴۔ بیر لیئے۔ تیر کھینچے
۵۔ بھکا۔ زور سے نکلا۔

ارے بھائی، کہاں مج کوں چلا چھوڑ　　ترے بن میں تو ہو جاؤں دیوانی

سپہر شہربانو کہیں[1] لمولفہ،

اسغر کہاں اب توں چلا مجھ ہی دکھیا کا دل جلا
سب دودھ تیرا بہہ چلا کہہ، ہیں پلاؤں اب کسے
اصغر بلالوں، مجھ سبیتی توں روٹھ کر کیدھر چلا
وہ بولنے والا نہیں، لوگو، مناؤں اب کسے
چھاتی لگا کر اب کسے لوری دے دوں ہر دم پلا
کیونکر تھپک گودی بھتر سوؤں سولاؤں اب کسے
جب روا وٹھے تھا نیند[2] میں، دیتی تھی موںہہ میں دودھ[3] کوں
اب دودھ کس کے تئیں دیوں، کروٹ پھراؤں اب کسے
کھانے کتیں کھاتی تھی جب، پہلے چٹاتی تھی تجھے
اس دم توں ہو بیدم پڑا، کھاما چٹاؤں اب کسے
اس دکھ بھری چھاتی اوپر تج کوں لوٹاتی تھی جو رت
سو لوٹتا توں خاک پر، چھاتی لوٹاؤں اب کسے
نے توں ہو مکتا دودھ کوں، نے آغوش کرتا اک زری
اصغر بچے، اصغر بچے کہہ کر بولاؤں اب کسے
زنیوں اوڑھا کر چاؤ سوں، جھولا جھولاتی تھی تجھے
سو خاک کے بنگ کھوڑ میں جاتا، جھولاؤں اب کسے

۱۔ روضۃ الشہدا میں یہاں پر فارسی کے صرف دو شعر درج ہیں۔

۲۔ اصل: ںیدہ = نیند۔

۳۔ یہاں دودھ چھاتی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۴۔ یہ غالباً پنگوڑا کے معنی میں ہے۔

سر ہاتھ دھر، کیونکر نہ رووں، دھو ہاتھ بیٹھی تجھ سیتی] ١٨٠ الف
ٹھنڈل صندل کے پاؤں کہ گھوٹنیاں[1] چلاؤں اب کیسے
تھوڑے دنوں سے اونگلیاں میری پکڑ چلتا تھا، سو
اونگلیاں کس کے ہاتھ دے، پالو پالو بھراؤں اب کیسے
آزار نہیں معلوم کچھ، جس کی دوا[2] اب کروں
بہلائے[3] کر گوز ہی بھتر گھوٹی پلاؤں اب کیسے
ششماہگی[4] کی عمر میں، گو راست نہالی، اے بچے
ڈھونڈھوں کہاں تیرے تئیں، لوگو، ڈھونڈھاؤں اب کیسے
دن رات تیری ٹوپیاں سی سی کے میں چھپاؤ سوں[5]
کرتی تھی اکٹھی تجھ لیے، سو سب پہناؤں اب کیسے
کرتا تھا جب ہٹ اے بچے، بھوسلاوتی تب تیرے تئیں
آگے بجا کر جھونجھنو[6]، جو سنی چوساؤں اب کیسے
یہ گھڑوی[7] زنجیر/ ہنسلیاں کس کے گلے اور ہاتھ میں] ١٨٠ ب
ڈالوں بولاق، اور گھونگرو نبوا پہناؤں اب کیسے

١۔ اصل: گھونٹیاں، گھٹنیوں، گھٹنوں چلنا۔ بچوں کا دونوں زانوؤں کے بل گھسٹتے ہوئے چلنا۔ علیم دہلوی کا مشہور مصرع ہے: وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے۔

٢۔ اصل: پہلائے۔

٣۔ وہ دست آور دوا جو نوزائیدہ بچے کا پیٹ صاف کرنے کے واسطے جوش دے کر پلاتے ہیں۔

٤۔ اصل: ششماہہ گی۔

٥۔ اصل میں یونہی ہے یعنی بُکا محل ہے۔

٦۔ یعنی جھنجھنا۔

٧۔ گھڑوی: گھڑی ہوئی۔

ہیکل گلے ہیں کس کے اب ڈالوں میا سے اس گھڑی
کرتا شلوکا سب پنھا اسپند[1] کراؤں اب کسے
جب توں رووے تھا اے بچے دے کر کھلونا میں تجھے
ہر دم ہنساتی چاؤ سوں، اس دم ہنساؤں اب کسے
پانی بدل لہو توں پیا، لہو میں نہایا تیس کھا
مل مل اُبٹنا تیل کا، نہلا دھلاؤں اب کسے
ہنسلی گئی[2] گھنڈی[3] پڑی، کوّا[4] گرا، تو دائی سے
ملواؤں، اے لوگو! کہو، پوچھوں پوچھاؤں اب کسے
تھا چاؤ یہ دل موں مرے، تیرے تئیں تجھ جد کی نذر
پیڑا بدھی[5] پہنا دتی، ہے ہے پنھاؤں اب کسے
جب دو برس کا توں ہوتا، تب میں چھوڑاتی دودھ کوں
توں تو ابھی سے چل بسا، دودھا چھوڑاؤں اب کسے [۱۸۱ الف]
منت کیی تھے میں نے یہ، بارہ برس کا جب ہوئے توں
چوٹیاں[6] اتاروں سر کی ہو منتیں بڑھاؤں اب کسے

۱۔ اسپند کرنا: نظرِ بد سے بچاؤ کے لیے اسپند جلانا۔ رند لکھتے ہیں:
اللہ اللہ آج تو اسپند کیجیے　　　پوشاک صندلی ہمیں کیا خوشنما لگی

۲۔ ہنسلی جانا: (لکھنؤ) ہنسلی اتر جانا۔ توبۃ النصوح میں ہے "جاناکہ شاید ہنسلی جاتی رہی، وہ بھی ملوائی"۔

۳۔ گھنڈی (پنجابی) سنسکرت، کنٹھ یعنی گلا۔ گھنڈی پڑنا یعنی گلا آنا۔

۴۔ کوّا: وہ گوشت کا ٹکڑا جو آدمی کے حلق کے اندر لٹکا ہوتا ہے۔

۵۔ بدھی، پھولوں کا ہار۔

۶۔ چوٹی: وہ چند بال جو بچوں کے سر پر بطور نذر چھوڑ دیتے ہیں۔ چوٹی رکھنا: منت کے بال سر پر چھوڑنا۔ جب چوٹی رکھنا مستعمل ہے تو چوٹی اتارنا بھی ہوگا۔ منت پوری ہو جانے پر انھیں علیحدہ کر دیتے ہوں گے۔ منتیں بڑھاؤں: یہ منتیں بڑھاؤں ہوگا۔ عورتوں کی زبان میں: مراد پوری ہونے پر نذر و نیاز کرنا۔ واجد علی شاہ اختر لکھتے ہیں
سیدانیوں کا وہ کونڈے کھانا　　　وہ لوگوں کا منتیں بڑھانا

ارمان تھا مجھ دل بھیتر دولہن لے آؤں تجھ لیے
دولھن لی توں نے گور کی دولھا بناؤں اب کیسے

اصغر تجھے بھی لے بولا اور دل سے اپنے ست بھولا
ٹھوکر تجھے اے بالکے یہ موںہہ دکھاؤں اب کیسے

کر میرے دہ پوشش اب مج کوں بنا اور قبر بہ سات سوا
چھاتی لگاؤں سج کوں یہاں چھاتی لگاؤں اب کیسے

ارمان تھا مجھ دل اصغر سالی گرہ کرتی تری
سو صبح میری سانجھ ہوئی افیون کھلاؤں اب کیسے

پالی اٹھارہ برس ہیں اکبر کوں تس کا کاٹے سر
یہ آتما جاتو من ہے ست دکھاؤں اب کیسے [۱۸۱ الف]

بہ دو دو دھ کا پیسا ابو سنا اصغر نشان تیر ہوا
دو لچرت ایسے جب لیے پیران ستے پاؤں اب کیسے

آکبر اکبر ہیں دکھیا بولا دیوانی ہوگئی
اب اصغر اصغر جپتی من یہ دولہا بناؤں اب کیسے

کھاتا ہے غوطے لوہو میں کس کا جھولاؤں پالنا
اب توں پڑا ہے خاک میں تیرا رہا غم پالنا

جوں یہ آواز واویلا چو طرف سے بلند ہوئی، آہ، اصغر معصوم کا زرا ہاتھ ہلا اور جان نازک اوس کا جوں پھول کی بو تن سے نکل گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

۱۔ دراصل "نی"
۲۔ بالک، بالکا، بالکی، ہندی میں تینوں مستعمل ہیں۔
۳۔ یعنی سانجھ، شام
۴۔ ذوق لکھتے ہیں۔
سی باعث سے دل بلبل کو افیون دیتی ہے کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوراں سے
۔ ... ، مانند۔ ناسخ کا شعر ہے
ہزاروں داغ ہم سے آفتاب ... : فرقت روز فراق میں آیا

بارھویں مجلس

پڑھ مجلس آج بارھویں حضرت حسین کی
لے فضلیؔ کُلُّ نفس [1] اجر حق ہیں ادا اں ہے [۱۸۱ ب]

اے یارو، آج حسین علی کی رخصت ہے — ٹک ایک رو لو کہ یہ وقت وقت فرصت ہے
وہ آج چھوٹے ہے گھر بار بیبی بچوں سے — سوار اس کے گھوڑے عجب اس گھڑی قیامت ہے
یہ الوداع کی آواز چو طرف سوں بلند — نہ کہہ سکوں ہوں کہ اس وقت کیسی صحبت ہے
سکینہ کرتی ہے بابا بابا اور بابا — چلاتے مرنے کوں اے لوگو، جاری رقت ہے
چمٹ رہی ہے گلے سے پکڑ رہی دامن — کہے ہے بابا نہ جا وقت استراحت ہے
پکارتیں دونو بہنیں: اے بھائی، ہاں جائے [2] — کہاں چلا ہے ہمیں چھوڑ کیا مصیبت ہے
کہے ہے بہنوں سے اصحاب سبھی چل بسے میرے — اے بہنو، کیا کروں اس وقت میری نوبت ہے
سبھوں کی روحیں کھڑی ہیں میرا انتظار ہوں ہائے — نہ جاؤں کیونکہ میں اب منتظر و سنگت [3] ہے
دیے ہیں مرے بدل اپنی جان شیریں کوں — جو تیغ سر پہ نہ کھاؤں تو کیا مروت ہے
[۱۸۲ الف] کٹورے عمر ہماری [4] کے اب ہو گئے لبریز — چھلک نہ جاوے ڈروں ہوں یہی ہوں حکمت ہے
شہادت آج مقدر ہے میری اے بہنو — خنجر کی دھار پیاسے گلے کی قسمت ہے
ہماری موت کا مرکب کھڑا ہے زین سے آ — سوار اس پہ نہ ہونا کہو کی جرأت ہے

۱۔ آیت قرآنی کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے) کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ ماںجایا: سگا بھائی۔ انیسؔ:

میرے بیٹے مرے ماں جائے پہ ہوتے ہیں فدا

۳۔ سنگت (ہندی)، صحبت، رفاقت۔

۴۔ کذا۔ یا تو شعر کی استقامت کے لیے لفظ "اب" شعر سے خارج کرنا ہوگا، یا دوسرے مصرع میں "ڈروں ہوں" کی مناسبت سے "میری" ہوگا۔

نکتہ سنجانِ اخبارِ شیون و شین، اور دقیقہ فہمانِ آثارات سیّد الثقلین، شہادت حضرت سیّد الشہدا حسین، نورِ دیدۂ نبی الحرمین، ثمرۂ سینۂ شہسوارِ معرکۂ بدر و حنین، جگر گوشۂ سیّدۃ النساء الکونین کوں صفحۂ سینہ بن غم اور صحیفۂ نسرین جبیں پر قلم مشکین، نم سے یوں ترقیم کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہ نبیوں سے مہلت ایک رات کی چاہی اور وہ رات دسویں [۱۸۲ ب]
رات شبِ قتل کی تھی، تمام رات اوراد و وظیفۂ رب اور عبادت و طاعت خدا میں گزرانی، اور صبح کوں جب پانی خاک سے تیمم کر نماز پڑھی، لیکن اہل بیت تمام رات ہول میں تھے کہ ہائے صبح کیا ہوئیگا۔ اور شہر بانو تمام رات رو رو کر آنکھوں کا میں تھیں کہ وقتِ صبح ہجوم غم و فکر سے آنکھ لگ گئی۔ حضرت ابھی وظیفۂ صبح میں تھے کہ یک مرتبہ شہر بانو روتی ہوئی چونکیں، اور چیخ مار مار زار روتے لگیں۔ حضرت پوچھے کہ کون رو رہی ہے؟ زینب کہیں کہ شہر بانو۔ حضرت اوسی ہولا رونے کا سبب پوچھے۔ شہر بانو کہیں کہ اے مظلوم، تمام رات رو رو گزرانی، اور اپنے سونے نصیبوں پر سونا بہتر نہ جانی۔ ابھی غافل ہو رہی تھی نہ نیند سے بلکہ ہجوم غم سے کہ ہائے اب کیا ہوئے گا، [۱۸۳ الف]
اوس غفلت میں دیکھی کہ اس میدان میں سیر کرتی پھرتی ہوں، پھرتے پھرتے یہ ٹیلہ جو سامنے نظر آتا ہے، اس پر چڑھی۔ دیکھتی ہوں کہ نیچے اس ٹیلے کے ناگاہ فاطمہ گریبان چاک، ننگے پانو، سر کھولے، اپنے سر کے بالوں سے میدان کو جھاڑتی۔ میں جلدی سے نیچے اتر، کہی کہ یا سیّدۃ النساء، یہ کیا حال اپنا بنائی، اور کیوں اپنے سر کے بالوں سے اس میدان کوں جھاڑتی۔ بے اختیار آہ مار کہیں کہ اے شہر بانو، آج یہاں میرا حسین شہید ہوئیگا، اور مانند مرغ نیم بسمل اس میدان میں لوٹیگا۔ پس میں یہ میدان اس واسطے جھاڑتی کہ کوئی کانٹا اوس کے گل سے بدن میں نہ چبھے اور کوئی کنکر اوس کی نازک پیٹھ اور نازنین پہلو اور پاکوں نہ چھید دے۔ پس اے امام مظلوم اس واسطے رو رہی [۱۸۳ ب]

---

۱. [illegible]

۲. یعنی ٹیلا۔

۳. یعنی کنارہ۔

۴. تصادیر ... نور اللغات (۲: ۲۰۱)

کہ اب لگ مجھے تیرے بچنے کی آس تھی، اور اب آس میری ٹوٹی۔ لمؤلفہ

فلک نے مج کوں کیا اب خراب وا ویلا
ہوا ہے آتش غم دل کباب وا ویلا

قضا نے بھیجا مجھے اب پیام بیوہ گری
اجل کیے میرا خانہ خراب وا ویلا

القصہ، روایت ہے کہ مع علی اصغر بہتر تن درجۂ شہادت و زمرۂ سعادت میں سرافراز ہوئے تھے، اور سوائے امام زین العابدین کوئی امام مظلوم پاس نہ رہا۔ جب حضرت آپ کوں اکیلا دیکھے[2]، ایک آہ دردناک اپنے جگر جلے سے اینچی اور فرزندوں کی یتیمی، اپنی غریبی اور ناموس کی بیکسی پر اندیشہ کر، زار زار روئے۔ ترجمہ[3]:

انصاف کا یو دیدۂ بینا اگر جو ہوتا
فرزند مصطفیٰ کا کیوں کربلا میں روتا

اوس کی غریبی اوپر اور اوس کی بیکسی پر
روتا اگر پیمبر اوس بن بلا میں ہوتا

ساقی کوثر ہوتا با ذوالفقار اگر وہاں
شمر اوس کی زندگی کی کشتی کوں کیوں ڈبوتا [۱۸۴ الف]

لیکن جب زین العابدین نے باپ کوں اکیلا روتے دیکھا، باوجودے کہ بیمار تھا اور طاقت حرکت نہ تھی خیمے سے باہر نکل، نیزہ اوٹھایا، اور ضعف سے مثال بید کے لرزتا اور کانپتا اوسی حال سے قصد میدان کیا۔ جوں نظر حضرت کی زین العابدین پر پڑی، بے اختیار آہ مار فرمائے: "اللہ اللہ! اے فرزند دل بند، پھر، پھر اکہ نسل میری تجھ سے قائم رہیگی، اور تجھے وصی اپنا کیا میں نے؛ عورات[4] اور بچوں اپنوں کوں تجھ پاس سونپا، او جو جوا ہانتیں کہ باپ دادے سے مجھے پہونچیں ہیں، تجھے سونپتا ہوں[5]۔ لمؤلفہ:

۱۔ روضۃ الشہدا۔ ۲۷۴۔

۲۔ روضۃ الشہدا میں روایت اس سے مختلف ہے، واں بیت چوں امام بانتہا دید تنہا آہ دردناک از جگر گرم برکشید و از یتیمی فرزندان و غریبی و بیکسی ایشاں بر اندیشید مد۔

۳۔ اصل میں یہاں فارسی کے پانچ شعر ہیں، فضلی نے دو چھوڑ دیے ہیں۔

۴۔ اصل فارسی میں بھی عورات ہے: "عورات را بتو میگزارم"۔

۵۔ فضلی نے یہاں آخر کا کچھ حصہ حذف کر دیا ہے جس میں مصحف حضرت فاطمہ و علوم کہ غیر ائمۂ اہل بیت را بر آں اطلاع نیست، حضرت زین العابدین کو ودیعت کیے جانے کا ذکر ہے۔

اے دریغا عابدِ بیمار تن مجھ دُکھیارے کے دُکھیارے من موہن
تین بچوں میں توں ہی باقی رہا اے مرے زین العبا، پھر آ نہ جیا [۱۸۴: ب]
تجھ سے میری آل نت قائم رہے تجھ بدل بابا ہی مرنا سب چہے
سونپتا ناموس اپنا تیرے تئیں اور دو ور تے جو یو بچے مہرے تئیں
سو تجھے سب سونپتا ہوں اور تجھے سونپتا ہوں حق کوں کر رخصت مجھے

پھر زین العابدین کوں خیمہ میں لا، سب امانتیں سونپ جیو کہنا تھا سو کہیا۔ پھر پوشاک اور ہتھیار منگائے۔ اور زار زار رو، فرمائے۔ نوحہ:

اب مری آئی ہے نوبت اہلِ عصمت الوداع سب کی نوبت ہو گئی اب میری نوبت الوداع
الوداع اے بیکسو بیمار یو دُکھیاریو اب خدا کن سونپ تم کوں ہوتا رخصت الوداع
دیکھ لو مجھ سے لئے واسطے کا یہ دیدار آخری مل لو مجھ سیتی ... یہ وقتِ رخصت الوداع
باتیں میری کر ہیں سنو میں کسی لوکچہ چھتا و گے کچھ یہ باتیں ہوئیں کہانیاں وقتِ ہجرت الوداع [۱۸۵: الف]
پھر کہاں میں اور کہاں تم اور کہاں یہ صحبتیں سر پہ آ کھڑی ہوئی چھٹنے کی مصیبت الوداع
اب ہماری اور تمہاری ہوئے ملاقات حشر میں اب تو ہوتی ہے جدائی چھوٹتی سنگت الوداع
الوداع اے بھوکیو اے پیاسیو بیوارثو میں تو جاتا پینے کوں خنجر کا شربت الوداع
کیا کروں تم کوں نہیں پانی کا ایک قطرہ نصیب مجھ لہو ہی آج ہیگا میری قسمت الوداع
آج ہے بے ستری اور بے چادری سب کے نصیب پہننی ہے مجھ کوں سر کٹنے کی خلعت الوداع

۱۔ یہاں روضۃ الشہدا میں نور الائمہ کے تین شعر درج کیے ہیں جو انہوں نے از "زبانِ امام" کہے ہیں۔

اینک آمد نوبتِ من الوداع الوداع اے عترت من الوداع
دور دلہاے شما خواہد شدن سوزناک از فرقتِ من الوداع
دمبدم خواہید چوں ابرِ بہار گریہ کرد از حسرتِ من الوداع

یہی تین شعر فضلی کی اس طویل اور بے جان نظم کے محرک بنے ہیں۔

۲۔ اصل کرم خوردہ۔ مل لو مجھ سیتی [ہکہ ہے] یہ وقتِ رخصت الوداع۔

۳۔ یعنی سننی۔

الوداع اے فاطمہ کی بیٹیو ماں جائیو … بھائی مرنے کوں چلا ہے تج محبت الوداع
۱۰ب] الوداع اے پیاری بہنوں بل لو اپنے بھائی سے … بھائی کی ہے آج رخصت آج رخصت الوداع
الوداع اے شہر بانو شوہر ہوتا ہے جدا … ہائے رنڈ ہوین اب ہوا ہے تیری قسمت الوداع
الوداع اے کوکھ کی موئی ہوئی جلتی ہوئی … مانگ اب اجڑی ہے آئی سر پہ بپت الوداع
الوداع اے بھاوج اے بھاجیولے بیبیو … آج دیورانی ہے رخصت اور رحلت الوداع
الوداع اے راحت جان پدر زین العبا … ٹک دکھا یا اپنی پیاری صورت الوداع
باپ جاتا آج مرنے لگ لوتک اوس کے گلے … جو دکھیا دل میرا پایا ہے ٹک تو راحت الوداع
الوداع اے میرے صاحب بستر رنج و الم … حق تعالیٰ تج کوں بخشے جلد دے صحت الوداع
اور اے بہنو تم کنے سونپا ہے بندہ پیاری کوں … اوس پہ رکھیو ادرک ما عسر و شفقت الوداع
۱۹۱الف] آج اس کا باپ مرتا ہے آج ہوتی یتیم … آج اجڑتی ہے مرے سکے کی خالی دولت الوداع
اس یتیمہ پر جو رحم اب کیا دکھی ماں جائیو … بس لنگور اعرش کا پاویگا فرحت الوداع
اب خدا حافظ تمہارا اب ہمارا سب گیا … اور سونا تحفیو کہ ہے یہ وقت رحلت الوداع

پھر جامہ قیمتی پہن، چیرا رسول خدا کا سر پہ باندھ، ڈھال حمزہ سید الشہدا کی پیٹھ پر لگا کے اور ذوالفقار حیدر کرار حمائل کر لٹکا کے۔ پھر ذوالجناح پر سوار ہو قصد میدان کیے۔ پردہ نشین حجلہ عصمت پیچھے دوڑے اور کہے: یا ابن رسول اللہ، وا غربتاہ و وا مصیبتاہ! ہمیں کس پاس سونپا اور اس غریبی و بیکسی میں کس پہ چھوڑا؟ امام مسافر غریب فرمایا کہ صبر و اور صبر کرو کہ تمہیں خدا کوں

۱۔ رنڈ، رانڈ کا مخفف ہے مرکبات میں مستعمل ہے جیسے رنڈاپا، رنڈ سالا وغیرہ۔

۲۔ یعنی جس کی کوکھ لٹ گئی ہو، خالی ہو جائے۔

۳۔ بپت — دکھ، مصیبت، بلا، مصیبت کی سرگزشت۔ عموماً اس کے ساتھ ... بغیر مستعمل ہے۔ امیر کا مصرع ہے: کہی آنکھوں نے ہر اک سے دل نے ... بپت سارى

۴۔ زین العباد بیمار ہے لیٹا ہوا

۵۔ محبت

۶۔ اصل میں ...

سونپا کہ وہ وکیل میرا ہے تمہاری مہمات میں وَکَفیٰ بِاللہِ وَکِیلاً[1].

لیکن جب حضرت میدان میں پہونچے، نیزہ زمین میں گاڑھ، فخریہ شروع کیے۔ ترجمہ:- [۱۸۶ ب

جدّ میرا خیر الوریٰ افضل ترین انبیا، آفتاب اوج عزت شمع جمع اصطفا[2]
منقبت بابا کی اب کیونکہ کہوں میں بے حساب درِّ دُرجِ لافتیٰ[3] و بدر برج ھل أتیٰ[4]
ماں مری خیر النسا فرزند ختم المرسلین جس کو پیغمبر کا کلام بضعۃ منی[5] گوا[6]
اور بھائیوں کو اگر پوچھو تو ہے شاہِ حسن وہ بھی جانِ مصطفیٰ اور نورِ چشمِ مرتضیٰ
ہے چچا اب جعفر طیار سو جنت منیں اوس کا ہے پرواز تا آستانِ کبریا[7]
حمزہ ہے سردار شہداؤں کا بابا کا چچا اس روش کا اصل و نسل آپ کا ہیگا برملا
اے ستمگاران سنگیں دل تمہاری ہیگی خو بیوفائی اور نفاق و حیلہ و جور و جفا
مجھ سب تو ل عزیزوں کو تیغ دلبندوں کے تمیں مار ڈالے کس روش کا دین تم سب کا ہیگا [۱۸۷ الف
اب مرے تم مارنے اوپر کمر باندھے ہو سب مارنا میرا یو کس مذہب میں ہے بولو روا
حشر میں حاکم تمہارا اور مرا ہووے گا رب پیاسے مر گئے میرے بچّے میں پیاسا اب چلا

پھر فرمائے[8]:-

اے قوم، ڈرو، ڈرو اوس خدا سے کہ دن سے رات کرتا اور رات سے دن، مارتا اور جلاتا،

۱۔ النساء ۴: ۸۱، ۱۳۲، ۱۷۱، نیز الاحزاب ۳۳: ۳، ۴۸ (اور کارسازی میں اللہ کافی ہے)

۲۔ کذا، اصفیا؟

۳۔ لا فتیٰ إلّا علی لا سیف إلّا ذوالفقار کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ آیت کریمہ ھَلْ أَتیٰ (الدھر ۷۶: ۱)

۵۔ مشہور حدیث: "الفاطمۃ بضعۃ منی، من اذاھا فقد أذانی ومن أذانی فقد أذا اللہ"
کی طرف اشارہ ہے۔

۶۔ گوا: گواہ۔

۷۔ روضۃ الشہدا: آشیانِ کبریا۔

۸۔ روضۃ الشہدا: ۲۷۵

روزی دیتا اور جان لیتا۔ اگر اوس خدا پر اقرار رکھتے ہو، اور اوس کے رسول محمد مصطفیٰ پر کہ دادا میرا ہے، ایمان لائے ہو، پس مجھ پر ستم نہ کرو، اور ظلم روا نہ رکھو، اور ڈرو فردائے قیامت سے کہ جب دادا اور باپ ماں میرے تم سے دشمنی کریں اور حوض کوثر سے تمہیں پانی نہ دیں۔ اب بہتر [۱۸۷ب] تن بھائی، بھتیجے، بھانجے، بیٹے میرے اور یار و یاور و ہوادار و دوستداروں میرے سے مارے اور قصد میرے مارنے کا کیے اور واسطے ملک کے مجھے مارتے۔ پس راہ دو کہ [روم یا[۱]] حبش میں جاؤں، یا ترکستان کی راہ لوں، اور میرے اہل و عیال و اطفال کہ جگر اون کے پیاس سے کباب ہیں، تھوڑا پانی اونھے دو کہ فردائے قیامت تم سے دشمنی نہ کروں اور دعوی[۲] کسو کے خون کا نہ دھروں؛ واگر مجھے راہ اور اونھے پانی نہ دیتے، پس اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ وَ رَضِیْنَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ۔

تب بحیر بن ربیعہ[۳] و شیث بن ربعی اور شمر ذی الجوشن برابر حضرت کے آ کہے: "یا [ا]بن ابو تراب[۴] بات دراز نہ کر، آ، تا تجھے ابن زیاد پاس لے جاویں کہ وہاں بیعت یزید دے اور اس تہلکے سے خلاصی لے؛ والاّ تجھے اسی طرح پیاسا رکھ، ماریں۔" حضرت نے وہ سُن، سر تلے ڈالا، اور عمر [۱۸۸الف] ملعون نے اپنے لشکر کوں ڈپٹ[۵] کہا کہ گرداگرد اسے گھیرو، اور بات نہ کرنے دو۔ آہ، اس وقت بائیس ہزار[۶] سوار نے تیر چلائے، اور ایک تیر حضرت پر نہ لگا۔ سب شرمندہ ہو اوس روسیاہی سے سر تلے کیے؛ اور حضرت پھر خیمہ میں تشریف لا، گھوڑے سے اُترے، امام زین العابدین کوں گلے لگا، روئے؛ اور سب بہنوں، بیٹیوں کوں رخصت کر سوار ہو، ارادۂ لڑائی کیے کہ بہنیں بیٹیاں

۱۔ اضافہ از روضۃ الشہدا۔

۲۔ اصل میں: دعوا۔

۳۔ صحیح نام بحتری بن ربیعہ ہے۔

۴۔ صحیح ابی تراب ہوگا۔

۵۔ اصل میں بوپہٹ ہے۔ سیاق سے یہ ڈپٹ معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ روضۃ الشہدا میں تعداد پندرہ ہزار لکھی ہے۔

۷۔ "یہ گھوڑے سے اترے" "میدان میں سدھارے" تک کی عبارت کا مضمون اصل فارسی میں موجود نہیں۔

ذوالجناح کے پاؤں پر گر رونے لگیاں اور حضرت اونھوں کو صبر و تسلی فرما میدان میں سدھارے، اور چاہے کہ اوس فوج مقہور پر حملہ کریں۔ یکا یک ایک گرد و غبار پڑا اندھیار پیدا ہوا کہ کوئی کسو کوں نہ دیکھ سکتا تھا اور اوس گرد سے ایک شخص بصورت عجیب و بشکل غریب گھوڑے پر سوار، سر اور دونو ہاتھ اوس کے گھوڑے کے سر اور ہاتھوں مانند اور [۱۸۸ ب] پانو اوس کے اونٹ کے پانو جیسے، حضرت پاس آ سلام کیا اس عبارت سے کہ بقول السلام علیک و علیٰ جدّک و علیٰ ابیک و اُمّک و اخوک[۱]۔ حضرت نے جواب دے کہا: "توں کون ہے کہ ایسے وقت مجھ سے مظلوم بیچارہ اور غریب آوارہ کوں سلام کرے ہے؟" کہا: "یا [ا]بن رسول اللہ، میں سردار پریوں کا ہوں، اور صاحب میرا سیّد آخر الزماں ہے اور غلام شاہ مردان کا۔ نام میرا عفرائیل[۲] ہے اور لشکر میرا اس جنگل میں حاضر۔ باپ تمھارے نے جب بئر العلم کے کونویں بیچ آ، دیووں کوں مسلمان کیا تھا، میرے باپ کوں بھی مسلمان کیا تھا۔ میرے باپ کوں بھی مسلمان کر مرتبہ سرداری کا دیا تھا۔ بعد وفات کے سب میرے حکم میں ہیں۔ رخصت[۳] ہوئے کہ سمیت لشکر ان بدبختوں پر حملہ کروں، اور مغز ان ظالموں کا [۱۸۹ ب] نکال دوستوں کوں شاد کروں"۔ حضرت فرمائے: "اے عفرائیل، خدا تجھے اس نیکی کا اجر دیوے۔ تمھیں رخصت آدمیوں کے مارنے کی نہیں کیونکہ تمھیں یہ نہیں دیکھتے اور تم انھے مارو، پس یہ ظلم ہوے"۔ وہ عرض کیا کہ "یا حضرت، ہم انھی کی صورت بن، انھے دیکھلائی دیویں"۔ حضرت فرمائے: "تمھارے ہاتھ کی ضرب بھاری ہے۔ جزاک اللہ خیرا۔ اے عفرائیل، میری خاطر لیے پھر جا، اور انھے تصدیعہ نہ دے کہ میں تجھ سے راضی ہوا"۔ پس عفرائیل بموجب حکم گیا اور حضرت قصد لڑائی کر، فرمائے کہ ہاں کوئی نامرد آوے۔ تمیم بن قحطبہ لعین، امرایان شام سے

۱۔ "واخوک" اضافہ نقل ہے فارسی متن میں نہیں۔ عربی قاعدے سے یہ غلط بھی ہے "واخیک" ہونا چاہیے۔

۲۔ اس جگہ نام عفرائیل لکھا ہے، لیکن آگے چل کر اور سب جگہ عفرائیل ہے (ع کے ساتھ)۔ روضۃ الشہدا میں نام زعفر زاہد بتایا ہے۔

۳۔ رخصت: اجازت۔ اردو:

بیٹوں کی طرح آپ نے پالا ہے بشفقت　　آفت سے جیٹھ بھی تو ملے مرنے کی رخصت

[۹۸۱ ب] حضرت کے برابر آ، کہا، اے بیٹے ابوتراب کے، کب لگ دشمنی کریگا؟ بیٹوں، بھائیوں نے
زہر مرگ کا پیا اور رفیقوں، چاکروں نے لباس موت کا پہنا، لیکن توں اب لگ لڑتا ہے۔
اکیلا ایک تن تنہا بیست ہزار سوار کا کیا کر سکیگا؟ حضرت فرمائے، اے شامی، ہیں تم سے
لڑنے کوں آیا، یا تم بھائی اور فرزند میرے مارے، اور اب میرے مارنے پہ کمر باندھی۔ پس
درمیان میرے اور تمہارے سوا شمشیر کچھ اور بات نہیں، یہ کہ ایک نعرہ جگر سے اینچے کہ
بہت ملعونوں کے جگر پھٹ گئے اور جہنم واصل ہوئے۔ تمیم لعین سراسیمہ ہوا اور ہاتھ اوس
کا کام سے رہا۔ حضرت ایک شمشیر مارے کہ سر اوس کا پچاس قدم دور جا پڑا۔ پھر قصد آب
فرات کیے کہ بہت پیاسے تھے۔ شمر ملعون اپنے لشکر کوں للکارا، زنہار، نہ چھوڑیو کہ حسین
[۱۰۰ الف] پانی پیوے، اگر ایک قطرہ پانی پاوے، ہم میں سے ایک کوں جیوتا نہ چھوڑے۔ تمام لشکر
نے غلبہ کر، حضرت کوں درمیان لیا۔ امام نے سبھی مارے ہوؤں سے پشتے بنا تمام لشکر کوں
برہم کیا۔ پھر فرات پر پہونچ، چلو بھر پانی اوٹھا، چاہے کہ پیویں، ایک آواز آئی کہ اے
حسین! توں پانی پیوتا، اور لشکر تیرے ناموس کے خیموں کوں غارت کرتا۔ حضرت غیرت
سے پانی ڈال، خیموں طرف گئے اور کسو کوں نہ دیکھے، جانے کہ لعین مکر سے کہے تھے، یعنی پانی
نہ پیوے۔ پھر گھوڑے سے اوتر، قدم سراپردہ میں رکھے۔ تمام اہل بیت خدمت میں حاضر
ہوئے۔ فرمائے کہ اے پردگیان حرم عصمت، چادریں سر پر لو، اور کمر دل کوں محکم باندھ
[۱۰۰ ب] میری مصیبت پر تیار رہو۔ پھر امام زین العابدین کوں گلے لگا، بوسے دے فرمائے۔ لمؤلفہ:

اے مرے عابد پیارے کر مجھے رخصت توں اب — شمر اور اوس کا ہے خنجر مجھ لہو کا تشنہ لب
آبغل میں، جو تیری بوسے ہوئے خوش میری جان — بات کر جو بات تیری سے ہوئے مجھ دل شادماں

اے فرزند، جب مدینہ میں پہونچے، سلام میرا دوستوں کوں پہونچا، کہیو کہ
میرے باپ نے یوں فرمایا ہے کہ جب دوکھ میں مبتلا ہوا ور مصیبت میں پڑو، اوس
وقت دکھ اور غم بیچ میری یاد کیجیو، اور جس کا گلا کٹتا دیکھو، میرے حلق نا حق کٹے
کوں یاد کرو، اور جب پانی پیو، آہ پیاس میری اور میرے بچوں کی نہ

بھولیو. لمؤلفہ[1]

اے میرے دوستدارو! اے مجھ موالیو[2] میری مصیبتوں کو تم ہرگز نہ بھولیو
جب تم پہ دوکھ پڑیگا، تو تب میرے دوکھ کے تئیں کریاد زار زار پر افسوس روئیو
میرے کٹے گلے کا خیال اپنے دل میں لا سر پر اوڑا کے خاک خوشی اپنی کھوئیو [۱۹۱ الف]
جب ٹھنڈا پانی تم پیو مجھ غم کی گرمی سے میرے نہ بچوں کی ہائے عطش کو نہ بھولیو
روؤگے جو مصیبتوں پر میرے درد سے سو فردا واجر پاؤگے، یہ بات بوجھیو

پھر شہربانو نے آ کہا: "اے سیدِ والا گہر! میں یہاں غریب بیکس ہوں، اور سوا تیرے کوئی غمخوار اور غمگسار نہیں رکھتی۔ شاید دشمن تیرے بعد قصد میرا کریں، اور حرمت تیری حرم محترم کی نہ رکھیں۔" تب حضرت نے کہا: "غم نہ کھا کہ کسو کا ہاتھ تجھ پر نہ پڑے گا۔ جب کہ مجھے زخموں میں چور کر، گھوڑے سے زمین پر گرا دیں، گھوڑا میرا مجھ بغیر تجھ پاس آوے؛ اوس پر سوار ہو جیو، اور باگ اوس کے اختیار میں دیجیو کہ وہ تجھے اس قوم سے باہر لے جاوے، اور جہاں کہ [۱۹۱ ب] حق تعالیٰ چاہے، وہاں پہونچا وے[3]۔"

۱۔ روضۃ الشہدا میں یہاں پر حسب ذیل فارسی اشعار ہیں:

ای ہمرہانِ مشفق وای دوستانِ من یاد آورید واقعۂ داستانِ من
در جستہ دیدہ چشمۂ خونین روا کنید از بہر آب دادنِ سروِ روانِ من
زد آسمان عمامۂ خورشید بر زمین آندم کہ غرقہ گشت بخوں طیلسانِ من
پژمردہ شد ز غم گلِ صد برگِ آفتاب تا دید غرقِ خون رخِ چوں ارغوانِ من
آبِ فرات کف بسر و سر بسنگ زد وقتیکہ تشنہ شد لبِ شکر فشانِ من
گر دیدہ خوں بتعزیتِ من کہ میرسد صد گونہ فیضِ جاں شمار از جانِ من

۲۔ موالی: مولیٰ کی جمع: یار دوست، نوکر چاکر، انیس:

اس دکھ میں نہ یاور رہتے نہ مولا کے موالی

۳۔ لیکن جیسا کہ ملا کاشفی نے لکھا ہے، صحیح یہ ہے کہ شہربانو اہلِ بیت کے ہمراہ شام روانہ ہوئیں۔

آہ، پھر امام مظلوم غریب مسافر اہل بیت سے ایک ایک کوں رخصت کر سدھارا، لیکن یہ رخصت اور دیدار آخری تھا کہ پھر طرفین سے کسو کوں نصیب نہ ہوا۔ لمؤلفہ :۔

نہ پھر حسین کوں وہ دیکھے، نے حسین اونکے ۔۔۔ حسین حسین ڈو کرتے رہے حسین کہاں
خدا کے واسطے یارو اب ان بچھڑنے کوں ۔۔۔ نظر میں لاؤ کہ کیا وقت گزرا ہوئیگا وہاں

القصہ جب امام بیکس میدان میں پہونچا، عمر لعین ڈرا، اور اپنے لشکر نامدار کوں کہا: اے قوم، تم ایک ایک اس سے برابر[1] نہ آوگے لیکن اس وقت وہ پیاسا ہے اور مرنے کوں پہونچا۔ یک مرتبہ سب حملہ کرو، تب تمام لشکر دوڑا، اور اس امام مظلوم ایکلے[2] کوں درمیان [۱۹۲ الف] لیا۔ اوس وقت فرزند اسد اللہ نے دست ید اللہ سے ذوالفقار آتشبار دشمن شکار کوں میان سے نکال، مانند شیر غضبناک کے اون کونتوں[3] پر حملہ کیا اور آواز گرج آثار "انا ابن رسول اللہ" سے زمین و آسمان کے ستونوں کوں تزلزل میں لا، کہا: آہ، عجب حال اور عجائب وقت دیکھتا ہوں کہ کسو طرف سے نہ یار و ہوادار اور نہ غمخوار و غمگسار پاتا۔ ترجمہ[4]:

جس طرف دیکھوں ہوں سو دیکھے نہیں ہے مجھ طرف ۔۔۔ اِتے بیگانوں میں کوئی آشنا میرا نہیں
اب کہاں جاؤں کروں کیا کیونکہ راہ آگے کی لوں ۔۔۔ اس جنگل میں کوئی اب مشکلکشا میرا نہیں
بیکسی ہوئی ختم ہوئی مجھ پر اس جنگل میں سر بسر ۔۔۔ باپ نہیں دادا نہیں اور کوئی چچا میرا نہیں
[۱۹۲ ب] میں اکیلا رہ گیا اور بیری[5] اِتے تس پر ہائے ۔۔۔ ماں نہیں بھائی نہیں کوئی آسرا میرا نہیں

۱۔ برآنا، کامیاب ہونا، ور آنا بھی انھی معنوں میں بولا جاتا ہے)
۲۔ ایکلے، اکیلے۔
۳۔ یعنی کنتوں۔
۴۔ پہلے دو شعر نظامی کے ان شعروں کا ترجمہ ہیں

بہر راہی نگرم رو نمیکند سوئے من ۔۔۔ میان اینہمہ بیگانہ آشنائے نیست
کجا روم چکنم رہ چگونہ گیرم پیش ۔۔۔ درین میان بیابان کہ رہنمائے نیست

بقیہ اردو شعر جناب فضلی کے نتائج افکار سے ہیں۔
۵۔ بیری اِتے: دشمن اتنے۔

کٹ گئے سب بچّے میرے خنجرِ بیداد سے — کہاں تھا بھائی بھتیجا کوئی رہا میرا نہیں
اب مرا سر چاہتے ہیں کاٹیں میرے تن سے تیغ — یار نہیں یاور نہیں خویش اقربا میرا نہیں
ٹکڑے ٹکڑے ہوا اور تشنہ پیاسے اتنے جسم — ایک سر گا ایک اتنے، کوئی جان فدا میرا نہیں

راوی لکھے ہے[1] کہ پھر ایک مرتبہ حضرت نے اپنے تئیں دریا پہ پہونچایا، اور چلّو بھر پانی اٹھایا۔ چاہے کہ نوش فرماویں۔ پیاس اہلِ حرم اور اطفال کی یاد آئی۔ پانی ہاتھ سے ڈال دیے، اور نہ پیے؛ لیکن جب حضرت دریا میں اترتے اور پانی اٹھاتے۔ ذوالجناح گھوڑا پانی میں مونہہ نہ ڈالتا، اور کہتا، نہ پیوں پانی، جب لگ کہ خداوند میرا نہ پیو چکے۔

[۱۹۲ الف] غرض جب امام مظلوم پانی ڈال، دریا سے نکلا، دیکھا کہ بہت کوفیوں نے قصد خیموں کا کیا۔ حضرت فرمائے: اے آلِ ابوسفیان! اگرچہ دین نہ رکھتے، لیکن عرب کا عار بھی نہیں لیتے کہ میرے جیوتے جیو قصد میرے ناموس[2] کا کیے۔ اگر غرض تمہارا میرا مارنا ہے، پس میں یہاں کھڑا ہوں؛ ناموس میرے سے کیا کام! بارے، وہ ملعون پھرے، اور حضرت تین حملے میں خیمہ سے تا لبِ فرات چار سے[3] ملعونوں کو جہنّم بھیجے، اور پھر تیسری مرتبہ گھوڑا دریا میں ڈال تھوڑا پانی اٹھا، چاہے کہ پیویں؛ جوں پانی مونہہ پاس لائے، آہ، حصین ملعون نے ایک تیر مونہہ پہ مارا کہ پانی اور لہو مل گیا اور وہ پانی نصیب نہ ہوا، اور ہونٹ و زبان مبارک کٹ کر مونہہ لہو سے بھر گیا۔ پھر چو طرف سے تیر باراں شروع ہوا، اور ایک نامرد نے ایک تیر پیشانی مبارک پر مارا۔ [۱۹۲ ب] حضرت نے وہ تیر اپنے ہاتھوں سے ایچا، اور لہو جاری ہوا۔ پھر اپنے ہاتھ سے لہو مونہہ پر ملتے تھے اور زمین پر گرنے نہ دیتے، کہتے تھے۔ ترجمہ[4]:

۱۔ روضۃ الشہدا: ۲۷۹۔

۲۔ ناموس: حرم، اہلِ خانہ۔ دبیر: ناموسِ نبی شام کے بازار میں آیا — سرِ حضرتِ شبیر کا دربار میں آیا

۳۔ چار سو: یہ مرکب سنا میں اعداد کے بعد آتا ہے۔ میر حسن کا شعر ہے

سخاوت یہ ادنیٰ سی اس شہ کی ہے — کہ اک دن دو شالے دیے سات سے

۴۔ جس فارسی شعر کا ترجمہ فضلی نے کیا ہے وہ روضۃ الشہدا میں نہ ملے۔

اسی صورت سے دیکھوں مصطفیٰ کوں
پھر اپنے باپ علیؑ مرتضیٰ کوں
کہوں جا اپنی ماں خیر النسا کوں
دیکھوا پنے حسین سر جدا کوں

کروں بھائی حسنؑ سے جا ملاقات
یہی صورت دیکھاؤں وس کوں ہیہات
دیکھوں اس حال سے سب اپنا سنکات[1]
کٹا گئے سر تج اس وار فنا کوں

راوی لکھے ہے[2] کہ سات سے زخم حضرت کے بدن پر لگے، اور حضرت زخموں کے سبب گھوڑے سے اتر، قبلہ رو بیٹھے۔ اوس زمانے میں زمین کربلا لرزی، اور آسمان وزمین رونے۔ ترجمہ:

[۱۰۴ الف] لرزے میں عرش اس روش ایا کہ آسماں — شک میں پڑا[3] اگر کہ قیامت ہوئی آشکار
کیوں گر[4] پڑا نہ آہ، ولیکن وو چپ رہ بر — جس وقت گھوڑے سے گرا بھوئیں[5] پر وہ شہسوار

تب وہ کوتے بیدین دلیر ہو، حضرت کو درمیان لیے، اور چوطرف سے چوٹ تیر و تفنگ شروع کیے۔ شمرِ بدبخت نے نعرہ پیادوں پر مارا کہ کیا ایک شخص کے ہاتھ سے عاجز ہو رہے ہو لیکن پیادوں سے جو کہ آگے آتا تھا، حضرت کا موںہہ دیکھ، شرمندہ ہو، پھر جاتا تھا، اور کہتا کہ ہم نہیں چاہتے جو فردائے قیامت یہ خون ہماری گردن [پر] ہووے۔ تب عمرِ ملعون آیا کہ امامِ مظلوم کوں شہید کرے۔ حضرت نے فرمایا: اے ابنِ سعد۔ توں آیا کہ مجھے شہید کرے اور علمِ حکومتِ

۱۔ سانکات۔ (یہ سنکٹ (س) کی بگڑی ہوئی شکل ہے)، مصیبت، مشکل، ابتلا۔

۲۔ روضۃ الشہدا: ۲۸۰۔

۳۔ دراصل۔ شاش۔

۴۔ دراصل: کرٹہ۔

۵۔ بھوئیں (پنجابی)، زمین (سنسکرت، بھومی: فارسی، بوم)

رَے کا سر پر دھرے[1]۔ تب ملعون شرمندہ ہو، پھر گیا۔ ترجمہ[2]:

سہل نہیں ہے کام خونِ آلِ احمد ڈالنا   خاکِ غم بر سیس[3] فرزندِ محمد چھاننا [۱۹۵ ب]

لیکن جب شمر حرامزادہ نے دیکھا کہ کوئی حضرت کوں شہید نہیں کرتا، گھرکنے[4] لگا: کیا چیز تمہیں مانع ہوئی کہ سر اوس کا نہیں کاٹتے؟ آہ، تب سنان بن انس ملعون نے ایک نیزہ حضرت کی پیٹھ پر مارا۔ واویلا!! امام مظلوم بیکس اودھے موںہہ زمین پر گرا۔ تب شمر ملعون سینۂ مبارک پر چڑھ بیٹھا۔ حضرت آنکھیں کھول پوچھے: "توں کون ہے؟" کہا: "میں شمر ہوں۔" فرمائے: "موںہہ پر زرہ اٹھا۔" جوں ملعون نے موںہہ کھولا، سید الشہدا نے دیکھا کہ دانت اوس کے مانند دانت سور کے ہیں۔ فرمائے: "ہاں رے، یہ نشان تو سچ ہے۔ اب اپنی چھاتی کھول۔" جوں ملعون نے چھاتی کھولی، کوڑھ کا داغ اوس کے سینۂ پُر کینہ پر دیکھ، فرمائے: صَدَقَ جَدِّیْ [۱۹۶ الف] یَا رَسُوْلَ اللہ۔ آج رات اپنے دادا کوں خواب میں دیکھا ہیں نے، کہ فرماتے تھے، مارنے والا تیرا اس شکل کا ہوئیگا، اور وقتِ نماز پیشین توں ہمارے پاس آویگا۔ پس وہ سب نشان تیرے پاس دیکھے۔ اے شمر، جانتا ہے کہ آج کون دن ہے؟ کہا: "جمعہ اور روزِ عاشورا۔" پھر فرمائے: "پہچانتا ہے کہ کون سی ساعت ہے؟" کہا: "وقت خطبہ اور نماز پڑھنے کا۔" فرمائے کہ "اس وقت خطیب میرے دادا کی امت کے منبروں پر خطبے پڑھتے، اور نعت میرے دادا کی کہتے، اور توں مجھ پر ایسا ظلم کرتا! رسولِ خدا نے موںہہ اپنا میری چھاتی پر رکھا، اور توں اس طرح میری چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ وہ بوسے میرے حلق پر دیا، اور توں شمشیر یہاں چلاتا۔ میں روحِ زکریا نبی اپنے داہنی طرف اور روحِ یحییٰ بائیں طرف اپنے دیکھتا اور [۱۹۶ ب] توں میری چھاتی پر چڑھا۔ اے شمر، وقتِ نماز ہے، اوٹھ میری چھاتی سے کہ موںہہ طرف

۱۔ عمر بن سعد کو رَے کی حکومت بخشنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

۲۔ اصل فارسی شعر یہ ہے:

سہل کاری نیست خونِ آلِ احمد ریختن   خاکِ غم بر فرقِ فرزندِ محمد بیختن

۳۔ سیس (ہندی) سر۔

۴۔ گھرکنا: ڈانٹنا، ڈپٹنا۔

قبلہ کے کروں، اور دو رکعت نماز پڑھوں کہ مجھ کوں نماز میں شہید ہونا باپ سے میراث ہے۔ جب کہ نیں نماز میں ہوں، جو چاہے، سو کر۔" آہ، تب شمرِ لعین سینۂ بےکینۂ امام سے اوٹھا، اور حضرت اتنی طاقت رکھتے تھے کہ مونہہ قبلہ طرف کر، نماز میں مشغول ہووے۔ واویلا، شمرِ ملعون روسیاہ صبر نہ کیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

[۱۹۷ الف] /سلام اللّٰہ علیٰ مولانا الحسین وأصحابہ، لعن اللّٰہ علیٰ یزید وأعوانہ وأنصارہ ولعن اللّٰہ من حال بینک وبین ماء الفرات یا [ا]بن رسول اللّٰہ یا لیتنی کنتُ معک، فأفوز فَوْزاً عَظِیماً۔

۱۔ روضۃ الشہدا میں ہے: "چوں بنماز مشغول شد و بسجدہ رفت، شمر صبر نہ کرد کہ آں امام مظلوم نماز را تمام کند، ہم در سجدہ آنحضرت را شربت شہادت چشانید۔" بعد کے فقرات فضلی کے اضافہ کردہ ہیں۔

خاتمہ

[۱۹۰ ب]

اس خاتمے کی پانچ ہیں فصلیں، سو تن میں ہائے
شہ کے سر او پر اہلِ حرم کا حوال ہے
یہ پہلی فصل اس میں سو تیجے کا ماجرا
احوال ذوالجناح کے بعد انتقال ہے

ابنِ حیدر کا آج تیجا ہے — شاہِ بے سر کا آج تیجا ہے
فضل و عبّاس و عون کا یارو — اور جعفر کا آج تیجا ہے
قاسم و عبداللہ حسن کا ہائے — اکبر و اصغر کا آج تیجا ہے
شہ کے سب بھانجوں بھتیجوں کا — یار و یاور کا آج تیجا ہے
کیوں نہ **فضلی** ہوئے مکدّر حال
اوس کے سرور کا آج تیجا ہے

لیکن احمد بن اعثم کوفی، رحمۃ اللہ علیہ سے روایت[۱] ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت بعد ایک آندھی سرخ ایسی ظاہر ہوئی کہ تمام جہان اندھیر ہوگیا اور زمین لرزی۔ آفتاب عالمتاب گہنا کر

۱۔ روضۃ الشہدا ، ۲۸۱

[۱۰۰ الف] گھن میں پوشیدہ ہوا کہ کوئی کسو کوں نہ دیکھ سکتا تھا۔ سب گمان کئے کہ قیامت برپا ہوئی، یا عذاب الٰہی نازل ہوا، لیکن ذاتِ پاکِ حضرت زین العابدینؑ[1] کے سبب وہ آندھی دور ہوئی، اور عالم روشن ہوا۔

یکایک ذوالجناح گھوڑا حضرت کا دوڑنے لگا، بعد ایک ساعت کے بال اپنی پیشانی کے خواوند[2] کے لوہو میں بھر، اور آنسو آنکھوں سے جاری کر، اہلِ حرم کے خیموں کی طرف چلا۔ مرثیہ از مؤلف:

شہ کے جب حلق پر چلا خنجر
بہبہا[3] ہوئے کر بہا خنجر
گھوڑا دیکھا کہ کیا کیا خنجر
کیا خواوند کا سر جدا خنجر

لاشے کے گرد تب تصدق ہو
جا تا تھوتھنی سے لوہو کو
آنکھیں مل شہ کے تلووں پر رو رو
کہتا بیری[4] مرا ہوا خنجر

میں یہ گھوڑا ہوا نگوڑا اب
کس کا کہلاؤں گا میں گھوڑا اب
شیشۂ دل مرے کوں پھوڑا اب
سنگدل ہائے شمر کا خنجر [۱۰۰ ب]

۱۔ روضۃ الشہدا میں حضرت زین العابدین کا ذکر نہیں ہے۔ "بعد از ساعتی غبار مرتفع گشتہ عالم منجلی شد"، ص ۲۸۲

۲۔ خواوند، خاوند: آقا، مالک (خداوند کا مخفف)

۳۔ بہبہا، ہندی لفظ ہے، صفت بہنا سے (پلیٹس: ۱۸۱)

۴۔ بیر: دشمنی، عداوت۔ بیری: دشمن، بدخواہ۔ جان صاحب لکھتے ہیں: جھاڑو بی بی کی پھرے ہو جائے گر بیری کا صاف۔

تسمہ چوٹی کوں کر لہو میں لال
دانتوں سیتی گھسوٹتا تھا یال[1]
ٹاپوں سے خاک سر کے اوپر ڈال

کہتا تھا ہائے کیا کیا خنجر

میرے خاوند کوں دو ٹکڑے کیا
پشت زین میرا اوس سے خالی رہا
میرا خاوند میرے سر سے اوٹھا

مجھ کو خاوند بن کیا خنجر

کیا یہ موہنہ لے کے جاؤں میں گھر
کیا یہ موہنہ اب دکھاؤں لے جا کر
پوچھیں گھر والیاں جو مجھ سے خبر

کیا کہوں، کچھ خبر رکھا خنجر

پھیر جنگھارتا وہاں سے چلا
لوہو چھونکارتا وہاں سے چلا
سر کوں دے مارتا وہاں سے چلا

لے کے فریاد پُر بلا خنجر

سر کو ٹکراوتا پہاڑوں سے
اولجھتا جنگلوں کے جھاڑوں سے
توڑتا گوشت اپنے ہاڑوں[2] سے

دل میں لے زخم بے دوا خنجر

۱۔ یال: گھوڑے کی گردن کے بڑے بڑے بال۔ مونس لکھتے ہیں۔-
یال اُس کی جو بکھری نظر آتی تھی ہوا میں — گویا کہ پری بال سکھاتی تھی ہوا میں
اُردو میں اس جگہ بیشتر "ایال" بول چال میں ہے۔
۲۔ ہاڑ، ہڈی، ڈھانچا۔

[۱۰۹ الف]

کہتا ہے ہے خوزادہ[۱] زینِ عبا
باپ بن دیکھ مجھ کوں کیا کہیگا
میں جواب اوس کا دے سکوں گا کیا
نارسا ہوں ہوا رسا خنجر

جب دیکھے گا باپ کوں مجھ پر
دل ہوں کیا اوس کے گزریگا آکر
مجھ کوں کہنی حقیقت ہوئی دوبھر
زرد رو کر کے لے چلا خنجر

گھر کی بیبی کوں کیا دیونگا جواب
دیکھی جب خالی میرا زین رکاب
کس روش دونگی میں حساب کتاب
نقد جاں اوس کا جوں لیا خنجر

جاؤنگا میں جو خاصی ڈیوڑھی پر
کیا کہیگا مجھے وو عالی در
جس پہ خواوند اُتر سدھارتھا گھر
اب وو خواوند لے لیا خنجر

خیمہ جوں دور سے نظر آیا
لوہو آنکھو[اں] میں اپنی بھر لایا
مار چنگھاڑ حیف جو کھایا
سینہ پھاٹا گویا چُو بھا خنجر

۱۔ خوزادا : خزادہ ، خواجہ زادہ کا مخفف ۔ صاحب زادہ ، سردار ۔ انیس کا مصرع ہے ۔

اسوار ہوا جب وہ دو عالم کا خوزادہ

اس کا املا دونوں طرح یعنی خزادہ اور خوزادہ صحیح ہے ، لیکن واو سے لکھنا بہتر ہے (نوراللغات ۲ : ۴۹۰)

لوہو مونہہ سے ٹپکتا بکر اس ،
آیا ڈھونڈتا سر اپنا خیمہ پاس
رڑتے کے دشت میں ل دبے وسواس [۱۵۹ -]
کیا فریاد بھیجا جبر

لوٹا اسے خیمے والوں کا دھنی
چل لیا اوس موں اور خنجر میں بنی
اس کے علقوم پر خنجر کی انی
اڑی اور دم کوں لے گیا خنجر

ہائے زین العبا ترا بابا
تجھ کوں کہہ کر سلام کوچ کیا
خنجر اوس حلق سیتی پیر گیا
اوس کی قسمت کہاں کا تھا خنجر

سن پیام یتیمی اے سجاد
ظلم کی اوستوار او کھٹی بنیاد
خانہ ویراں ہوا ز ظلم و فساد
گھر کوں برباد کر چکا خنجر

ماں کوں کہہ لیوے سر اوپر چادر
رانڈ ہوئی ہائے اب تیری مادر
اوس کا رکھے خدا ہی اب آدر[1]
اب تو آدر نہیں رکھا خنجر

موا اوس سر سے اوس کا گھر والا

۱۔ آدر۔ عزت۔ نوراللغات (۱: ۸۰) میں ہے۔ آدر: سنسکرت۔ مذکر: عزت، آؤ بھگت، خاطر تواضع۔ (طبع دوم کراچی ۱۹۵۸ء)

اوس کے تئیں اب لاتوں رنڈ سالا[1]
شمر کا یارب ہووے مونہہ کالا
اوس کا گھر گھالا[2] دیا خنجر

[۲۰۰ الف]
پھوپھیوں کوں اسلام نا باکا
کہ کے کہیو تمہارا بھائی کہا
اے اماں جائیو مجھے اس جا
بن کا مہمانِ لب کھا خنجر؛

چاہتا تھا میں سارا دکھ اپنا
تم کوں لکھ بھیجوں ہاتھ ڈو نہیں کٹا
پھر زبانی کہا میں چاہے تھا
فرصت اوس کی کب نہیں دیا خنجر

لیک تم کوں تمہاری بھاوج کوں
میں نے سونپا خدا کنے دل موں
پر سکینہ بچی سیتی جوں توں
با خبر رہیو مجھ ملا خنجر

ذوالجناح یہ پیام کہتا تھا

۱۔ رنڈ سالا (ھ) مذکر: وہ لباس جو عورت کو بیوہ ہونے پر شوہر کے ماتم میں پہناتے ہیں۔ ہندوستان کی رسم ہے کہ جب عورت بیوہ ہو جاتی ہے، تمام کنبے کی عورتیں جمع ہو کر سفید جوڑا پہناتی ہیں اور چوڑیاں وغیرہ جو سہاگ کی چیزیں کہلاتی ہیں توڑ ڈالتی ہیں (نور اللغات ۳ : ۲۰۰) طبع لکھنؤ ۱۹۲۹ء

۲۔ گھالنا، برباد کرنا، گھر گھالنا، کسی کا گھر تاراج کرنا۔ جرأت کا شعر ہے:-

ابھی تو تم نے پردے ہی میں اک عالم کا گھر گھالا   مجھے یہ فکر ہے صورت دکھاؤ گے تو کیا ہوگا

جان صاحب لکھتے ہیں:-

پیٹ سے پاؤں اگر ایسے نکالوں میں بھی   ایک کیا دیکھنا گھر سینکڑوں گھالوں میں بھی

سن کے عابد نے ذوالجنح کی صدا
دوڑا گھر سے جوں باہر آپہونچا
سن لیا ظلم پُر جفا خنجر

پھر دیکھا ذوالجنح پہ باپ نہیں
ہائے خالی ہے اوس کا خانۂ زیں
دل میں اپنا کیا کمال یقیں
کیا بے شک ہُو ونا آشنا خنجر

مُونہہ سے بے اختیار نکل گیا
ذوالجنح کیا ہوا مرا بابا
ذوالجنح سُن یہ حرف رُو کے کہا [۲۰ ب]
ہو گیا اوس سے آشنا خنجر

اک تو آگے ہی رنگ باختہ تھا
تس پہ گھوڑے سے یہ سونانی[۲] سونا
مُونہہ پہ پھر گئی ہوائی رُسن ہو گیا
دل پہ گویا کوئی مارا خنجر

القصہ جب اہلِ حرم ذوالجناح کی آواز سونی، سر پاؤں ننگے خیمے سے باہر دوڑے۔ آہ، گھوڑا دیکھے اور سوار نہ دیکھے۔ فریاد وا ویلا و واحسینا اوٹھا۔ کہے "اے ذوالجناح، خواوند ہمارے کوں کیا کیا، اور جیسا کہ لے گیا تھا، کیوں نہ لایا؟ اور کیونکر دل تیرے نے یاری دی کہ اوسے دشمنوں میں چھوڑا؟" مؤلفہ

۱۔ اصل نسخے میں اسی طرح ہے۔ "اپنے" ہونا چاہئے۔
۲۔ سونانی، سنانی، سناؤنی: پردیس میں موت کی خبر کرنا۔ جرأت کا شعر ہے۔

پہ اپنے نوشتہ سے یہ خطرہ ہے کہ واں سے — تیری نہ سنانی کہیں اے نامہ بر آئے

ہندو بیشتر سناؤنی بولتے ہیں۔ سنانی: خبرِ مرگ (محاورۂ رنگین)

کیا کیا وارث ہمارے کوں اے پیارے ذوالجناح — اوس دکھیدے[1] پر ہوا کیا اے دکھیارے ذوالجناح
موں ہے تیرا کس کے لہو سے سُرخ ہے توں ہم سے کہہ — لال کس کے لہو سے تجھ بال سارے ذوالجناح
کیا مگر عابد، سکینہ، فاطمہ ہو گئیں یتیم — ان کا بابا مر گیا کیا اے ہمارے ذوالجناح
[۳ الف] کس جگہ بیر کوں چھوڑ آیا ہمیں دے سر کیا — ہم بیچاریاں کیا کریں اب [اے] بیچارے ذوالجناح
لے گیا تھا جس روش کیوں لے نہ آیا دُو ہمیں توں — اوس بنا ہم ہوئیں آواریاں[2] اے آوارے ذوالجناح

آہ وہ سب دکھیاریاں روتیں تھیں، اور ذوالجناح بھی سر تلے ڈالے ہوئے کھڑا روتا تھا، اور موں اپنا حضرت زین العابدین کے پاؤں پر ملتا تھا۔ ابوالموید[3] لکھے ہے کہ ذوالجناح نے اپنا سر زمین پر ٹپکا کر مر گیا، اور ابوالمفاخر[5] لکھے ہے کہ جنگل کی راہ لیا۔ اور ایک روایت ہے کہ شہربانو کوں بیچ اوپر چڑھا لے گیا[6]۔ لیکن شمر لعین حضرت کوں شہید کر سب مردوداں[7] ساتھ اینچ[8] تیغ و تبر خیمۂ عصمت اور پردۂ طہارت میں دھسنا اور ہاتھ لوٹ کا

۱۔ دکھید — (پنجابی) یعنی دکھیا، دردرسیدہ، مصیبت زدہ۔

۲۔ آوارہ فارسی بمعنی سرگرداں، پریشاں ہے۔ اردو میں جو مفہوم اب عام ہے، یہ بعد کو پیدا ہوا۔ فارسی ترکیبوں کے ساتھ جب بطور لاحقہ آتا ہے تو آوارہ کا یہی مفہوم ہوتا ہے، جیسے آوارہ مزاج، لاابالی، آوارہ وطن، غریب الوطن، مسافر۔

۳۔ ابوالموید موفق بن احمد خوارزمی جو اخطب خوارزم کہلاتے ہیں، زمخشری کے شاگردوں میں ہیں۔ حضرت علی اور اہل بیت کے مناقب میں ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ جن میں مناقب امیرالمومنین علی اور مقتل الحسین بہت مشہور ہیں۔ ان کا سال وفات ۵۶۸ھ ہے (لغت دہخدا ۹۷۸۱)

۴۔ روضۃ الشہدا ۲۸۰

۵۔ ابوالمفاخر رازی عہد سلجوقی کے شعرا میں سے ہیں۔ دولت شاہ نے اپنے تذکرے میں ان کا ذکر کیا ہے اور اہل بیت کے مناقب میں انہوں نے جو قصیدے لکھے ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ شیخ حر عاملی کی امل الآمل (دار الکتب) ۳۰۷ میں بھی ان کا ذکر موجود ہے، قاضی نوراللہ شوشتری نے مجالس المومنین میں ضمن شعرائے فارسی ان کا تذکرہ کیا ہے۔ کاشفی نے بھی روضۃ الشہدا ۳۰۰ (طبع نول کشور) میں ان کے فارسی شعر نقل کیے ہیں (اس اطلاع و دیگر حوالوں کے لیے راقم جناب [illegible] صاحب کا ممنون ہے)

۶۔ روضۃ الشہدا میں شہربانو کو چڑھا کے لے جانے کا ذکر نہیں۔

۷۔ اصل: مردودن، "مردوداں" قیاسی تصحیح (اگرچہ ہندی قاعدے کے مطابق جمع مردودن بھی درست ہے)

۸۔ اینچ لینا: کھینچ لینا، نکال لینا۔ اب فصحا کھینچنا ہی بولتے ہیں۔

چڑھا، سب متاع وزیور اور بیبیوں کے سروں سے چادریں لے، خیموں کو آگ دیا اور جو کچھ کہ خیموں میں پایا، لوٹ لیا، حتیٰ کہ گوشوارے لڑکیوں کے کان سے اور گوجریاں بیبیوں کے پاؤں سے اینچ لیے۔ آہ، کلثوم کے کان سے اس طرح کرن پھول اینچے کہ کان پھٹ گیا اور لہو بہا۔ تب بیبیاں دکھیا، عریاں، بچوں سمیت سر پاؤں ننگی خیموں سے باہر بھاگیاں۔ [۱۰۱ ب]

فاطمہ چھوٹی بیٹی امام کی نے روایت ہے کہ میرے پاؤں میں دو گوجریاں[1] سونے کی تھیں، ایک ملعون آ لینے لگا اور رونے لگا۔ میں ڈرتے ڈرتے کہی "اے دشمنِ خدا، گوجریاں تو اتارتا لیکن کیوں روتا؟" ملعون کہا: "کیونکر نہ روؤں، رسولِ خدا کی بیٹی کوں لوٹتا ہوں۔" میں کہی کہ "اگر توں مجھے دخترِ رسولِ خدا جانتا، پس کیوں ظلم کرتا؟" کہا: "اس واسطے کہ اگر میں یہ گوجریاں نہ لوں، پس کوئی اور لے گا، تس سے بہتر ہے کہ میرے ہی کام آ دیں۔" آخرکار وہ ملعون گوجریاں میرے پاؤں سے مروڑ لے گیا، اور میں درد سے بیہوش، حیران خیمے کے دروازے پر کھڑی تھی، اور باپ بھائیوں کی تو بھیں خاک و خون میں پڑی دیکھ رو رو، دل میں کہی کہ "آیا ظالم ہم سے کیا کریں ــــــ مار ڈالیں یا قید کرنے جاویں"۔ اتنے میں ایک سوار پیدا ہوا[3] اور میری ماں، بہنوں، پھوپھیوں کی پیٹھ پر نیزہ مارنے لگا۔ میں ڈر کر پھوپھی زینب سے پہنچی کہ اس ملعون نے بھال نیزے کی میرے شانے پر چبھائی اور میں چیخ مار، لوتھوں پر گری۔ ملعون نے کان میرے سے چیر کر کرن پھول[4] اور اوڑھنا[5] میرے سر کا لے گیا۔ میں بیہوش ہوئی۔ پھر ہوش میں آ، دیکھی کہ سب گھر جلا اور اسباب لوٹا، بھائی زین العابدین بیماری اور پیاس سے زمین پر لوٹتا اور روتا[2]۔ [۱۰۱ الف]

۱۔ گوجری: پاؤں کا ایک زیور (پنجاب: ۹۲۰)۔ فارسی متون (جلاء العیون، نسخہ) میں اس جگہ خلخال کا لفظ استعمال ہوا ہے جو اسی مفہوم کو ادا کرتا ہے۔

۲۔ مجلسی (جلاء العیون، باب ۵، فصل: ۵۱)

۳۔ پیدا ہونا فارسی محاورت (پیدا شدن = ظاہر ہونا) کا ترجمہ ہے۔ اردو میں ظاہر ہونا، آشکار ہونا ہی زیادہ مروج ہے۔ لیکن پیدا ہونے کی بھی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں:

وہ بال کھول کے کرتا ہے مانگ پوشیدہ　　　نہیں تو رات کو ہوتی ہے کہکشاں پیدا

۴۔ کرن پھول: کان کا ایک زیور جو کہیں کہیں ہندوستان میں اب بھی مستعمل ہے۔

۵۔ اوڑھنا: اوڑھنے کی چیز جیسے چادر، دولائی، لحاف۔ عموماً بچھونے کے ساتھ مستعمل ہے، تنہا نہیں بولتے (نوراللغات ۱: ۴۴۱)

نورالائمہ[1] لکھے ہے کہ اوس وقت عرشِ عظیم لرزا، اور کرسیِ وسیع ہلی. آہ، تب شمرِ ملعون چاہا کہ زین العابدین کوں بسترِ بیماری پر مارے. حمید بن مسلم[2] نہ مارنے دیا[3]. لیکن شمر نعرہ مارتا تھا کہ اقتلوا هذا الصبی الذی علی الفراش، یعنی مارو اوس لڑکے کوں اس کے بچھونوں ہی پر. پھر عمرِ نحس نے سرِ امامِ مظلوم کا خولی[4] لعین کوں سونپا ابنِ زیادِ ملعون پاس بھیجا، اور آپ دوسرے دن اپنے لشکریوں پہ کہ جہنم واصل ہوئے تھے، نمازِ جنازہ پڑھ، دفن کیا؛ اور آہ، بدنِ امامِ مظلوم کا اور تمام شہیدوں کے اسی طرح خاک و خون اور دھوپ میں چھوڑ گیا. تیسرے دن اہلِ حرمِ محترم کوں سر و پا برہنہ اونٹاں بن پالان پہ سوار کر لے چلا، اور زین العابدین سے بیمار اور رنجور کوں طوق و زنجیر کر، بجائے ساربان مُہار[7] ہاتھ دیا. جوں گذر اون کا قتلگاہ پہ ہوا، ستھراؤ[8] شہیدوں کی لوتھوں کا خاک و خون میں دیکھا. شور واویلا و واحسینا اون کا عرشِ بریں کوں پہنچا. ناگاہ انکھ زینب کی [۲۰۱ ب]

١. نورالائمہ خوارزمی، زمخشری کے شاگرد وا ... غالباً امام حسین کی شہادت پر انھوں نے ایک کتاب لکھی تھی. ملا حسین واعظ کاشفی نے متعدد جگہ ان کا حوالہ دیا ہے. ص ٢٧٦، ص ٢٨٥.

٢. روضۃ الشہدا : ٢٨٩

٣. حمید بن مسلم ازدی. واقعاتِ کربلا کے راویوں میں ہے. جمہور کا قول ہے کہ وہ ابنِ زیاد کے لشکر کے ساتھ موجود تھے. مختار ثقفی نے جب قاتلانِ حسین و شرکائے لشکرِ عمر بن سعد کی گرفتاری شروع کی تو حمید کی بھی تلاش شروع ہوئی لیکن وہ کوفے سے فرار ہو گئے. حالات الطبری. تاریخ ٧ : ١٢٥ ؛ بلاذری. انساب الاشراف ٥ : ٢٤٠ اور ذہبی : میزان الاعتدال (١ : ٢٨٩) میں دیکھے جا سکتے ہیں. جناب علی نقی النقوی نے "شہیدِ کربلا" میں لکھا ہے کہ ان کا روزِ عاشور کربلا میں وجود ہی نہ تھا. جناب سید سبط الحسن صاحب نے (العلم ٥ / ٤ ، ١٩٦ ص ١٩) میں ان کے وجود کے دلائل دیے ہیں اور اس موضوع پر ایک مفصل مضمون لکھا ہے.

٤. روضۃ الشہدا : ص ٢٨٢، ٢٨٨، الخوارزمی : مقتل الحسین : ٢ : ٣٨.

٥. روضۃ الشہدا : اقتلوه علی فراشہ.

٦. خولی بن یزید الاصبحی.

٧. اصل : مُہار (بضم میم) جیسے نور اللغات میں غلط و بکسرِ اول صحیح لکھا ہے. زبانوں پر بضمِ اول ہے. برہان میں بفتح اول لکھا ہے اونٹ کی نکیل.

٨. ستھراؤ : مقتولوں کا ڈھیر، قتلِ عام. ہند کا شعر ہے،

ستھراؤ تیغِ ابروئے خمدار نے کیا ۔۔۔ میدان صاف یار کی تلوار نے کیا

بھائی کی لوتھ پر پڑی۔ بے اختیار آہ مار، بولی: "واجدّاہ، واحمدّاہ! یہ حسین تیرا ہے کہ بوسے اوس کے موںہہ پر دیتا تھا۔ اور موںہہ اپنا اوس کے سینہ پر ملتا تھا؛ سو حسین تیرا آن خاک و خون میں سر جدا پڑا ہے[1]۔ اور ڈاڑھی اوس کی لہو سے خضاب، موںہہ لہو سے لال ہے۔" یہ کہہ اپنے تئیں اونٹ سے تلے گرا، بھائی کے لہو میں لوٹ، لوتھ کوں گلے لگا، کہا: "اے بھائی، زینب سیاپا[2] والی اور تیری بلا لے، نہ مرتی۔ اے شاہ بیکسوں کے، اور اے وارث بے یاریوں کے!" [۲۰۳ الف]

مرثیہ من کلام مؤلف

میں کاٹے تی تجھ سا کے تیجے رنڈا یا
رنڈاپے موں قسمت ہوا تجھ سیاپا
جوانی کی راکھ میں کتا بوڑھاپا
بوڑھاپے میں تئیں یہ خرابی اب آئی

نہ اب سر پہ ماں میری خیر النسا ہے
نہ نانا نہ بابا نہ عموں چچا ہے
نہ اس دو کھ میں کوئی بھائی خویش اقربا ہے
نہ [ہے] اس بپت میں خدیجہ سی نانی

پڑی بند[3] میں شامیوں کے اے بھائی
انھوں نے مرے ہاتھاں زنجیر پہنائی
مجھے قید و زنجیر سب ان کی بھائی[4] [۲۰۳ ب]

۱۔ ساری تفصیلات روضۃ الشہدا ۲۸۸ میں موجود ہیں۔

۲۔ سیاپا: نالہ و شیون، بین جو عورتیں کسی کی موت کے وقت کرتی ہیں (ان معنوں میں زیادہ تر پنجابی میں مستعمل ہے)

۳۔ بند: قید، حبس، حوالات، آتش کہتے ہیں

دل بے تاب کو کیجیے جو سیماب میں بند

۴۔ بھائی: اچھی لگی، دل کو بھلی معلوم ہوئی۔

ہوئی دو بھر دلے تیری گردن کشائی

دوم گر ہے افسوس بیستری کا ہے
نہ چادر ہے سر پہ مونڈاسا[1] کھولا ہے
نہ لتا گزی[2] کا بھی سر پہ رہا ہے
کہ جس سیتی مونہہ ڈھانک رووں نہانی[3]

مجھے داغ بالائے داغ بلا ہے
مرا سینہ جل بل کے خاک ہو گیا ہے
زمیں سخت دور آسماں جا پڑا ہے
زمیں پھاٹے تو اب سماؤں ہو فانی

دیکھاؤں کسے داغ میں اپنے دل کے
کہ مارے لعیں تجھ سے بھائی کوں مل کے
رہے جوں گل لالہ تجھ زخم کھل کے
ملا مائی ٹموں چہرہ ارغوانی

ترے باغ کا نونہال ہائے اکبر
دیکھاؤں کسے داغ اس کا میں دل پر
اٹھارہ برس کی کمائی کوں دے کر
بجھاتی ہوں وہ پچھپائی[4] جوانی

چھ مہینے کا وہ دودھ کا ہائے کھویا[5]

۱۔ مونڈ: سر، ماتھا۔ مونڈاسا یہاں سر کے معنی میں استعمال ہوا ہے (منڈاسا: پگڑی۔ دستار)

۲۔ گزی: ایک قسم کا موٹا کم قیمت سوتی کپڑا۔

۳۔ نہانی، پوشیدہ، مخفی۔

۴۔ پچھپانا: پورا، بھرپور، مکمل (پلیٹس: ۱۰۰۵)

۵۔ کھویا (پنجابی)، کمزور، نازک جسم (عموماً چھوٹے شیرخوار بچوں کے لیے مستعمل ہے)

لعیں سنگ دل اس کا جیوڑا[1] بھی کھویا
جگر او نت تا لوہو پیو دہ نہ رویا (؟)
سدھارا کیا اتنی ہی زندگانی

[۷۰ الف]
ہوا ہین شادی موں ناشاد قاسم
بھتیجا دا تیسرا داماد قاسم
کیے سر جدا اوس کا فریاد قاسم
مٹی ہوئے بھائی حسن کی نشانی

لگا ہے جو داغ اوس دولھن کے سینہ پر
میں اوس داغ کا عکس دیکھلاؤں کیونکر
کر بیٹھا ہے مجھ داغی چھاتی کے اوپر
صد افسوس اوس[2] رائگاں شادمانی

مرے بیٹے دو بھانجے تھے جو تیرے
تصدق ہوئے تجھ پہ میں بھی ہوں صدقے
اونھوں کے بھی دو داغ مجھ دل پہ لاکے
ولے تجھ سا اب داغ کاری نہ جانی

پڑا تھا جو سجاد بیمار کب کا
سو آج اوس کی بھی موت حاضر ہوئی [آ]
ہے جھورمٹ اب اوس پر ترے قاتلوں کا
اوس حق کیا کرے گردش آسمانی

سفارش سکینہ کی جو کر مُوا تھا
چھوپائی اوسے بھی لے پھرتی میں دکھیا

۱۔ جیوڑا: جی، دل، جان۔
۲۔ یعنی اس کی۔

ڈو بابا موئی کرتی ہے بابا بابا
اوسے کیونکر سمجھاؤں نہیں [ہے] سیانی[1]

دوکھیاری شہر بانو کی دوکھیا بھائج
اوس اوپر بپت[2] بائے بیتی ہے اچرج[3]
بھلی کوکھ او رمانگ لوٹی یو سُدھ تج
نگھر[4] پھرتی ہے گھر کی بیبی سوانی[5]

میں یہ کھاتی ہوں زہر کے اب نوالے
لعیں باپ مارے کا بیراب نکالے
پڑے ہینگے سینہ سوں یہی داغ کالے
اودھر ان غموں میں ہے کلثم دیوانی

[۴۴ ب]

بھلا سن مری اے بپت آئے بھائی
جہاں ہاتھ دھوئے کتی وہ تیری دائی
وہاں سدتے ہوئی مجھ سی اماں جائی
مجھ اوپر مصیبت جو کتی سو بہانی[6]

لکھی ہینگی جو اور سو سب سہونگی
نصیبوں کے لکھے پہ شاکر رہونگی

۱۔ سیانی: دانا، سمجھدار۔

۲۔ بپت: دکھ، مصیبت ع

کہی آنکھوں نے دل سے، دل نے آنکھوں سے بپت ساری

۳۔ اچرج: (ہندی) حیرت، تعجب (سنسکرت: آشچریہ)

۴۔ نگھر: بے گھر۔ امیر مینائی نے نگھرا لکھا ہے:

دیکھوں اب خانہ خرابی تجھے لے جائے کہاں — نگھرا کرکے تو ہیں آپ سدھارے گھر کو

۵۔ سوانی (پنجابی) جوان عورت (بالعموم اچھے گھرانے کی)

۶۔ بہانی (پنجابی) گذری، بیتی، بسر ہوئی (یہ لفظ واؤ کے ساتھ وہانی بھی بولا جاتا ہے)

پر اب لوتھ تیری کے دوکھ میں جلونگی
کہ میت کی جس کوں نہ ملتی پنھائی[1]

نہ گور و گڑھا ہیگا اس لوتھ کوں اب
نہ کفنانے کا یاؤتے ہونگے کچھ ڈھب
یہ دن کی ہے دھوپ اور شب کی ہے اوس اب
کرے کون اس لوتھ کی پیسبائی[2]

ہوئی اس گوشت اس پوستی کون حالت
کون اوّل منزل اس کوں پہونچاوے رکھ پت[3]
بعینہ ہوئی ہیگی اب وہی کہاوت
گہنے چاؤ جن کوں، تنہے دوکھ کلائی[4]

[۱۰ الف] رجسے کرتہ جبرئیل جنت سوں لاوے
جسے مصطفیٰ دوش اوپر چڑھاوے
سو اُمت سے وہ اب کفن بھی نہ پاوے
یہ جائز رکھے ہیگا کوئی بھی گبائی

کرے تس کہ جد حق کی سب کوں ہدایت
گنہ سب کے بخشاوے روز شفاعت
سو تس کے نواسے پہ ہوئے یہ سیاست[5]

۱۔ پنھائی۔ لغت میں نہیں ملا، یہاں مراد پیراہن یعنی کفن سے ہے۔
۲۔ یعنی پاسبانی، رکھوالی۔
۳۔ رکھ پت۔ یعنی باعزت، باوقار طریقے پر
۴۔ یعنی جسے گہنا (زیور) پہننے کا شوق (چاؤ) ہے، اسی کی کلائی میں بوجھ کے مارے درد بھی ہوگا۔
۵۔ سیاست، سختی، دہشت، سخت گیری۔ صبا لکھنوی کا شعر ہے:

عوض اللہ اس کا محشر میں حشر کے لیگا   کریگا جو سیاست حاکم ظالم رعیت پر

گنہ لازم ہوئے نیکی برباد جانی

نہ قدرت ہے مجھ کوں نہ وسعت کہ کھول ہوں
جو کفنا کے تجھ کو زمیں بیچ سونپوں
کروں تیری آب آتش ماتم لے بیٹھوں

نہ یا در ہوں تجھ قبر کی جا ودانی

تجھے مار کر بھی نہ شمر ہاتھ اوٹھایا
ترے گھر میں بستے رہے گھر کوں لوٹایا
ہمارے لے جانے کا ساماں منگایا

نہ چھوڑے ہے اب لگ وو آپ اپنی مانی[1]

اے مظلوم اگرچہ میں جاؤنگی قیدی
ولے فکر تجھ لوتھ ہی کی رہیگی
کہونگی یہ ہر دم کہ کیا اوس پہ بیتی

نہ چادر ہی پائی نہ اوس پر ہے تانی

بھلا اب تو ناچار جاؤنگی یہاں سوں
ولے رہیگا جیو تیرے کول و گڑھے مول (؟)
کہ کروں تیری آب آتش گور و کفن کوں [۷۰ ب]

جو حق لا دے پھر لادے پھر دانہ پانی

ولے جانتی ہوں جو حق پھر کے لاوے
تو تب لگ تو ماس[2] اس کا گل اتر جاوے
رہیں استخواں میں[3] جو حق ہی بچاوے

۱۔ یعنی اپنی من مانی۔
۲۔ ماس یعنی گوشت۔
۳۔ اصل متن میں یونہی 'میں' لکھا ہے، لیکن یہاں محل 'بھی' کا ہے۔

بھٹکتی رہے تجھ سوں میری روحانی[1]

تو تب استخوانوں کو بی چن میں دکھیا
یہاں گاڑوں گی ہڈیوں کی قبر پر جا
سدا جھاڑوں گی پلکوں پیتی یہ صحرا

کہ اس جاپڑا ہے تیرا لوہو پانی

دیا لے کے انن استخوانوں کوں یہاں سے
مدینہ میں جاؤں گی نانا کے روضے
کہوں گی اے جد تجھ نواسے کوں لے کے

اب آئی ہوں گی عقل و سدھ سے ایانی[2]

جہاں تم کر رکھیں یہ استخواں واں
رکھوں گی وہاں جد کا جہاں ہووے فرماں
وہیں بیٹھوں گی کر فتیری [illegible]

وہیں بیٹھوں گی سب سے ہو کر بگانی

سکون نے توڑا ابو ری مجھ کمائی (؟)
دیکھی آنکھ بھر لوتھ اور روتی آئی

۳ ________________

نہ تجھ شیر کی کرنے پائی شبانی

یہی بین کرتی تھی زینب بچاری
/بچاری دکھیاری دو بیٹوں کی ماری [۲۰۹ الف]

---

۱. روحانی بمعنی روح، ان معنوں میں صرف فضلی ہی کے یہاں دیکھنے میں آیا۔

۲. ایانی = اجانی (الف نافیہ) بمعنی نادان، انجان۔ (پنجابی میں آج تک انھیں معنوں میں مستعمل ہے۔ یہ لفظ سیانی کی ضد ہے)

۳. اصل میں یہاں کا مصرع کتابت ہونے سے رہ گیا ہے۔

کہ دوڑے تہک۱ شامی سب ایک بارگی
پڑے ٹوٹ جیسے بلا آسمانی

کھی لاشے سے چمٹی ہوئی روتی زینب
چھوڑائے وو بیدرد زور آوری تب
کہے، ہائے، زینب مجھے بھائی ہے سب
نہ کہنے دیئی اپنی بیتی کہانی

بھلا اے مرے بھائی اماں کے جائے[۲]
مجھے تیرے لاشے سے ظالم چھوڑائے
تو ڑا بہن بھائی کوں کیا پھل وو پائے
کی کیا دولت حاصل وو کیا کامرانی

اے بھائی بہن جاؤنی قیدی ہوکر
تراحافظ اللہ اے مجھ برادر
اگرچہ ہو بیبس چلی تجھ[۳] سے خواہر
بسیگی ولے تجھ موں میری روحانی

آہ، تب سکینہ سی معصوم بیخبری دوڑ، باپ کی لاش کوں چمٹی، اور سب کوں روتا دیکھ، رونے لگی. واویلا ظالم بیرحم اوس معصوم کوں بھی کھینچ، باپ کے تن سے جدا کیے، اور سبھوں کوں اپنے اپنے اونٹوں پر چڑھائے.

[۲۰۶ب] حضرت زین العابدین فرماتے کہ جب قتلگاہ پر میرا گذر ہوا، اور پدر بزرگوار کوں بمع

۱۔ یعنی تیزی سے.

۲۔ جایا: بیٹا ع
یہ کہہ کے جو سر کا اسد اللہ کا جایا (انیس)

۳۔ اصل میں 'مجو' ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے.

عموںؑ وبرادراں شہید دیکھا کہ خاک و خون میں پڑے ہیں اور کوئی اون کے گور و گڑھے کا متوجہ نہیں، ایسا حال مجھ پر گزرا کہ مرغِ روح میرے آشیانِ بدن سے پرواز کرے، لیکن تقدیر نہ تھی.

القصہ[2] عمرِ ملعون نے وہاں سر سب شہیدوں کے تنوں سے کٹوا لیے[3] کہ سر اصغرِ معصوم کا بھی؛ اور سب اس تفصیل بانٹا: بائیس سر ہوازن[4] کو سونپے، اور چودہ سر حصین بن نمیر[5] کوں، تیرہ سر قیس بن اشعث[6] کوں اور بارہ سر ثقیف کوں، چھ سر ہلال بن اعور[7] کوں اور پانچ سر قبیلۂ بنی اسد[8] علیہما و علیہم اللعنہ کوں سونپ، طرف کوفہ رواں ہوئے. اور سرِ امامِ مظلوم کا آگے ہی خولیِ ملعون کے ہاتھ بھیجا تھا.

راوی لکھے ہے[9] کہ خولی خونی اوس سرِ مبارک کوں لا، اپنے گھر اترا؛ لیکن جورو اوس کی دوستدارِ اہلبیت کی تھی؛ [۲۰۰ الف] خولی نے اوس سے ڈر، وہ سر چھپا کر، تنور میں رکھا. لمؤلفہ

۱۔ عموؔ: چچا۔ فارسیوں نے عمؔ پر واوؔ کا اضافہ کیا ہے. کبھی پیار سے عموؔ جان بھی کہتے ہیں (نور اللغات ۳: ۵۶۳) فارسی میں میم کی تخفیف سے بھی آیا ہے. مثلاً مولانا روم لکھتے ہیں:

جاں تجھ نزدیک و تو دوری ازو   قربِ حق را چوں بدانی اے عمو

۲۔ روضۃ الشہداء: ۲۶۸۔

۳۔ جن شہدا کے سر قلم کیے گئے تھے، ان کی تعداد ابن طاؤس نے ۷۸ لکھی ہے اور تقسیم اس طرح بتائی ہے. قبیلہ کندہ کے ۱۳، ہوازن کے ۱۲، تمیم کے ۱۷، بنو اسد کے ۱۶، مذحج کے ۷، اور بقیہ قبیلوں کے ۱۳ (اللہوف: ۶۲)

۴۔ روضۃ الشہداء میں "ہوازن" اور یہی صحیح ہے. ان کا سردار شمر بن ذی الجوشن تھا.

۵۔ حصین بن نمیر سردار قبیلہ بنو تمیم کا تھا. حالات کے لیے دیکھیے ذہبی: میزان الاعتدال (۱: ۲۵۹)

۶۔ سردار قبیلۂ کندہ.

۷۔ سردار بنی اسد، روضۃ الشہداء (طبع تہران ۱۳۳۴ شمسی) میں ہلال بن اعور. اصل میں بلال جو ہلال کی تصحیف ہے.

۸۔ روضۃ الشہداء: قبیلہ ازد.

۹۔ روضۃ الشہداء: ۲۸۸۔

لے جو سر زنت پڑا تھا چاؤ سوں
گود میں آ جد کی تِس کوں داؤ سوں
شمر کاٹا اب خنجر کے گھاؤ سوں
تکیہ گہ اوس سر کا اب تنور ہے

جو رُو نے پوچھا کہ اِتے دن کہاں تھا. کہا ایک شخص یزید سے باغی ہوا تھا، اوس سے لڑنے کوں گئے تھے. وہ چپ ہوئی، اور کھانا لائی کہ وہ زہر مار کر سویا. لیکن اس عورت کی عادت تھی کہ آدھی رات کوں نماز تہجد پڑھتی. اوس رات بھی اوٹھی، اور اوس گھر میں کہ تنور تھا، دیکھی کہ ایسی روشنی ہوئے ہے، گویا سو ہزار شمع و مشعل روشن کیے. تعجب کر کہی: سبحان اللہ نہ میں اس تنور میں آگ رکھی، اور نہ کسو کوں کہی. یہ روشنی کہاں سے ہوئی.

[۴۷ ب] اس حیرت میں تھی کہ نور اوس تنور سے آسمان لگ پہونچا تعجب اوس کا زیادہ ہوا. یکایک دیکھی کہ چار عورتیں آسمان سے اُتر تنور پر آئیں. اون میں سے ایک نے سر تنور نکال، چومی اور چھاتی سوں لگا، کہی: اے شہید ماں کے اور اے مظلوم ماں کے! حق تعالیٰ انصاف میرا تیرے کُشندوں سے قیامت کوں لیوے، اور جو نہ لیوے، تو ہاتھ قائمہ عرش سے نہ اوٹھاؤں، جب لگ کہ داد اپنی نہ پاؤں! اور وہ تینوں بیبیاں روتیں تھیں. لمؤلفہ

اے دکھیا رو کے دکھیا رے اے غریب!
تجھ کوں کبی چھوڑے نہ آخر یہ رقیب
صبر میرا بھی پڑے گا عنقریب
حق تعالیٰ حاکم و غیور ہے

ہائے اے مظلوم مادر ہائے ہائے
رونے آئی تجھ پہ مادر ہائے ہائے!
سر ترا تنور اندر ہائے ہائے
رن میں تجھ تن زخموں سیتی چور ہے

[۴۸ الف] آہ، پھر اوس سر کوں تنور میں رکھ، غایب ہوئیں! تب جورو خولی کی اوٹھی، اور اوس سر کوں تنور سے نکال، بجھا کر دیکھی. پہچانی کہ سر امام حسین کا ہے، آہ ماری، بیہوش ہوئی. پھر جب ہوش میں آئی، ہاتف نے آواز دی، اوٹھ

کہ تجھے تیرے خصم کے گناہ سے نہ پوچھیں، تب ہاتف سے پوچھی، یہ چار عورتیں کون تھیں کہ تنور پر آ، روئیں؟
ہاتف نے آواز دی کہ جن نے سر تنور سے باہر نکال چھاتی سوں لگا، روئیں حضرت فاطمہ تھیں، اور دوسری
ماں اون کی خدیجۂ کبریٰ، تیسری ماں مریم عیسیٰ کی، چوتھی آنسیہ[1] جورو فرعون کی۔ پھر وہ عورت کسو کی آواز
نہ سونی، اور اوس سر کوں چوم، مشک و زعفران و گلاب سے دھوئی اور خوشبوئیاں و کافور مل گیسوؤں کوں
کنگھی کی اور ایک جائے پاک میں رکھ خصم کوں جگا، پوچھی، اے ملعونِ دون، یہ سر کس کا لا، توں تنور [۲۰۸ ب]
میں رکھا؟ یہ تو فرزند رسول خدا کا سر ہے۔ او بکہ زمین و زمان روتے اور فوج فوج فرشتے زیارت کوں
آ تجھ پر لعنت کرتے ہیں، بیزار تجھ سے اس جہان اور اوس جہان میں۔ کچھ پیاد[2] سر پر لے، گھر سے باہر چلی۔
ملعون کہا، کہاں جاتی اور میرے بچوں کوں یتیم کرتی؟ جواب دی کہ توں رسول خدا کے بچوں کو یتیم کیا، اگر تیرے
بچے ہوئیں، تو ڈر کیا! آخر وہ نیک بخت گئی، اور کوئی نشان اوس کا نہ پایا۔ لیکن جوں صبح ہوئی، خولی خونی
اوس سر مطہر کوں ایک طباق میں رکھ، ابن زیاد کنے لایا۔ آہ، اوس ملعون بیحیا کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی،[3]
وا ویلا، لب و دندانِ مبارک پر کئی مرتبہ لگائی، ایک اصحاب کبار زید بن ارقم[4] نام بیٹھا تھا، بیتاب ہوا،
بولا، اے ملعون، یہ بے ادبی نہ کر اور یہ چھڑی مت مار۔ ان دانتوں پر قسم خدا کی کہ گن نہیں سکتا کہ کے مرتبہ [۲۰۹ الف]
ان ہونٹوں اور دانتوں پر رسولِ خدا بوسہ دیا[5]۔ یہ بات سُن، چھوٹے بڑے مجلس کے، سب رونے لگے اور

---

۱. اصل نسخے میں آنسیہ آسیہ چاہیے۔ آسیہ: فرعون کی بیبی جو حضرت موسیٰ کی دین پر تھیں۔

۲. اصل میں: کو۔

۳. مقاتل الطالبیین: ۱۱۹، مروج الذہب (۲: ۶۵) میں اس فعل قبیح کی نسبت یزید کی طرف ہے۔ ابو الفرج اصفہانی نے ابن زیاد کا بھی ذکر کیا ہے۔

۴. زید بن ارقم انصاری خزرجی جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کی کنیت واقدی نے ابو انیسہ لکھی ہے۔ صحیح بخاری میں ان سے مروی بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ انھوں نے سترہ غزوات میں شرکت کی۔ حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں بھی شریک تھے اور ان کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ کوفے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مختار کے عہد میں ۶۶ھ یا ۶۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی (الاصابہ، ۱: ۵۴۲؛ الاستیعاب، ۲: ۵۲۵؛ الاعلام للزرکلی، ۳: ۹۵)

۵. زید بن ارقم کے الفاظ یہ تھے: إِرْفَع تَضْیِیبك عن هَاتَینِ الشَفَتَیْنِ فَوَاللهِ الَّذِی لَآ إِلٰهَ إِلَّا هو لَقَد رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ یقبل مَوضع قضیبك من فیہ۔

ملعون غصے ہو کہا: "اے زید، کیا کروں کہ مرد پیر ہے اور خرف[1] ہوا ہے، وِالّا تجھے گردن مارتا[2]." زید کہا: "اے ملعون، خدا تم سے خوش نہ ہو جیو کہ تم فاطمہ کے بچوں کو ناحق مارے!" یہ کہہ مجلس سے اوٹھ گیا. تب ابنِ زیاد ملعون نے خولیِ لعین کوں کہا: "اس سر کوں پھر نیزے پر رکھ کر لے جا اور سب سروں ساتھ ملا کر، شہر میں لا." خولی ملعون وہ سر لشکر میں لایا، اور سب سروں میں ملا، آگے آگے لے چلا. جب خبر سب کے آنے کی ابنِ زیادِ لعین کوں پہونچی، کہا، دس ہزار سوار اور جاویں کہ فتنہ و فساد نہ ہووے، اور سر لے آویں. لیکن جب شہر
[۲۰۹ ب] میں اہلِ حرم ہمیت سروں آئے، اہلِ شہر تماشے کوں گئے. آنکھ[3] جس کی اون سروں اور قیدیوں پر پڑی، ڈاڑھ مار بے اختیار روئے. تب زین العابدین فرمائے: "یہ لوگ جو ہم پر روتے، پس کون لوگ میرے باپ اور بھائی کوں مارے. ترجمہ[4]:

کیا یہ جورِ فاحش ہے اے کوفیانِ بیوفا — کیا یہ ظلم ظاہر ہے اے شامیانِ شوم رُو

راوی لکھے ہے کہ جس کی نظر سرِ مبارک پر پڑتی تھی، ہیبت سے بیہوش ہوتا تھا. اور وہ سر درمیان اور سروں کے مانند چاند کے کہ بیچ ستاروں کے چمکے، چمکتا تھا. لیکن جوں شمرِ لعین اہلِ حرمِ محترم کوں ابنِ زیاد ملعون پاس لایا. زینب سلام نہ کر بیٹھیں. ملعون پوچھا: "یہ کون ہے؟" کہا: "بیٹی علی کی اور بہن حسین کی." ملعون کہا: "شکر خدا کا کہ تمہیں رسوا اور جھوٹا کیا." زینب نے جواب دیا: "شکر خدا کا کہ ہمیں ساتھ اپنے پیغمبر کے بزرگ رکھا، اور بحکم یطھّرکم تطھیرا نجاسات سے پاک و پاکیزہ کیا. اور ظالموں فاسقوں
[۲۱۰ الف] کوں جھوٹا اور رسوا کیا." ملعون کہا: "کیسی دیکھی قدرت خدا کی اپنی اور اپنے بھائی کی شان میں؟" زینب کہیں:

---

۱. اصل میں: خرفت.

۲. اصل: والّا نہ تجھے گردن مارتا.

۳. اصل میں. کوک.

۴. اصل فارسی شعر یہ ہیں. تعجب ہے کہ فضلی نے دوسرے شعر کا ترجمہ چھوڑ دیا.

ایں چہ جورِ فاحش است اے کوفیانِ بیوفا — ویں چہ ظلمِ ظاہر است اے شامیانِ شوم روی

در زمانِ حرب با ماخندہ ہا ہاے ہاے — وز پسِ قتلِ شہیداں گریہ ہا ھوی ھوی

۵. روضۃ الشہدا، ۲۹۱.

سوا خوبی کے نہ دیکھی، اے ابن زیاد پُر فساد؛ ڈر اوس دن سے کہ حق تعالیٰ تجھے ہم ساتھ ایک جا جمع کرے اور ہم تجھ ساتھ دشمنی کریں. فتح و نصرت ہمیں ہوئے یا تجھے؟" تب ملعون ان باتوں سے غصّے ہو، قصد حضرت زینب کے مارنے کا کیا. عمر بن حریث[1] نے کہا: "عورتوں کو مارنا روا نہیں، خصوص محنت زدہ و ماتم رسیدہ کوں". تب ملعون مارنے سے درگذر، بولا: "اے زینب، حق تعالیٰ نے میرے دل کوں تیرے بھائی کے دمدغے سے آرام دیا، اور اوس کے مارے جانے میں درد و دکھ میرا لیا". زینب [کہی]: "خوب کام کیا کہ اوس بات سے تجھے آرام ہوا". مصراع[2]:

کل اس کا ہووے خمار اب تو مست ہے

انشاء اللہ تعالیٰ دن میں ایسا کچھ آرام تیری روزی ہووے کہ اپنی سزا کوں پہونچے. [۲۱۰ ب]

سمجھا جو ستمگر کہ ستم ہم پہ کیا | پر گذرا اوسی کی گردن پہ رہا[3]

تب ملعون نے موں ہزینب سے پھیر، متوجہ حضرت زین العابدین ہو، پوچھا: "یہ کون ہے؟" کہے: "علی بیٹا حسین کا". بولا کہ وہ تو مارا پڑا ہوا تھا میں. ملعون کہے: "وہ علی اکبر تھا"[4] تب زین العابدین[5] فرمائے: "وہ بڑا بھائی میرا تھا. قسم خدا کی، کوئی تو ہوئیگا کہ اوس کے خون کا بدلہ لیگا". ملعون سونتے ہی طیش میں آ، کہا: "اسے کوٹھے پر لے جا، سر اس کا تن سے کر جدا". ملعونوں نے قصد کیا. زینب اوٹھیں اور بھتیجے سے

---

۱. عمرو بن حریث مخزومی.

۲. اصل فارسی مصرع یہ ہے:

فردات کند خمار کاکنوں مستی

۳. یہ ترجمہ ہے اس فارسی شعر کا:

پنداشت ستمگر کہ ستم با ما کرد | برگردنِ او بماند و بر ما بگذشت

۴. روضۃ الشہدا ۲۹۲ تفصیل مقاتل الطالبیین، ۱۲۰؛ الطبری ۶: ۲۶۳؛ ابن الاثیر ۴: ۲۸۱ میں دیکھی جائیں.

۵. علی بن الحسین، ابوالحسن کنیت. ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفی تھیں. حضرت عثمان کے عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے. اپنے دادا حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیثیں روایت کیں (مقاتل الطالبیین: ۸۰ - ۸۱) کوئی اولاد یادگار نہ چھوڑی (طبقات ابن سعد ۵: ۱۶۵)

لپٹ بولیں: "اے ابنِ زیادِ بے بنیاد، اب اگلے ایتوں کے مارے سے تیرا پیٹ نہیں بھرا کہ اسے بھی مارتا ہے۔ پہلے مجھے مار۔" تب زین العابدین کہے: "اے پھوپھی، تم ٹک ایک ذرا چپ رہو کہ میں اس کا جواب [۲۱۱ الف]
دوں۔" اور فرماتے: "اے ابنِ زیادِ بدنہاد، تو اوں مجھے مارنے سے ڈراتا ہے۔ نہیں جانتا کہ مرنا عادت ہے ہماری اور شہادت کرامت ہے۔ جان کہ قامت ہمارے کوں محنت کے پانی سے خمیر کیے اور بیج محنت[1] اور مصیبت کا قدرت کے ہاتھ سے ہماری ماٹی میں بوئے۔

ہم کوں لڑائی دشمنِ بددیں کی عادت ہے　　　اور باغیوں سے جنگ ہماری سعادت ہے
ہم کو ڈراوتا ہے شہادت سے کیوں کوئی　　　حقا اگر آرزو تو ہماری شہادت ہے[2]

ابنِ زیاد ملعون ایک ساعت متفکر ہو، اپنے نوکروں کوں کہا: "خدا کے واسطے مجھے ان کی گفتگو سے خلاص کرو، اور یہاں سے ان کوں لے جا، فلانی سرا میں کہ مسجد جامع کے پاس ہے اتارو۔" تب ملعون اون سب [۲۱۱ ب] بیکسوں کوں اوسی جگہ میں کہ مقرر کیے تھے، لے جا اتارے، اور کوئی کوفیوں سے ان کے دیکھنے اور احوال پوچھنے کوں نہ آئے۔

کئی ایک دن بعد تیاری اون کے سفر کی کر، زحر بن قیس اور محصن بن ثعلبہ اور شمر ذی الجوشن علیہم ما علیٰ آبائہم اللعنۃ کو پانچ ہزار سوار سے مقرر کیا کہ ان سروں اور عورتوں کو یزید پلید پاس ملک شام میں لے جاویں۔ آہ، تب حضرت زین العابدین کوں غل و زنجیر کر اور اہلِ عصمت کوں ننگے پاؤں اور کھولے سر اونٹوں پر چڑھا لے چلے، واویلا، اسیرانِ حسین!

۱۔ اصل: محبت۔

۲۔ اصل فارسی شعر یوں ہے:

مارا قتالِ دشمنِ بدکیش عادت است　　　با اہلِ بغی حرب نمودن سعادت است
تہدید با چرا لشہادت کنی کہ　　　حقا آرزوے دلِ ما شہادت است

یہ دراصل حضرت زین العابدین کے جواب سے مستفاد ہے جو انہوں نے ابن زیاد کو دیا تھا۔ "اما علمت ان القتل لنا عادۃ و کرامتنا الشہادۃ" (کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت میں داخل ہے اور شہید ہونا ہماری فضیلت ہے)

یہ فصل دوسری ہے کہ ہفتم کے پڑھنے میں بیہوش ہونے والے و پڑھویا لال ہے(۹)

[۲۴ الف]

لیکن کلینی بسند ہائے معتبر روایت کرے ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کوں کافران بیحیا شہید کر چکے، رات کو بیٹھ مصلحت[۲] کیے کہ صبح بدنِ امام پر گھوڑے دوڑادیں[۳] اور اوس بدنِ نازنین کو پامالِ سُم اسپاں کریں۔ یہ خبر اہلِ بیت کوں پہونچی، بے اختیار آہ مار رونے لگیں، او مصیبت اون کی دونی ہوئی۔ فضہ نام ایک لونڈی حضرت فاطمہ کی زینب خاتون پاس تھی۔ وہ بات سن، عرض کی: اے خاتون، سفینہ نام ایک لونڈی آزاد کیی ہوئی رسولِ خدا کی تھی، قضاے ایک مرتبہ کشتی اوس کی دریا میں ٹوٹی، اور وہ ایک جزیرے میں پڑی، وہاں ایک شیر اوسے گھبراکر پھاڑ کھاوے۔ وہ کہی: اے شیر! میرا سفینہ نام رسولِ خدا کی آزاد کیی ہوں۔ شیر نے جوں نام رسولِ خدا کا سونا، سر نیچے ڈال، سرک گیا۔ پس اس [۲۱۲ ب] نزدیکی میں بھی ایک شیر ہے: اگر مجھے رخصت دو، تو جاؤں اور اس شیر کوں ان کافروں کے ارادے سے خبر کروں۔ زینب نے اوسے رخصت دی او فضہ شیر کے پاس جا کہی: اے ابوالحارث[۴]! شیر نے سر اوٹھایا۔ پھر فضہ کہی، توں نہیں جانتا کہ کل شیرِ خدا کے امام حسین سے منہرن[۵] کوں کوفے کے کوتے شہید کیے، اور اب چاہتے کہ صباح اوس بدن پر گھوڑے دوڑادیں اور اوس لاشِ بیسر کوں پامالِ سُم اسپاں کریں۔ جوں شیر نے یہ بات سونی، اوٹھا او فضہ کے ساتھ ہو، قتلگاہ میں پہونچا اور ہاتھ اپنا امامِ مظلوم کے بدنِ نازنین پر رکھ بیٹھا، تا کہ صبح ہوئی۔ لمؤلفہ:

۱۔ پوری روایت مجلسی کے جلاء العیون (باب ۵، فصل: ۱۵) میں کلینی کے حوالے سے موجود ہے

۲۔ مصلحت یعنی صلاح و مشورہ۔

۳۔ یہ مشورہ ابوالفرج الاصفہانی کے قول کے مطابق ابن زیاد کا تھا (مقاتل الطالبیین: ۱۱۹)، فضہ لونڈی اور شیر کا قصہ معنوی ہے، صحیح یہ ہے کہ لاشیں گھوڑوں کے سموں سے روندڈالی گئی تھیں، تفصیلات طبری ۶: ۲۶۱؛ ابن الاثیر ۴: ۳۵؛ مروج الذہب ۲: ۶۲ میں دیکھیے

۴۔ ابوالحارث، شیر کی کنیت۔ ۵۔ منہرن:

پردۂ ظلمت اوٹھا اور زاغ نے بیضہ دیا　　چھپ گیا گرگِ زمیں شیرِ فلک پیدا ہوا
تب وو سگ اوس قصدِ پرِ جرأت کوں دل میں کیا　　گھوڑوں پر چڑھ کر چلے اتیہ کے میدان کوں

[۲۱۲ الف] جوں وہ سگِ دسیاہ قتلگاہ میں پہونچے، شیرِ غزا[۱] با عمرِ نحسِ نجس وہ حال دیکھ کہا: "اے یارو، یہ بلا ہے، آگے نہ جاؤ اور اس قصد سے باز آ، راہ اپنے لشکر کی لے. اس بھید کوں چھپاؤ."

زید ابنِ ارقم سے روایت ہے کہ ایک دن ابنِ زیادِ ملعون نے کہا کہ سرِ حسین کوں نیزے پر رکھ، کوفے کے بازاروں اور محلوں میں پھراویں. آہ، تب ملعون پھرانے لگے. میں اس وقت اپنے گھر ایک دریچے میں بیٹھا تھا یکایک آواز ایک شور کی میرے کان میں آئی. دریچے سے سر باہر نکال دیکھا کہ ایک ہجومِ عام ہے. درمیان اوس کے بہت سر نیزوں پر اور اون میں ایک سر مانندِ آفتاب منور. جوں وہ سر نزدیک دریچے کے پہونچا [۲۱۳ ب] روشنی اوس کی سے گلی تمام روشن ہو گئی. دیکھتا ہوں کہ ہونٹ اوس سر کے ہلتے. جوں کان دھر سونا[۲] سورۂ کہف تلاوت کرے ہے، اور اس آیہ پہ پہونچا: أم حسبت أنّ أصحاب الكهف والرّقيم كانوا من آياتنا عجبا[۳] اوس ہیبت سے بال میرے بدن پر کھڑے ہوئے. جب خوب تجسا دیکھا تو سر امام حسین ہے. میں رو کر کہا: "اے فرزندِ رسولِ خدا سچ ہے، امر تیرا[۴] اصحابِ کہف سے عجب تر ہے." لیکن واویلا، جس وقت سر اوس امامِ مظلوم کا درخت سے لٹکائے، یہ آیت سب سونے کہ وہ سر پڑھتا تھا. و سيعلم[۵] الذين ظلموا أيّ منقلب ينقلبون یعنی شتاب جانینگے ظالم کہ بازگشت ان کا کہاں ہے.

۱۔ روضۃ الشہدا ۱ ۲۹ : جلاء العیون (فصل ۱۵)

۲۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کی آواز بلند تھی اور کان دھر کر سننے کی ضرورت نہ تھی: "در پیچہ از ترس بازار کوفہ نشستہ ... شنیدم چوں آں سرِ مبارک را از برابرِ من عبور میدادند شنیدم کہ سورۂ کہف تلاوت میفرمود." (روضۃ الشہدا ۲ : ۲۶۲)

۳۔ اصل میں 'عجب' جو غلط ہے.

۴۔ اصل نسخے میں 'امیر'.

۵۔ اصل میں 'سیعلموا' جو غلط ہے.

لیکن سید ابن طاؤس[1] ابن لہیعہ[2] سے روایت کرتے ہیں[3] کہ میں خانۂ کعبہ میں طواف کرتا تھا، ناگاہ ایک شخص کو دیکھا کہ دعا مانگتا تھا، خدایا مجھے بخش، لیکن جانتا ہوں کہ نہ بخشیگا۔ میں کہا اے بندۂ خدا! ڈر اور [۲۱۴ الف] خدا سے ایسی باتیں نہ کر، کیونکہ اگر گناہ تیرے منہہ کی بوندوں اور درختوں کے پاتوں برابر ہو ویں، تو بھی خدا سے طلب بخشش کیجے کہ وہ مہربان اور بخشنے والا ہے۔ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی یعنی ناامید نہ ہوجیے رحمت حق تعالیٰ سے۔ تب اس شخص نے کہا کہ آ کہ میں قصہ اپنا تجھ آگے نقل کروں۔ مجھے ایک گوشے میں لے جا، کہا کہ میں درمیان اون پچاس آدمیوں کے تھا کہ نگہبان تھے سر امام حسین کے جب کہ لے جاتے تھے ملک شام کو اور ہر رات اوس صندوق کوں کہ جس میں وہ سر تھا، درمیان رکھتے اور شراب پیوتے۔ ایک رات سبھوں نے شراب پی اور میں نہ پی۔ جوں وہ سب سوئے، ایک آواز مہیب آسمان سے آئی کہ ہرگز ویسی آواز نہ ہوئی تھی، اور شور گریے اور بجلی کا سا اوٹھا۔[4] پھر ایک اور آواز آئی کہ رسول محمد مصطفیٰ آتے۔ یکایک دیکھا کہ دروازے آسمان کے کھولے، اور آواز گھوڑوں کے سموں اور ہتھیاروں کے [۲۱۴ ب] کھڑکنے کی میرے کان میں آئی۔ اور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق اور حضرت پیغمبر آخر الزماں، صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین اور جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و ملائکہ مقربین اترے۔[5] جبرئیل نے صندوق پاس آ کر سر حسین مظلوم کا نکال، چوم، چھاتی سوں لگا، روبا اور سب پیغمبر اوس سر کوں چومتے تھے اور روور و پرسہ رسول خدا کو دیتے تھے، اور رسول خدا زار زار رو رو فرماتے تھے[6]: "دیکھ میرے بچوں سے اور

ا۔ ابن طاؤس: اللہوف، ۷۵۔

۲۔ اصل میں: ابن طیبہ، ابن طاؤس کی کتاب میں: ابن لہیعہ ہی ہے۔

۳۔ روضۃ الشہدا: ۳۱۵۔ بروایت ابوالمفاخر۔ نیز دیکھیے جلاء العیون (فصل ۱۱) مجلسی نے اسی فصل میں آگے چل کر یہ روایت قطب راوندی کے حوالے سے نقل کی ہے۔

۴۔ یہ پوری روایت فضلی نے درج کر دی ہے لیکن کہیں کہیں اصل سے انحراف کیا ہے مثلاً یہاں اصل فارسی عبارت یہ ہے: "ایشاں ... بعد از شرب خمر مست شدند و بخفتند و من در خواب نمی شدم"۔

۵۔ اصل فارسی میں آنے والوں کی ترتیب اس سے مختلف ہے یعنی پہلے تینوں ملائکہ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ان کے بعد حضرات انبیا تشریف لائے۔ یہاں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی تشریف آوری کا بھی ذکر ہے۔

۶۔ جلاء العیون میں بھی اسی طرح ہے لیکن وہاں رسول خدا نہیں حضرت ابراہیم فریاد کرتے ہیں: "یا جداہ! ببیں کہ از ستمگاران بیوفا و نابکاران با جور و جفا بمن چہا رسید"۔

میرے نور دیدہ سے کیا کیے؟" تب جبرئیل کہا: یا رسول اللہ، حق تعالیٰ نے مجھے مقرر کیا کہ تیری اطاعت کروں پس اگر حکم ہوئے، اس اُمّتِ جفاکار پر زمین کو لرزنے میں لا، اولٹ دوں مانند قوم لوط کے۔" حضرت
[۱۰۱ الف] فرمائے: "نہ اے اخی، چاہتا ہوں کہ قیامت میں ان سے دشمنی کروں۔" پھر حضرت سمیت فرشتوں کے حسین مظلوم پر نماز پڑھ، صلوات بھیجے۔ یکایک ایک گروہ ملائکہ اور نازل ہوئے کہے: "یا رسول اللہ، حق تعالیٰ نے حکم کیا کہ ان پچاس ملعونوں کو سزا دیں۔" فرمائے: "جس حکم پر کہ آئے، بجا لاؤ۔" آگ کے گرز فرشتوں کے ہاتھ تھے، جس پر مارے، آگ لگی اور جل گئے۔ پھر اون میں سے ایک نے قصد میرا کیا۔ میں پوکارا، الامان، الامان، یا رسول اللہ، حضرت فرمائے "جا، کہ خدا تجھے نہ بخشیگا!" جوں صبح ہوئی، دیکھا کہ سب رفیق میرے راکھ ہوگئے۔[1]

•

اور قطب راوندی[2] اپنے چچا[3] سے روایت کرے ہے[4] کہ مکہ معظمہ میں دیکھا میں نے ایک شخص کوں اون لوگوں

۱۔ روایت کا بقیہ حصہ فضلی نے حذف کر دیا ہے۔

۲۔ قطب الدین ابوالحسین سعید بن ہبۃ اللہ راوندی مشہور شیعی عالم، متبحر فقیہ اور محدث، جمیع علوم میں فاضل، متوفی ۵۷۳ ہجری (لسان المیزان ۳: ۴۸؛ روضات الجنات ۱: ۳۰۰) تصانیف اساتذہ اور تلامذہ کی فہرست کے لیے مقدمہ بحار الانوار مجلسی: ۱۲۵ دیکھا جائے۔

۳۔ میں عرصے تک قطب راوندی کے اساتذہ میں کسی ایسے شخص کی تلاش میں رہا جو رشتے میں ان کے چچا ہوں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اتفاق سے ایک دن جلاء العیون کی ایک عبارت پر نظر پڑی: "قطب راوندی از اعمش روایت کردہ است"۔ اب پتہ چلا کہ فضلی کے پیش نظر کوئی قلمی نسخہ ہوگا جس میں اعمش کی بجائے "عمش" لکھا تھا، یعنی کاتب نے سہواً الف حذف کر دیا تھا۔ فضلی نے اس کا ترجمہ "اپنے چچا سے روایت کرے ہے" کر دیا۔
اعمش کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ سنہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے، ایک قول کے مطابق ان کی ولادت اس دن ہوئی جس دن امام حسین کربلا میں شہید ہوئے، یعنی ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ/۱۰ اکتوبر سنہ ۶۸۱ء۔ ان کی زندگی کوفہ میں گذری اور سنہ ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ اعمش حضرت علی کے بڑے مداحوں میں سے تھے اور کہا جاتا ہے کہ اہل بیت کے مشہور شاعر السید الحمیری کو جنہوں نے کثرت سے اہل بیت کی مدح میں قصائد لکھے ہیں، حالات اور معلومات انھوں نے فراہم کی تھیں (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۱: ۴۳۱؛ وفیات الاعیان ۱: ۲۷۶؛ الاغانی ۷: ۱۴، طبع ثانی)

۴۔ مجلسی: جلاء العیون، باب ۵، فصل ۱۵، روایت کا اختصار ابن طاؤس کی اللہوف: ۷۶، ۷۷، اور خوارزمی مقتل الحسین ۲: ۹۵ میں بھی موجود ہے۔

سے کہ امام مظلوم کے سر ساتھ شام لگ گیا تھا. کہا اون نے، راہ میں ایک عبادتخانہ یہود[1] لگ پہونچے اور سر مبارک
نیزے ہی پر تھا. ہم سب گرداگرد اوس سر کی نگہبانی کرتے تھے، اور شراب پیوتے تھے. یکایک ایک ہاتھ [۲۱۵ ب]
ظاہر ہوا قلم فولادو سیاہی لہو ہوسے ایک شعر اس مضمون کا لکھا:[2] "آیا امید رکھتے وہ لوگ کہ حسین کو شہید
کیے، شفاعت اس کے دادا کی سے قیامت میں؟" ہم سب ڈرے اور دوڑے کہ اوس ہاتھ کوں پکڑیں
غائب ہوا. جوں پھر اپنے کام میں مشغول ہوئے، وہ ہاتھ نکلا اور ایک بیت اس مضمون سے لکھا:[3] "قسم خدا
کی کہ بخشانے والا اون کا روز قیامت کوئی نہ ہوئیگا، اور ہمیشہ داخل رہینگے دوزخ میں." ایک ہم میں سے
پھر دوڑا کہ اوس ہاتھ کوں پکڑے. پھر غائب ہوا. جوں وہ بیٹھا، پھر ظاہر ہوا اور ایک شعر اس مضمون کا لکھا:
"تحقیق جو کہ مارے حسین کوں ظلم سے، نافرمانی کیے کتاب خدا اور خدا کی." تب سردار اون یہودوں کا کہ اوسے [۲۱۶ الف]
راہب کہتے ہیں، دیکھا کہ نور اوس سر سے آسمان لگ بلند ہوا. تب وہ اوس لشکر بدبخت اثر[4] سے پوچھا: "کہاں
سے آتے ہو؟" کہے: "عراق سے، حسین سے لڑنے کوں گئے تھے اور یہ سر اوسی کا ہے کہ یزید پیے لے جاتے." راہب کہا:
"وہ حسین کہ باپ اوس کا تمہارے پیغمبر کے چچا کا بیٹا ہے، اور ماں اوس کی بیٹی تمہارے پیغمبر کی؟" بولے کہ "ہاں".
راہب کہا: "لعنت خدا تم پر، اگر عیسیٰ کے بیٹا ہوتا، اوسے آنکھوں پر بٹھاتے. خوب، ایک التماس ہے کہ
اپنے سردار سے کہو کہ دس ہزار درم باپ کی میراث سے مجھے پہونچے ہیں، مجھ سے لیوے اور سر اوس سرور کا
مجھے دیوے کہ آج کی رات مجھ پاس رہے اور وقت کوچ کے مجھ سے لیوے." اونھوں نے عمر نحس کوں کہا. اون نحس نے کہا:
"پیسے لو، اور سر دو." تب راہب نے دو تھیلی کہ اوس میں دس ہزار درم تھے اوپر سے دیے. عمر لعین نے پرکھوا اور
مُہر کر، خزانچی کوں سونپ، سر سرور کا اوس نیک اختر کوں دیا. راہب اوس سر کوں لے اپنے عبادتخانے
میں گیا. وہ گھر اوس سر کے نور سے روشن ہوا. وہیں ہاتف پکارا کہ "خوشا حال تیرا اور اس کا کہ حرمت اس

---

۱. جلاء العیون میں عبادتخانۂ یہود کے بجائے: دیر راہبے از نصاری.

۲. جلاء العیون میں شعر کے بجائے فارسی نثر ہے، لیکن دراصل یہ اس عربی شعر کا ترجمہ ہے:

أترجو أمّة قتلت حسينا ... شفاعة جدّه يوم الحساب

۳. فلا والله ليس لهم شفيع ... وهم يوم القيامة في العذاب

۴. جلاء العیون: لشکر شقاوت اثر.

بزرگوار کی رکھے![1] تب راہب نے، لمؤلفہ

اوس سر پاک کوں گلاب سے دھو | مشک و کافور سیتی کر خوشبو
رکھ کے اپنے مصلّے کے اوپر | یوں کہا آسماں طرف مونہہ کر
کردگارا! بحقِّ عیسیٰ کر | حکم جو مجھ سے بولے اب یہ سر

یکایک وہ سر بولا کہ اے راہب کیا چاہتا ہے؟ راہب کہا: "توں کون ہے؟" فرمایا کہ "میں ہوں فرزند محمد مصطفیٰ کا، اور میں ہوں دلبند مرتضیٰ کا، میں ہوں نور دیدۂ فاطمۃ الزہرا، اور میں ہوں شہید کربلا، میں ہوں تشنہ لب خستہ [۲۱۰ الف] جگر، اور میں ہوں مظلوم بیسر و بیپر" لمؤلفہ

میں ہوں بیکس، میں ہوں بیبس، میں ہوں پردیسی[2] بیوطن
میں ہوں بیگھر، میں ہوں بیسر، میں ہوں بیپر، پُر محن،
میں شہید و میں غریب و میں یتیم و میں یسیر[3]
بیبرادر، بیپدر، بے جد و مال، تشنہ دہن
میں ہوں اب بیمونس و غمخوار و بے یار و رفیق
میں ہوں بے گور و گڑھا اور بیکفن اور بیدفن

راہب جوں وہ کلام جانسوز سونا، روتے روتے بیہوش ہوا، پھر ہوش میں آ، مونہہ اپنا اوس مونہہ پر رکھ، بولا: "یہ مونہہ [نہ] اُدکھاؤں، جب لگ نہ کہے توں کہ میں روز قیامت شفیع تیرا ہوں"۔ تب سید الشہدا کے سر سے آواز آئی کہ میرے دادا کے دین میں آ، تا شفیع تیرا ہوں روز جزا۔ راہب کہا: "اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ"۔ پس امام مظلوم کے سر نے شفاعت اوس کی قبول کی۔ لیکن جب [۲۱۰ ب] صبح ہوئی، ملاعین وہ سر راہب سے مانگے۔ راہب کہا: "چاہتا ہوں کہ تمہارے سردار سے ایک بات کہوں"۔ عمر و ملعون آیا اور راہب کہا: تجھے قسم خدا اور قسم اوس سر کے دادا محمد مصطفیٰ [کی] کہ اب سے سر کوں صندوق

۱۔ اصل فارسی نثر دیکھیے اور حضرت فضلی کا کلام بلاغت نظام بھی ملاحظہ فرمائیے: "پس راہب آں سر مطہر را با گلاب شست و با مشک و کافور معطر گردانید و بر جادۂ خود گذاشت و رُو بآسمان گردانید و گفت پروردگارا! بحق عیسیٰ امر کن کہ ایں سر بزرگوار با من سخن بگوید"۔
۲۔ دراصل: پردیسی۔
۳۔ یسیر: انسان کا کم سن بچہ جس کی ماں مرگئی ہو۔ نور اللغات (۴، ۱۰۲۵)

میں رکھ، لے جائیو اور پھر بےحرمتی اس کی نہ کیجیو۔ عمرو لعین قبولا، پر وفا نہ کیا؛ لیکن راہب نے سر اوسے دے کا اور اوپر سے اُترا، سر بصحرا نکل گیا، اور پہاڑوں، جنگلوں میں عبادت حق تعالیٰ کرتا رہا۔ تا کہ برحمت الٰہی واصل ہوا۔ لیکن جب عمرو لعین دمشق میں پہونچا، خزانچی سے وہ پیسے کہ راہب سے لیا تھا، منگا، دونوں تھیلیوں پر مُہر اپنی دیکھ، کھولا۔ دیکھا کہ تمام اشرفیاں ٹھیکریاں ہوگئیں، اور ایک طرف نقش ہوا ہے: "لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ" گمان مت کر کہ خدا غافل ہے اوس سے جو کچھ کہ ظالم کرتے ہیں؛ اور دوسری طرف نقش ہے: "سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ" یعنی شتاب جانینگے ظالم کہ بازگشت اون کا کہاں ہے۔ تب عمرو ملعون نے کہا: "اِنَّا لِلّٰهِ [۲۱۸ الف] وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"، بخت دنیا کا اور عقبیٰ کا ہوا کھو کہا، اون ٹھیکریوں کو پانی میں ڈال دیا۔

اور مُلّاں محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں[1] کہ بہت کتب معتبرہ میں مسلم گچ کار[2] سے روایت ہے کہ میں ایک دن ابن زیاد ملعون کے گھر کچھ کام میں تھا۔ ناگاہ ایک شور و فغاں اطراف کوفہ سے بلند ہوا۔ ایک غلام اوس ملعون کا مجھ کنے تھا۔ میں اوس سے پوچھا: "یہ کیا شور ہے؟" کہا: "ایک شخص نے یزید پر خروج کیا تھا، اور لشکر ابن زیاد اون پر گیا تھا، آج سر اوس کا آتا ہے"۔ میں پوچھا کہ وہ کون تھا، کہا: "حسین بن علیؑ"۔ میں اوس غلام کے ڈر سے چپ رہا۔ جب وہ گیا، ایسا تماچا[3] میں نے اپنے مونہہ پر مارا، نزدیک تھا کہ آنکھ نکل پڑے اور

مجلسی لکھتے ہیں: "این قصہ را ... بسیار ... ظاہر ... شدند ... سر آں ... قصہ ہائے مشہور است و در اکثر کتب خاتمہ دعا مذکور است و شعرا بنظم آوردہ اند و اکثر روایت کردہ اند کہ در منزل قصہ ... بود، و بعضی روایت کردہ اند کہ آں راہب یہودی بود"۔ جلاء العیون (فصل ۱۵)

۲۔ جلاء العیون (فصل : ۱۵)

۳۔ جلاء العیون میں مسلم گچ کار، یعنی "گچ کار" ... گچ کے معنی چونے ... کا کام بنانے والے کے ہیں۔ جلاء العیون ہی میں یہ عبارت درج ہے: روزے ... ابن زیاد ... دارالامارہ ... کوفہ طلبید و من مشغول گچ کاری (گچ کاری) شدم۔

۴۔ اصل: "تماچا"؛ "... تماچا" ... طمانچہ بھی لکھا ہے۔ ایک بات قابل ذکر ہے کہ پنجابی میں آج تک یہ لفظ تماچا (بدون نون) کے تلفظ سے رائج ہے) نور اللغات (۲ : ۲۲۷) میں ہے: یہ لفظ طمانچہ لکھنا غلط ہے۔ تائے فوقانیہ سے لکھنا چاہیے کیونکہ یہ لفظ فارسی ہے۔ خان آرزو بائے موحدہ سے "تبانچہ" لکھتے ہیں مگر فصحائے عراق بائے فارسی سے بولتے ہیں۔ نیز دیکھیے نور اللغات (۲ : ۱۰۷)، مادہ "تپانچہ"

وہاں سے دروازۂ کوفہ میں آ/ر دیکھا کہ چالیس اونٹ پیدا ہوئے۔ دیکھتا ہوں کہ اون پر بیبیاں فاطمۃ الزہرا کی اور نواسیاں رسولِ خدا کی جاتیاں اور زار زار روتیاں۔ ناگاہ نظر میری حضرت زین العابدین پر پڑی کہ ننگے اونٹ پر سوار اور نہایت بیمار، زخمی بیشمار، اور روتا جوں ابرِ بہار، لوہو بدن سے جاری، ان گلے میں طوق بھاری، ضعف سے مثل بید کا نپتا اور یہ حرف پُر درد رُو رُو کہتا: "اے بدترین امتاں، خدا تمہیں خیر نہ دیوے کہ تم نے ہمارے دادے کی رعایت خوب ہمارے حق میں کی، اور بعد اوس کے خوب ہمیں آبرو دی۔ قیامت میں ہم تم اوس پاس جمع ہوئینگے، کیا جواب دوگے؟ ہمیں ان ننگی پیٹھ اونٹوں پر سوار کیے اور قید میں لے چلے گویا ہم ہرگز تمہارے دین کے کام نہ آئے تھے۔ حیف تم پر کہ نہیں جانتے کہ رسولِ خدا میرا/ دادا ہے"۔ [۲۱۹ الف

پس لوگ کوفے کے اہل بیت پر ترس کھا، روٹی جو کی اور خرما دیتے تھے کہ اُمِ کلثوم نے کلکلا کہا:[1] "اے اہل کوفہ، تصدق ہم اہلِ بیتِ رسالت پر حرام ہے"[2] اور وہ خرمے، روٹیاں بچوں کے ہاتھوں سے چھینا، زمین میں پھینکی، اور زار زار روئی۔ اتنے میں دیکھا کہ سر سب شہیدوں کے نیزوں پر پیدا ہوئے ۔ ون میں ایک سر نہایت حسن و صفا میں شبیہہ رسولِ خدا تھا، اور اثر خضاب کا اوس ڈاڑھی پر ظاہر تھا۔ جوں زینب کی نظر اوس پر پڑی، سر اپنا کجاوے کی لکڑی پر دے ماری کہ پھٹ گیا اور لوہو جاری ہوا۔ بے اختیار آہ ماری اور چلا پوکاری: "اے چاند آسمانِ امامت کے، رو سیاہوں کے ظلم سے گہنا یا توں، اور اے آفتاب سپہرِ خلافت کے، لوہو کے ابر[3] میں موہنہ اپنا چھوپایا۔ اے برادرِ مہربان! مُجھ رانڈ بہن کی خبر لے/ اور اے مشفق قدر دان، اس کھولے سر کوں چادر دے، نامحرموں سے اپنی بہن کوں چھوپایا اور اوس کے سر پر ایک کپڑا گزی کا اوڑھا۔ لمؤلفہ، [۲۱۹ ب

اے اخی، خواہر تری بے پر ہوئی ۔۔۔ بیوسیلہ، بیوطن، بیگھر ہوئی
سر کھولا ہے ڈھانکنے [کو] کچھ نہیں ۔۔۔ تجھ بِنا بیچادر و آدر ہوئی
دیکھ نہیں سکتی ترا سر نیزہ[ے] پر ۔۔۔ یہ مصیبت کیوں نہ مجھ ہی پر ہوئی

اے بھائی، اپنی سکینا اور فاطمہ کی دلداری کر کہ اون کے دھوپ میں جل گئے تیور۔ اے بھائی اپنے زین العابدین سے

۱۔ جلاء العیون، پس اُمِ کلثوم زجر کرد ایشاں را۔
۲۔ یہ کلمہ مٹا ہوا ہے، ابر قیاسی تصیح۔
۳۔ آدر، عزت، احترام، آؤ بھگت۔

بیمار کی خبر لے، اور اوس بیمار کوں دوا دے، کیونکہ وہ ایک تو بیمار ہے، اور دوسرے میٹھا اوس کی زخمی شمار ہے دل اوس کا پیاس سے جلا اور سر اوس کا ظلم سے کھولا"۔ زینب کی ان باتوں سے آگ حسرت کی ثریٰ سے ثریا تک پہونچی اور درد لوہو کی سب سننے والوں کی آنکھوں سے بہی۔ تب حضرت زین العابدین فرمائے کہ اے [۲۲ الف]
پھوپھی صاحب! بس کرو بس کرو۔ بحمد اللہ عاقل و دانا ہوا و رجانتا ہوں کہ بعد مصیبت رونا دلِ بے قرار کو کچھ فائدہ نہیں بخشتا۔

ایضاً ملا محمد باقر مجلسی[۲]، احمد ابن ابی طالب[۳] سے روایت کرتے کہ ابن زیاد ملعون مسجد میں منبر پر جا کہا۔
"حمد اللہ کو کہ حق تعالیٰ نے اہل حق کوں غالب کر، یزید اور اوس کے گروہوں کی مدد کی اور کذاب بیٹے کذاب
یعنی حسین بن علی[۴] کوں مارا۔ خاک اوس ملعون کے مونہہ میں! ایک شیعیانِ علی سے عفیف ازدی[۵] نام
پیش تھا، کہا: اے ملعون، کذاب، پسر کذاب توں اور وہ کوئی کہ جن نے تجھے والی کیا[۶]"۔

روایت لکھی ہے کہ جب شمر نے با اہلِ بیت سید الشہدا کوں سر و پا برہنہ شتران بیکجاوہ پر اور آگے آگے نیزوں پر
روسِ مبارک شام کوں لے چلا، اور منزل بحران میں پہونچا، ایک یہودی تیحییٰ بحرانی نام اوس شہر سے لشکر کے [۲۲ ب]
تماشا کوں نکلا، ناگاہ آنکھ اوس کی امامِ مظلوم کے سر پر پڑی اور سونا کہ وہ سر آیۂ قرآن تلاوت کرتا،

۱۔ یہ روایت لفظ بلفظ جلاء العیون (فصل: ۱۵) سے ماخوذ ہے۔ ۲۔ جلاء العیون* (فصل: ۱۵)
باقر مجلسی: بارھویں صدی کے مشہور شیعی عالم، علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر، حدیث رجال اور علوم دین و شریعت کے جید فاضل ہے ہیں۔ ان کی عربی تصانیف میں بحار الانوار ہے جو ۲۶ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔ ان کی فارسی تصانیف کی تعداد ۵۰ سے متجاوز ہے۔ تصانیف ایران میں بار بار شائع ہوئی ہیں۔ عین الحیوٰۃ اور جلاء العیون ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ سال وفات ۱۱۱۱ ہجری ہے۔
۔ ابن ابی طالب ایک قدیم مشہور شیعی عالم اور محدث ہیں۔ ان کے حوالے بعض قدما کی کتابوں میں ملتے ہیں۔
جلاء العیون میں حسین بن علی نام کی صراحت نہیں اور "خاک اس ملعون کے منہ میں" بھی اضافۂ فضلی ہے۔
۵۔ ازدی۔ یہ عبد اللہ بن عفیف ازدی ہیں جو شیعیانِ امیر المومنین میں سے تھے اور جنگ جمل و صفین میں شریک تھے۔
جلاء العیون اور مقتل الحسین از خوارزمی (۲: ۵۲) میں اس کے بعد ابن زیاد کے غیظ و غضب اور عبد اللہ کی شہادت بیان ہے جسے فضلی نے نظر انداز کر دیا ہے۔ ۶۔ روضۃ الشہدا۔ ۲۹۳۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ[۱]" یحییٰ تعجب میں آ پوچھا کہ "یہ سر کس کا ہے" ملعون کہے "حسین بن علی کا" پوچھا کہ "اس کی ماں کا کیا نام ہے" کہے کہ "فاطمہ بنت محمد" یحییٰ کہا: اگر دین اس کے جد کا برحق نہ ہوتا، یہ معجزہ اس سے ظہور میں نہ آتا۔ پھر کلمۂ شہادت پڑھ مسلمان ہوا، اور مندیل مصری اپنے سر سے اُتار ٹکڑے ٹکڑے کر اہلِ بیت کو بانٹا کہ اون بیبیاں نے اپنا اپنا سر اور مونہہ اوس دسلچے[۲] سے ڈھانکا۔ پھر یحییٰ جامۂ خز کہ پہنے ہوئے تھا ہزار درم کے حضرت زین العابدین کی نذر کیا۔ آہ، ظالم [۱۲۱ الف] بیدینا یحییٰ کوں گھُرک کہے: یہ کیا کرتے ہے! یزید کے دشمنوں کی حمایت کرتا۔ ان قیدیوں کے پاس سے دور ہو۔ یہ کہہ اہلِ بیت کے سروں سے وہ دسلچے کہ یحییٰ اپنا چیرا پھاڑ دیا تھا اور دو کھیاریاں اون سے سر ڈھانکیں تھیں چھنا لیے۔ اور وہ جامہ و درم لوٹ لیے۔ تب یحییٰ ذوقِ محبت سے شمشیر اینچا، اور اون ملعونوں پر حملہ کر پانچ ملعونوں کوں جہنم پہونچا، آخر کار آپ بھی شہید ہوا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ[۳]

× ×

یہ فصل تیسری ہے درہم کی بسامعاں
ہر حرف جس کا گویا برچھیوں کی بھال ہے

روایت ہے کہ جب لشکر بدبخت اشرکوفیانِ بیوفائے بے حیا، بمع اسیرانِ کربلا اور سرہائے از تن جدا، دمشق [۱۲۱ ب] کوں یزید پلید پاس لے جاتا تھا، ہر منزل و ہر مکان میں عجائب عجائب معجزات بیّنات مُطہّر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سے ظاہر ہوتے تھے، اور ملعون سنگدل وہ معجزے دیکھ دیکھ، ڈرتے؛ لیکن

۱۔ اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب ہی پتا چل جائے گا کہ ان کی کیسی گت بنتی ہے۔

۲۔ کذا در اصل۔ یہ "دسلچے" ہوگا جس کے معنی پلیٹس نے Fragment (ٹکڑے) کے دیے ہیں۔ نور اللغات میں یہ لفظ نہیں ملا۔

۳۔ دسویں صدی کی ابتدا تک یحییٰ کی قبر دروازۂ حران میں موجود اور تربتِ یحییٰ شہید کے نام سے موسوم تھی۔ عوام کا خیال تھا کہ وہاں جا کر دعا مانگنے سے قبول ہوتی ہے۔ روضۃ الشہدا: ۲۹۳۔

۴۔ روضۃ الشہدا: ۲۹۳۔ نیز دیکھیے؛ شیخ ذبیح اللہ محلاتی۔ فرسان الہیجا، ۲: ۲۰۲۔

اپنی شرارت سے باز نہ آتے تھے۔ تاکہ نزدیک شہر موصل پہونچے اور وہاں کے حاکم کوں کہلا بھیجے کہ ہمارے استقبال کوں باہر آ، اور طبقہائے زر و سیم و جواہر لا، ہم پر نثار کر، اور ہمارے آنے سے اپنے شہر میں افتخار کر کہ سرِ حسین بن علی اور اوس کے خویش و اقرباؤں کے سر ہمارے ساتھ ہیں۔ وہاں کے حاکم نے کہا زنہار کہ یہ فضیحت نہ قبول کروں کہ سرِ امام حسین کا اپنے شہر میں لا، آنکھ بھر دیکھوں۔ کھانا والا اون کوں اور مہمانی باہر ہی بھیج، کہلا بھیجا تا تمہارا اس شہر میں مصلحت نہیں۔ پس شمر بے پیر کوس دو تین [۱۰۲ الف
ایک اوس شہر سے دور اترا، اور وہاں سرِ امام ہمام کا ایک پتھر پر رکھا۔ قضا سے ایک قطرہ لہو کا سرِ مبارک سے اوس پتھر پر چوا۔ ہر سال روز عاشورا لہو تازہ پتھر سے جوش کھاتا، اور اوس بستی کے لوگ وہاں جمع ہو، ماتم امام عالی مقام کا کرتے۔

اور ملک روم کی طرف ایک پہاڑ میں ایک پتھر بصورت شیر قدرت سے بنا ہے۔ ہر سال روز عاشورا اوس پتھر کے شیر کی آنکھوں سے پانی جاری ہوتا، اور وہاں کی بستی کے لوگ جمع ہو، ماتم امام غریب کرتے اور وہ پانی بجائے تبرک لے جاتے۔

اون پیاسوں کے لیے روتے پہاڑ اور پتھر
اونی گر نہ روئے پتھروں سے ہے بتر

پس اے محبان و اے موالیانِ حسینِ مظلوم فی سبیل اللہ رونے سے دریغ نہ کرو کہ یہ رونا تمہارا [۱۰۲ ب
ضائع نہ ہوئیگا۔

۱۔ اصل میں "دانا"۔ ۲۔ مہمانی: سامانِ ضیافت، کھانے پینے کی اشیا، رسد۔

۳۔ "و این کرامت باہرہ تا زمانِ سلطنتِ مروان حمار (۱۲۷ ۔ ۱۳۲ھ) کہ آخرین از ملوک بنی امیہ بود، برقرار بود و آن را مشہد النقطہ میگفتند" (فرسان الہیجا، ۲: ۲۷۴)۔ ملا حسین واعظ کاشفی نے لکھا ہے کہ خلیفۂ اموی عبدالملک بن مروان کے عہد تک یہ سلسلہ جاری تھا۔ آخر خلیفہ نے وہ پتھر وہاں سے اٹھوا لیا۔ اور اس کی جگہ ایک گنبد بنوا دیا جسے مشہد نقطہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

القصہ[1] جب لشکر بشہر نصیبین پہونچا، وہاں کے حاکم[2] کوں کہلا بھیجا کہ شہر کوں آیینہ بندی کرے اور بازار[3] کوں آراستہ کر بناوے۔ اون نے اُونہیں تیار کیا۔ جوں لشکر شہر میں داخل ہوا، قہر و غضب الٰہی سے ایسی بجلی پڑی کہ آدھا شہر جل گیا۔ وہاں سے شہرِ حلب میں آئے۔ اوس کے نزدیک ایک قلعہ تھا نہایت مضبوط، نام اوس کا معمورہ تھا[4]۔ اور وہاں ایک کوتوال تھا عزیز بن ہارون نام، لوگ اوس قلعہ کے تمام یہود تھے، اور کسب سب کا کپڑہ حریر بنانا تھا کہ ملک بملک وہ کپڑا بنازکی و خوبی مشہور تھا۔ جب یہ لشکر وہاں پہونچا، ایک پہاڑ دیکھا کہ وہاں پانی اور گھاس بہت ہے؛ اُونہیں اترا،
[۲۲۳ الف] جب رات ہوئی، شہر بانو کے ساتھ ایک لونڈی تھی نہایت صاحب جمال شیریں نام، شہر بانو پاس آ، روئی، اور اوس رونے کا سبب یہ تھا کہ جب شہر بانو مدینہ میں آئی، سو لونڈی ساتھ تھی۔ جس رات کہ حضرت امام حسین کی خدمت میں مشرف ہوئی، پچاس لونڈی آزاد کی۔ اور جس دن کہ حضرت زین العابدین متولد ہوئے اور چالیس لونڈیوں کوں خطِ آزادی دی؛ دس لونڈیاں خدمت میں رہیں تھیں، اون میں یہ ایک شیریں تھی، بنہایت حسن و جمال میں یگانۂ زمانہ۔ ایک دن بانو او حضرت بیٹھے تھے کہ شیریں آئی۔ حضرت اوس طرف دیکھ از راہِ مطایبہ فرمائے: "اے بانو، شیریں عجب صورتِ شیریں رکھتی"۔ شہر بانو جانیں کہ
[۲۲۳ ب] شاید حضرت کوں پسند آئی، کہیں: "یا ابن رسول اللہ! میں نے تمہیں بخشی۔" حضرت جانے کہ شہر بانو کچھ سمجھیں؛ فرمائے کہ میں اسے آزاد کیا۔ و نہیں شہر بانو اوٹھیں، اور ایک خلعت قیمتی کہ جس میں جواہر لگا تھا شیریں کوں پہنائیں۔ حضرت فرمائے کہ "اے بانو تم نے اپنی لونڈیاں آزاد کیں، ایسے کپڑے کسو کوں نہ پنہائے۔" شہر بانو کہیں: "اے سید، وہ میں نے آزاد کیں تھیں اور اسے حضرت نے آزاد کیا، پس اون میں اور اس میں فرق چاہیے۔" حضرت خوش ہو، شہر بانو کے حق دعا کیے، اور شیریں ہمیشہ شہر بانو پاس رہتی تھی، تا کہ اس رات کہ پہاڑ تلے اُترے تھے۔ شہر بانو کا حال دیکھ شیریں کوں رونا آیا کہ ایک لتا بانو کے بدن پر نہ تھا اور وہ خلعت مرصع یاد آئے کہ امام کے آزاد کرنے میں پنہائے تھے۔ آہ مار،
[۲۲۴ الف] روئی اور شہر بانو سے رخصت مانگی کہ اس گانو میں جاؤں۔ غرض یہ کہ کچھ ایک زیور اور پاس چھوپا

۱۔ پورا قصہ تفصیل کے ساتھ روضۃ الشہدا (ص ۲۹۴ - ۲۹۵) میں درج ہے۔ فضلی نے لفظ بلفظ ترجمہ کر دیا ہے۔

۲۔ حاکم شہر کا نام، منصور بن الیاس تھا۔

۳۔ یہ جگہ کاشفی کے زمانے یعنی دسویں صدی کی ابتدا تک موجود اور آباد تھی۔

رہ گیا تھا یعنی وہاں جا، اس زیور کو بیچ، کچھ ایک کپڑا خرید کر شہر بانو لیے لاؤں۔ لیکن جب وہ رخصت مانگی، بانو کہیں: "توں آزاد ہے، جہاں چاہے، جا"۔ شیریں پہاڑ پر گئی۔ دروازہ قلعے کا بند تھا، کھٹکھٹائے وہی کوتوال عزیز بن ہارون خواب میں شیریں کا آنا دیکھ، دروازے پیچھے انتظار کرتا تھا۔ جوں آواز دروازے کی سونا، بولا کہ شیریں ہے۔ کہے ... دروازہ کھولا، اور اپنے گھر میں لے جا، بوقار تمام بٹھایا۔ شیریں کہے کہ توں میرا نام کیونکر جانا؟ عزیز کہا کہ میں سرشار سو گیا تھا۔ دیکھتا ہوں کہ موسیٰ اور ہارون سر پاؤں ننگے روتے اور بلبلاتے۔ نہایت ماتم زدہ اور مصیبت رسیدہ ہیں۔ میں کہا: "اے مقربان خدا، تمہارا یہ کیا حال ہے اور آنکھ تمہاری کیوں آنسوؤں سے مالا مال؟" کہے: "کیا توں نہیں جانتا کہ امت بیحیا فرزند [۲۲۴ ب]
محمد مصطفےٰ کوں ماری اور سر اوس کا اوس کے اہل بیت سمیت شام کوں لے جاتی۔ آج رات اس پہاڑ تلے اوتری ہیں"۔ میں کہا: "تم محمد کوں پہچانتے اور اعتقاد اوس پر رکھتے؟" کہے: "اے عزیز، کیونکر نہ پہچانیں پیغمبر برحق ہے۔ ہم اوس پر ایمان لاتے۔ جو کوئی اوسے دوست نہ رکھے، جاگہ وس کی دوزخ ہے۔ توں جا اور دروازے پیچھے بیٹھ، ایک لونڈی شیریں نام آزاد کی ہوئی حسین علیہ السلام کی آویگی، متابعت اوس کی کر اور اوس ہاتھ مسلمان ہو کہ وہ جورو تیری ہوئیگی، اور جب امام حسین علیہ السلام کے سر پاس جاوے سلام ہمارا اوس سر کوں پہونچائیو کہ اوس سر سے جواب سلام سونیگا"۔ میں چونک دروازے پر آیا اور تجھے دیکھا۔ اس سبب جانا کہ نام تیرا شیریں ہے۔ ... میری حلالہ ہو"۔ شیریں کہی: "بشرطے کہ مسلمان ہووے [۲۲۵ الف]
اور شہر بانو رخصت دیوے"۔ شیریں ... اور تمام حقیقت بانو سے عرض کی۔ شہر بانو تعجب کر وہ حوال امام مظلوم کی بہنوں، بیٹیوں سے کہی۔ لیکن جب صبح ہوئی عزیز آیا اور ہزار درم نگہبانوں کو رشوت دے اہل بیت پاس گیا، اور ہر ایک خاتون نے کپڑے اور اور جنس قیمتی لا گذارنا۔ اور ہزار دینار حضرت زین العابدین کی نذر کر، مسلمان ہوا۔ پھر سید الشہدا کے سر پاس جا کہا: "اے سید، سلام موسیٰ و ہارون تجھ لیے لایا"۔ سر مبارک سے آواز آئی کہ "سلام خدا اون پر ہو جیو"۔ تب عزیز کہا کہ "اے سرور، کچھ خدمت فرما"۔ سر مبارک فرمایا: "جو خدمت کے لائق تھی، سو بجا لایا کہ اسلام قبول کیا۔ خدا اور رسول خدا تجھ سے راضی ہووے۔ پر او میرے اہل بیت کے حق احسان کیا۔ باپ بھائی اور ماں میری اور [۲۲۵ ب]

۱۔ یعنی خواب سے چونک کر، یا جاگ کر۔ اصل میں "سوک" لکھا ہوا ہے۔

۲۔ مراد منکوحہ۔

میں تجھ سے راضی ہوا، سلام اون پیغمبروں کا کہ مجھ پاس لایا، روزِ قیامت ہم اہلِ بیت ساتھ محشور ہوئیگا"۔ تب حضرت شہربانو، شیریں سے کہی: "اگر میری رضامندی چاہتی، بس عزیز کوں اپنی شوہری میں قبول کر"۔ تب شیریں، عزیز کے نکاح میں آئی اور سب لوگ قلعے کے مسلمان ہوئے۔

اور اسمٰعیل مورخ ابوالخندق[1] سے روایت کرے ہے[2] کہ ہر رات پچاس آدمی سرِ امامِ مظلوم کے نگہبان رہتے تھے۔ ایک رات میں بھی ان میں تھا۔ نگہبان سب سو گئے، اور میں جاگتا تھا کہ ایک مرتبہ آسمان سے ایسی آواز آئی کہ جہان زیر و زبر ہووے۔ ناگاہ ایک مردِ سفید لباس نورانی، بلند قد، گندم رنگ آسمان سے اترا، اور سرا تابوت کھول، حسین مظلوم کا سر صندوق سے نکال، چوما، اور موںہہ اوس موںہہ پر رکھ، [۲۲۶ الف]
زار زار رویا۔ میں اوٹھا کہ وہ مرد اوس سے پہچانوں۔ تو اول قدم آگے دھرا کہ ایک آواز آئی کہ دور ہو اور بے ادبی نہ کر، آگے نہ جا کہ یہ آدم صفی اللہ ہے کہ فرزندِ مصطفیٰ کے ماتم کوں آیا۔ یکایک ایک شور اور پیدا ہوا کہ نوح نبی آئے۔ پھر ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق آئے۔ پیغمبرِ رسولِ خدا اور علی مرتضیٰ، حمزہ و جعفرِ طیار سر کو لیے ہوئے اترے، اور ایک ایک اوس سر کوں تعظیم سے اوٹھا، روئے۔ پھر ایک کرسی رکھی کہ اوس پر رسولِ خدا بیٹھے، اور گرد اگرد تمام پیغمبر زمین پر بیٹھے۔ پھر ایک فرشتہ اترا، ایک ہاتھ میں شمشیر اور ایک ہاتھ میں گرز آگ کا۔ ہاتھ میرا پکڑا، اور میں پکارا: "یا رسول اللہ، میں دوستدار اس گھرانے کا ہوں، اور یہ قوم مجھے زور آوری[5] لائے۔ اوس فرشتے نے ایک طماچا[6] میرے موںہہ پر مارا کہ آدھا موںہہ کالا ہو گیا اور میں [۲۲۶ ب]
بیہوش ہوا تا کہ صبح ہوئی۔ ہوش میں آ دیکھا کہ اون نگہبانوں سے کوئی نہیں، اور صندوق کے گرد لوٹے

۱۔ امام شہید امام اسمٰعیل خوارزمی مراد ہوں گے جن کی کتاب منبر کا شکوہ زیرِ مطالعہ رہی ہے۔ (روضہ: ۸۵)

۲۔ یہ ابوالخندق کی تصحیف ہے جس نے ایک تیر حضرت امام حسین کی پیشانی پر مارا تھا۔

۳۔ روایت، روضۃ الشہدا ۲۹۶ پر درج ہے۔

۴۔ روضۃ الشہدا ۔۔۔ و در آخر حضرت خدا نبیا ۔۔۔ صحابہ کبار ۔۔۔ نزول نمودند۔ فضلی نے صحابہ کبار کا ذکر نکال دیا ہے۔

۵۔ زور آوری یعنی جبر سے، مجبور کر کے، مرضی کے خلاف۔

۶۔ طماچہ: تماچا، تھپڑ (پنجابی)

راکھ کے ہوگئے۔ راوی لکھے ہے کہ شمرِ لعین نے ابوالخندق کوں بولا، دیکھا کہ آدھا مونہہ کالا ہوگیا۔ احوال پوچھا۔ ابوالخندق نے جو کچھ کہ دیکھا تھا، سب کہا اور ایک آہ بھر، مرگیا۔ سبھوں نے جو نجا کر دیکھا، کلیجا اوس کا پھٹا۔ تمام لشکر ڈرا اور اپنے آنے سے پشیمان ہوا۔ لیکن بغیر کوچ کے کچھ علاج نہ دیکھا:[1]

پھر لیے اپنے سفر کا وہ ساز   جانے خاطر کیے جلدی آغاز

اور ابوسعید دمشقی[2] روایت کرے ہے[3] کہ میں اون ساتھ تھا کہ سرِ امام مظلوم کا دمشق کوں لے جاتے تھے، ناگاہ خبر ہوئی کہ مسیب بن قعقاع نے لشکر جمع کیا، چاہتا کہ شبخون مارے اور سب سر چھنا لیوے۔ [۲۲۶ الف] سردار اوس لشکرِ ملعون کے حیران ہو، ایک منزل میں پہونچے کہ وہاں ایک عبادت خانہ ترساؤں کا تھا کہ اوسے دیر کہتے ہیں۔ ملعون کہے: "اس دیر کوں پناہ کریں تاکہ شبخون سے امن میں رہیں۔" شمرِ لعین نے اس دیر کے دروازے پر نعرہ مارا۔ ایک بوڑھا کہ سردار وہاں کا تھا، اوپر سے دیکھا کہ ایک لشکر کھڑا ہے۔ پوچھا: "تم کون ہو؟" شمر کہا: "ہم نوکر ابن زیاد کے، کوفے سے دمشق کوں جاتے۔" کہا: "کس واسطے؟" شمر بولا: "عراق میں ایک شخص یزید سے باغی ہوا تھا، اوس پر گئے تھے۔ اب اوسے اوس کے رفیقاں اور فرزنداں سمیت مار، سب کے سر کاٹ، اوس کی عورتوں کو قید کر لائے، اور یزید پاس لے چلے۔" بوڑھا جو نظر کر دیکھا، بہت سر نیزوں پر ہیں، پوچھا کہ سرِ سردار کا کونسا ہے۔ شمرِ لعین نے اشارت امام کے سر طرف کی۔ بوڑھا [۲۲۶ ب] اوس سر کوں دیکھ، ڈرا، اور پوچھا: "یہاں کیوں آئے؟" شمر کہا: "ایک نے لشکر جمع کیا کہ ہم پر شبخون مارے اور یہ سر چھنا دے۔ ہیں چاہتے کہ آج رات اس دیر میں پناہ لاویں کہ شبخون سے امن پاویں۔" بوڑھا کہا: "لشکر تمہارا بہت ہے، یہاں نہ سماوے۔ ان عورتوں اور سر یہاں کوں دیر میں لاؤ اور تم اس دیر کے گرد لگ رہو، جاگتے خبردار رہو۔" شمر کہا: "بہتر۔" پس سرِ امام مظلوم کا صندوق میں رکھ، قفل مضبوط دے،

۱۔ اصل فارسی شعر حسبِ ذیل ہے، جس کا ترجمہ نقل کیا ہے

دگر بارہ سفر را ساز کردند   پی رفتن شتاب آغاز کردند

۲۔ عبدالقدوس بن حبیب دمشقی محدث متروک الحدیث (لغت نامہ دهخدا)

۳۔ روضۃ الشہدا: ۲۹۷

کئی مردودوں کوں کہا کہ ساتھ صندوق کے جاؤ، اور رات رہو، کوئی قبول نہ کیا۔ کیونکہ کئی مرتبہ چوکیدار جل گئے تھے، اور حال ابوالخندق کا بھی دیکھ ڈرے تھے۔ اتنا کیے کہ صندوق کو دیر میں لا، ایک گھر میں رکھ، دروازہ مضبوط کر قفل بھاری دیے۔ پھر باہر آ، حضرت زین العابدین اور اہلِ حرم کوں اندر لائے۔ اوس بوڑھے [۲۲۸ الف]
نے سب کوں اچھی جگہ اُتارا، اور جہاں کہ صندوق سرِ مبارک تھا، گرد اوس گھر کے پھرنے لگا: چاہتا تھا کہ اوس سر کوں نزدیک سے دیکھے۔ ناگاہ وہ گھر بے شمع و چراغ روشن ہوا۔ وہ کہا: "یہ روشنی کہاں کی ہے؟" اوس گھر پاس ایک اور گھر تھا کہ سوراخ رکھتا تھا: جھانک۔ دیکھا کہ ہر ساعت وہ روشنی زیادہ ہوتی تا بحدّے کہ تاب دیکھنے کی نہ رہی، اور غلبۂ نور سے چھت اوس گھر کی پھاٹی۔ ایک انبار[1] نازل ہوئی: اوس میں سے ایک بیبی جوں آفتاب تاباں باہر آئی، اور لونڈیاں بہت تھی کہ نہ دنیا کی لونڈیاں مانند، آگے آگے طرّقوا، طرّقوا یعنی بڑھے جاؤ، بڑھے جاؤ بولتیں تھیں۔ کہا ان تمام آدمیوں کی حضرت حوّا آئیں اور رہی دستور حضرت سارہ، محل حضرت ابراہیم کا، اور ماں حضرت اسحٰق کی، ہاجرہ ماں اسمٰعیل کی، راحیل ماں حضرت [۲۲۸ ب]
یوسف کی، صفورہ بیٹی حضرت شعیب کی، کلثم بہن حضرت موسیٰ کی، آسیہ[2] جورو فرعون کی، مریم ماں عیسیٰ کی اتریں۔ پھر ایک شور اور اودھا اور ایک اور انباری اُتری۔ اس میں خدیجۂ کبریٰ اور کوئی محل رسول خدا اترا، سر حسینِ مظلوم کا صندوق سے نکال، زیارت کرتی تھیں۔ ناگاہ ایک اور شور اودھا، اور آواز نالہ کی آواز بلند ہوئی۔ پھر ایک اور انباری نورانی ظاہر ہوئی۔ تب ایک نے اس بوڑھے پر آواز کی کہ سرک، اور اس چھید سے مت جھانک کہ خاتونِ قیامت آوے ہے۔ بوڑھا ڈر سے بیہوش ہوا، اور جب ہوش میں آیا، ایک پردہ دیکھا کہ کچھ نظر نہ آتا تھا، لیکن رونا اور بلبلانا ادن کا سنتا تھا، اور آواز ایک [۲۲۹ الف]
کی ادن میں سے آتی تھی کہ رو رو کہے ہے: "السّلام علیک، اے مظلوم ماں کے اور اے بیبس ماں کے! اے نور دیدۂ فاطمہ، اے خوشیِ سینۂ فاطمہ، غم مرنے کا تھا کہ میں بدلہ تیرا تیرے دشمنوں سے لوں، اور شعلہ غصّے تیرے کا انتقام کے پانی سے بجھاؤں۔

۱۔ اصل: ہوا۔

۲۔ اصل: آلیہ۔ روضۃ الشہدا میں "آسیہ" ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ یہ آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون موسیٰ کی زوجہ تھیں جنھوں نے حضرت موسیٰ کو دریائے نیل سے نکالا اور پرورش کی تھی۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

باز گفت او ایں سخن با آسیہ　　　گفت جاں افشاں بر او اے ساده‌رویه

روایت ہے کہ حضرت فاطمہ اوس دان کئی بیتیں اپنے حسین مظلوم کے مرثیے میں پڑھی کہ شور سب خاتونان پردۂ عصمت سے اوٹھا۔ ترجمہ اون بیتوں کا یہ ہے[۱]:

گر مرے مانند بادل سر بسر روتے تمام — کوہ جنگل آدمی جن سدھ[۳] بسر روتے تمام
کاشکے سو آنکھیں کھتی یو تلی میری آنکھ کی — تا وو دیدے مجھ پچھے پرجوش ہو روتے تمام
کان رکھتے گر پہاڑ اور سنتے میرا نالا اب — باوجود سنگدلی اون سے پتھر روتے تمام [۲۲۹ ب]

ہائے حسینی پیارے حسینی گور غریبوں کے لینے والے
مجھ بنا تجھ پر بیری[۴] وَر[۵] ہو یہ بورے دو کھڑے ہے پڑنا لے
مجھ کوں جو تیرے جیونے کے لالے تھے نت بیری سو یوں گھالے[۶]
تجھ کوں کھپائے مج کوں لائے آنکھوں دیکھا بچّا[۷] موا ہے
ہائے حسینی پیارے حسینی، چھوڑ عدن تجھے رونے آئی
تجھ پر روتا تجھ غم کرتا میں کسو کوں اب یہاں نہ پائی

۱۔ روضۃ الشہدا: ۲۹۸۔

۲۔ فارسی کے پانچ شعروں میں سے جن تین کا فضلی نے ترجمہ کیا ہے، درج ذیل ہیں۔

گر بنسبت ابر نیساں ہمچو من بگریستے — چشم پر دیں بر سحاب قطرہ زن بگریستے
کاشکے صد دیدہ بودے مردم چشم مرا — تا بصد دیدہ برآں فخر زمن بگریستے
کوہ را گر گوش بودے تا شنیدے نالہ اش — باہمہ سنگیں دلی کوہ از حزن بگریستے

۳۔ سدھ: تارک الدنیا فقیر، سنیاسی۔

۴۔ بَیری: دشمن، بدخواہ، مخالف۔

۵۔ ور: اُردو میں ہونے اور رہنے کے ساتھ مستعمل ہے بمعنی: غالب، فائق، انیس کا شعر ہے:

طینت میں دفا رخ پہ شجاعت کے اثر تھے — گنتی میں بہتّر تھے مگر لاکھ پہ وَر تھے

۶۔ گھالنا: تباہ برباد کرنا۔

۷۔ بچّا: بچہ۔

ایسا ہوا تو یہاں اب بیکس وزہوئے تجھ پر بَیری قصائی
جان تجھے بیوارث و بیکس ذبح کیے اور تو جیسے بھلا ہے
ہائے حسینی، پیارے حسینی، تجھ پر واری میّا دوکھیاری
ایسے تُو ہرے موں کوئی نہیں ہے، جو کرے اب تیری غمخواری
/اے میں واری، اے میں ہوں اب جو کروں کچھ تیری جھنگا[1] ٹھدری [۲۲۰ الف]
رووں تجھ اوپر پیٹوں تجھ اوپر بول اے لالن اتا دوکھیا ہے
ہائے حسینی پیارے حسینی بیٹھے ہوئے جنّت کے کنارے
پیٹتے تھے تجھ بھائی حسن کوں، اوس کے جگر کے ٹکڑے سارے
نیلہ[2] پیراہن آج لگا اوس کا رکھتے تھے انکھوں پہ اب تجھے مارے
سو تیرا جامہ خونی اور اوس کا سبز پیراہن جوڑا بنا ہے
ہائے حسینی پیارے حسینی، دودھ مرا بتیس جو دھار ہو
اترتا تھا تجھ حلق میں سو آبدار خنجر دیا بَیری بیرو (؟)
ہائے حسینی، بول ذرا اب اپنی بتھا[3] کہہ ماں سے ٹک تو
تیری بتھا کا سوننے[4] والا میرے بنا، اب کون رہا[5] ہے

[۲۲۰ ب] بوڑھا یہ باتیں اور یہ بَین سُن، بیہوش ہوا،/ اور جب ہوش میں آیا،/ اون انباریوں اور اوان[؟] میں یوں کچھ نشان نہ پایا۔ اوٹھ کر وہ قفل کہ اوس گھر پر تھا، توڑا اور اندر جا، صندوق کھول، اوس آگے خاک پہ لوٹ، بہت رویا۔ پھر سر مبارک نکال، مشک و گلاب سے دھویا، اور اپنے مصلّے پر رکھ، رو شمع روشن

۱۔ کجھ، کچھ (قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ پنجاب میں آج تک کجھ بجیم تازی ہی بولتے ہیں)

۲۔ نیلہ، نیلا۔

۳۔ بتھا: بیتی، سرگذشت، کہانی۔

۴۔ دراصل: سونی۔

۵۔ دراصل: رہائی۔

ادب سے دونو زانو بیٹھ، اوس سرکوں دیکھنے لگا، اور زار زار رو کہا: اے سیّد واے سرورِ عالم اور اے مہتر و بہترِ بنی آدم، ایسا گمان کرتا ہوں کہ توں اون لوگوں سے ہے کہ صفت جس کی توریتِ موسیٰ وانجیلِ عیسیٰ میں پڑھا. قسم اوس خدا کی کہ تجھ کوں یہ رتبہ دیا جو مقربِ خدا تیری زیارت کوں آتے اور محرمِ پردۂ عصمت کہ تجھ لیے رو رو، غم کھاتے. فرما کہ توں کون ہے؟ تو نہیں سرِ حسینِ مظلوم کا خدا کے حکم سے بولا: "أَنَا مَظْلُومٌ"، یعنی میں ہوں ستم رسیدہ؛ "وَأَنَا مَهْمُومٌ"[1] "میں ہوں غم دیدہ، محنت کشیدہ؛ [۲۲۰ الف]
"أَنَا مَقْتُولٌ"، میں ہوں شمشیرِ دشمنوں کا مارا ہوا؛ "وَأَنَا غَرِيبٌ" میں ہوں گھربار سے آوارہ ہوا.

میں اسیر و میں غریب و میں شہید و میں یتیم — بیوسیلہ، بے قبیلہ، بے رفیق و بے شفیق
بیگناہ و بے پناہ و بے سپاہ و بے گناہ — بیزبان و بے مکان، بے خانمان و بے رفیق
میں ہوں بیکس، میں ہوں بیبس، میں ہوں بے یار و دیار — بیوطن اور بیکفن اور بے دفن غریب الطریق

پھر بوڑھے نے کہا: "اے سر، اپنے حسب و نسب سے کہ". آہ، سرِ مبارک پھر بولا: "أَنَا ابْنُ النَّبِيِّ الْمُصْطَفىٰ"، میں بیٹا ہوں پیغمبرِ برگزیدہ کا؛ "أَنَا ابْنُ الْوَلِيِّ الْمُرْتَضىٰ"، میں ہوں بیٹا ولیِ پسندیدہ کا؛ "أَنَا ابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ" میں ہوں بیٹا فاطمۂ زکیہ کا؛ "وَأَنَا أَخُ الْحَسَنِ الْمُجْتَبىٰ" میں ہوں بھائی حسنِ غم کشیدہ کا.

میں ہوں وہ جو میرا نانا مصطفیٰ خیر الوریٰ
میں ہوں وہ / جو میرا باپ ہے علی المرتضیٰ [۲۲۱ ب]
میں ہوں وہ، جو مجھ حسن بھائی اماں خیر النسا[2]

---

۱. اصل میں: مہوم.

۲. یہاں متن فارسی میں تین بہت اچھے شعر درج ہیں فضلی نے صرف ایک شعر کا ترجمہ کیا ہے:

من نور و چشمِ مصطفا ام — فرزندِ علیِ مرتضا ام
سردفترِ خاندانِ خویشم — برگزیدۂ حضرتِ خدا ام
نے نے کہ غریبِ مستمندم — مظلوم شہید کربلا ام

کیا کروں کس سے کہوں اس گردش دوراں کوں

میں ہوں نورِ چشمِ حیدر راحتِ جانِ رسول
اور حسن کا لختِ دل آرامِ زہرائے بتول
میں ہوں مقتولِ خدا پہ ظالموں ہاتھوں ملول

او نصیبوں کا لکھا پہونچایا اس عنوان کوں

جوں بوڑھے نے یہ حقیقت سونی، اُونہیں اپنے حبروں[1] کوں کہ ستّر تن تھے، بولا، سب احوال کہا۔ وہ سب گریباں چاک کر روتے ہوتے، باتفاق حضرت زین العابدین پاس آ، اپنے زنار توڑے اور کلمۂ شہادت پڑھ، پاؤں حضرت کے چُوم، کہے: "یا ابن رسول اللہ، رخصت فرمائیے کہ یہاں سے باہر جا شبخون اس لشکر بدبخت اثر پر ماریں۔" حضرت فرمائے: "جزاکم اللہ خیرا، یہ ملعون کوئی دن میں سزا [۲۳۲ الف] اپنی آپ پاویں۔" لیکن جب دن ہوا، اہلِ بیت کوں بدستور قید کر، اور سب سر نیزوں پر دھر، چلے اور شہر عسقلان[2] کوں پہونچے۔ یعقوب عسقلانی کہ امرایانِ شام سے امام مظلوم کی لڑائی میں حاضر تھا، حکومت اوس شہر کی اوس سے تعلق رکھتی تھی، آگے آ، اوس شہر کو آیینا بندی کیا، گویتے راگ شروع کیے، تماشائین دریچیوں میں بیٹھ، مجلس شراب تیار کر بیٹے۔ اور بخوشی تمام سر امام مظلوم سب سروں سمیت اور اہلِ بیت عصمت کوں مع زین العابدین باغل وزنجیر شہر میں لائے۔ آہ، واویلا اسیرانِ حسین!

۱۔ دراصل: مردوں۔ حبر: اسرائیلی عالم۔ ۲۔ اصل میں کاتب نے عسقلان اور عسقلانی لکھا ہے۔

عسقلان فلسطین کے ان شہروں میں سے ہے جو سب سے آخر میں مسلمانوں کے قبضے میں آئے۔ اسے امیر معاویہ نے حضرت عمر کے عہد خلافت میں فتح کیا۔ رسول مقبول سے ایک حدیث منسوب کی جاتی ہے جس میں عسقلان کو "عروس الشام" (شام کی دلہن) کہا گیا ہے۔ صحابہ و تابعین کی ایک بڑی جماعت یہاں مقیم رہی ہے، اور بہت مشہور علما اور محدثین یہاں پیدا ہوئے جن میں سے ابن حجر عسقلانی بہت مشہور ہیں۔ یاقوت الحموی، معجم البلدان ۴: ۱۲۲؛ البلاذری، فتوح الشام ۱۴۲؛ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ۱: ۷۱۱)۔ امام حسین کے سر کا استقبال یہاں بڑے جوش و خروش سے ہوا تھا اور جس جگہ یہ سر دفن کیا گیا تھا وہاں مشہد کی شاندار عمارت بنی جو مدتوں شیعی عوام کی زیارت گاہ رہی۔ عیسائیوں کے حملوں سے بچانے کے لیے بقول مقریزی ۵۴۸ھ میں اسے قاہرہ منتقل کر دیا گیا۔ ابن تیمیہ نے اس پوری داستان کو خرافات قرار دیا ہے۔

چوتھی فصل: بیتم از چشم دوستاں: پڑھنے کے وقت بادل غم برشکال ہے

[۲۲۲ ب] لیکن سہل بن سعید[1] سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں وارد دمشق ہوا؛ شہر کے لوگوں کوں دیکھا کہ شادی ہیں اور تمام شہر کوں آمین بندی[3] کر بھاری پردے لٹکائے، اور چھوٹے بڑے لباس بھاری پہن، با زینتِ تمام، دف دنقارہ و ڈھول بخوشی بجاتے ہیں. کہا، شاید یہاں کوئی عید ہے، سوائے عید ہائے مشہور. آخر کوئی ایک سے پوچھا میں نے، مگر آج یہاں کوئی عید ہے کہ ہم نہیں جانتے؛ وہ کہے: اے شیخ! مگر توں اس شہر میں مسافر ہے. میں کہا کہ سہل بن سعید ہوں اور رسولِ خدا کی خدمت میں بہت رہا ہوں. وہ لوگ آہِ دردناک بھر کہے: اے سہل، ہم تعجب کرتے کہ کیوں آسمان سے لہو نہیں برستا! اور کیوں زمین نہیں اولٹتی[2]! [۲۲۳ الف]

۱۔ ان کا نام سہل بن سعید نہیں، سہل بن سعد ہے. ابو العباس سہل بن سعد بن مالک الساعدی الانصاری واقدی کی روایت کے مطابق وہ حجاج بن یوسف الثقفی کے زمانے میں موجود تھے. کہا جاتا ہے کہ وہ اصحابِ رسول میں آخری صحابی تھے. وہ خود کہا کرتے تھے کہ میری وفات کے بعد تم کسی سے یہ نہ سنو گے کہ رسول مقبول نے مجھ سے یہ کہا. ان کی وفات ۹۶ یا ایک روایت کے مطابق سو سال کی عمر میں ۸۸ھ یا ۹۱ھ میں ہوئی (ابن عبدالبر. الاستیعاب، ۲: ۶۶۵)

۲۔ روضۃ الشہدا: ۳۰۱. یہ روایت بحوالہ کنز الغرائب درج ہے. راوی کا نام یہاں "سہل ساعدی رضی اللہ عنہ" ہے اور لکھا ہے: "مصاحب حضرتِ رسول"؛ روایت میں کہیں کہیں جزوی اضافات ہیں. نیز دیکھیے جلاء العیون (فصل: ۱۵) ومقتل الحسین، ۲: ۶۰.

۳۔ آمین بندی، آیینہ بندی: مکان اور بازاروں کی آرائش و تزئین.

کیوں آفتاب روشن، کیوں چاند دَور میں ہے
کیوں ہیں ستارے تاباں، جو چرخ جَور میں ہے
کیوں نہیں زمیں الٹتی، کیوں آسماں نہ گرتا
معلوم نہیں یہ گردوں کچھ فکرِ اور میں ہے

اے ابنِ سعید، یہ شادی اس واسطے کہ سرِ امام حسین کا اہلِ کوفہ یزید لیے ہدیہ لائے۔ میں کہا، سبحان اللہ، سرِ امام حسین کا لاتے، اور لوگ شادیاں کر، نقارے بجاتے"! میں کہا کہ کس دروازے سے وہ سر لاوینگے۔ کہے،" دروازۂ ساعات سے۔ میں اودھر دوڑا اور تماشا بینوں کی بھیڑ سے ہزار محنت کر، وہاں پہونچ۔ دیکھا کہ نشانِ کفر و بدبختی کے آگے، پیچھے آتے۔ پھر ایک سوار آیا، نیزہ ہاتھ میں، اور ایک سر اوس نیزے پر شبیہہِ رسولِ خدا آئے؛ مجھے بے اختیار رونا آیا۔ پھر دیکھا کہ بہت عورتیں اور لڑکے ننگے اونٹوں پر سوار آئے۔ میں نے اون سے ایک کوں پوچھا کہ توں کون ہے۔ کہے:" میں ہوں سکینہ بیٹی حسینِ مظلوم کی۔ رونا میرا زیادہ ہوا اور کہا:" اے خاتونِ قیامت، میں تمہارے دادا کے اصحابوں سے ہوں۔ کچھ خدمت فرماؤ"۔" آہ، سکینہ با قرینہ بولی: اس بدبخت کوں کہہ کہ سر میرے باپ کا سب سروں سمیت آگے لے جاوے کہ نامحرم اون کے دیکھنے کو مشغول ہو، ہمیں نہ دیکھیں۔ میں اوس ملعون سے کہا؟ ایک کام میرا کرے تو چار سے دینار طلا دوں[۱]"۔ ملعون کہا:" کیا کام ہے؟" میں کہا:" ان سروں کوں عورتوں کے درمیان سے آگے لے جا۔" اوس ملعون نے وہ درم مجھ سے لے، حاجت میری روا کی۔ لیکن جب چاہا کہ اون درموں کوں خرچ کرے، کالی ٹھیکریاں ہو گئیں[۲]۔[۳]

پھر جب گذر اہلِ بیت کا مسجد جامع آگے ہوا، ایک بوڈھا کھڑا تھا۔ حضرت زین العابدین اور عورات غمگین

۱۔ روضۃ الشہدا میں" چہار صد درم" ہے۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ بعض نے بھی آگے چل کر لکھا ہے:" اس ملعون نے وہ درم مجھ سے لیے۔

۲۔ درم کے ٹھیکریوں میں بدل جانے کا ذکر روضۃ الشہدا اور جلاء العیون وغیرہ میں نہیں۔

۳۔ روضۃ الشہدا: ۲۰۲؛ ابن طاؤس: اللہوف: ۷۸؛ مجلسی: خوارزمی: مقتل الحسین ۶۱۱۲؛ جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۵۔

کوں دیکھ، کہیا: "الحمد للہ، کہ خدا نے تمہیں مارا، اور شہر اور اہلِ شہر کوں تمہارے فتنہ و بلا سے آرام دیا، اور [۲۴۴ الف]
یزید کوں تم پر غالب کیا"۔ تب حضرت زین العابدین فرمائے: "اے شیخ، تو نے قرآن پڑھا ہے؟"
کہیا: "ہاں"۔ کہے: "یہ آیہ پڑھا ہے: قُلْ لَآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ[1]۔
کہیا: "ہاں"۔ حضرت فرمائے: "وہ ہم ہیں"۔ پھر کہے: "یہ آیہ پڑھا ہے: وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ[2]؟ کہیا:
"ہاں"۔ کہے: "وہ بھی ہم ہیں کہ حق تعالیٰ نے پیغمبروں کوں حکم کیا کہ حق ہمارا ہمیں عطا کرے۔ اور یہ
بھی پڑھا ہے: وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي
الْقُرْبَىٰ[3]؟" کہیا: "ہاں"۔ فرمائے کہ وہ ذی القربیٰ ہم ہیں۔ اور یہ آیہ پڑھا ہے: إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ
لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا[4]۔ کہیا: "ہاں"۔ کہے: "وہ اہلِ
بیت ہم ہیں کہ حق تعالیٰ ہماری طہارت کی شہادت دیتا اپنے کلام میں"۔[5] جوں بوڑھا یہ سونا، بے اختیار [۲۴۴ ب]
رویا اور اپنے کہنے سے پشیمان ہو، چیرا سر سے پٹکا اور مونہہ طرف آسمان کے کر کہا: "خدایا! توباہ[6]، کیا
میں ان کی دشمنی سے، اور بیزار ہوا ان کے دشمنوں سے"، پھر حضرت زین العابدین کے پاؤں پر گر رونے
لگا اور خاک پر لوٹا، کہا: "خدایا" توبہ کیا ہیں۔ پس اگر توبہ میری قبول ہوئی، جان میرا لے، دعا
اس مردِ پیر کی موافق تقدیر پڑی۔ نعرہ مارا اور جان دیا:[7]

کیا گلی میں محبت کی اپنی جان نثار
کیا ؤ د جان کوں اپنی فدا برائے یار

۱۔ الشوریٰ ۴۲: ۲۳

۲۔ الشعراء ۱۷، ۲۶

۳۔ الانفال ۸: ۴۱

۴۔ الاحزاب ۳۳: ۳۳ (اے اہلِ بیت، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دور کردے اور تمہیں کاملاً پاک کردے۔)

۵۔ روضۃ الشہداء میں صرف پہلی اور آخری دو آیتوں کے پڑھنے کا ذکر ہے۔ دوسری اور تیسری آیتیں غالباً فضلی کا اضافہ ہیں۔

۶۔ توباہ = توبہ۔

۷۔ جلاء العیون اور اللہوف میں نعرہ مار کر جان دینے کے بجائے مندرج ہے کہ یزید کو خبر ملی تو اس نے قتل کروا دیا۔

ہوا جوں دوستی کے بھید سیتی وہ آگاہ
ہو غرق دوستی و نہیں اپنے دوست کی لیا راہ

تب اہلِ بیت مصیبت زدہ اور حضرت زین العابدین اوس مرد بالیقین پر روئے اور اِنَّا لِلّٰہ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہے۔

[۲۲۵ الف] اور سید ابن طاؤس حضرت محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرے ہے کہ فرمائے زبانی حضرت زین العابدین: جب ہمیں یزید پلید پاس لے چلے، مجھے ایک ننگے اونٹ پر سوار کیے۔ اور سب اہلِ بیت کو بھی ننگے اونٹوں پر سوار کر میرے اونٹ کے پیچھے رکھے، اور سر میرے پدر بزرگوار کا نیزے کی نوک پر دھر، میرے اونٹ کے آگے لے چلے۔ اور سب کافر گرد ہمارے ہوا اونٹوں کوں بیچ میں لیے؛ لیکن جب ہم سے ایک کوں روتے دیکھتے، برچھیوں کی نوکیں چبھوتے تاکہ اسی حال سے داخلِ شہر دمشق ہوئے۔ آہ، تب میدانی عمر نجس ملعون پوکارنے لگے کہ یہ اہلِ بیت رسول آئے؛ خاک اون کے مونہہ میں۔ تب اُمِ کلثوم نے شمر لعین سے رو رو اور گڑگڑا کہا: "اے شمر، کہو کہ ہم عورتوں کوں شہر میں سرِ راہ نہ لے جاویں؛ اور راہ لے جاویں کہ نامحرم نہ دیکھیں، یا کہ سروں کو ہم سے دور لے جاویں کہ نامحرم مشغول اون کے دیکھنے کے ہو ہم پر نظر نہ کریں۔ اس ... نے ہرگز ان کا کہنا نہ مانا، بلکہ دشمنی سے کہا کہ سب سروں کوں اونٹوں کے درمیان لے جاویں۔ [۲۲۵ ب]

ایضاً روایت ہے کہ جب اہلِ حرم محترم کوں اس بے حرمتی سے کوفیان بے وفا لے جاتے تھے، ایک ملعون

۱۔ فضلی نے ان شعروں کے ترجمہ ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن دراصل یہ فارسی کے حسبِ ذیل دو شعروں کا ترجمہ ہیں۔

پیر در کوئے محبت جاں بداد — جاں برائے وصلت جاناں بداد
چوں ز سرِ دوستی آگاہ شد — با شہیداں در زماں ہمراہ شد

۲۔ روایت کا صرف آخری حصہ ابن طاؤس کی اللہوف (ص ۷۷) میں ہے۔ پوری روایت مجلسی کی جلاء العیون (باب ۵، فصل ۱۵) میں دیکھی جائے۔

شامی کہا، ہم ان سے بہتر تیب بی نزدیکھے اور کافر کرتر سر مطہر امام مظلوم سے ذکر لا حول ولا قوۃ الا باللہ بنیہ.
لیکن جب اہلِ حرم محترم کوں سر و پا برہنہ شہر میں لائے، اوّل روز تماشا بینوں کی بھیڑ سی نماز ظہر کوں
یزید پلید کے گھر پہونچی. اوس ملعون نے نشیمن اپنے کوں صبح سے آراستہ کیا تھا، اور فرش عالی کر،
پردے بھاری زردوزی بندھوایا تھا. جوں خبر اہل بیت کے آنے کی پہونچی، مجلس شراب تیار کر،
ایک زینت اور دبدبے سے تخت پر بیٹھا اور اوس تخت کوں جواہر بیشمار سے مزیّن کیا، اور ملاعین [۲۲۰ الف]
اہلِ شام جو اوس وقت کے سردار تھے، اون کوں سونے کی کرسیوں پر گرد تخت کے بٹھلایا. پھر حکم کیا کہ
شمر ذی الجوشن اور ملاعین کوفہ سمیت سروں اور قیدیوں آویں. جوں اہلِ بیت عصمت وطہارت
روبرو اوس ظالم وفاسق کے آئے، ایک ملعون پوکارا: ان گنہگاروں لئیموں کوں امیر المومنین یزید
لیے لائے. تب زین العابدین فرمائے: خدا اور خلقِ خدا پر ظاہر ہے کہ گنہگار ولئیم کون ہے. پھر ایک
ملعون عبدالرحمن[1] نام نے یزید پلید کوں کہا: یا امیر! خوب کیا کہ نسلِ فاطمہ کوں دنیا سے اوٹھایا، اور
نسلِ بنی امیّہ کوں بڑھایا." یزید پلید سر نلے کیا، لیکن جب سر امام مظلوم کا سب سروں سمیت
اوس ملعون کے آگے آیا، نہایت خوش وقت اور باغ باغ ہو، سر اوس سر کا احوال پوچھے. مطلع [۲۲۰ ب]
ہو. بولا: "اے یاراں صاحب اس سر کا کہتا تھا، میرا باپ بہتر ہے تیرے باپ سے، اور ماں میری
بہتر تیری ماں سے، اور دادا میرا بہتر تیرے دادا سے، اور میں بہتر تجھ سے." انہی باتوں نے اسے قتل
کروایا[2]."

اور حضرت [زین] العابدین سے روایت ہے[3] کہ جب ہمیں مجلسِ یزید میں لے گئے، وہ ملعون شراب نہار مار
کرتا تھا، اور شطرنج کھیلتا[4] تھا. پھر پیالہ ہائے شراب اپنے مصاحبوں کوں دے کہتا تھا: "یہ شراب پیو.
مبارک ہے کہ سر ہمارے دشمن کا ہمارے پاس دھرا ہے، اور دل میرا نہایت خوش ہو رہا ہے."

۱۔ عبدالرحمن بن الحکم، برادر مروان بن الحکم.

۲۔ تفصیلات خوارزمی کی مقتل الحسین (۲ : ۵۷) وغیرہ میں موجود ہیں.

۳۔ جلاء العیون (فصل ۱۵)

۴۔ اصل کھلتا.

میرے دل کی مراد حق نے دی   تم پیو یہ شراب میں نے دی

خاک اوس ملعون کے مونہہ میں کہ حرف ہائے زبوں امام غریب اور اوس کے جد، آبا کی شان میں کہتا
[۲۳۰ الف] تھا، اور جب بازی جیتنا، پیالہ شراب کا زہر مار کرتا، تلچھٹ اوس کا اوس طشت میں کہ سرِ مبارک دھرا تھا، ڈالتا۔ پس جو محب و شیعہ ہمارا ہے، چاہیے کہ شراب پینے اور شطرنج و جوا کھیلنے سے پرہیز کرے۔

بہت راوی حضرت زین العابدین سے روایت کرتے کہ حضرت فرمائے: ہم بارہ نفر مردانِ اہلِ بیت سے تھے کہ ہمارے گلوں میں طوق و زنجیر ڈال اور رسیوں سے کس، یزید پلید پاس لے گئے۔ میں کہا: "اے یزید، قسم خدا کی کہ اگر رسولِ خدا ہمیں اس حال سے دیکھے، کیا کہے؟" پھر فاطمہ بیٹی امام مظلوم کی کہی: "اے یزید، رسولِ خدا کی بیٹیوں کوں قید کرتا، اور خدا سے نہیں ڈرتا؟" تب اوس مجلس کے سب سنگدل روئے، اور یزید ملعون
[۲۳۰ ب] کے بھی گھر سے آواز عورتوں کے رونے کی اوٹھی۔ تب ملعون کہا کہ رسیاں کھولیں، اور طوق و زنجیر کو دور کریں۔ لیکن جب نظر حضرت زین العابدین کی باپ کے سر پر پڑی، ایک آہ دلِ پُر درد سے بھر، لوہو کے آنسوؤں سے روئے اور تب سے دنبے کا کلہ نوش نہ فرمائے۔ اور جب نظر زینب کی بھائی کے سر پر پڑی، بیتاب ہو، گریبانِ صبر چاک کر، بآوازِ بلند کہی، یا حسیناہ واے وا، رسول اللہ، اے فرزندِ مرتضیٰ، اور اے دلبندِ سیدۃ النسا، اے جگر گوشۂ محمد مصطفیٰ، اور اے نورِ دیدۂ حسن مجتبیٰ، اے بھائی مجھ بیوہ دکھیا کے اور اے باپ سکینہ و زین العابدین کے۔ پس شور مجلسِ یزید سے اوٹھا اور وہ ملعون سر تلے ڈال، چپ ہوا۔ یک مرتبہ آواز ایک عورت بنی ہاشم کی کہ یزید پلید کے گھر میں تھی، بلند ہوئی کہ اے حسین، بزرگ اہل بیتِ رسولِ خدا
[۲۳۸ الف] اور واے فرزندِ محمد مصطفیٰ۔ اے فریادرس رانڈوں کے اور اے نوازنے والے یتیموں، اے مارے ہوئے

۱۔ جلاء العیون، فصل ۱۵۔

۲۔ اصل میں "مرادان" لکھا ہے جو کتابت کی غلطی ہے۔

۳۔ اصل۔ ایک آہ درد دلِ پُر درد سے بھر، متن کی تصحیح جلاء العیون کی اس عبارت سے کی گئی ہے: "آہے از دلِ پُر درد برکشید"۔

۴۔ جلاء العیون: و بعد از آں ہرگز کلۂ گوسفند تناول نہ فرمود۔

تیغ اولادِ ناکاروں کے، پھر شور حاضرانِ مجلس سے اوٹھا، اور وس ولد الزنا کوں کچھ اثر نہ کیا۔ آہ، چھڑی بید کی امام مظلوم کے دانتوں پر مار، بولا" حسین کیا اچھے لب و دندان رکھتا تھا، کاش آج بزرگان بنی امیہ کہ بیچ لڑائی بدر کے مارے گئے تھے، جیوتے ہوتے، اور دیکھتے کہ بدلہ اون کے مارنے والوں کی اولاد سے کیونکر لیا۔ تب ابوبرزۂ اسلمی[1] اصحاب کبار رسولِ خدا سے اوس مجلس میں حاضر تھا، بے اختیار ہو، بولا: اے یزید پلید! قَطَعَ اللّٰہُ یَدَکَ۔ کاٹے حق اللہ ہاتھ تیرے! لعنت خدا تجھ پر کہ چھڑی مارتا ہے فرزندِ فاطمہ کے دانتوں پر۔ مکرر دیکھا میں نے کہ رسولِ خدا اوس کے اور اوس کے بھائی کے دانتوں کو چومتے اور کہتے: "تم بہترین جوانانِ بہشت ہو؛ خدا مارے تمہارے مارنے والوں کوں[2] اور [۲۳۶ ب] لعنت کرے تمہارے آزار دینے والوں کوں:[3]

وہ ہونٹ بارہا جیسے بوسے دیا رسول — اوس پر چھڑی سے کرنا اشارت، کہاں روا!
جو سر نبی کی گود میں پایا ہے پرورش — تجھ آگے طشت میں ہے حقارت، کہاں روا!
جن دانتوں پر کہ فاطمہ قربان ہوتی تھی — اوس پر چھڑی لگانا یہ طاعت، کہاں روا!

۱۔ یہ قدیم صحابیوں سے تھے اور ان کا شمار اصحاب صُفّہ میں ہوتا ہے۔ انھوں نے رسول مقبول سے ۴۶ حدیثیں روایت کیں۔ ان کی وفات خراسان میں (اور بقول ابن عبدالبر بصرہ میں) اواخر خلافتِ معاویہ میں ۶۰ھ یا ۶۴ھ میں ہوئی۔ لیکن ارجح قول یہ ہے کہ ۶۵ھ میں ہوئی۔ مستند تاریخوں میں ان کے قیام عراق و شام کا ذکر نہیں ملتا۔ اس طرح مقتل حسین میں ان کی موجودگی اور یزید کی مجلس میں ان کی گفتگو کا واقعہ مشتبہ ہو جاتا ہے۔ دیکھیے فؤاد افرام البستانی، دائرۃ المعارف ۴: ۲۰۲ (بیروت، ۱۹۶۲ء)

۲۔ ابن طاؤس: اللہوف، ۹۷؛ خوارزمی، مقتل الحسین ۲۔ ۵۸؛
بعض روایتوں میں ہے کہ جنہوں نے یزید کو سر دربار سرزنش کی وہ ابوبرزہ اسلمی نہیں بلکہ ایک دوسرے صحابی سمرہ بن جندب تھے (خوارزمی ۲۔ ۵۸) ان کا نام بصرہ ثابت ہے لیکن ان کی وفات خلافتِ معاویہ میں ۵۸ھ میں ہو چکی تھی (ابن عبدالبر: الاستیعاب ۲۔ ۶۵۴) اس لیے یہ پوری روایت مشتبہ ہے۔

۳۔ فضلی نے یہ نہیں بتایا کہ یہ ترجمہ ہے مندرجہ ذیل فارسی شعروں کا۔

آں لب کہ بوسہ داد بروبارہا رسول — بولیشں بچوب کردن اشارت کجا رواست
واں سر کہ برکنار نبی داشتہ وطن — در طشت زر نہادہ بہ پیش تو کے سزاست

تب یزید پلید غضب میں آ کہا: "اے صحابی، حرمتِ رسولِ خدا رکھتا، والا ابھی تیری گردن مارتا۔" وہ کہا، عجب حالت ہے کہ ملاحظہ[2] صحبتِ رسولِ خدا کرتا اور رعایت فرزندِ عزیز اوس کے کی نہیں بجا لاتا۔ حاضرانِ مجلس اس بات سے زار زار روئے۔ نزدیک ہوا کہ کچھ فتنہ برپا ہووے۔ آخر الامر اوس اصحاب کوں مجلس سے باہر لے گئے، اور یزید بدبخت نے کہا: "بعضی عورتوں کوں لا کر باتیں کروں۔" تب زینب اور امّ کلثوم اور زین العابدین آگے آئے۔ جوں حضرت زینب کی آنکھ بھائی کے سر پر پڑی، [۲۳۶ الف]
بے اختیار آہ مار، بولی: "واجدّاہ، وامحمّداہ"۔ لمولفہ[3]:

ہے یہ ترا حسین کہ سر کہیں بدن کہیں ملتا نہیں ہے اب جسے گور و کفن کہیں
سر اوس کا تیرے دشمنوں آگے دھرا ہے اب اوس ہونٹوں پر چھڑی مارتے ہیں بے ادب[4]

پھر موںہہ یزید طرف کر کہیں: "کچھ توں جانتا ہے کہ کیا کرتا؟ اپنی عورتوں کو پردے میں بٹھاتا، اور رسولِ خدا کی بیٹیوں کوں بازار میں پھرا، نامحرموں کوں دکھاتا۔ نہیں جانتا کہ روزِ قیامت اس عمل کے عہدے سے کیوں کر برآویگا۔" یزید ملعون[illegible] بالوں سے کانپا، اور پوچھا: "یہ کون ہے؟" کہے: "بہن حسین کی اور بیٹی فاطمہ کی۔" تب امّ کلثوم نے اوٹھ، سر بھائی کا اوٹھا، موںہہ اپنا اوس موںہہ پر رکھ، بیہوش ہوئی۔ پھر ہوش میں آ، کہی: "اے یزید! امید رکھتی ہوں کہ تو اس دنیا میں آرام نہ پاوے جیسے کہ ہمیں دوکھ دیا۔" تب یزید نے کہا: "یہ عورت زبان دراز بھی حسین کی بہن ہے؟" ملعون کہے کہ [۲۳۶ ب]
"ہاں"۔ بدبخت بولا: "اے کلثوم! دیکھا توں نے کہ خدا نے تمہیں کیسا جھوٹھا کیا، اور تمہارے سر پہ کیا نازل ہوئی بلا؟" امّ کلثوم کہیں: "خدا نے منافقوں کو[5] جھوٹھا کیا بموجب اِنَّ الْمُنَافِقُونَ لَکَاذِبُونَ، اور اون پر لعنت کر وعدۂ عذاب فرمایا بموجب وَیُعَذِّبَ الْمُنَافِقِینَ وَالْمُنَافِقَاتِ[6]"

۱۔ [illegible] یہاں زائد ہے اور [illegible] کے یہاں متعدد جگہ اسی طرح استعمال ہوا ہے۔

۲۔ ملاحظہ بمعنی رعایت [illegible] طرح مستعمل ہے مثلاً منہ ملاحظہ بمعنی رو رعایت)

۳۔ یہ کلمہ نسخے کے حاشیے پر لکھا ہے۔

۴۔ [illegible] میں امّ کلثوم کی طویل گفتگو درج ہے۔ [illegible] اختصار [illegible] لیا ہے۔

۵۔ یعنی منافق جھوٹے ہیں۔

۶۔ (۴۸: ۶) یعنی منافق کو، مرد ہوں کہ عورت، عذاب دیا جائے گا۔

الحمدللہ کہ اہلِ بیتِ رسول جھوٹھ اور نفاق [سیتی] پاک ہیں۔[1]

حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جب یزید پلید اہلِ بیت سے جواب و سوال کر، شرمندہ ہوا، مونہہ پھرا، حضرت زین العابدین سے خطاب کیا؟ اے فرزندِ حسین، باپ تیرے نے قطع رحم میرا کیا۔ اور چاہا کہ منبروں پر خطبہ نہ پڑھیں میرے نام کا واسطے سلطنت کے؛ مجھ سے لڑا اور رعایت / حق ہمارے کی نہ کیا۔ شکر خدا کہ مطلب کوں نہ پہونچا۔ تب زین العابدین کہے "اے بیٹے معاویہ و ہند [۲۰۹ الف]
کے، پیغمبری اور بادشاہی میرے باپ دادے کی تھی یا تیرے جدّ آبا کی؛ اور لڑائی بدر و اُحد میں نشان رسولِ خدا کا میرے دادا علی کے ہاتھ تھا، یا تیرے دادا ہاتھ؛ اور نشان کا فروں کا تیرے باپ دادے کے ہاتھ تھا۔ حیف، اے یزید، اگر جانے کہ کیا کیا توں نے اور کس گناہ کا مرتکب ہوا ہے بیچ حق باپ اور بھائیوں اور اہلِ بیت میرے کے، پس پہاڑوں میں بھاگ جاوے، اور خاک پشیمانی کی اپنے سر ڈال، فریاد و واویلا اوٹھاوے۔ آیا شرم نہیں کرتا کہ سر باپ میرے حسین مظلوم کا اور فرزندِ رسولِ خدا و فاطمہ کا دروازۂ شہر پر لٹکایا۔ اور اہلِ بیت عصمت کوں بیستر نامحرموں میں بٹھایا۔ پس بشارت ہو ویو تجھے خواری و پشیمانی ہے بیچ قیامت کے: [۲۰۹ ب]

جس دن جگر کے ہول سیتی سب کے خوں ہوویں
حکّام کے نشان و عَلَم سرنگوں ہوویں

اندیشہ کر، اُس دن سے کہ حال تیرا کیا ہوئیگا۔" ملعون ان باتوں سے طیش کھا، ایک پیادے کوں کہا: اسے باغ میں لے جا اور گردن مار کر وہیں دفن کر۔ جوں وہ ملعون حضرت زین العابدین کوں باغ میں لے گیا، اوّل مشغول قبر کھودنے کا ہوا اور حضرت مشغول نماز ہوئے۔ جب وہ ملعون قبر کھود چوکا، ارادہ حضرت کے مارنے کا کیا۔ ایک ہاتھ ہوا سے پیدا ہو، اوس ملعون پر لگا کہ اوندھے مونہہ جہنم میں گرا۔ خالد بیٹا یزید پلید کا وہاں دیکھتا تھا، جا کے اپنے باپ سے نقل کیا۔ ملعون کہا، اوسی قبر میں اوسے دفن کرو، اور زین العابدین کوں یہاں لاؤ۔"

---

[1] مجلسی: جلاء العیون (فصل ۱۵)

[۴۰ الف] شیخ مفید و سید ابن طاؤس فاطمہ بیٹی امام مظلومؑ کی سے روایت کرتے ہیں[۱] کہ جب ہمیں یزید پلید پاس لے گئے، ایک ملعون شامی نے اوٹھ یزید سے کہا: "یہ لڑکی مجھے بخش، اور اشارہ مجھ طرف کیا۔ میں ڈرے کانپ اپنی پھوپھی زینب سے چمٹی۔ پھوپھی نے مجھے تسکین دے، اوس شامی کوں کہی: اے ملعون، کیا توں اور کیا یزید، کوئی اختیار نہیں رکھتا کہ ہمیں بندی کر، بخشے۔ یزید لعین بولا: اگر میں چاہوں تو کر سکتا۔" زینب کہیں: "قسم خدا کی کہ یہ کام نہیں کر سکتا، مگر اس وقت کہ ہمارے دین سے نکلے۔ ملعون غصے ہو کہا: "توں مجھ سے کہتی، تیرے باپ بھائی دین سے نکلیں۔" زینب کہیں: "میرے باپ بھائیوں کے دین میں ہدایت پایا توں اور باپ دادا تیرا، یا کسی اور کے دین میں؟ بشرطے کہ مسلمان
[۴۱ - ب] ہوئے ہوئیں۔ ملعون کہا: "جھوٹ کہتی۔" وہ کہیں: "توں اپنی شاہی اور سلطنت پر مغرور ہو رہا، جو چاہتا سو کہتا۔ میں اب جواب تیرا نہیں دیتی۔" پھر اوس شامی حرامی نے فاطمہ کو مانگا۔ کلثم کہیں: "اے بدبخت چپ کر، خدا تیری زبان کاٹے، اور تجھے اندھلا کرے۔ ہاتھ تیرے خشک ہوئیں اور تجھے جہنم پہونچاوے۔ اولادِ پیغمبران، خدمتگار زناکاروں کی نہیں ہوتی۔" سنو بات حضرت کلثم کی تمام نہ ہوئی تھی کہ حق تعالیٰ نے دعا مستجاب کی، دونہیں وہ ملعون شامی گونگا اور اندھلا ہوا، اور ہاتھ خشک ہو گئے۔[۲] کلثم کہیں: "الحمد للہ، خدا نے ایک نصیبہ عذاب تیرے کا دنیا میں تجھے پہونچایا۔ یہ سزا اوس کی جو کہ باعث بےحرمتی اولادِ رسولِ خدا کا ہووے۔"[۳]

۱۔ مقاتل الطالبیین (ص ۱۲۰) میں فاطمہ کے بجائے زینب کا نام لکھا ہے لیکن صحیح فاطمہ ہی ہے۔ ابن الاثیر (۴، ۲۶) میں ہے۔ هب لی هذه یعنی فاطمة۔ طبری (۶، ۲۶۵) سے بھی اس روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ بعد کی تفصیلات اور شامی کے گونگے اندھے ہو جانے کے ذکر سے قدیم مصادر خالی ہیں لیکن جلاء العیون اور دوسری شیعی ادبیات میں یہ موجود ہیں۔

۲۔ مجلسی: جلاء العیون (فصل ۱۵)

۳۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جب اس شامی کو معلوم ہوا کہ جسے وہ کنیز سمجھ رہا تھا وہ فاطمہ بنت حسین ہیں تو اس نے یزید پر لعنت بھیجی اور کہا: عترت نبی کو قتل کرتا ہے اور ان کی ذریت کو قیدی بناتا ہے۔ میں تو سمجھ رہا تھا یہ روم کے قیدی ہیں۔ اس پر وہ یزید کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

(ابن طاؤس: اللهوف علی قتلی الطفوف ۸۴)

روایت ہے کہ ایک دن سکینہ کہی: "رات کوں اپنے حال پر روتے روتے سوگئی. خواب میں دیکھتی کہ دروازے آسمان کے کھولے اور ایک نور درمیان آسمان و زمین کے بلند ہوا. بہت حوریں بہشت [۲۴۴ الف]
سے تلے آئیں. یکایک ایک باغ دیکھی، اوس میں ایک محل نہایت زینت و بلندی؛ ناگاہ داخل ہوئے اوس محل میں پانچ مرد نورانی. میں ایک حور سے پوچھی کہ یہ محل کس کا ہے. کہے: "تیرے باپ حسین کا." میں کہی: "یہ پانچ شخص جو اس میں گئے، کون تھے؟" کہا: "اول آدم، دوسرا نوح، تیسرا ابراہیم، چوتھا موسیٰ." میں کہی: "پانچواں کون تھا کہ نہایت غم سے ہاتھ ڈاڑھی پر رکھے تھا؟" وہ کہی: "اے سکینہ! اوسے نہ پہچانی توں؟ وہ تیرا دادا رسول خدا تھا." میں پوچھی: "پس وہ کہاں گئے؟" کہی: "تیرے باپ پاس." میں کہی: "واللہ، اپنے دادا پاس جاؤں اور شکایت کروں." تب وہاں جا،
کہی: "اے دادا، ہمارے وارثوں کوں مارے، اور حرمت ہماری رکھو، سر پاؤں ننگے اونٹوں پر سوار [۲۴۴ ب]
کر، یزید پاس لائے." دادا نے مجھے گلے لگا، کہا: "اے پیغمبران خدا! دیکھو کہ میری امت نے میرے بچوں سے کیا کیا!" تب وہ حور کہی: "اے سکینہ، بس کر، دادا کوں توں رلائے." پھر میرا ہاتھ پکڑ، اور محل میں لے گئی. وہاں پانچ عورتیں تھیں نورانی. اون میں ایک عورت دیکھی، سب سے نورانی؛ کپڑے سیاہ اور بال کھولے، ایک جامہ لہو بھرا ہاتھ میں. جب وہ اٹھتی، سب بیبیاں اٹھتیں اور جب وہ بیٹھتی، سب بیٹھتیاں. میں حور سے پوچھی: "یہ کون ہیں؟" کہی: "ایک حوا، دوسری مریم ماں عیسیٰ کی، تیسری سارہ محل ابراہیم، چوتھی خدیجہ نانی تیری، پانچویں فاطمۂ زہرہ دادی تیری." میں دادی
پاس جا، کہی: "اے دادی، میرے باپ کوں ظالم مارے اور مجھے یتیم کیے." دادی مجھے چھاتی سے لگا [۲۴۵ الف]
روئی اور سب بیبیاں رو رو کہیں: "اے فاطمہ! خدا حکم کرے گا درمیان تیرے اور یزید کے قیامت میں." پھر دیکھی میں کہ اور دروازہ آسمان سے کھولا اور فوج فوج فرشتے آ، میرے باپ کے سر کی زیارت کرتے تھے، اور جاتے تھے. یزید پلید نے یہ خواب سن تماچے[1] مار، کہا: "مجھے حسین کے مارنے سے کیا کام تھا." لیکن روایت صحیح یہ ہے کہ اعتبار نہ کیا اور گھر میں اوٹھ گیا.

۱۔ اصل: طماچے.

اور حضرت زین العابدین سے روایت ہے[۱] کہ جب سر میرے باپ کا یزید پلید پاس لائے، وہ ملعون
شراب زہر مار کرتا تھا۔ اور اوس دن ایلچی بادشاہِ فرنگ کا[۲] اوس ملعون کی مجلس میں حاضر تھا۔ پوچھا:
"اے بادشاہِ عرب! یہ کس کا سر ہے؟" یزید کہا: "تجھے اس سر سے کیا کام؟" کہا: "اس واسطے کہ جب اپنے
شاہ پاس جاؤں، یہ خبر اوسے بھی پہونچاؤں، بر تا وہ بھی تمہاری شادی و غم کا شریک رہے۔" یزید کہا: [۲۴۴ ـ]
"سر حسین بن علی ہے۔" فرنگی کہا: "لعنت خدا تم پر، اور تمہارے دین پر، ہمارا دین بہتر ہے تمہارے
دین سے۔ جان کہ باپ میرا حضرت داؤد کی اولاد سے ہے، درمیان میرے اور اوس کے ستر پشتیں
گزریں، اب لگ سب فرنگی تعظیم میری کرتے، اور خاک میرے پاؤں کی برکت جان، تبرک کر،
لے جاتے۔ اور تم اپنے پیغمبر کی اولاد کوں کہ کلھہ[۳] تم میں سے گیا ہے، مارتے۔ چنانچہ ابھی اس میں
اور تمہارے پیغمبر میں ایک پشت سے زیادہ نہیں گذری۔ بورا دین تمہارا، اے یزید! سونا ہے
توں کہ حضرت عیسیٰ کی سواری کے گدھے کا ایک سم ہے کہ سب فرنگی ادسے سونے کے حقّے[۴] میں رکھے
اور کہتے، یہ سُم اوس گدھے کا [ہے] کہ جس پر ہمارا پیغمبر سوار ہوتا تھا۔ ہر سال عالم کے فرنگی اوس گدھے
کے سُم کی زیارت کوں آتے، اور طواف اس کا کر، چوم، مرادیں مانگتے۔ ہم رعایت اپنے پیغمبر کے [۲۴۴ ب]
گدھے کی کرتے، اور تم اپنے پیغمبر کے نواسے کوں مارتے۔ خدا تمہیں برکت نہ دے۔" یزید پلید کہا:
"مارو اس فرنگی کوں کہ مجھے اپنے شہر میں رسوا اور خراب کرے گا۔" جوں فرنگی یہ بات سونا کہا: "تو مجھے
ماریگا؟" یزید کہا: "ہاں۔" فرنگی کہا: "رات تمہارے پیغمبر کوں خواب میں دیکھا تھا میں کہ فرمایا تھا:
"اے فرنگی، توں بہشتی ہے۔" میں اوس بات سے تعجّب میں تھا، لیکن اب شہادت دیتا ہوں وحدانیت
خدا پر اور پیغمبریِ محمد مصطفیٰ پر۔" پھر اوٹھ، سر امام حسین مظلوم کوں چھاتی سے لگا رو کر کہا: "یا ابا
عبداللہ! میں غلام ہوں تیرا۔" اور دلِ پاک سے مسلمان ہو صدق سے کہا: "اشھد ان لا الہ الا

۱۔ یہ روایت مکمل طور پر سید ابن طاؤس کی اللہوف (ص ۸۵) میں مندرج ہے۔ قریب بہ یقین ہے کہ کاشفی نے اسے روضۃ
الشہدا (ص ۳۰۴) میں وہیں سے نقل کیا ہے یہاں یہ حکایت ابوالمفاخر رازی سے نقل ہوئی ہے نیز دیکھیے جلاء العیون (فصل ۱۰)
۲۔ یہ جلاء العیون کی روایت ہے لیکن روضۃ الشہدا میں شاہِ فرنگ کے ایلچی کی جگہ تاجر یہودی ہے۔
۳۔ کلہہ: کل۔
۴۔ اللہوف میں 'حقۃ الذھب' ہے۔

اللہ واشہد انّ محمدًا رسول اللہ . اے سید، محشر میں اپنے دادا کے آگے میرے ایمان پر گواہی دیجیو ۔ یزید [۲۴۳ الف]
کہا: اب جو تجھے مارتا ہوں، مسلمان ہوتا ہے؟ فرنگی کہا: اے یزید، میں امام حسین سے بڑا نہیں .
توں نے اوسے شہید کیا. پس میں کیا! فرما کہ جلدی قتل کریں . امید وار ہوں کہ بموجب "یحشر المرء
مع احبابہ" مجھے ساتھ شہیدان کربلا کے اوٹھاویں"۔ تب ملعون بدبخت نے حکم کیا کہ اوس
نومسلمان کا سر تن سے جدا کیے . اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ .

آہ، واویلا، صد واویلا!

اس فصل پانچویں میں ہے چہلم کا سب بیان
اور ظلم اپنے سے بہ یزید انفعال ہے [۲۰۴ ب]

لیکن ملّاں محمد باقر مجلسی جلاء العیون میں بسند ہائے معتبر ابن بابویہ سے روایت کرتے ہیں کہ یزید پلید نے
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کوں مع اہل بیت مطہر ایسے مکان میں قید کیا کہ نہایت تنگ
تاریک تھا، اور سالہائے سال و قرنہائے لا یزال پرتوۂ آفتاب و اثر ہوا وہاں نہ پہونچا تھا . اوس
بھاکسی خانے میں رکھا بامید اینکہ وہ گھر بہت پورانا ہے اور کھوکھرا ہو رہا ، جانتے تھے کہ اب گرے،
اب گریگا . کاش انھیں پر گرے کہ سب دب مریں اور کئی ایک غلام رومی اون پر نگہبان مقرر کیے
تھے . وہ اپنی رومی زبان میں کہتے تھے: "یہ قیدی ڈرتے ہوئینگے کہ یہ گھر ہم پر گر لیگا، ہم دب مرینگے. [۲۴۴ الف]
نہیں جانتے کہ کلھ یہ سب مارے پڑیں گے"۔ اور وہ غلام رومی جانتے تھے کہ قیدی زبان ہماری نہیں سمجھتے.

ا۔ مجلسی : جلاء العیون (فصل ۱۵)

۲۔ اصل: بمعہ .

۳۔ بھاکسی (ھ) اندھا کنواں، قیدخانہ، کال کوٹھری (پلیٹس : ۱۷۹)

۴۔ کلھہ : کل (یہاں ہائے کا شمول پنجابی لہجے کے مطابق ہے)

لیکن حضرت زین العابدین سب بولیوں سے باعجاز امامت واقف تھے۔ فرمائے: "اے ملعونوں، خدا نہ
مارنے دیگا"۔ جب صبح ہوئی، یزید پلید نے حکم کیا کہ سر حسین کا دروازۂ محل پر سمیت نیزے کھڑا کر قیدیوں
کوں اسی دروازے سے لادیں؛ دِگر: آویں، یزد لادیں۔ لیکن جوں وہ بپت زدگانِ مصیبت کشیدہ
اوس ملعون کے دروانے پر پہونچے اور سر اپنے وارث کا نیزے پر دیکھے، آنسو لہو کے سب کی آنکھوں سے
چوئے اور اندر جا فریاد واویلاہ واحسینا کیے۔ تب حضرت زین العابدین کہے: "اے یزید کیا اس
[۲۴۶ الف] دولتِ دو روزہ پر مغرور ہے۔ خدا سے نہیں ڈرتا، جو یہ ظلم کرتا۔" ملعون طیش میں آ، ایک پیادے کوں
کہا: "اس زبان دراز کا سر تن سے کر جدا"۔ اوس پیادہ نے آ، ہاتھ حضرت زین العابدین کا پکڑا۔ ام کلثوم
نے دونوں ہاتھ اوس پیادے پر مار، کہا، اے یزید، اتنوں کو مارنے سے پیٹ تیرا نہیں اوبھرا[1]۔ تا واللہ
کہ اس بِن کوئی اور نہیں رہا کہ محمدؐ کی بیٹیوں کا محرم ہووے"۔ اور یہ شعر پڑھے[2]:

کلام بانظام حضرت کلیم

أنا دیلعو بلجدا ہ یا خیر مرسل   حسینک مقتول[3] ونسلک ضائع

(کروں ہوں تجھ آگے فریاد یا جدّ مرسل   حسین مارا پڑا تیری نسل ہوئی ضائع)

جوں یزید یہ سونا لرزہ اوس کے بدنِ کثیف پر پڑا اور اوس پیادے کوں منع کیا[4]۔

اتنے میں یزید پلید کے گھر کی عورتیں گریبان اپنے چاک کیاں، اور گہنے توڑ بے اختیار زار زار روئیاں، اور
[۲۴۶ ب] ہند بیٹی عبداللہ عمر کی کہ اون دنوں یزید پلید کی جورو تھی، اور آگے حضرت امام حسین کے نکاح میں تھی،
پردہ پھاڑ، گھر سے باہر نکل مجلس میں آئی۔ اوس وقت یزید پلید دیوانِ عام کر رہا تھا۔ رو کر بولی :

۱۔ یعنی نہیں بھرا۔

۲۔ مقتل ابی مخنف (ص ۱۶۷) میں ہے کہ خود امام زین العابدین نے یہ شعر پڑھے۔ اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ علی بن الحسین
نے روضۂ رسول مقبول پر یہ اشعار پڑھے۔ (ص ۱۸)

۳۔ عام مشہور روایت میں الفاظ "حبیبک مقتول" ہیں۔

۴۔ روضۃ الشہدا ص ۳۰۷، اس روایت کے بعد روضۃ الشہدا میں حضرت زین العابدین اور یزید کے بیٹے کی کشتی اور نوبت والی
روایت جو آگے درج ہے مذکور ہے۔ وہاں اس مقام پر یزید کے گھر کی عورتوں اور ان کی گریہ وزاری کا ذکر موجود نہیں۔

اسے یزید بھیجا، سرنواسۂ رسولِ خدا کا اپنے گھر کے دروازے پر لٹکایا۔ خدا سے نہیں ڈرتا اور محمد مصطفیٰ سے شرم نہیں کرتا! ملعون نے دوڑ، جلدی سے دامن اوس پر اوڑھا، محل میں لے جا، کہا، اے ہند، میں بے تقصیر ہوں۔ ابنِ زیاد ملعون نے جلدی کر، حسین کوں مارا، میں ہرگز اوس کے مارنے پر راضی نہ تھا!"
پھر اہلِ بیتِ عصمت و طہارت کوں اپنے محل میں جگہ دیا اور ہر صبح و شام حضرت زین العابدین کوں اپنے دسترخوان پر بولا، کھانا کھلاتا۔ پھر ابو شام کوں کہا: "شہر او، امرایانِ گوذ کوں حاضر کر۔" جب سب ملاعین حاضر ہوئے، یزید پلید مکّار نے سخت سخت باتیں کہہ، او نفرین و لعنت کر کہا: "میں اطاعت تمہاری سے بغیر مارنے امام حسین کے راضی نہ تھا۔ اگر اوسے جیوتا مجھ کنے لاتے، میں حق خدمت اوس کا بجا لاتا!" الف]

روایت ہے[۲] کہ ایک دن حضرت زین العابدین کوں بولا، اپنے بیٹے پاس بیٹھا، کہا، اے زین العابدین بیٹا میرا[۳] عمر میں تیرے برابر ہے،[۴] کشتی لڑیگا؟ حضرت کہے: "کام کشتی کا سہل ہے، دونو کے ہاتھ ایک ایک چھوری دے۔ تا تیرے رو برو لڑیں۔ جو کہ غالب آوے، مغلوب کوں مارے۔" ان باتوں میں تھے[۵] کہ نوبت یزید پلید کی بجنے لگی، پسر یزید کہا: "اے پسر حسین، یہ نوبت میرے باپ کی، [تیرے باپ کی] نوبت کہاں!" حضرت زین العابدین کہے: "ذرا صبر کر، تا جواب تیرا دوں!" یکایک موذن نے اذان شروع کی۔ حضرت کہے: "اے پسر یزید، یہ نوبت میرے باپ دادے کی

۱۔ اصل: خان
۲۔ روضۃ الشہدا ۳۰۷ - ۳۰۸؛ جلاء العیون، باب ۵، فصل ۱۵)
۳۔ خالد بن یزید بن معاویہ۔
۴۔ جلاء العیون میں ہے: روزے یزید لعین حضرت امام زین العابدین و عمرو فرزند امام حسن را طلبید و عمرو کودک یازدہ سالہ بود۔ یزید با عمرو گفت کہ با فرزندِ من خالد کشتی بگیر۔ عمرو گفت: کشتی بچہ کار می آید؟ اگر خواہی شجاعت مرا امتحان کنی، کاردے بدستِ من و کاردے بدستِ او بدہ، تا با او مقاتلہ کنم۔ یزید گفت: "ایں شجاعت را از پدران بمیراث داری!"
۵۔ بقیہ روایت جلاء العیون میں درج نہیں۔

[۲۴۴ ب] باجتی. توں اپنے باپ کی نوبتِ پنج روزہ پر مغرور/ نہ ہوکر اس سرائے فانی میں

پانچ دن ہر کسو کی نوبت ہے
اور نوبت ہماری ہیگی سدا
تیری نوبت سے ہیگا دیں موں خلل
دیں ہے نوبت ہماری سے ہی بجا

یہ نوبت پر ذلت تیری دو دن کے بعد اوٹھا دیں، اور یہ نوبتِ دولت و کرامت تا قیامت بجا دیں؛ خطبے بزرگی و فضیلت کے ہمارے نام پڑھاویں"۔ تب بیٹا اوس ملعون کا چپ ہوا، اور ہر ایک سوننے والا فصاحت و بلاغتِ شاہزادہ سے متعجب رہا۔

روایت ہے کہ ہند جورو یزید کی ایک رات خواب میں دیکھی کہ دروازہ آسمان کا کھولا، اور فوج فوج فرشتے نازل ہو، حضرت امام حسین کے سر آگے کھڑے ہو، کہے: "السّلام علیك یا أبا عبد الله، السّلام [۲۴۵ الف] علیك یا ابن رسول الله"۔ پھر دیکھی کہ ایک ابر آسمان سے آیا اور بہت مرد درمیان اوس ابر کے رہتے درمیان اون کے ایک مرد نہایت نور و صفا میں زمین پر پہونچ دوڑا۔ اور آپ کو اوس سر لگ پہونچا، لب دندان اوس کے چوم، زار زار رو، کہا، اے فرزند دلبند میرے، تجھے لعین مارے، اور آب فرات سے منع کیے، مگر تجھے نہ پہچانے۔ اے فرزند گرامی، میں تیرا دادا ہوں، رسول خدا، اور یہ باپ تیرا ہے علی مرتضیٰ، اور یہ بھائی تیرا ہے حسن مجتبیٰ، اور یہ چچے تیرے ہیں جعفر طیّار و عقیل و حمزہ و عبّاس۔ یونہیں ایک ایک کا نام حضرت بتاتے تھے، اور روتے تھے۔ ہند دہشت سے ڈر کر چونکی اور نزدیک اوس سرِ مبارک کے جا، دیکھی کہ نور اوس سر سے آسمان لگ بلند ہے۔ دوڑی کہ یزید کوں جگا اپنا خواب کہے۔ اوسے اوس کے بچھونوں پر نہ پائی۔ ڈھونڈتی ڈھونڈتی دیکھی کہ ایک اندھیرے گھر میں [۲۴۵ ب] /رُو بدیوار بیٹھا ہے، اور نہایت غم و الم سے رو رو، کہتا ہے: "مجھے حسین کے مارنے سے کیا کام تھا!" جوں خواب میرا سونا، غم اور ڈر اوسے دُونا ہوا۔ ترجمہ

فرزندِ محمد کا خوں کرنا نہیں آساں

۱۔ جلاء العیون (باب ۵، فصل ۱۴)

شرم سے سر تلے ڈال، چپ ہو، کچھ جواب نہ دیا۔

لیکن سب راوی متفق علیہ یہ روایت کرتے کہ حضرت زین العابدینؑ اور یزید لعین میں بہت بحث واقع ہوئی۔ چنانچہ یہاں تک پہونچی کہ حضرت کہے ہے: "یزید! جبرئیل ہمارے گھر نازل ہوا، یا تیرے گھر؟ آیۂ تطہیر ہمارے حق اترا، یا تیرے حق؟" یونہیں آیہ ومد شیر، فرماتے تھے، تا کہ لرزہ بدن یزید پر پڑا، اور ڈر ان باتوں سے غالب ہوا۔ رو کر کہا: "اے زین العابدینؑ، کچھ مطلب اپنا مجھ سے مانگ، تا روا کروں۔"
حضرت کہے: "میرے باپ کے کشندے کوں میرے حوالے کر، تا میں بھی اوسے قتل کروں۔" یزید پلید [۲۶۹ الف]
نے سرداران کو قتل کوں بولا۔ پوچھا: "حسین کوں کن نے مارا؟ کہے۔" خولی نے: "خولی نے۔" وسے بولا کہا: "ارے حسین کوں تو نے مارا؟" خولی کہا: "حاشا۔ مجھے حسین کے لڑنے سے کیا کام تھا!" یزید کہا: "پس کن نے مارا؟" کہا: "سنان بن انس نے۔" او سے بولا، پوچھا کہ "حسین کوں تو نے مارا؟" کہا: "لعنت خدا حسین کے مارنے والے کوں۔" تب یزید پلید طیش میں آ، کہا: "پس کن نے مارا؟" کہا: "شمر لعین نے۔" اوسے بولا پوچھا کہ حسین کوں تو نے مارا۔ شمر کہا: "سب جھوٹھ کہتے۔" تب یزید پلید جھونجھلا کر کہا: "پس کن نے مارا؟" شمر کہا: "سچ کہوں کہ کن نے مارا؟" یزید کہا: "کہہ۔" شمر کہا: "حسین کوں اون نے مارا، جس نے لشکر جمع کر، خزانے کا دروازہ کھول، مال بےشمار اور گھوڑے ہتھیار دے، کہا، جاؤ، اور حسین سے لڑو، [۲۶۹ ب]
سر اوس کا لاؤ۔" یزید پلید نہایت شرمندہ ہو، کہا اور تھو کر "لعنت خدا تم سب پر۔" پھر مونہہ حضرت طرف کر، کہا: "اور حاجت مانگ۔" حضرت کہے: "سر میرے باپ کا سب سروں سمیت مجھے دے، تا لے جاؤں اور ان کے تنوں سے ملا، دفناؤں۔" کہا: "البتہ؛ اور حاجت مانگ۔" حضرت کہے: "مجھے سمیت اہلِ بیت کے رخصت دے، تا مدینے جا، اپنے دادا کے روضے پر حق تعالیٰ کی بندگی میں مشغول ہوں۔" کہا: "البتہ؛ اور حاجت طلب کر۔" کہے: "کلہہ دن جمعے کا ہے؛ رخصت دے کہ منبر پر خطبہ میں پڑھوں۔" کہا: "البتہ۔" لیکن جب صبح ہوئی، ملعون خطبہ پڑھنے کے وعدے سے کہ حضرت سے کیا تھا پشیمان ہوا اور ایک خطیب فصیح شامی مقرر کیا کہ خطبہ پڑھے اور منادی کی کہ سب لوگ شہر کے چھوٹے [۲۷۰ الف]

۱۔ دیکھیے روضۃ الشہدا: ۳۰۸؛ لیکن ابن طاؤس نے اللہوف: ۸۸-۸۷ میں امام زین العابدینؑ کے جو تین مطالبات کی تفصیل دی ہے وہ کاشفی اور فضلی کے مطالبات سے مختلف ہیں۔

بڑے نماز کوں مسجدِ جامع میں حاضر ہو دیں. خطیب منبر پر جا، زبان ناپاک اپنی یزید و معاویہ و ابوسفیان علیہم اللعنۃ والنیران کی تعریف میں کھولا؛ اور خاک اوس ملعون کے مونہہ میں، بورا کہتا جناب علی ابن ابی طالب اور باطل کرنا حسین مظلوم کا شروع کیا؛ اور حقیقت یزید پلید کی ثابت کیا.[1] تب حضرت زین العابدین بیطاقت ہوا اوس خطیب ملعون پر نعرہ مار کہے." اے شامی! بورا خطیب ہے توں؛ بندے کی رضا مندی کوں خدا کے غضب پر اختیار کیا اور دین کوں دنیا سے ز لی ہاتھ سے دیا[2].

پیروی نفس و ہوا کرتا توں	نہیں یہ رہِ حق کبھی، خطا کرتا توں
بہتروں کے وصف نہ کرتا ہے اب	مدحت اشرار ادا کرتا توں
آلِ عباسب سے جو فاضلتر ہیں	اون کوں بورا[3] کہتا بورا کرتا توں

۲۰۳ب] اور پھر مونہہ یزید طرف کر کہے: جو وعدہ کہ مجھ سے کیا تھا، وفا کر اور جو عہد کہ باندھا تھا، اپنے قدے سے ادا کر. رخصت دے کہ منبر پر جاؤں اور وہ خطبہ کہ جس میں رضائے خدا و رسول ہے، سب کوں پڑھ سوناؤں." یزید کہا: "منبر پہ جانا حاجت نہیں؛ یہیں کھڑے ہوئے، جو چاہے سو کہہ." سردار دمشق کے کہے "ہم چاہتے کہ الفاظ و عبارت اوس کے مونہہ سے سونیں." یزید کہا، اے صاحبو، یہ بیٹا بنی ہاشم کا ہے، اور فصیح عرب؛ مبادا کہ منبر پر جا، آلِ معاویہ و ابوسفیان کوں فضیحت کرے اور بنی امیہ[4] کوں بورا کہے." اونہوں نے کہا: "نہ کہیگا، ہمیں ہوس ہے کہ کلام اوس کا سونیں. کوئی حدیث اپنے دادا کی نقل کرے کہ ہمیں اوس میں نصیحت ہووے." التماس سرداروں کی رد نہ کرسکا اور

۱۔ روضۃ الشہدا : و منقبت و اولیت یزید را عیان کرد.

۲۔ فضلی نے یہاں ان تین فارسی شعروں کا ترجمہ کیا ہے.

پیروی نفس و ہوا میکنی	راہِ حق این نیست خطا میکنی
در حقِ اخیار نگوئی سخن	مدحت اشرار ادا میکنی
آلِ عبا از ہمہ افضل ترند	ذم چنیں قوم چرا میکنی

۳۔ اصل : بورا.

۴۔ اصل : انبی امیہ.

رخصت دیا۔

تب حضرت زین العابدینؑ منبر پر چڑھے، ایک خطبہ مشتمل اوپر توحیدِ الٰہی اور نعتِ حضرت رسالت پناہی [۱۸۰ الف]
کے اس طرح ادا فرمائے کہ سب حضار زار زار روئے۔ پھر فرمائے[۱]: "اے اہلِ شام، جو مجھے جانتا اور
نہ جانتا سو جانے[۲]: انا ابن الرسول المختار، یعنی میں ہوں بیٹا رسولِ مختار کا؛ انا ابن المصطفیٰ منیر
الاخیار[۳]۔ میں ہوں بیٹا سیّد الاخیار کا؛ میں ہوں بیٹا مسافرِ سفر [سبحان الذی] اسریٰ کا[۴]؛ میں
ہوں بیٹا مجاورِ حرمِ "قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ" کا[۵]؛ میں ہوں بیٹا خطیبِ منبرِ "فَأَوْحَىٰ"[۶] اور بلبلِ باغِ "عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ"[۷] کا؛ میں ہوں بیٹا صاحبِ یثرب و بطحیٰ کا؛ میں ہوں بیٹا حبیبِ خدا
محمد مصطفیٰ کا؛ میں ہوں بیٹا بہترین پیغمبروں کا؛ میں ہوں بیٹا بہترین حاجیوں کا۔ میں ہوں اوس کا جو
براق پر سوار ہو، بلند ہوا ہواؤں میں؛ میں ہوں بیٹا اوس کا جسے لے گئے ایک رات میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ [۱۸۱ ب]
میں۔ میں ہوں بیٹا اوس کا جسے لے گیا جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ میں؛ میں ہوں بیٹا احمد مجتبیٰ محمد رسول
اللہ کا[۸]؛ میں ہوں بیٹا شہسوارِ "هَلْ أَتَىٰ" کا؛ میں ہوں بیٹا شہریارِ "لَا فَتَىٰ" کا؛ میں ہوں بیٹا
صاحبِ "قُلْ كَفَىٰ"، میں ہوں بیٹا وارثِ "إِنَّمَا" کا؛ میں ہوں بیٹا سرافرازِ "أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ

۱۔ یہ خطبہ جو امام زین العابدین سے منسوب ہے مختلف مصادر میں درج ہے (ابن طاؤس: اللہوف ۶۸) اس کا
ابتدائی حصہ مقاتل الطالبیین (ص ۱۲۱) میں نقل ہوا ہے۔ اس خطبے میں مختلف زمانوں میں اضافے ہوتے رہے
ہیں۔ فارسی ترجمے کی مفصل روایت جلاء العیون میں درج ہے۔

۲۔ فارسی عبارت یہ ہے: ہر کہ مرا داند داند و ہر کہ نداند بداند۔

۳۔ سیّد الاخیار ہونا چاہیے۔

۴۔ اضافہ از روضۃ الشہدا، اشارہ الی الاسرا ۱۷:۱

۵۔ النجم ۵۳: ۹؛

۶۔ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ (النجم ۵۳: ۱۰)

۷۔ النجم ۵۳: ۵۔

۸۔ اصل میں: محمد الرسول اللہ۔

علیٌ بابہا" : میں ہوں بیٹا سزاوارِ "انا میزان الحکمۃ وعلیٌ لسانہا" کا؛ میں ہوں بیٹا اوس کا جو پیغمبر کے روبرو لڑا ادو شمشیر اور دو نیزوں سے، ہجرت میں ساتھ تھا۔ اور دو بیعت حاضر تھا؛ کافروں کو بدر و اُحد میں قتل کیا۔ میں ہوں بیٹا وارث پیغمبروں کا؛ میں ہوں بیٹا حامی مسلمانوں کا؛ میں ہوں بیٹا [۲۵۴ الف] مظہر العجائب والغرائب کا؛ میں ہوں بیٹا امام المشارق والمغارب، علی ابن ابی طالبؑ کا؛ میں ہوں بیٹا فاطمہ زہرا دخترِ رسول خدا کا؛ میں ہوں بیٹا گوہرِ دُرجِ "الفاطمۃ بضعۃ منّی" کا : میں ہوں بیٹا اخترِ برجِ "مَن اٰذاھا فقد اٰذانی" کا؛ میں ہوں بیٹا مادرِ سادات کا؛ میں ہوں بیٹا خاتونِ جنّت و [شفیعۂ][1] عرصۂ عرصات کا؛ میں ہوں بیٹا بتولِ عذرا یعنی فاطمۃ الزہرا کا؛ میں ہوں بیٹا خدیجۂ کبریٰ کا[2]؛ میں بیٹا سبطِ رسول و قُرّۃ العین بتول یعنی امام حسنِ مسموم کا؛ میں ہوں بیٹا مظلوم [و] مغموم کا؛ میں ہوں بیٹا مبتلائے بلا حسین مقتولِ کربلا کا؛ لیکن جب حضرت زین العابدین فرماتے تھے کہ "میں ہوں" شور سب خلق سے [۲۵۴ ب] اوٹھتا۔ پھر فرمائے: "میں ہوں بیٹا اوس کا جس پر فرشتے آسمان کے اور جن زمین کے روتے؛ میں ہوں بیٹا اوس کا جس کے غم میں جانور ہوا کے کباب ہوتے؛ میں ہوں بیٹا اوس کا جس کا سر نیزے پر دھرا پھرائے شہروں میں؛ میں ہوں بیٹا اوس کا جس کے اہلِ بیت کوں قید کر، بیستر لائے نامحرموں میں۔ شور اہلِ دمشق سے اوٹھا اور ہائے ہائے رونا مسجد میں پڑا۔ یزید ڈرا کہ مبادا بلوائے عام ہووے۔ موذّن کوں اشارت کی کہ بانگ دے۔ ابھی بات حضرت زین العابدین کی تمام نہ ہوئی تھی کہ بانگی نے بانگ شروع کی۔ جوں کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر؛ حضرت کہے: نعم، لاشیٔ اکبر [منہ]، یعنی کوئی چیز خدا سے بڑی نہیں۔ جو موذّن کہا: اشہد ان محمداً رسول اللہ" حضرت نے چیرا سر سے اتار، موذّن آگے پھینکا اور گیسوئے مشکیں کھول، کہا: اے موذّن، اسی محمد کی سوگند کہ ایک ذرا چپ کر۔ وہ چپ ہوا۔ [۲۵۵ الف] امام نے مونہہ یزید کی طرف کر، کہا: اے بیٹے معاویہ کے! یہ رسول تیرا دادا تھا یا میرا؟ اگر کہے توں کہ میرا دادا تھا، پس تمام عالم جانے کہ توں جھوٹھا ہے۔ اور کہے کہ دادا زین العابدین کا، پس کیا سبب تجھے اس پر لایا جو باپ میرے کوں کہ بہترین اولادِ رسول تھا، ازسے مارا؛ او روہ بیبیاں کہ پردۂ عظمت و عصمت کی تھیں، اونہی قید کر، شہر بشہر پھرایا اور مجھے یتیم کر، میرے دادا کے دین میں، خم

1. "شفیعہ" روضۃ الشہداء سے اضافہ کیا گیا ہے، ورنہ فقرہ بے معنی رہتا۔
2. "میں ہوں بیٹا خدیجۂ کبریٰ کا" روضہ میں موجود نہیں لیکن جلاء العیون وغیرہ میں ہے۔

ڈالا۔ تس پر کلمہ پڑھتا اور مونہہ قبلہ طرف کر مسلمان کہا تا۔ پھر ہاتھ اوٹھا گریبان چاک کر کہا:[۲] "اے یارو! کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ دادا اوس کا پیغمبر ہوئے سوا میرے؟" تب فریاد واویلا مسجد سے بلند ہوئی، اور اہل دمشق روتے روتے بیہوش ہوے گویا کہ قیامت مسجد میں برپا ہوئی۔ یزید پلید کر ڈر کر اوٹھا اور [۲۷۴ ب] بانگی کوں کہا: "اقامت کہہ۔" تونہیں موذن نے اقامت کہی، اور سبھوں نے نماز کی۔[۳]

کنز الغرائب میں لکھا ہے کہ یزید علیہ اللعنۃ نے اہل بیت کو اپنے محل میں رہنے کوں جگہ دی۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک بیٹی تھی چار برس کی کہ اوسے بہت پیار کرتے تھے اور وہ بھی باپ سے نہایت ہلی تھی؛ جب سے کہ حضرت شہید ہوئے تھے، ہمیشہ پوچھتی تھی کہ "اَینَ اَبِی" "کہاں ہے باپ میرا؟" پھوپھیاں اُسے ہر روز پھوسلاتیں تھیں اور ہزار طرح سے تسلی دے، بہلاتیں تھیں؛ لیکن اُسے چین نہ تھا۔ اوس رات باپ کے اشتیاق نے اوس پر کمال غلبہ کیا۔

فلک جفا سیتی اپنے نہ باز آتا ہے
جلے ہوؤں کوں دوبھر کھپر کھوندل جلاتا ہے
سکینہ کے نہیں جیو سے نہ ہاتھ اوٹھاتا ہے [۲۷۵ الف]
بچی بچاری کا اب عفت نہان جاتا ہے
سکینہ جیو سے دھو ہاتھ باپ کے غم سوں
سدا بلکتی رکھتی اوس رات آیا ادس دل نوں

۱۔ اصل میں: بس
۲۔ مجلسی کی جلاء العیون کی بعض تفصیلات روضۃ الشہدا میں نہیں۔
۳۔ روضۃ الشہدا ۳۱۰۔
۔ کھندل مارنا: پامال کر ڈالنا۔ کھندلنا: الٹ پلٹ کرنا۔ مصحفی کا شعر ہے:
دل کو پاؤں تلے کھندلنا ہائے کیوں جی ایسا بھی پیار ہوتا ہے

میں آج باپ ہی کے ساتھ سوؤنگی مجھ کوں
نے جادے باپ کنے اب کوئی بھی داتا ہے
وہ ساڑھے تین برس کا بت[1] اور بوٹے سا قد
وہ بھولی بھولی سی صورت، وہ چھوٹے چھوٹے سے ید
سو تس ننھے سے دم اوپر پڑا یہ رونہ بد
کہ باپ لیے اوسے ہو رکا فلک کھجاتا ہے (؟)
پھوپھی کے ہائے نہ بہلانے سے بہلتی تھی
وہ جیتا[2] اوس کوں لے پھوسلاتی وہ مچلتی تھی
صدف سے مونہہ کے ایسے غم کے دُر اوگلتی تھی
کہ کہنے والے کا دل ہائے پھاٹا جاتا ہے
پھوپھی! تمہیں یہ خوش آتا جو میں ایتی بلکوں
پدر نہ مجھ سے ملے نے پدر سیتی میں ملوں
سدا میں روتی رہوں باپ باپ کرتی رہوں
یہ بات خوب ہے، یہ رونا میرا بھاتا ہے
یہ کہہ کے مچل پڑی اور زمیں پہ لوٹ گئی
کہی نہ آج جدا ہوؤنگی میں باپ سیتی
پڑیگا چین تبھی جب کہ باپ کی گودی
مجھے ملیگی مرا جیو ہٹپٹاتا[3] ہے
/ تھی زینب اوس بچی کے شمع قد پہ پروانہ]۷۲ب
جلے تھی سے سیتی پاؤں تلک وو فرزانہ

۱۔ بت: عمر، سن (عورتوں کی زبان میں) (نوراللغات ۱: ۵۶۱)

۲۔ جیتا: جتا، جتنا۔

۳۔ ہٹپٹانا: لکھنؤ کی زبان میں کسی کام کے لیے مضطرب ہونا (نوراللغات، ۴: ۹۶۴)

نہ جانے تھی کہ ہُوا پورا اوس کا پیمانہ
اجل کا پیک بولانے کوں اوس کے آتا ہے

کہے تھی رو، موئے میرے کی یہ نشانی ہے
وہ یادگار مرے بھائی کی یہ جانی ہے
میں جانوں ہوں اسی موں اوس کی ارواح جانی ہے
کہ چین اس کوں نہ آتا او غم گلاتا ہے

ارے، نہ جانوں یہ جیوتی بچیگی اسے کیونکر
بڑا یہ داغ لگا ہیگا، اس ننھے جیو پر
ہوئی ہے سوکھ کے تنکا خدا ہی ہے جو اگر
یہ جانبر ہووے نظر تو مجھے نہ آتا ہے

ارے، او بھائی مرا مرنے والا سر دینے
چلا تھا جس گھڑی مجھ سے لگا وداع ہونے
سفارش اوس کی ہی کرتا ہوا لگا رونے
کہا اسے بجز اخی تجھ کوں سونپ جاتا ہے

میں اوس کوں روتے تھی وہ اوس کوں ہار روتی تھا
ہو مجھ سے رخصت اسے میرے پاس سونپے تھا
میں اوس کوں بلکے تھی وہ اس بچی کوں بلکے تھا
کہے تھا اس کوں فلک مجھ سیتی توڑتا[۳] ہے
بس اب میں کیا کروں کیونکر اسے لے بہلاؤں

۱۔ جیو: زندگی، روح۔

۲۔ اصل میں: ہوگئی۔

۳۔ توڑانا، تڑانا: دور کرنا، قطع تعلق کرنا، چھوڑانا، جدا کرنا، کسی کو علیحدہ کر لینا، ذوق کا شعر ہے:

میں کاٹ دوں پہاڑ کو تیھر کو توڑ دوں ۔۔۔ پر کیونکہ غیر سے بُتِ کافر کو توڑ دوں

پدر کی یاد بھولا، کیونکہ اس کوں پرچاؤں[1]
الٰہی! اس کا نہ دُکھ دیکھوں کاش مرجاؤں [۱۰۷ الف]
یہ داغ پھر سبھی داغوں پہ نُون لاتا ہے

یہ کہہ کے جوں توں سکینہ کوں گود میں لے کر
پیشانی چوم، بلائیں لی بولی جانِ پدر
تجھے دوں خوش خبری، تجھ کنے اب آئی خبر
تیرا پیارا پدر تجھ کنے کل آتا ہے

اے بیبی کوئی دم اب دم لے میری گود میں سو
پھوپھی کا مان کہا آج رات توں مت رو
پدر کل آویگا اپنے پدر سے کل ملیو
بہت سا میوہ مٹھائی کھلونے لاتا ہے

بھلا اے پیاری پدر تیرا کل جو آویگا
کھلونے میوہ مٹھائی بہوت سی لاویگا
ہمیں بھی دیگی، اے بیبی جو وہ دلاویگا
کہ میرا تجھ سیتی آخر پھوپھی کا ناتا ہے

وُہ بارے سُن کے خبر باپ کے کل آنے کی
زرا یو چپ ہوئی رونے سے مسکرا بولی
مٹھائی میوہ بہت دوں کھلونا نہیں دونگی
کھلونا مجھ کوں پھوپھی جان! بہت بھاتا ہے

۱۔ پرچانا: ہندی، متعدی۔ مانوس کرنا، بچوں کو بہلا لینا، رام کرلینا۔ ظفر کا شعر ہے:

نہ بھیجا تو نے لکھ کر ایک پرچا — ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا

پرچنا: مانوس ہونا، بہلنا، مصحفی لکھتے ہیں:

کدھر جایئے اور کہاں بیٹھیے — پرچتا نہیں دل جہاں بیٹھیے

پراے پھوپھی، مجھے نیند[۱] اب خوشی سے نہیں آتی
شتابی دن ہووے جو آوے بابا بولی [بول] پھوپھی
توں سو[اں]؟ کہانی کہے دوسری پھوپھی تیری
ہمیش تجھ کوں کہانی سے خواب آتا ہے

کہیں لوری بی بی کوں دیں اور پھوپھی کہانی کہے [۲۵۵ ب]
کہے سکینہ کہ ہاں سوؤنگی[۲] کہانی سے
وو آنکھیں موندے وو کلثم کہانی کہنے لگے
نہ جانے کیا یہ فلک ہمیں اب کھلاتا ہے

وو آہ بھر کہیں کلثم انکھیوں سے آنسو بہا
کہوں کہانی میں پربیتی[۳] آپ بیتی یا
یو آپ بیتی ہے پربیتی کوں دیے ہوں بھولا
میں کیا کروں پورا لکھا مجھے بھولاتا ہے

پھر آہ بھر کہیں، تھا ایک بادشاہ بڑا
گئی ہوں بھول ابھی تھا کچھ اچھا نام اوس کا
مرے ہے دل موں پر اس دم زباں پہ نہیں آتا
جتیا میں یاد کروں ہوں کہا نہ جاتا ہے

تھا بادشاہ بڑا اور بڑا تھا عالی مقام
زمانہ چاکر و گر زوں غلام دربخت بکام
تھا اپنے ملک میں بیٹھا نہ تھا کسو سیتی کام
ودا اوس کے بیری کہے، ہم کوں یہ نہ بھاتا ہے

۱۔ اصل: نند۔

۲۔ اصل: موؤں کی، "سوؤں گی" قیاسی تصحیح۔

۳۔ پرؔ (ہندی) دوسرا، غیر۔ پربیتی۔ جو دوسروں پر بیتی ہو (آپ بیتی کی ضد)

تھا ملکِ شام میں ایک مدعی بڑا اوس کا
جفا سے اپنی وُو اوس پیچھے ہاتھ دھو کے پڑا
سبھوں سے اوس نے یہ لکھوایا اوس کوں کرکے دغا
ہمیں ہمارا یہ سردار اب سہاتا ہے

اگر تم آؤ تو ہم تم کوں دیویں اب بیعت
کریں تمہاری اطاعت سبھی بجاں منّت
/وگرنہ آؤ ہماری رہے گی اب حجّت [۲۵۶ الف]
بروزِ حشر یہ دعوا ہمیں سہاتا ہے

وُو نامے پہونچے جب اوس شاہ کوں با یں مضموں
کیا وہ خیمہ شتابی بدامنِ ہاموں
وہ چرخ مار کے شادی سے تب کہا گردوں
شتاب جاؤ کہ پیکِ اجل بلاتا ہے

سُن اے ہلالوں سکینہ پھر آخر ہوتا کیا
جدھاں کہ کوچ بہ کوچ اوس طرف وُو شاہ چلا
نہ گزرے تھے کئی دن جو قریب جا پہونچا
سو نے وُو یری کہ وہ بادشاہ آتا ہے

۱۔ دعوا = دعویٰ۔

۲۔ سہانا: بھانا، پسند آنا۔

۳۔ ہاموں (فارسی)، میدان، بیابان، جنگل، صحرا۔ اُردو شعرا کے یہاں بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔ خواجہ وزیر لکھتے ہیں:

میں وہ مجنوں ہوں نہ اس سے طے مرا ہاموں ہوا پھرتے پھرتے صاف شکل آبلہ گردوں ہوا

۴۔ چرخ مارنا: ناچنا، یہ فارسی ترکیب چرخ زدن کا ترجمہ ہے۔

۵۔ یعنی جدھر کو منزل بمنزل وہ شاہ چلا۔

بڑھ اپنے شہر سے ایک بَن میں اوس کے آر کے
نہ وہ بولانا، نہ وہ نامے سرِ لب پہ کرے
مروّت اور حیا تج لڑائی پیش کیے
کہے، پھندے موں پھنسا اب کہاں تو جاتا ہے

سب ان کے خویش و رفیقوں کوں اوس اگے مارے
جوان پوت کیے ذبح اوس کے دھال سارے
رہا نہ کوئی جب اوس کا، تب اوس کوں للکارے
کہے مزا توں اپس آڈنے کا پاتا ہے

ایدھر وو بھائیوں کی لوتھوں کوں اوٹھاتا تھا
ایدھر وو گود موں بیٹوں کی لوتھیں لاتا تھا
اودھر ہر ایک عدو اوس کنئیں بولاتا تھا
کہے تھا، آتا نہیں ہم سے جیو چھپاتا ہے

[۲۰۶ ب] ایدھر تڑپتا تھا داماد اوس کا ٹکرے ہو
اوٹھا ادسے گیا لینے تڑپھتے بیٹے کو
اودھر کہے تھے ادسے اوس کے مدّعی، ایرد
موذں پہ اپنے دکھو کیسا تلملاتا ہے

اکیلا، بیکس و بے یار و بے رفیق وُو شاد
پڑا پھرے تھا ہزاروں میں، کوئی نہ تھا ہمراہ
کہ اتنا کھینچی جو کلثوم دردِ دل سے آہ
کہانی والا کہے ہائے مارا جاتا ہے

کلیجا موںہہ کوں اولٹ آیا جوش کھایا لہو

کے تئیں۔

اصل میں: اوردہر۔

ذو روتے روتے لگی ہچکی گر پڑی یکسو
بچھا اس حال کوں زینب نے اپنے پیو آنسو
کبھی یہ رونا پھر ہٹ مین بچی کوں لاتا ہے

پکاری بس کرو یہیں لگ کہانی کوں رکھو
اب آئیے ہیبی کتئیں پند باقی کل کہیو
میں اب لے لوری سولاؤنگی اپنی پیاری[۱] کو
بُلالوں سُو تیرے سونے کا وقت جاتا ہے

سُو مری پیاری کہ جون بخت ہمارے اب سوئے
سُو میری پیاری کہ ہم ہاتھ زیست سے دھوئے
سُو مری پیاری کہ آس اور امید ہم کھوئے
توں سُو تہیں تو یہ لکھا پورا جگاتا ہے

سُو میری پیاری کہ کوئی دم غنیمت ہے سونا
سُو میری پیاری کہ نت جاگنا ہے اور رونا
/سُو میری پیاری کہ اب ہو چوکا جو ہتا ہونا [۱۵۷ الف]
سہینگے اور بھی جو کچھ فلک سہاتا ہے

سُو میری پیاری کہ اب بختوں کا لکھا پائے
سُو میری پیاری کہ وارث جن لے کہلائے
سُو میری پیاری پورے بخت لوٹنے آئے
ہمارے سر جو پڑیگا، سو سب سہاتا ہے

جواں بارے ایسے دوکھوں سے بچی کی آنکھ لگی
تو وو نہیں خواب میں وہ اپنے باپ کوں دیکھی

۱۔ اصل میں: پیار۔

کہے ہے گود لے، مجھ پاس توں نہیں آتی
شتاب آ مجھے تجھ بن نہ چین آتا ہے

یہ دیکھ نہایت خوشی سے چونکی، اور باپ کو نہ دیکھ پوچھی: "بابا ابھی آیا تھا، کیا ہوا؟ ابھی میں گود میں تھی، اور ابھی وہ مجھے لیے کھڑا تھا۔ سچ کہو کہ بابا میرا کہاں گیا؟"

تمہ مرثیہ

ابھی میں باپ کی گود کی ہوں تھی، ارے لوگو
ابھی وہ گود لیے بیٹھا تھا مجھے نزدیک ہو
ابھی بولاتا تھا اپنے کنے[1] بھو بھی مجھ کو
ابھی کہاں گیا بابا کیوں منہ چھپاتا ہے
ابھی دیکھائی دیا تھا مجھے مرا بابا
ابھی کھڑا تھا مرے پاس وہ پدر میرا
/ابھی لیوے تھا مرے بوسے میرے پاس کھڑا [۲۵۶ ب]
ابھی وہ بابا گیا چھپ مجھے رولاتا ہے
ابھی یہیں تھا ابھی تھا یہیں ابھی تھا یہیں
ابھی یہاں سے گیا چھپ وو میرا باپ کہیں
یہ سن کے بیبیاں حیرت زدہ تمام رہیں
کہیں، یہ کیا ہوا! کیا بخت بدیہ لاتا ہے[2]

پھوپھیاں جیتا کہ پھوسلاتیں تھیں، وہ بچی مچلے جاتی تھی، اور رو رو، کہتی تھی: "میرے باپ کوں لاؤ، یا مجھے اوس پاس لے جاؤ"!

اب مجھے تاب نہیں جدائی کی اور نہ طاقت ہے صبر کی اس دم

۱۔ کنے (ہندی): پاس، نزدیک۔ اب متروک ہے۔

۲۔ لغات میں بدیہ لانا نہ ملا۔

اہلِ بیت سے بے اختیار فریاد اٹھی، اور شورِ وادیلا [ہ]، وامصیبتاہ بلند ہوا۔ یزید پلید نیند سے چونک، پوچھا: یہ کیا شور ہے؟ اور کہاں ہے؟

تھے چوکیدار جو حاضر ڈرو کانپ بید مثال
کہے کہ بندیوں میں ہو رہا یہ قیل و قال
پدر کوں خواب میں دیکھی ہے اک بچی بےحال
سو ہٹ کرے ہے یہ غل ہے یہ شور آتا ہے

یزید سُن کے نہایت غضب میں آ، بولا
وہ خوابِ ناز سے بدخواب انھوں نے مجھ کوں کیا
/یہ باز آتے نہ اب لگ نہ ڈر ہے ان کوں مرا [۲۸۸ الف]
مزور اُن کا نہ گھٹتا، نہ کوئی گھٹتا ہے

مگر یہ ڈرتے نہیں ہیں ز قہرِ سلطانی
نہ جانوں جانے یہ کیا اپنے دل موں ندانی
میں رحم کر کے دیوں ہوں جیتی اناکانی[۲]
یہ باز آتے نہ میرا غضب ہی بھاتا ہے

ابھی جو حکم کروں ہوں تو بیٹھ کر جلاّد
سبھوں کے تن سیتی سر سب کے کرتا ہے آزاد
خلل کیے ہیں میری نیند بیچ، کر فریاد
اوچٹ گئی ہے میری نیند، غصہ آتا ہے

بہت سا کھائے کے طیش اور بہت ساجیہ جھلاکر
کہا کہ اوس کنے لے جاؤ اوس کے باپ کا سر

۱۔ بندی: اسیر، گرفتار۔

۲۔ آناکانی (ہندی) چشم پوشی۔ آناکانی دینا، تغافل کرنا، جان بوجھ کے ٹال جانا۔ ظفر لکھتے ہیں:
دل میں کیا ہے کیا نہیں پرکان سے غیروں کا ذکر سُن کے اس نے، اے ظفر کچھ آناکانی سے تو دی

چاہیئے تھی سو جیسی ہوں ہوں پوشش و [illegible]
[illegible] مصیبت [illegible]
[illegible]

جان بحق تسلیم ہوئی

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

میرکر ہمیں ہو [illegible] تو سن [illegible]
خدا سے [illegible] کہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
تمام [illegible]
[illegible] جمیت عصمت [illegible]
[illegible]
[illegible] ہے کہ اس [illegible]
[illegible] شیر کون [illegible]

کہ یہیں آوے اوسے پھر کرے نہ یادِ پدر
وگرنہ بحرِ غضب میرا جوش کھاتا ہے

ملعون ماوس ملعون کے حکم بموجب سرِ امامِ مظلوم کار دلے کے طباق میں رکھ اور خوان پوشش زربفت سُندس[2] ڈال، اہلِ بیت پاس لے جا، کہے: حکم ہے کہ اس کے باپ کا سر اسے دکھلاؤ، اور چپ کرواؤ۔ یہ جوں وہ طبق سکینہ آگے رکھے، پوچھی کہ کیا ہے۔ لعین کہے، جو/ چاہتی تھی، سو ہے۔ جوں خوان [۲۵۹ ب] پوش اوٹھا، نظر کر دیکھی، سر باپ کا پہچانی۔ وا ابتاہ وا مصیبتا! موںہہ اپنا اوس مونہہ پر رکھ، اور ہونٹ اپنے اوس ہونٹ پر مَل، آہ بھر، جان بحق تسلیم ہوئی۔
تتمہ مرثیہ از کلام مؤلف

اوٹھا طباق سے سر باپ کا وو پرتعظیم
گذاشت سر بسر و گشت جاں بحق تسلیم
پھر ایسی چیخ دی جان وہ زری سی یتیم
کہ گونجا پیرِ فلک، تب سے گر[3] کہاتا ہے

بچی کے اوس گلِ تن سے ڈو جیسے گل کی بو
گئی یو روح نکل رہ گیا اڈو گل بن بُو
پدر سے اپنے ملن بیچ جا ملی خوش ہو
پدر لے بوسے وہاں چھاتی سے لگاتا ہے

بچھا کے زینب و کلثوم اس معاملے کو
لوٹائیں خاک میں اپنے تئیں دو دکھیاں رو رو(؟)

۱۔ روپا: (ہندی)؛ چاندی۔
۲۔ سندس: ایک قسم کی بیش قیمت دیبا۔
۳۔ گرُہ: بہرا۔

کہیں پوکارا اے ابنِ معاویہ سگ خو
تو بیحیائی سے اب لگ نہ باز آتا ہے

ڈرِ یگانۂ پیغمبرِ خدا کوں مار
کیا تمام گھرا وس کے کوں ظلم سے مسمار
اسیر کر ہمیں بولوایا یہاں، اے بدکردار
سو تس اوپر بھی جفا سے نہ باز آتا ہے

خدا سے ڈرتا نہ شرم رسول کرتا ہے
توں اس جفا ستی، کہہ کیا حصول کرتا ہے
جگر بتول و علی کا ملول کرتا ہے
کیوں اپنی گور کوں انگاروں سے بھراتا ہے

یہ کہہ کہ کیسی تولی ہیں ہو غمزدہ مغموم ؟
چمٹ کے لاش سکینہ سے زینب و کلثوم
کہ گھر دوں اوس سگِ روسیاہ کے گئی پڑ دھوم
کہیں کہ آلِ نبی کوں توں کیوں ستاتا ہے

ایدھر کیا تھا یو سجاد نے گریباں چاک
اودھر اوڑاتیں تھیں دونو پھوپھیاں سراوپر خاک
تمام اہلِ حرم پیٹتے تھے سر بیباک
گویا بتول کا لاشہ زمیں موں جاتا ہے

[۱۰۰ الف]

آہ، پھر دوسری مرتبہ اہلِ بیتِ عصمت پر مصیبت اور ماتم حضرت امام حسین کا تازہ ہوا، اور یزید پلید اوس حال سے واقف ہو، پُرسہ اہلِ بیت کوں دیا۔

اور روایت ہے کہ اوس نے اہلِ بیت کے سفر کا اسباب تیار کر، نعمان [بن] بشیر کوں

حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے

تیس سوار سے مقرر کیا کہ خدمتِ اہلِ بیت میں حاضر رہے. اور محملے بازینت بنوا، پوشاک [۲۵۹ ب]
بہت دی. اور بہت سے پیسے[1] خرچ راہ لیے حاضر کر، کہا "یہ عوض اوس کا جو جناب تمہاری
میں مجھ سے بے ادبی واقع ہوئی" ام کلثم کہیں: "اے یزید، توں نپٹ[2] بیحیا واقع ہوا ہے. فرزندِ
رسولِ خدا کوں اور ہمارے بھائیوں، بھتیجوں کوں مار، یہ عوض دیتا ہے[3]. قسم خدا کی کہ تمام جہان
اون کے ایک مو کے عوض نہیں ہو سکتا"!

روایت ہے کہ وقتِ رخصت حضرت زین العابدین کوں بولا. لوگوں کے سونا نے کوں کہا: اے
زین العابدین، قسم خدا کی کہ میں حسین کے مارنے پر راضی نہ تھا. لعنتِ خدا ابن زیاد ملعون پر کہ
اون نے تیرے باپ کوں مارا. اور اب توں کہیں نہ جا. مجھ پاس رہ؛ جو کچھ کہیگا، سو بجالاؤنگا.
حضرت فرمائے: بہتر ہے کہ اپنے دادا کے روضے پر عمر اپنی صرف کروں اور عبادت حق تعالیٰ [۲۶۰ الف]
میں مشغول رہوں". پھر ملعون کہا: "بھلا، لیکن نامے اور پیغام اپنے سے مجھے محروم نہ رکھیو؛
اور جو احتیاج و مطلب ہوئے، سو لکھیو کہ یہاں سے سرانجام کر بھیجوں". پھر نعمان بشیر

(حاشیہ متعلق صفحہ گذشتہ) ۱۔ روضۃ الشہدا: ۳۱۱. فضلی نے یہاں روایت کو بہت مختصر کر دیا ہے.
روضہ میں اُمِ کلثوم کی زادِ راہ کی واپسی کا کوئی ذکر نہیں. "یزید اسبابِ سفرِ اہلِ بیت ساختہ ہمہ را جامہ داد
و زادِ راہ چنانچہ لائق بایشاں تعیین نمود". ہاں اس کا تفصیل سے ذکر ہے کہ نعمان بن بشیر کی خدمت گذاری کا
خیال کر کے کچھ زیور وغیرہ انھیں بھجوایا اور معذرت خواہی کی: "ایں بعضے از جزائے خدمت تست در دنیا و باقی
پاداشِ مصاحبتِ تو در قیامت بتو خواہیم رسانید". لیکن نعمان نے مطلق کوئی چیز قبول نہ کی اور کہا: "رعایتِ
حرمتِ شما... برائے خوشنودی جدِ بزرگوارِ شما کردم و بحمد اللہ کہ خدمتِ من قبولِ اہلِ بیتِ نبی افتاد"!

۱۔ اصل میں پیسے.
۲۔ نپٹ: بالکل، سراسر، پوری طرح سے.
۳۔ لیکن خود شیعی علما کے قول کے مطابق امام زین العابدین نے یزید کی پیشکش دو سو دینار کی قبول کی،
لیکن اسے فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیا (اللہوف: ۸۹)

کوں تاکید کی کہ حضرت کوں نگہبانی سے پہونچائیو، اور خدمت میں قصور نہ کیجیو، تا کہ میں تجھ سے راضی رہوں۔ یہ باتیں کہہ، حضرت کوں رخصت کیا۔

تب حضرت سرِ مبارک سیدالشہدا کوں سب سروں سمیت لے چلے، اور تیرہ تیزی[1] کی بیسویں تاریخ کہ وہ دن حضرت کے چہلم کا تھا، کربلا میں پہونچے، اور اپنے باپ بزرگوار کے سر کوں بدن سے لگا، زمین میں سونپے[2] اور سب اہلِ بیتِ اطہر ماتم شروع کر، کہے۔ من کلام مؤلف:

[ب] / چالیس دن کے بعد تیرا سر بدن سیتی
ہے ہے حسین، آج ملا زخمی تن سیتی
جلتا رہا یو دھوپ میں اور خاک میں پڑا
محروم تس اوپر رہا گور و کفن سیتی

پھر اصغر معصوم کوں باپ ساتھ رکھے، اور حضرت علی اکبر کوں باپ کی پائنتیں[3] دھرے، اور سب سروں کوں ملا، گنجِ شہیداں کیے[4]۔

پھر حضرت عباس کوں لبِ فرات پر جہاں کہ شہید ہوئے تھے، رکھے، اور غلغلۂ ماتم و فغاں زمین سے عرشِ بریں کوں پہونچائے۔

آہ، واویلا، صد واویلا ۔ ماتمِ حسین علیہ السلام

اللّٰہم خص أنت أوّل ظالم ظلم حق محمد وآل محمد باللعن منی....الخ

۱۔ تیزی: عورتوں کی زبان میں۔ صفر کا مہینہ۔
۲۔ مؤرخ ابوالفدا لکھتا ہے: حضرت امام حسین کے سر میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ مدینہ کو بھجوایا اور ان کی والدہ حضرت فاطمہ کی قبر کے پاس دفن کیا گیا، اور بعضے کہتے ہیں باب فرادیس کے پاس دفن ہوا۔ اور کچھ کہتے ہیں کہ خلفائے مصر نے عسقلان سے قاہرہ کی طرف لے جاکر وہاں دفن کیا اور اس کے واسطے مشہد بنایا جو مشہور بنام مشہد حسین ہے۔ تاریخ ابوالفدا ترجمہ اردو ۱: ۴۶۴۔
۳۔ پائنتی یعنی سرہانے کی ضد۔
۴۔ اصل: کیے۔

فرہنگ

(عربی عبارتوں کی)

صفحہ	عربی عبارت	معنی
۱	لَم یزلی	جسے زوال نہیں۔
۱	لولاک	اشارہ ہے حدیث قدسی کی طرف "لولاک لما خلقتُ الأفلاک" اگر آپ کی ذات نہ ہوتی، تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔
۱	بشیر و نذیر	قرآن میں حضرت رسول کریمؐ کی صفات، خوشخبری دینے والا (نیکوں کے نیک انجام کی)، اور ڈرانے والا (مجرموں کو ان کے بد انجام سے)۔
۲	کنت نبیاً والآدم	اشارہ ہے حدیث "کنتُ نبیاً وآدم بین الماء والطین" کی طرف۔ میں اس وقت بھی نبی تھا، جب آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے، یعنی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے؛ مراد ابتدائے آفرینش سے ہے۔
۲	قَابَ قَوسَینِ	(نجم ۵۳: ۹) فَکَانَ قَابَ قَوسَینِ أو أدنیٰ۔ معراج کے ذکر میں ہے: "وہ (یعنی حضرت رسول کریمؐ اللہ تعالیٰ سے) دو کمان بلکہ اس سے بھی کم فاصلے پر تھے۔

۲	یٰسٓ ....طٰہٰ	قرآن کی دو سورتیں، یٰسٓ اور طٰہٰ. دونوں میں رسول کریمؐ کی مدح ہے۔
۲	أسریٰ بعبدہٖ لیلاً	آیت: سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی...الخ (سورۃ الاسراء ۱۷:۱) پاک ہے وہ ذات (اللہ تعالیٰ کی) جو لے گئی اپنے بندے (محمد رسول اللہؐ) کو ایک رات میں مسجدِ حرام (مکہ) سے مسجدِ اقصیٰ (یورشلم)
۳	قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ	آیت: قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا.. الخ. یہ کئی استعدد جگہ ملتا ہے. معنی ہیں کہو کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیے کافی ہے
۳	إنّما یُرِیْدُ اللّٰہُ	آیت: إِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَہْلَ الْبَیْتِ (الاحزاب ۳۳: ۳۳) اے (رسول کے) اہلِ بیت، اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح) کی گندگی دور کرے. (اسی لیے یہ آیتِ تطہیر کہلاتی ہے)
۳	وَسَقٰہُمْ رَبُّہُمْ شراب طہور	آیت: وَسَقٰہُمْ رَبُّہُمْ شَرَابًا طَہُوْرًا (الانسان ۷۶: ۲۱) اور ان (جنتیوں) کو ان کے پروردگار نے پاک شراب پلائی.
۳	نادِ علی	ان تینوں شعروں میں ایک دعا کی طرف تلمیح ہے اور اسی کے ٹکڑے یہاں نظم ہوئے ہیں. دعا ہے. نَادِ عَلِیًّا مَظْہَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْہُ عَوْنًا لَکَ فِی النَّوَائِبِ کُلُّ ہَمٍّ وَغَمٍّ سَیَنْجَلِیْ بِوِلَایَتِکَ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ. یعنی علیؓ عجیب باتوں کے مظہر کو پکارو. تم انھیں مصیبتوں میں مددگار پاؤ گے. اے علی، اے علی، اے علی سب رنج و غم آپ کی مدد

سے دور ہو جائیں گے۔ (شروع کے الفاظ کے باعث یہ دعا "نادِ علی" کہلاتی ہے۔)

۴	وصیِ نبی	کہا جاتا ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے حضرت علیؓ کے حق میں وصیت کی تھی۔
۴	أنت منی بمنزلۃ ہارون	اشارہ ہے حدیث "أنت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ" کی طرف، کہ جس طرح حضرت ہارون اپنے بڑے بھائی حضرت موسیٰ کے معین و مددگار تھے، اسی طرح اے علی، تم میرے بھائی اور معاون ہو (لیکن نبی نہیں)۔
۴	وال من والاہ، عاد من عاداہ	ایک حدیث کے ٹکڑے ہیں۔ حضرت رسول کریمؐ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ، محبت کر اس سے جس نے اس سے (یعنی علی سے) محبت کی؛ اور دشمنی رکھ اس سے جس نے اس سے دشمنی کی۔
۴	أنا مدینۃ العلم و علیّ بابھا	یہ بھی حدیث ہے۔ یعنی میں علم کا شہر (یعنی خزانہ) ہوں اور علی اس (میں داخل ہونے) کا دروازہ ہیں۔
۴	أنا میزان الحکمۃ و علیّ لسانھا	حدیث ہے، میں حکمت کی ترازو ہوں اور علی اس کا کانٹا۔
۴	فاطمۃ بضعۃ منّی	ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔ حضرت رسول کریمؐ نے حضرت فاطمہؓ کے متعلق فرمایا کہ یہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔
۴	من آذاھا فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ	جس نے اسے (یعنی فاطمہؓ کو) ایذا پہنچائی اس نے گویا مجھے ایذا پہنچائی، اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف پہنچائی (حدیث)
۵	من بکیٰ علی الحسین	اشارہ ہے اس قول کی طرف جو حضرت رسول اللہؐ سے منسوب ہے، من بکیٰ علی حسین او تباکیٰ وجبت علیہ الجنۃ: جو شخص حسین کے لیے خود رویا یا اس نے رونے کی شکل بنائی، وہ جنت کا حقدار ہو گیا۔

۸	اُدْخُلُوا الْجَنَّة	تم سب جنت میں داخل ہوجاؤ (یہ قرآن میں دو جگہ آیا ہے (۱) الاعراف ۷: ۴۹؛ (۲) الزخرف ۴۳: ۷۰. ممکن ہے انھیں کی طرف اشارہ ہو.
۹	قائم منتظر امام بحق	شیعی عقیدہ یہ ہے کہ بارھویں امام حضرت مہدی تشریف لائے اور کہیں غائب ہوگئے. اور آخری ایام میں پھر تشریف لائیں گے. اسی لیے انھیں امام منتظر بھی کہتے ہیں. لیکن جب تک وہ آئیں، ان کی امامت قائم ہے اور وہ امام برحق بھی ہیں.
۹	حجۃ اللہ	اللہ کی برہان.
۹	حسن مآب	آیت: وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ (ص ۳۸: ۴۰) یعنی اس کے لیے ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا.
۹	صاحب الزمان	امام زمانہ، امام وقت یعنی حضرت امام مہدی.
۱۲	تمت الکتاب بعون اللہ … بحق امام المعصوم	کتاب ختم ہوا مالک اور عطا کرنے والے اللہ کی مدد سے اسی کی طرف ہمارا لوٹنا ہے اور ٹھکانا. اور صلوٰۃ اور سلام ہو امام حسین مظلوم اور ان کی غم رسیدہ اولاد پر.
۱۳	چشمہ کوثر	اشارہ ہے قرآن کی سورۃ الکوثر (۱۰۸) کی طرف. جس کی پہلی آیت ہے: انا اعطینٰک الکوثر. ہم نے تجھے کوثر عطا کیا ہے.
۱۳	اَوْ اَدْنٰى	آیت: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (۵۳: ۹) کی طرف اشارہ ہے.
۱۳	ردّ الشمس	حضرت رسول کریمؐ آرام فرما رہے تھے کہ سورج غروب ہوگیا. اس طرح آپ کی نماز عصر قضا ہوجاتی. آپ کے دعا کرنے سے سورج ظاہر ہوگیا اور آپ نے نماز ادا کرلی.
۱۳	شق قمر	یہ بھی حضور صلعم کے معجزوں میں سے ہے کہ آپ کے انگلی …

اشارہ کرنے پر چاند دو ٹکڑے ہوگیا (دیکھیے سورۃ القمر ۵۴)

۱۴ سورۂ توحید — اس سے قرآن کی سورۃ الاخلاص (۱۱۲) مراد ہے، جس میں توحید خالص کا بیان ہے

۱۴ لا فتیٰ — اشارہ ہے اس قول کی طرف: لا فتیٰ إلا علی، لا سیف إلا ذو الفقار، یعنی علی کے برابر کوئی جوان نہیں اور (علی کی تلوار) ذوالفقار کے برابر کوئی اور تلوار نہیں۔

۲۰ لا أحصی ثناء علیك — میں تیری ثنا کی طاقت نہیں رکھتا (حدیث)۔

۲۰ أنت کما أثنیت علی نفسك — حدیث (اے خدا) تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنے آپ کو بیان فرمایا (ہم اس پر اضافہ کرنے سے قاصر ہیں)

۲۰ إذا أصابتهم ... راجعون — (البقرۃ ۲: ۱۵۶) جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور بالآخر اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

۲۰ أولئك علیهم ... المهتدون — (البقرۃ ۲: ۱۵۷) یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایتیں ہیں اور رحمت ربانی اور وہ ہدایت یافتہ ہیں

۲۱ یحبهم ویحبونه — (المائدہ ۵: ۵۴) اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

۲۱ وکان اللہ غفورا رحیما — (النساء ۴: ۹۶) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

وحدہ لا شریك له — وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

۲۱ لم یلد ولم یولد — (الاخلاص ۱۱۲: ۳) وہ کسی سے پیدا ہوا، نہ کوئی اس سے پیدا ہوا

۲۱ صمد — (الاخلاص ۱۱۲: ۲) جسے کسی کی احتیاج نہ ہو۔

۲۱ لم یکن له کفوا أحد — (الاخلاص ۱۱۲: ۴) جس کی برابری کا کوئی نہیں۔

۲۱ أعطی کل شیء خلقه — (طٰہٰ ۲۰: ۵۰) اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کی صلاحیت کے مطابق وجود بخشا۔

۲۱ لَقَدْ خَلَقْنَا ... تَقْوِيمٍ (والتین ۹۵:۴) ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔

۲۱ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (الاسراء ۱۷:۷۰) ہم نے اولادِ آدم کو سرفراز کیا۔

۲۱ وَفَضَّلْنَاهُمْ ... خَلَقْنَا تَفْضِيلًا۔ (الاسراء ۱۷:۷۰) اور ہم نے ان کو اپنی مخلوق میں سے اکثر پر فضیلت بخشی۔

۲۱ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (البقرہ ۲:۳۰) میں اس (بات) کا علم رکھتا ہوں جسے تم نہیں جانتے۔

۲۱ أَتَجْعَلُ فِيهَا ... الدِّمَاءَ (البقرہ ۲:۳۰) کیا تو دنیا میں اس شخص کو خلیفہ بنائے گا، جو وہاں فساد برپا کرے گا اور خونریزی کرے گا۔

۲۱ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرہ ۲:۳۱) اور خدا نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام (اور خواص) سکھائے۔

۲۱ نَحْنُ نُسَبِّحُ ... لَكَ (البقرہ ۲:۳۰) ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔

۲۲ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (البقرہ ۲:۳۲) پاک ہے تیری ذات، ہمیں تو کچھ علم نہیں ہے اس کے سوائے جو تو نے ہمیں سکھایا۔

۲۲ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحہ ۱:۵) ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

۲۲ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ (آل عمران ۳:۱۳) اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے تائید کرتا ہے۔

۲۲ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا (الفتح ۴۸:۳) اور اللہ تعالیٰ زبردست امداد سے آپ کی نصرت کرے۔

۲۲ تُؤْتِي الْمُلْكَ ... قَدِيرٌ (آل عمران ۳:۲۶) تو جسے چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے۔ اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ سب بھلائی تیرے اختیار میں ہے اور بیشک تو ہر بات پر قادر ہے۔

میں محمداً و منذراً من تشاء" غالباً کاتب کی غلطی سے لکھنے سے
رہ گیا ہے)

۲۲	تمت التوحید بعون اللہ الملک الوحید	توحید کا بیان ختم ہوا اللہ کی مدد سے، جو سب کا، تنہا مالک ہے
۲۳	إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا	(الفتح ۴۸: ۸) (الاحزاب ۳۳: ۴۵) ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔
۲۳-۲۴	عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا	(الاسراء ۱۷: ۷۹) امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔
۲۴	ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِيْنٍ	(التکویر ۸۱: ۲۰) قوت والا ہے۔ عرش کے مالک کے نزدیک ذی رتبہ ہے۔ وہاں اس کا کہا مانا جاتا ہے اور وہ امانت دار ہے۔
۲۴	إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ	(القلم ۶۸: ۴) بیشک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔
۲۴	فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ	(یوسف ۱۲: ۷۶) تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے۔
۲۴	مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى	(الانفال ۸: ۱۷) آپ نے جب کنکریاں پھینکیں، تو آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں۔
۲۴	إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ	(الاحزاب ۳۳: ۵۶) اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔
۲۴	السراج المنیر والداعی السمح	روشن چراغ اور رہنمائی کرنے والا۔
۲۴	إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا	(الفتح ۴۸: ۱) بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح دی۔
۲۴	رَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا	(المائدہ ۵: ۳) اور میں نے آپ کے لیے اسلام دین (کی حیثیت سے) پسند کیا۔
۲۴	لَمْ تَرَوْهَا	(التوبہ ۹: ۲۶) وانزل جنوداً لم تروھا (اور مدد کے لیے ایسے لشکر نازل فرمائے جنہیں تم نے نہیں دیکھا) نقل نے الم تروھا لکھا ہے

۲۵	تمت نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ختم ہوئی نعت رسول کی۔ اللہ کی صلوات ہو ان پر اور ان کی آل پر اور سلامتی۔
۲۶	قُلْ کَفیٰ بِاللّٰہِ شَہِیْدًا	(الرعد ۱۳: ۴۳، الاسراء ۱۷: ۹۶) کہو، اللہ (ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرنے کو) کافی ہے۔
۲۶	اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ ..... یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ	(المائدہ ۵: ۵۵) تمہارے رفیق اللہ اور اس کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے، جو نمازوں پر قائم ہیں اور زکات ادا کرتے ہیں۔
۲۶	اِنَّ الذین آمنوا وعملوا الصالحات	جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے (کہف ۱۸: ۱۰۷)
۲۶	من کنت مولاہ فعلی مولاہ	جس کا میں مولا تھا، علی (بھی) اس کے مولا ہیں۔
۲۶	اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔	اے خدا مدد کر اس کی جو اس کا مددگار ہے اور دشمنی کر اس سے جو اس کا دشمن ہے۔
۲۶	وَمِنَ النَّاسِ ... مَرْضَاتِ اللّٰہِ۔	(البقرہ ۲: ۲۰۷) اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنی جان تک دے دیتا ہے۔
۲۶-۲۷	اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَاجِّ .... فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔	(التوبہ ۹: ۱۹) کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر خیال کر لیا ہے؟
۲۷	وَاِذَا رَاَیْتَ [ثَمَّ رَاَیْتَ] نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا۔	(الانسان ۷۶: ۲۰) اور جب تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے۔
۲۷	وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا	(الانسان ۷۶: ۸) اور اللہ کی محبت میں محتاجوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔
۲۷	قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ .... فِی الْقُرْبٰی	(الشوریٰ ۴۲: ۲۳) ان سے کہیے کہ میں اس کے بدلے میں، اس کے سوا کچھ نہیں مانگتا کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کرو۔
۲۷	اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا	ہم نے تمہاری طرف صاف کھلا نور بھیجا (قرآن میں "ارسلنا"

مُبِینًا — کی جگہ "انزلنا" ہے: (۴: ۱۴۳)

۲۷ اِنّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا — (البقرہ ۲: ۱۲۴) میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

۲۸ رَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا — (مریم ۱۹: ۵۷) ہم نے انھیں کمالات میں رتبے تک پہونچایا

۲۸ وَلَمْ نَجْعَلْ لَہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا — (مریم ۱۹: ۷) اور ہم نے اس سے پہلے اس کا ہم نام نہیں بنایا۔

۲۸ اَبَا تُرَاب — حضرت علیؑ کا لقب۔

۲۸ و عندہٗ علم الکتاب — اور اسے کتاب کا علم حاصل ہے

۲۸ لوکشف الغطاء ما ازددت یقینا — اگر پردہ کھل بھی جائے تب بھی میرا یقین (اس سے) زیادہ نہیں ہوگا۔

۲۸ نقاتل علی تاویل القرآن — ہم قرآن کی حقیقی تعلیم کے لیے جنگ کرتے ہیں۔

۲۸ امتحن اللہ قلبہ بالایمان — اللہ نے ایمان کے ذریعے سے ان کے دل کا امتحان لیا۔

۲۸ علیّ خیر البشر ومن ابٰی فقد کفر — علی بہترین انسان ہیں، اور جس نے انکار کیا وہ گویا کافر ہوگیا۔

۲۸ لا تعد لا تحصیٰ — بے حد، بے حساب۔

۲۸ تمّت المنقبت حضرت شاہ ولایت پناہ علیہ السلام — ختم ہوئی تعریف حضرت شاہ ولایت پناہ (علی) کی سلام ہو ان پر۔

۲۹ الفاطمۃ بضعۃ منّی — (حدیث) فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے

۲۹ نَاقَۃَ اللّٰہِ وَسُقْیٰہَا — (الشمس ۹۱: ۱۳) اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے خبردار رہو۔

۲۹ کنزاً مخفیاً — اشارہ ہے حدیث قدسی کی طرف کُنْتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ أن اُعرف میں پوشیدہ خزانے کی طرح تھا؛ میں نے چاہا پہچانا جاؤں۔

۲۹ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا — (مریم ۱۹: ۳) جب اس نے اپنے رب کو پوشیدہ طور پر پکارا۔

٢٩	ارجعی الیٰ ربّکِ راضیۃً مّرضیّۃً	(الفجر ٨٩: ٢٨) اپنے رب کی طرف خوش خوش واپس آ۔ یہ خطاب ہے خدا کی طرف سے نفسِ مطمئنہ کو (یا ایّتھا النّفس المطمئنّۃ)
٢٩	زھرۃ الریاض من شجرۃٍ مبارکۃٍ زیتونۃٍ	مبارک زیتون کے درخت کی کلی، (قرآن، النور ٢٤: ٣٥ سے مستفاد)
٢٩	اللہ نور السّمٰوات	(النور ٢٤: ٣٥) اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کا نور ہے۔
٢٩	الباقیات الصّالحات	(الکہف ١٨: ٤٦؛ مریم ١٩: ٧٦) باقی رہ جانے والی نیکیاں
٢٩	ما زاغ البصر وما طغیٰ	(النجم ٥٣: ١٧) نگاہ نہ بہکی، اور نہ حد سے بڑھی۔
٢٩	سبحان الّذی اسریٰ	(الاسراء ١٧: ١) سفرِ معراج کی طرف اشارہ ہے (اوپر گزر چکا ہے)
٢٩	نفطم شیعتہا من النار	ہم ان کے گروہ کو جہنم سے چھٹکارا دیں گے۔
٢٩	جنّاتٍ تجری من تحتہا الانہار	بہشت کے باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (قرآن)
٣٠	صلّی اللہ علیہا وعلیٰ ابیہا وعلیٰ بعلہا وبنیہا	اللہ کی رحمت ہو اس پر اور اس کے باپ پر اور اس کے شوہر پر اور اس کے بیٹوں پر۔
٣٠	سیماھم فی وجوھھم من اثر السّجود	(الفتح ٤٨: ٢٩) ان کے منہ پر نشان ہیں سجدوں کے اثر سے۔
٣٠	معوذتین	قرآن کی دو سورتیں ۔۔۔ سورۃ الفلق و سورۃ النّاس (دونوں کے شروع میں لفظ اعوذ ہے)
٣١	اللھم انّی احبّھما	(حدیث) اے خدا میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں
٣١	یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان۔	(الرحمٰن ٥٥: ٢٢) ان دونوں (دریاؤں) سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔
٣١	ھدینٰھما الصّراط	(الصافات ٣٧: ١١٨) ہم نے انھیں (سیدھے) رستے کی ہدایت کی

		سے دور ہو جائیں گے۔ (شروع کے الفاظ کے باعث یہ دعا "نادِ علی" کہلاتی ہے)
۳	وصیِ نبی	کہا جاتا ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے حضرت علیؓ کے حق میں وصیت کی تھی۔
۳	أنت منی بمنزلۃ ھارون	اشارہ ہے حدیث "أنت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ" کی طرف کہ جس طرح حضرت ہارون اپنے بڑے بھائی حضرت موسیٰ کے معین و مددگار تھے اسی طرح اے علی، تم میرے بھائی ہو (ہارون ہو لیکن نبی نہیں)
۴	وال من والاہ، عاد من عاداہ	ایک حدیث کے ٹکڑے ہیں۔ حضرت رسول کریمؐ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ محبت کر اس سے جس نے اس سے (یعنی علی سے) محبت کی، اور دشمنی رکھ اس سے جس نے اس سے دشمنی کی۔
۴	أنا مدینۃ العلم وعلیٌ بابھا	یہ بھی حدیث ہے۔ یعنی میں علم کا شہر (یعنی خزانہ) ہوں اور علی اس (میں داخل ہونے) کا دروازہ ہے۔
۴	أنا میزان الحکمۃ وعلیٌ لسانھا	حدیث ہے۔ میں حکمت کی ترازو ہوں اور علی اس کا کانٹا۔
۴	بضعۃ منّی	ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔ حضرت رسول کریمؐ نے حضرت فاطمہؓ کے متعلق فرمایا کہ یہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔
۴	من آذاھا فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ	جس نے اسے (یعنی فاطمہؓ کو) ایذا پہنچائی اس نے گویا مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف پہنچائی (حدیث)
۷	من بکٰی علی الحسین	اشارہ ہے اس قول کی طرف جو حضرت رسول اللہ سے منسوب ہے من بکٰی علی حسین أو أبکٰی وجبت علیہ الجنۃ: جو شخص حسین کے لیے خود رویا یا اس نے رونے کی ترغیب دلائی، وہ جنت کا حقدار ہو گیا۔

۸	اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ	تم سب جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ قرآن میں دو جگہ آیا ہے (۱) الاعراف ۷ : ۴۹؛ (۲) الزخرف ۴۳ : ۷۰۔ ممکن ہے انھیں کی طرف اشارہ ہو۔
۹	قائم منتظر امام ہمعصر	شیعی عقیدہ یہ ہے کہ بارھویں امام حضرت مہدی تشریف لائے اور پھر غائب ہو گئے۔ اور آخری ایام میں پھر تشریف لائیں گے۔ اس لیے انھیں امام منتظر بھی کہتے ہیں۔ لیکن جب تک وہ آئیں ان کی امامت قائم ہے اور وہ امام برحق بھی ہیں۔
۹	حجۃ اللہ	اللہ کی برہان
۹	هُدًى لَنَا وَحُسْنَ مَآبٍ	آیت : وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَى وَحُسْنَ مَآبٍ (ص ۳۸ : ۴۰) یعنی اس کے لیے ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا۔
۹	صاحب العصر	امام زمانہ، امام قائم یعنی حضرت امام مہدی۔
۱۲	تمت الداستان بعون اللہ عترت المغموم	داستان ختم ہوا الگ اور عطا کرنے والے اللہ کی مدد سے اسی کی طرف رسا رالرنا ہے اور انجام۔ اور صلوٰۃ اور سلام ہو امام حسین مظلوم اور ان کی غم رسیدہ اولاد پر۔
۱۳	جیتے جی . . . کالا کوثر	اشارہ ہے قرآن کی سورۃ الکوثر (۱۰۸) کی طرف۔ جس کی پہلی آیت ہے۔ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔ ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے
۱۳	أَوْ أَدْنَى	آیت فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى (۵۳ : ۹) کی طرف اشارہ ہے۔
۱۳	ردّ شمس	حضور نبی کریم آرام فرما رہے تھے کہ سورج غروب ہونے لگا۔ حضرت علی کی نماز عصر قضا ہو جاتی۔ آپ کے دعا کرنے پر پھر سورج ظاہر ہو گیا اور آپ نے نماز ادا کر لی۔
۱۳	شق قمر	یہ بھی رسول صلعم کے معجزات میں سے ہے کہ آپ کے انگلی سے

		اشارہ کرنے پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا (دیکھیے سورۃ القمر ۵۴)
۱۴	سورۂ توحید	اس سے قرآن کی سورۃ الاخلاص (۱۱۲) مراد ہے، جس میں توحید خالص کا بیان ہے۔
۱۴	لا فتیٰ	اشارہ ہے اس قول کی طرف: لا فتیٰ إلا علی، لا سیف إلا ذوالفقار، یعنی علی کے برابر کوئی جوان نہیں اور علی کی تلوار ذوالفقار کے برابر کوئی اور تلوار نہیں۔
۲۰	لا أحصی ثناء علیک	میں تیری ثنا کی طاقت نہیں رکھتا (حدیث)
۲۰	أنت کما أثنیت علی نفسک	حدیث: (اے خدا) تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنے آپ کو بیان فرمایا (ہم اس پر اضافہ کرنے سے قاصر ہیں)
۲۰	إذا أصابتهم ..... راجعون	(البقرہ ۲: ۱۵۶) جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور (بالآخر) اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔
۲۰	أولئك علیهم ... المهتدون	(البقرہ ۲: ۱۵۷) یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایتیں ہیں اور مہربانی اور وہ ہدایت یافتہ ہیں
۲۱	یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ	(المائدہ ۵: ۵۴) (اللہ تعالیٰ) ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔
۲۱	وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا	(النساء ۴: ۱۰۰) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔
۲۱	وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ	وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔
۲۱	لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ	(الاخلاص ۱۱۲: ۳) نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، نہ کوئی اس سے پیدا ہوا
۲۱	صَمَدٌ	(الاخلاص ۱۱۲: ۲) جسے کسی کی احتیاج نہ ہو۔
۲۱	لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ	(الاخلاص ۱۱۲: ۴) جس کی برابری کا کوئی نہیں۔
۲۱	أعطیٰ كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ	طٰہٰ ۲۰: ۵۰) اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کی صلاحیت کے مطابق وجود بخشا

۲۱	لَقَدْ خَلَقْنَا .... تَقْوِيمٍ	(والتین ۹۵:۴) ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔
۲۱	لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ	(الاسراء ۱۷:۷۰) ہم نے اولادِ آدم کو سرافراز کیا۔
۲۱	وَفَضَّلْنَاهُمْ .... خَلَقْنَا تَفْضِيلًا۔	(الاسراء ۱۷:۷۰) اور ہم نے ان کو اپنی مخلوق میں سے اکثر پر فضیلت بخشی۔
۲۱	إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ	(البقرہ ۲:۳۰) میں اس (بات) کا علم رکھتا ہوں جسے تم نہیں جانتے۔
۲۱	أَتَجْعَلُ فِيهَا .. الدِّمَاءَ	(البقرہ ۲:۳۰) کیا تو دنیا میں اس شخص کو خلیفہ بنائے گا، جو وہاں فساد برپا کرے گا اور خونریزی کرے گا۔
۲۱	وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا	(البقرہ ۲:۳۱) اور خدا نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام (اور خواص) سکھائے۔
۲۱	نَحْنُ نُسَبِّحُ .. لَكَ	(البقرہ ۲:۳۰) ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔
۲۲	سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا	(البقرہ ۲:۳۲) پاک ہے تیری ذات، ہمیں تو کچھ علم نہیں اس کے سوا جو تو نے ہمیں سکھایا۔
۲۲	إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ	(الفاتحہ ۱:۵) ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔
۲۲	وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ	(آل عمران ۳:۱۳) اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے .. کرتا ہے۔
۲۲	وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا	(الفتح ۴۸:۳) اور اللہ تعالیٰ زبردست امداد سے آپ کی نصرت کرے۔
۲۲	تُؤْتِي الْمُلْكَ .... قَدِيرٌ	(آل عمران ۳:۲۶) تو جسے چاہتا ہے، سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے، سلطنت چھین لیتا ہے؛ اور جسے چاہے عزت دے دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔ سب بھلائی تیرے اختیار میں ہے اور بیشک تو ہر بات پر قادر ہے (تمن کتاب

میں شکرا و ہتنزل من تشاء غالباً کاتب کی غلطی سے لکھنے سے رہ گیا ہے)

۲۲ تمت التوحید بعون اللہ الملک الوحید توحید کا بیان ختم ہوا اللہ کی مدد سے، جو سب کا تنہا مالک ہے

۲۳ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا (الفتح ۴۸: ۸) (الاحزاب ۳۳: ۴۵) ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

۲۳، ۲۴ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا (الاسراء ۱۷: ۷۹) امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

۲۴ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (التکویر ۸۱: ۲۰) قوت والا ہے عرش کے مالک کے نزدیک ذی رتبہ ہے۔ وہاں اس کا کہا مانا جاتا ہے اور وہ امانت دار ہے۔

۲۴ إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ (القلم ۶۸: ۴) بیشک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔

۲۴ فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (یوسف ۱۲: ۷۶) تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے

۲۴ مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال ۸: ۱۷) آپ نے جب کنکریاں پھینکیں، تو آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں۔

۲۴ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (الاحزاب ۳۳: ۵۶) اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

۲۴ السراج المنیر والدرّا لبیقی روشن چراغ اور چمکدار موتی۔

۲۴ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (الفتح ۴۸: ۱) بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح دی۔

۲۴ رَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ ۵: ۳) اور میں نے آپ کے لیے اسلام دین (کی حیثیت سے) پسند کیا۔

۲۴ لَمْ تَرَوْهَا (التوبہ ۹: ۲۶: وانزل جنودا لم تروها) اور مدد کے لیے ایسے لشکر نازل فرمائے جنہیں تم نے نہیں دیکھا، فضلی نے الم تروھا لکھا ہے

۲۵	تمت نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ختم ہوئی نعت رسول کی اللہ کی صلوات ہو ان پر اور ان کی آل پر اور سلامتی۔
۲۶	قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا	(الرعد ۱۳: ۴۳، الاسراء ۱۷: ۹۶) کہو اللہ (ہمارے) درمیان فیصلہ کرنے کو کافی ہے۔
۲۶	إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ ...... يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ	(المائدہ ۵: ۵۵) تمہارے رفیق اللہ اور اس کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے، جو نمازوں پر قائم ہیں اور زکات ادا کرتے ہیں۔
۲۶	إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات	جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے (کہف ۱۸: ۱۰۷)
۲۶	من كنت مولاه فعلي مولاه	جس کا میں مولا تھا، علی (بھی) اس کے مولا ہیں۔
۲۶	اللهم وال من والاه وعاد من عاداه۔	اے خدا مدد کر اس کی جو اس کا مددگار ہے اور دشمنی کر اس سے جو اس کا دشمن ہے۔
۲۶	وَمِنَ النَّاسِ ... مَرْضَاتِ اللَّهِ	(البقرہ ۲: ۲۰۷) اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنی جان تک دے دیتا ہے۔
۲۶-۲۷	أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ ... فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔	(التوبہ ۹: ۱۹) کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر خیال کر لیا ہے؟
۲۷	وَإِذَا رَأَيْتَ [ثَمَّ رَأَيْتَ] نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا۔	(الانسان ۷۶: ۲۰) اور جب تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے۔
۲۷	وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا	(الانسان ۷۶: ۸) اور اللہ کی محبت میں محتاجوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔
۲۷	قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ .... فِي الْقُرْبَىٰ	(الشوریٰ ۴۲: ۲۳) ان سے کہیے کہ میں اس کے بدلے میں اس کے سوا کچھ نہیں مانگتا کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کرو
۲۷	إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا	ہم نے تمہاری طرف صاف کھلا نور بھیجا (قرآن میں اُرسلنا

	مُبِیْنًا	کی جگہ "اَنزلنا" ہے۔ (۴:۱۴۴)
۲۷	اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا	(البقرہ ۲: ۱۲۴) میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔
۲۸	وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا	(مریم ۱۹: ۵۷) ہم نے انھیں عالی مقام رتبے تک پہونچایا۔
۲۸	وَلَمْ نَجْعَلْ لَهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا	(مریم ۱۹: ۷) اور ہم نے اس سے پہلے اس کا ہم نام نہیں بنایا۔
۲۸	اَبوتراب	حضرت علیؓ کا لقب۔
۲۸	وعندہ علم الکتاب	اور اسے کتاب کا علم حاصل ہے
۲۸	لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا	اگر پردہ کھل بھی جائے تب بھی میرا یقین (اس سے) زیادہ نہیں ہوگا۔
۲۸	نقاتل علی تاویل القرآن	ہم قرآن کی حقیقی تعلیم کے لیے جنگ کرتے ہیں۔
۲۸	امتحن اللہ قلبہ بالایمان	اللہ نے ایمان کے ذریعے سے ان کے دل کا امتحان لیا۔
۲۸	علیّ خیر البشر ومن اَبیٰ فقد کفر	علی بہترین انسان ہیں۔ جس نے انکار کیا وہ گویا کافر ہوگیا۔
۲۸	لا تعد لا تحصیٰ	بے حد، بے حساب۔
۲۸	تمت المنقبت حضرت شاہ ولایت پناہ علیہ السلام	ختم ہوئی تعریف حضرت شاہ ولایت پناہ علی کی، سلام ہو ان پر۔
۲۹	الفاطمۃ بضعۃ منی	(حضرت) فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔
۲۹	نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا	(الشمس ۹۱: ۱۳) اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے خبردار رہو۔
۲۹	کنزاً مخفیا	اشارہ ہے حدیث قدسی کی طرف کنت کنزاً مخفیاً فاحببت اَن اُعرف میں پوشیدہ خزانے کی طرح تھا: میں نے چاہا پہچانا جاؤں۔
۲۹	اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا	(مریم ۱۹: ۳) جب اس نے اپنے رب کو پوشیدہ طور پر پکارا۔

۲۹	ارْجِعِیْ إِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً	(الفجر ۸۹: ۲۸) اپنے رب کی طرف خوش خوش واپس آ۔ یہ خطاب ہے خدا کی طرف سے نفس مطمئنہ کو (یا أَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ)
۲۹	زهرة الرياض مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ	مبارک زیتون کے درخت کی کلی، (قرآن، النور ۲۴: ۳۵ سے مستفاد)
۲۹	اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ	(النور ۲۴: ۳۵) اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کا نور ہے۔
۲۹	اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ	(الکہف ۱۸: ۴۶؛ مریم ۱۹: ۷۶) باقی رہنے والی نیکیاں
۲۹	مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى	(النجم ۵۳: ۱۷) نگاہ نہ بھٹکی، اور نہ حد سے بڑھی۔
۲۹	سُبْحٰنَ الَّذِیْ أَسْرٰى	(الاسراء ۱۷: ۱) سفر معراج کی طرف اشارہ ہے (اوپر گزر چکا ہے)
۲۹	نفطم شيعتها من النار	ہم ان کے گروہ کو جہنم سے چھٹکارا دیں گے۔
۲۹	جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ	بہشت کے باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (قرآن)
۳۰	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهَا وَعَلٰى أَبِيْهَا وَعَلٰى بَعْلِهَا وَبَنِيْهَا	اللہ کی رحمت ہو اس پر اور اس کے باپ پر اور اس کے شوہر پر اور اس کے بیٹوں پر۔
۳۰	سِيْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ	(الفتح ۴۸: ۲۹) ان کے منہ پر نشان ہیں سجدوں کے اثر سے
۳۰	معوذتين	قرآن کی دو سورتیں — سورۃ الفلق و سورۃ الناس (دونوں کے شروع میں لفظ أعوذ ہے)
۳۱	اللّٰهم إني أحبهما	(حدیث) اے خدا میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں
۳۱	يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ	(الرحمٰن ۵۵: ۲۲) ان دونوں (دریاؤں) سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔
۳۱	هَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ	(الصافات ۳۷: ۱۱۸) ہم نے انہیں سیدھے راستے کا پتا دکھایا

۲ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ (البقرہ ۲: ۱۲۵) طواف اور اعتکاف کرنے والوں کیلئے میرا گھر پاک کرو

۲ آتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ (الصافات ۳۷: ۱۱۷) ہم نے انھیں واضح کتاب دی۔

۲ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ (البقرہ ۲: ۱۲۸) اے ہمارے پروردگار، ہمیں فرماں بردار بنا

۲ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا (یونس ۱۰: ۸۹) تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔ پس تم
فَاسْتَقِيمَا دونوں ثابت قدم رہو۔

۳ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا (طٰہٰ ۲۰: ۴۶) تم (دونوں) نہ ڈرو، میں تمہارے ساتھ ہوں

۳ قلب المؤمن بين الاصبعين من اصابع الرحمٰن (مومن کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے)

۳۲ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ (المائدہ ۵: ۶۴) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں

۳۲ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ (الصافات ۳۷: ۱۷۲) بے شک انہیں کو مدد دی جاتی ہے۔

۳۲ إِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (الصافات ۳۷: ۱۷۳) بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہتا ہے۔

۳۳ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ عَلَىٰ سُرُرٍ (الصافات ۳۷: ۴۴) پر نعمت باغوں میں تختوں پر ایک
مُتَقَابِلِينَ دوسرے کے سامنے۔

۳۲ عِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ (الصافات ۳۷: ۴۸) ان کے پاس ہیں عورتیں نیچی نگاہ اور
الطَّرْفِ عِينٌ بڑی بڑی آنکھوں والی۔

۳۲ جَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ (الانبیاء ۲۱: ۷۳) انہیں ہم نے پیشوا بنایا، وہ ہمارے حکم سے
بِأَمْرِنَا ہدایت دیتے ہیں۔

۳۳ وَالْقَدَرُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (الاعلیٰ ۸۷: ۱۷) آخرت کا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔

۳۳ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا (النور ۲۴: ۵۵) تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا
مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور نیک اعمال کیے، خدا نے ان کو حاکم بنانے کا وعدہ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کیا ہے۔

۳۲ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ خدا تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔ (الحدید ۵۷: ۴)

۳۴ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم وعلی اللہ کی رحمت اور سلام ہو ان پر اور ان کے تمام آباؤ اجداد
آبائہم أجمعين الى يوم الدين پر روز قیامت تک۔

۴۲	أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ	(البیّنہ ۹۸: ۷) وہ لوگ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔
۴۳	اللّٰھمّ ھؤلاء ائمّتی وسادتی وقادتی بھم أتولّی ومن أعدائھم أتبرّاء	اے خدا، یہ سب میرے پیشوا اور سردار اور رہنما ہیں میں ان سے محبت کرتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے بے تعلق ہوں
۴۳	اللّٰھمّ وال من والاھم وعاد من عاداھم وانصر من نصرھم واخذل من خذلھم والعن علی من ظلمھم واھلک عدوّھم من الجنّ والانس من الأوّلین والآخرین	اے میرے خدا، محبت کر ان سے جو ان سے محبت کریں، اور دشمنی کر ان سے جو ان کے دشمن ہوں، اور مدد کر ان کی جو ان کی مدد کریں، اور کنارہ کشی کر ان سے جو ان سے کنارہ کش ہوں، اور لعنت کر ان پر جو ان پر ظلم کریں، اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے پہلوں میں سے ہوں یا پچھلوں میں سے۔
۴۳	اللّٰھم زدنا محبّتھم وارزقنا شفاعتھم واحشرنا معھم وفی زمرتھم تحت لوائھم بفضلك وجودك واحسانك ورحمتك یا أرحم الراحمین۔	اے خدا ہمارے دلوں میں ان کی محبت بڑھا، اور ہمیں ان کی شفاعت نصیب کر، اور ہمارا حشر ان کے ساتھ کر، انھیں کی جماعت میں سے، انھیں کے جھنڈے کے نیچے۔ اپنے فضل اور کرم اور احسان اور رحمت کے صدقے، اے کہ رحم کرنے والوں میں تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔
۴۳	تمّت المناقب ائمّۃ طاھرین صلوات اللہ وسلامہم أجمعین	ختم ہوئی تعریف پاک اماموں کی، اللہ کی رحمت اور سلام ہو ان سب پر۔
۴۴	وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ	(آل عمران ۳: ۳۹) اور وہ کھڑے محراب میں نماز پڑھتے
۴۴	يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا	(آل عمران ۳: ۱۹۱) وہ کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں
۴۴	وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ	(آل عمران ۳: ۴۶) (حضرت مسیح) گہوارے میں اور بڑے بھی لوگوں سے باتیں کریں گے اور وہ نیکوں میں سے ہوں
۴۴	وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ	(آل عمران ۳: ۴۵) اس دنیا میں اور آخرت میں بھی معز (خدا کے) مقربوں میں سے ہوں گے۔
۴۴	وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ	(آل عمران ۳: ۸۳) حق تعالیٰ کے لئے سب سر اطاعت میں جھکا [illegible]

۳۴	طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّإِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ	خوشی سے اور بے اختیاری سے، اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔
۳۴	أُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ	(مجادلہ ۵۸: ۲۲) وہی اللہ کا گروہ ہے۔ یاد رکھو، اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہوتا ہے۔
۳۴	أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا	(الملک ۶۷: ۳۰) کہو تو کہ اگر تمہارا پانی (زمین کی) گہرائی میں (خشک ہو) جائے۔
۳۴	يملأ الأرض عدلاً بعد ما ملئت ظلماً وجوراً	(حدیث) وہ زمین کو انصاف سے پُر کر دیں گے، اس کے بعد کہ یہاں ظلم و ستم کا دَور دَورہ تھا۔
۳۴	صلوات الله الملك العلّام	بہت بڑے علم والے مالک خدا کی ان پر رحمت۔
۳۵	إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ	(النحل ۱۶: ۹۰) خدا تمہیں عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔
۳۵	المؤيد بتائيد الله المستعان	مدد کرنے والے خدا کی تائید پائے ہوئے۔
۳۵	المؤيد من السماء	آسمان سے تائید پائے ہوئے۔
۳۵	المظفر على الأعداء	دشمنوں پر فتح پائے ہوئے۔
۳۵	اللهم متع المسلمين بطول بقائه وحياته وضاعف ثواب جميل حسناته وارفع درجة أوليائه ودمر على أعدائه	خدا، ان کی درازیٔ عمر اور زندگی سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ان کی خوبیوں اور نیکیوں کا ثواب دگنا کر دے اور ان کے دوستوں کا درجہ بلند کرے اور ان کے دشمنوں کو برباد کرے!
۳۵	اللهم أمن بلده واحفظ ولده	خدا ان کے شہر میں امن رکھے اور ان کی اولاد کی حفاظت فرمائے!
۳۵	أيده المولىٰ على أعدائه وشماتته	اور انھیں دشمنوں اور بدخواہوں کے مقابلے میں مدد دے!
۳۶	ربّ يسّر عليه كلّ تعسر	اے خدا ان کی تمام مشکلوں کو آسان کر دے!
۳۷	سلمه الله الملك المنّان	بہت احسان کرنے والا مالک خدا اسے سلامت رکھے۔ اگ

۲۷	شرف قدرہ وشرح صدرہ	مرتبہ بلند ہوا اور اس کا سینہ کھلے !
۲۷	التقیۃ دینی و دین اٰبائی والتقیۃ جُنّۃ	تقیہ میرا دین ہے اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور تقیہ ڈھال ہے۔
۳۸	من بکیٰ علی الحسین او تباکیٰ وجبت لہ الجنّۃ	جو کوئی حسین پر روئے یا رونی شکل بنائے، وہ جنت کا حقدار ہوگیا
۳۸	السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ۔	کوشش کرنا ہمارا فرض ہے اور اس کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ پر ہے۔
۳۹	الدال علی الخیر کفاعلہ	(حدیث) نیکی کی راہ بتانے والا، (نیکی) کرنے والے کے برابر ہے۔
۳۹	لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ	اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ذرّہ تک حرکت میں نہیں آتا۔
۴۰	والسّلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ	(طٰہٰ ۲۰: ۴۷) سلامتی اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔
۴۰	کفیٰ باللہ شہیداً	(الرعد ۱۳: ۴۳ وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے
۴۱	لَعْنَۃُ اللہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ	(آل عمران ۳: ۶۱) جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو
۴۱	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ و صلی اللہ علیٰ سیّد المرسلین و آلہ الطاھرین الیٰ یوم الدین	تعریف اس خدا کی جو سارے عالم کا رب ہے اور رحمت ہو خدا کی نبیوں کے سردار پر اور اس کی پاک اولاد پر روز حشر تک !
۴۱	ربّ یسّر وتمّم بالخیر و علیٰ [illegible] وھو حسبی ونعم الوکیل۔	اے خدا (میرے کام کو) آسان کر دے اور اسے بخیر تمام کر۔ اور میں نے اپنے تمام کاموں میں خدا کو اپنا سہارا بنایا اور وہ میرے لیے کافی ہے۔
۴۲	و باللہ الموفق والتوفیق	اور توفیق، تو توفیق دینے والے اللہ کی ہے۔
۴۴	اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا	(الکہف ۱۸: ۴۶) مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔

۴۳	أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ	(الانفال ۸: ۲۸) تمہارے اموال اور اولاد (تمہارے لیے) آزمائش کا سبب ہیں۔
۴۴	يحشر المرء مع أحبائه	ہر شخص اپنے دوستوں کے ساتھ حشر میں اٹھایا جائے گا۔
۴۵	فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔	(اے اللہ) مجھ سے (یہ) قبول کر، تو سننے والا اور جاننے والا ہے (البقرہ ۲: ۱۲۷ میں خفیف سے فرق سے یہ آیت موجود ہے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)
۴۵	إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ	(آل عمران ۳: ۲۹ وغیرہ) تو بیشک ہر ایک بات پر قادر ہے۔
۴۵	إلهي! استجب استجب استجب دعانا يا الله يا الله يا مولانا استجب۔	اے اللہ، قبول کر، قبول کر، قبول کر ہماری دعا! اے اللہ، اے اللہ، اے مولیٰ، قبول کر!
۴۶	إن قتل الحسين امر عظيم	قتل حسین حادثۂ عظیم ہے۔
۴۷	فرقد الجن نساء الجن ... للحسين ...	صحیح متن اور اس کے ترجمہ کے لیے دیکھیے ... ۴۰-۴۸
۴۸	مسح الرسول ... خدود	(حاشیہ)
۴۸	إِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ	(ہود ۱۱: ۴۵) بیشک تیرا وعدہ سچا ہے
۵۰	عظم الله أجورنا وأجوركم بمصابنا بالحسين وارزقنا بشفاعة جده محمد سيد الكونين	حسین کی وجہ سے جو غم ہمیں پہنچا ہے خدا اس کے لیے ہمارا اور تمہارا اجر زیادہ کرے، اور ہمیں ان کے نانا، کونین کے سردار محمد کی شفاعت نصیب کرے۔
۵۰	إِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ	(الصافات ۳۷: ۸۳) بیشک ابراہیم اسی کے گروہ میں سے تھے۔
۵۱	الدنيا مزرعة الآخرة	دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔
۵۵	يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا	اے کاش، میں ان کے ساتھ ہوتا تو بہت کامیاب رہا ہوتا (النساء ۴: ۷۳)

۵۷ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْأَخْیَارِ وَآلِہِ الْأَطْہَارِ — اور سلامتی ہو نیکوں کے نیک پر اور اس کی پاک اولاد پر!

۵۸ الحمد للّٰہ الذی جعلنا.... من أھل البدعۃ والھویٰ — تمام تعریفیں اس خدا کے لیے جس نے ہمیں اپنے حبیب اور اپنے دوست محمد مصطفیٰ کی امت سے بنایا! عالموں کا رب جس نے ہماری تربیت وَلی اور وصی علی مرتضیٰ کے دوستوں کی جماعت میں کی؛ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا، جس نے حسن مجتبیٰ اور شہید کربلا حسین کی محبت سے ہمارے دلوں کو نور بخشا؛ یوم قیامت کا مالک جس نے علی زین العابدین کو ہماری امامت اور ہدایت کے لیے قائم کیا؛ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں ایسی عبادت جو ہمیں قیامت کے دن محمد باقر اور جعفر صادق اور موسیٰ کاظم اور علی ابن موسیٰ الرضا کی صحبت کا سزاوار بنا دے؛ اور ہم تیری ہی مدد کے طلبگار ہیں جس طرح صاحب مجد و شرف محمد التقی اور علی النقی نے تجھ سے مدد طلب کی؛ ہمیں راہِ مستقیم دکھا، جو راستہ دکھانے والے حسن العسکری اور محمد المہدی کی متابعت کا راستہ ہے؛ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیری نعمت نازل ہوئی، جن پر نہ تیرا غضب ہوا نہ وہ گمراہ ہوئے، جو اہل بدعت اور اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرنے والے تھے۔

۵۹ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدہ ۵:۳) میں نے آج تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

۶۱ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ — اے خدا! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اسے محبوب رکھ۔

۶۴ من مسّہ جلدی لم تمسّہ النار — جس نے میرے بدن کو مس کیا۔ نارِ جہنم اسے مس نہیں کرے گی۔

۶۷ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ ۲:۱۵۶) ہم اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف

لوٹ کے جانے والے ہیں.

۷۰ الحمد للہ الذی اذاب قلوب الأحبّاء ... والحمد للہ رب العالمین — تمام تعریفیں اس خدا کے لیے جس نے حسین کی ملاقات کے شوق سے دوستوں کے دل نرم کر دیے اور شہیدوں کے مدارج اور عارفوں کے مراتب حسین کے جھنڈے کے نیچے بلند کیا اور جس نے ان لوگوں کی آنکھوں کو نور بخشا جو مشتاق ہیں اور اہل بیت کی محبت میں صادق اور ان کی شفاعت پر یقین رکھتے ہیں. کربلا میں حسین کی قبر اور ان کے ساتھیوں کے مزارات کے صدقے جنہوں نے فی سبیل اللہ جہاد کیا اور جنگ کی اور اس میں حسین کے اقربا کے ساتھ قتل ہوئے. اور اس نے اپنے نبی اور اپنے ولی کے گروہ کو (حضرت) مصطفیٰ اور بتول زہرا کی آنکھوں کی ٹھنڈک شہیدوں کے سردار حسین کے مقبرے کی زیارت کا شرف بخشا. اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو محمد پر اور ان کی تمام اولاد پر اور سب تعریف ہے اس کے لیے جو پروردگار ہے سارے جہان کا.

۷۴ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ — (الکہف ۱۸: ۷۸) یہاں سے میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہے.

۸۰ الحمد للہ الذی روّح أرواح المحبّین ..... والحمد للہ رب العالمین — سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کی نسیم سے محبت کرنے والوں کی روحوں کو فرحت بخشی، اور مشتاقوں کے دماغ کو لا الٰہ الا اللہ کی خوشبو سے معطر کیا، اور عاشقوں کے دلوں کو ان کے غلبۂ شوق میں مانوس اور ان کے حالات کو درست کیا لا الٰہ الا اللہ کے ذریعے؛ اور عارفوں کی آنکھوں اور عاشقوں کے جمال کو لا الٰہ الا اللہ کی معرفت کے نور سے روشن کیا؛ اور مومنوں اور سچے محبّوں کے دلوں کے چراغ روشن کیے، اور ان کی مجلسوں کو لا الٰہ الا اللہ کے دائمی ذکر سے زینت

بخشی، اور خدا کی رحمت ہو محمد و فرزندان کی تمام اولاد پر اور سب تعریف اللہ سارے جہانوں کے پالنے والے کے لیے ہے

۸۳ یا بنی کم مضی من شہرنا ھذا — اے میرے بیٹے، اس مہینے کے کتنے دن گزر چکے ہیں؟

۸۴ خمس یا رسول اللہ — نے فرمایا، یا رسول اللہ!

۸۶ فزت برب الکعبہ — رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا!

۸۸ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ — (التکویر ۸۱ : ۱۸) قسم ہے صبح کی جب سانس لے۔

۹۰ أَفَمَنْ يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ — (حم السجدہ ۴۱ : ۴۰) بھلا جو جہنم کی آگ میں سب جھونکا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو یوم قیامت کو جائے امن میں پہونچ جائے۔

۹۱ الحمد للہ الذی أورثنا الجنۃ . . . والحمد للہ رب العالمین — سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں امام حسین کے بدلے میں جنت کا وارث بنایا، اور حسین کی عزت کی خاطر ہمارے اس دنیا کی اور آخرت کی خواہشات ہمیں میسر کر دیں اور حسین کی برگزیدگی کے صدقے ہمارے مردوں اور عورتوں کے درجے اونچے کیے، اور حسین کی عزلت پسندی کے طفیل ہمیں نیک مزاجی اور نیک عملی دی، اور حسین کے آبا کو ہماری برائیوں اور مظالم اور جرائم اور گناہوں کے لیے شفاعت کا سامان بنایا، اور یوم حشر کو ہمارے لیے حسین کے جھنڈے کے نیچے نجات لکھ دی، اور ان قاتلوں پر لعنت کی جنہوں نے حسین اور حسین کی اولاد کو قتل کیا، اور خدا کی لعنت ہو ان کے سب دشمنوں پر اور ان پر یوم قیامت تک۔ اور سب تعریف ہے عالموں کے پروردگار کے لیے۔

۹۵ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا — (النساء ۴ : ۷۶، یوسف ۱۲ : ۲۸) شیطان کا مکر بہت کمزور ہے

۹۵ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ — اے عورتو، تمہارا مکر بہت بڑا ہے (یہ قرآن کی مدد

مختلف عبارتوں کا مجموعہ ہے)

١٠٣	الحمد للہ الحمید المجید المبدی للمعید .... علی کل جبار عنید	سب تعریف خدا کے لیے ہے جو بڑی خوبیوں والا، بڑی شان والا، کائنات کا خالق، دوبارہ زندگی بخشنے والا اور اپنی خوشنودی کے مطابق کرنے والا ہے، جس نے وعدہ کیا اپنے عزت والے گھر کا اور اپنی بخشش کا مسلم شہید کے لیے جس نے حسین کا مرتبہ بلند کیا، یہاں تک کہ اس سچے رسول نے کہا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ قربت (دنیا) میں بھی اور بعد (آخرت) میں بھی؛ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدائے واحد لاشریک لہٗ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کو قدرت حاصل ہے اور بقا اور بزرگی اور ثنا اسی کے لیے ہے، اور وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا اور بے نظیر ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں نیکوں کو خوشخبری دینے والے اور بُروں کو ڈرانے والے، ظالم اور سعید کے لیے یکساں روشنی کا چراغ، اور میں شہادت دیتا ہوں کہ علی اللہ کے ولی ہیں، بہادری میں شیر صفت اور ہر ایک جابر اور مخالف پر غالب اور فتح مند۔
١١٦	اللهم احكم بيننا وبين قومنا بالحق.	اے خدا، ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان انصاف کا فیصلہ کر دے۔
١١٨/١٢١	الحمد للہ الذی قدسنا بالاحسان صوانعہ علمہ بالاحسان .... یا ارحم الراحمین	سب تعریف خدا کے لیے ہے جس نے احسان کے ساتھ اپنے علم کی باریکیوں سے ہمیں بنایا؛ سب عالموں کا رب جس نے اپنے کرم اور رنگا رنگ نعمتوں سے ہماری تربیت کی؛ موت کی نازک گھڑیوں میں ہم پر ایمان کی

رحمت بار بار کرنے والا؛ قبر میں جب ہم مٹی اور کیڑوں کے درمیان ہوں گے، ہم پر رحم کرنے والا؛ یوم حشر کا مالک جب عدل اور احسان سے فیصلہ کرے گا؛ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، جیسا کہ فضل اور منت پذیری کے باعث عبادت کا حق ہے، اور ہم تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں اپنے تمام دشمنوں کے مقابلے میں، خواہ وہ جن ہوں یا انسان یا شیطان؛ ہمیں توبہ اور ایمان کی استقامت کے ساتھ سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت نصیب کر؛ راہ ان لوگوں کی جنہیں تو نے سیدھی اور جنت کی راہ کا انعام عطا کیا، نہ کہ اہل بدعت اور ناقرلوں کی جن سے تو ناراض ہوا ؛ اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں جو واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ علیؑ اللہ کے ولی اور رسول کے وصی ہیں — اور ان پر اے سب سے بڑے رحم کرنے والے، تیری رحمت سے، بہت سلامتی ہو۔

۱۲۲	لا رادّ لقضائیہ	اس کے فیصلے کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔
۱۲۵	ارض بادیہ	بنجر بیابان، صحرا جنگل۔
۱۲۵	[یا] اَرْضُ ابْلَعِی	(ہود ۱۱، ۴۴) اے زمین نگل جا۔
۱۲۵	ارض کرب و بلا و سفک دماء	تکلیف اور بلا والی اور خون ریز زمین
۱۴۲	ھل من مبارز	کیا ہے کوئی لڑنے والا ؟
۱۴۷	أدرکنی	میری خبر لیجیے۔

۲۲۹	یا عماہ العطش العطش	چچا پیاس ہے بہت سخت پیاس .
۲۳۰	یُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا	(سورۃ الاحزاب ۳۳ : ۳۳) کی طرف اشارہ ہے (دیکھیے نیچے)
۲۳۳	اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَہْفِ	(الکہف ۱۸ : ۹) کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ اصحاب کہف و
	وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا	رقیم ہماری نشانیوں میں سے عجوبہ تھے .
۔۔	سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ	(الشعراء ۲۶ : ۲۲۷) جن لوگوں نے ظلم کیا، انھیں معلوم
	مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ .	ہو جائے گا کہ کہاں ان کا ٹھکانا بنتا ہے .
۲۳۹	لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا	ظالم کے کرتوتوں سے اللہ تعالیٰ کو غافل نہ خیال
	یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ	کر . (ابراہیم ۱۴ : ۴۲)
۲۵۵	وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ	(الانفال ۸ : ۴۱) اور جان لو کہ اگر تمھیں کچھ مال غنیمت
۔۔	شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ	میں ملے، تو اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول اور ان
	لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی	کے قرابت داروں کے لیے ہے .
۔۔	اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ	(الاحزاب ۳۳ : ۳۳) اے نبی کے اہل بیت، اللہ یہی
	الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ	چاہتا ہے کہ تم سے آلودگی کو دور رکھے اور
	تَطْہِیْرًا	تمھیں پوری طرح (ظاہراً و باطناً) پاک وصاف رکھے .
۲۷۱	أنا إبن الرسول اللہ المختار	میں رسول اللہ کا بیٹا ہوں جو صاحب اختیار ہیں .
۔۔	أنا إبن المصطفیٰ منیر الأخیار	میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں جو نیکوں کا نور ہیں .

فہرست ماخذ حواشی

(عربی، فارسی، اُردو)

الارشاد : الشیخ المفید، محمد بن محمد بن النعمان العکبری — تہران، ۱۳۷۷ھ

الاستبصار : شیخ الطائفہ ابوجعفر الطوسی — نجف، ۱۹۵۶ء

الاستیعاب : ابن عبد البر (تحقیق علی محمد البجاوی) — قاہرہ، ۱۹۶۰ء

اُسد الغابہ : ابن الاثیر — مصر، ۱۲۸۰ھ

الاصابہ : ابن حجر العسقلانی — مصر، ۱۹۳۹ء

الاعلام : خیر الدین الزرکلی (طبع دوم) — قاہرہ، ۱۹۵۴ء بعد

الاغانی : ابوالفرج الاصفہانی (طبع دار الکتب المصریہ) — قاہرہ، ۱۳۴۵ھ بعد

امثال وحکم : علی اکبر دہخدا — تہران، ۱۳۳۹ھ

امل الآمل فی ذکر علماء جبل عامل : الشیخ الحر العاملی — تہران، ۱۳۰۷ھ

امیر اللغات : امیر مینائی — آگرہ، ۱۸۹۱ء بعد

انساب الاشراف : البلاذری — یروشلم، ۱۹۳۶ء بعد

بحار الانوار : محمد باقر المجلسی — تہران، ۱۳۷۶ھ

البدایہ والنہایہ : ابن کثیر — قاہرہ، ۱۳۴۸ھ بعد

البلدان : ابن واضح الیعقوبی — نجف، ۱۹۵۰ء

تاریخ گزیدہ : حمد اللہ مستوفی (سلسلۂ اوقاف گب) — لائڈن، ۱۹۱۰ء

تاریخ الامم والملوک : ابن جریر الطبری — قاہرہ، ۱۳۲۳ھ

تاریخ طبری : ابن جریر الطبری ترجمۂ اُردو (دار الترجمہ جامعۂ عثمانیہ) — حیدرآباد، ۱۹۲۸ء بعد

تذکرۃ الاولیا : شیخ فرید الدین عطار (سلسلۂ اوقاف گب) — لائڈن، ۱۹۰۵ء

جامع اللغات : مفتی غلام سرور — نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۰۸ء
الجامع الصغیر : جلال الدین السیوطی — مصر، ۱۳۲۱ھ
جلاء العیون : ملا محمد باقر مجلسی ـــ مخطوطہ (نسخۂ ڈاکٹر مجتبیٰ حسن کامونپوری استاذ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

حبیب السیر : اخوند امیر — تہران، ۱۳۳۳ شمسی

دائرۃ المعارف : فؤاد افرام البستانی — بیروت، ۱۹۶۰ء بعد
دائرۂ معارف اسلامیہ (اردو)، محمد شفیع، محمد وحید مرزا (شائع کردہ) دانشگاہ پنجاب — لاہور، ۱۹۶۲ء ـــ
دیوان حافظ : حافظ شیرازی — دہلی، ۱۹۰۴ء
دیوان عزلت : میر عبدالولی عزلت مرتبہ عبدالرزاق قریشی — بمبئی، ۱۹۶۲ء
دیوان علی : علی بن ابی طالب — بمبئی ۱۲۹۳ھ

الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ : الشیخ آغا بزرگ الطہرانی — نجف، ۱۹۳۶ء بعد

الرجال : احمد بن علی النجاشی — بمبئی، ۱۳۱۷ھ
الرجال : احمد بن علی النجاشی ـــ چاپخانۂ مصطفوی — تہران،
روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات : محمد باقر الخوانساری — تہران، ۱۳۰۶ھ
روضۃ الشہدا : ملا حسین واعظ الکاشفی — تہران، ۱۳۴۴ شمسی
روضۃ الشہدا : ملا حسین واعظ الکاشفی — بمبئی، ۱۲۸۵ھ
روضۃ الشہدا : ملا حسین واعظ الکاشفی — نول کشور، لکھنؤ، ۱۳۰۴ھ

سیر اعلام النبلاء : شمس الدین الذہبی (تحقیق صلاح الدین المنجد) — قاہرہ، ۱۹۵۷ء بعد
سیرۃ النبی : شبلی نعمانی — اعظم گڈھ، ۱۹۲۴ء بعد

شرح نہج البلاغۃ : ابن ابی الحدید — تہران، ۱۲۷۱ھ
شرح نہج البلاغۃ : ابن ابی الحدید — قاہرہ، ۱۳۲۹ھ
الشعر والشعراء : ابن قتیبہ (تحقیق احمد محمد شاکر) — قاہرہ، ۱۳۶۴ھ

شہید انسانیت: سید علی نقی النقوی (طبع دوم) — لکھنؤ ۱۹۶۰ء (؟)

الطبقات الکبیر: ابن سعد — بیروت، ۱۹۵۸ء

العبر و دیوان المبتدأ والخبر: ابن خلدون — بیروت، ۱۹۵۶ء

غیاث اللغات، ملا غیاث الدین رام پوری (تصحیح دبیر سیاقی)، — تہران، ۱۳۳۷ شمسی

فرسان الہیجاء، در شرح حالات اصحاب حضرت سید الشہداء: شیخ ذبیح اللہ محلاتی — تہران، ۱۳۳۴ شمسی
فرہنگ آنندراج، منشی محمد بادشاہ (تحقیق محمد دبیر سیاقی) — تہران، ۱۳۳۵ھ و بعد
فرہنگ آصفیہ، سید احمد دہلوی — لاہور، ۱۹۰۸ء

الکامل: ابن الاثیر — بولاق، قاہرہ، ۱۲۹۰ھ
الکامل: ابن الاثیر (ترجمہ اردو، دار الترجمۃ جامعہ عثمانیہ) — حیدرآباد، ۱۹۲۲ء بعد
کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ: علی بن عیسیٰ الاربلی — تہران، ۱۲۹۴ھ

گلکرسٹ اور اس کا عہد: محمد عتیق صدیقی — دہلی، ۱۹۶۰ء

لسان المیزان: ابن حجر العسقلانی — حیدرآباد، ۱۳۳۱ھ
لغت نامہ: علی اکبر دہخدا — تہران، ۱۳۳۷ شمسی بعد
اللہوف علی قتلی الطفوف: ابن طاؤس — صیدا، ۱۹۲۹ء

محاورات بیگمات، سعادت یار خاں رنگین (مرتبہ امتیاز علی عرشی، اردو ادب جلد ۲ نمبر ۱-۲) — علی گڑھ، ۱۹۵۲ء
المختصر فی اخبار البشر، ابوالفدا (مترجمہ مولوی کریم الدین) — دہلی، ۱۸۴۶ء
مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع: عبدالمومن بن عبدالحق البغدادی (تحقیق علی محمد البجاوی) — قاہرہ، ۱۹۵۴ء بعد
المسند: امام احمد بن حنبل (تحقیق احمد محمد شاکر، محمود محمد شاکر) — قاہرہ، ۱۹۴۶ء بعد
مروج الذہب: المسعودی — باربیہ و مینار، پیرس، ۱۸۶۱ء بعد

معجم البلدان : یاقوت الحموی — بیروت ، ۱۹۵۵ء بعد
المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث . نشر الدکتور ونسنک — لائڈن ، ۱۹۳۴ء بعد
معرفۃ اخبار الرجال : محمد بن عمر الکشی — بمبئی ، ۱۳۲۷ھ
مقاتل الطالبیین : ابوالفرج الاصفہانی — تہران ، ۱۳۰۷ھ
مقاتل الطالبیین : ابوالفرج الاصفہانی (تحقیق السید احمد صقر) — قاہرہ ، ۱۹۴۹ء
مقتل الحسین : ابومخنف (ترجمہ جناب سید محمد مطبوعہ رسالہ فرات) — لکھنؤ ، ۱۹۲۱ء
مقتل الحسین : الخوارزمی — نجف ، ۱۹۴۸ء
مقتل الحسین : الیعقوبی (اقتباس ، ترجمۂ اردو از جناب سید مجتبیٰ حسن کاموں پوری) — لکھنؤ ، ۱۹۵۱ء
المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار : المقریزی — قاہرہ ، ۱۹۱۴ء
میزان الاعتدال : شمس الدین الذہبی — قاہرہ ، ۱۳۲۵ھ

ناسخ التواریخ . لسان الملک میرزا محمد تقی سپہر (انتشارات امیر کبیر) — تہران ،
نفائس اللغات : اوحد الدین احمد بلگرامی — لکھنؤ ، ۱۲۵۷ھ
نہج البلاغہ : الشریف الرضی — تبریز ، ۱۲۴۷ھ
نہج البلاغہ : الشریف الرضی (طبع شیخ محمد عبدہ) — بیروت ، ۱۸۸۵ء
نوادر الالفاظ : سراج الدین علی خاں آرزو مرتبہ ڈاکٹر سید عبداللہ — کراچی ، ۱۹۵۱ء
نور اللغات : نور الحسن نیر لکھنوی — لکھنؤ ، ۱۹۲۴ء بعد
نور اللغات : نور الحسن نیر لکھنوی (طبع دوم) — کراچی ، ۱۹۵۷ء

وفیات الاعیان : ابن خلکان (طبع محمد باقر بن عبدالحسین الاصفہانی) — تہران ، ۱۲۸۴ھ
وفیات الاعیان : ابن خلکان (طبع محی الدین عبدالحمید) — قاہرہ ، ۱۹۴۸ء بعد

ہفت اقلیم : امین احمد رازی (طبع جواد فاضل) — تہران ،

انگریزی

ہندوستانی زبان کی لغات : ڈنکن فوربس — لنڈن ، ۱۸۵۹ء
اردو ، کلاسیکل ہندی اور انگریزی کی لغات : جان پلاٹس — ماسکو ، ۱۹۵۹ء
انسائیکلو پیڈیا اسلام (تازہ ایڈیشن) — لائیڈن ، ۱۹۵۴ء

فہرست اعلام

[فہرست میں "ابن"، "ابو"، "محمد"، "شیخ" وغیرہ کا خیال نہیں کیا گیا ہے بلکہ اصل نام پیش نظر رکھا گیا ہے صفحے کے ہندسے کے نیچے لکیر کا مطلب یہ ہے کہ نام اس صفحے میں ایک سے زائد جگہ آیا ہے]

فہرستِ اُمم و قبائل

فہرستِ غزوات وایّام

فہرستِ بلاد واماکن

فہرستِ آیاتِ قرآنی

فہرستِ احادیثِ نبوی

فہرستِ اقوال وحِکم

فہرستِ کتبِ واردہ درمتن

فہرستِ الفاظِ مستعملۂ قدیم

استدراکات

۹۰ : ۲۳ " سرفراز بجنود لم ترو ها" الم ترو ها کتابت کی غلطی ہے۔ یہ فقرہ آیت قرآنی " و انزل جنوداً لم تروها " (۹ : ۲۶) (اور مدد کے لیے ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا) سے مستفاد ہے

۱۹ : ۲۵ مصرع ناموزوں ہے "گر" حذف کر دینے سے موزوں ہو جائے گا

۲۰ : ح (۱) اضافہ کیجیے : برہان قاطع (۲ : ۹۸۵) میں ہے : رہی ، رونده و غلام و بنده و چاکر۔ عبدالرشید ٹھٹھوی لکھتے ہیں : رہی : بنده و غلام (فرہنگ رشیدی ۱ : ۷۰۰، تحقیق محمد عباسی، تہران، ۱۳۳۷ شمسی)

۲۴ : ح (۵) المرء مع من أحب رجوع کن طبقات الصوفیہ از خواجہ عبداللہ انصاری ۹، طبع کابل ۱۳۴۱ شمسی)

۱۲ : ۱۲ ماں اور جا گہیں؟ یہ جاگیں یا جاگہیں تو نہیں۔ جاگ ہندی کا ہے، قربانی نذر صدقہ کو کہتے ہیں۔ (پلیٹس ۲۰۱۱)، یا گہیں، جاگہ کی جمع ہو، تو معنی زمین، جاگیر وغیرہ ہوں گے

۸ : ۰۴ تنگ آیا۔ (باغ و بہار، ۱۱۰)

۲۰ : ۴۷ کچانا : غصے سے دیکھنا (میاں نے خوب کچا کر دیکھا، باغ و بہار، ۱۴۰)

۶۸ : ح (۲) کاہلا : بیمار "اتفاقاً وہ بوڑھا کاہلا ہوا"۔ باغ و بہار، ۲۳۴، مرتبہ ممتاز حسن کراچی ۱۹۵۸ء)

۹۵ : ۱۱ عربی شعر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اور ان کے مطبوعہ دیوان میں موجود ہے (دیوان علی ۴، طبع بمبئی ۱۲۹۳ھ)

۹۰ : ح (۱) صفر مہینے کا نام تیرہ تیزی لکھ کر لوز بان کا رکھا ہوا ہو، تو یہ بعید از قیاس نہیں۔

۱۰۱ : قاضی عبدالودود صاحب کا خیال ہے کہ "بدیہہ" ہوگا۔

حضرت امام حسن کے اس خطبے میں جو انھوں نے حضرت علی کی شہادت کے موقع پر دیا تھا "لا معقب لحکمہ ولا راد لقضائہ" ملتا ہے (المرزبانی۔ نور القبس تحقیق پروفیسر زولف زلہایم، جرمنی ۱۹۶۴ء)

۱۲۲ : ح (۱) گلستان ملکہ سعدی کا مکمل کلیات (طبع ایران) دیکھا، یہ شعر نہ ملا۔

۱۲۷ : ۹ تا۔۔ میر امن نے ناہد استعمال کیا ہے (سوائے ناہد کے ہاں رنگ۔ باغ و بہار، ۲۴۰)

۱۳۰ : ۹ مصرع ناموزوں۔

۱۴۶ : ح (۱) روضۃ الشہدا : ۲۲۲ میں "سہ برادر بود" ہے لیکن یہاں "بودند" ہونا چاہیے۔

۱۵۷ : ۲ عمدہ : سب عمدہ، امیر، وزیر کے پاس آئے۔ باغ و بہار : ۱۰ ؛ نیز دیکھیے : ۹۴، ۱۱۹)

۱۵۷ : ح (۴) ہتھوانسے، قاضی عبدالودود صاحب کہتے ہیں : میں نے یہ لفظ اور جگہ دیکھا ہے۔ اس وقت یاد نہیں آتا، کہاں۔ یہ غالباً سپر کی ایک قسم ہے۔ عجب نہیں، لفظ "ہتھوانسی" ہو۔

۱۶۳ : ۱۰ بھنڈیری (باغ و بہار : ۲۳۰)

۱۶۵ : ح (۱) "نال" دکھنی میں بھی ہے (کلیات علی عادل شاہ : ۲۳۵) شمالی ہند کے قدیم شعرا میں یکرنگ کے یہاں استعمال ہوا ہے۔ پلیٹس نے نال کی اصل سنسکرت بتائی ہے۔ (۲ . ۱۱۱۷)

۱۶۷ : ۸ روضۃ الشہدا، ۲۰۵ میں شمر ذی الجوشن، شیث ربعی، اور بختری بن ربیعہ کے نام درج ہیں، آخر الذکر کا کربل کتھا میں پتا نہیں

۱۶۹ : ۵ حار (سنسکرت)۔ درد، تکلیف۔

۱۶۹ : ۱۱ ڈپٹنا : دوڑانا۔

۱۷۱ : ح (۲) اس مصرع کا انتساب امیر خسرو کی طرف بہت مشکوک ہے۔

۱۷۲ . ح (۲) "سیویں" قدیم اردو میں بھی مستعمل ہے۔

۱۸۴ : ۱۲ "ہندستان نامور" قاضی عبدالودود صاحب کا خیال ہے کہ یہ "ہندستان نامور" ہوگا۔

۱۹۰ : ۱۸ "زیتون" ایک مقام جہاں کی چادریں اور دوپٹے مشہور ہیں۔ "یہ تمر زیتونیہ" کہلاتے ہیں (فرہنگ آصفیہ، ۲ : ۲۲۷)

۱۹۱ : ح (۱) گھٹنیوں چلنا (اتر کر گھٹنیوں چل کر زمین پر پہنچا۔ باغ و بہار : ۱۸۰)

۱۹۸ : ۴ مُوسنا۔ چھیننا، چرانا، غارت کرنا، زبردستی لے لینا (پلیٹس : ۱۰۹۰)

۲۰۰ : ح (۵) والآنہ : وردنہ۔ اس لفظ پر جو حواشی لکھے گئے ہیں (۲۳۰ : ح (۲)) ۲۱۰ : ح (۱)، وہ سب قلمزد سمجھے جائیں۔ قدما اس طرح استعمال کرتے تھے میر امن لکھتے ہیں : راتے میں اس شہزادی کو ساتھ لے کر حاضر ہو، فبہا، والآنہ اس کے زبر زبر کر کے مشکیں باندھ کر لے آؤ۔ باغ و بہار : ۲۲۴۔ نیز دیکھیے صفحات ۱۱۷، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۷۔

۲۲۱ : ۲ مصرع اس طرح پڑھیے : جگر اونٹتا لو بہہ یہ، وہ نہ ردیا۔

۴:۲۲۲ اچرج : ہندی، صفت۔ عورتوں کی زبان میں یہ لفظ مرادف انوکھا کا ہے اور یہ فقرہ سننے آتا ہے :
"ایسی کیا اچرج چیز تھی جو تم ایسی بلک گئیں"۔

۲۲۳: ح (۴) یہ حاشیہ قلم زد کر کے اس کی جگہ لکھیے : جن لوگوں کے شوق اور شفقت (چاؤ) جس قدر زیادہ (گھنے) ہوتے ہیں، اتنی ہی زیادہ (کلانی) انھیں اس کے لیے تکلیف بھی اٹھانا پڑتی ہے۔

۱۹:۲۲۴ تو تب لگ تو۔ ..... مصرع ناموزوں ہے۔

۱۳:۲۲۵ بگانی : (بیگانی کا مخفف) غیر، اجنبی (باغ و بہار : ۱۰۲، ۲۲۸)

۸:۲۲۸ تنور اُردو میں بغیر تشدید کے مستعمل ہے۔

۲۳۱: ح (۱) عمرو بن حریث مخزومی، حضرت علی رض کے اصحاب میں تھے، حالات کے لیے دیکھیے تہذیب التہذیب لابن حجر ۸ : ۱۷۔

۱۱:۲۴۱ بحرانی : بحرین کے رہنے والے بحرانی کہلاتے ہیں۔

۱۲:۲۴۸ انباری : عماری کی خرابی ہے : اونٹ کا محل، ہاتھی کا ہودج۔

۲۴۹: ح (۲) گھالنا، (باغ و بہار : ۲۰۶)

۱۲:۲۵۲ آیین بندی اور آیینہ بندی : شہر کو سجانا، چراغاں کرنا۔ دونوں مستعمل ہے لغت نامہ دہخدا (آیین) اور فرہنگ نفیسی، ۱ : ۵۵؛ نیز دیکھیے باغ و بہار : ۲۴۷۔

۱۰:۲۵۶ میدانی : (فارسی) وہ شخص جو کسی جرنیل یا وزیر کے آگے آگے اس کی سواری یا پالکی کی آمد کا اعلان کرتا ہوا چلتا ہے۔ (پلیٹس ۲ : ۱۱۰۴) یہاں مراد پیادہ و لشکر سے ہے

۲۶۰: ح (۲) ملاحظہ، بمعنی مروت فارسی میں مستعمل ہے۔

۲۶۷: ح (۴) کلمہ : پرانی اُردو میں بکثرت ملتا ہے۔

۱۰:۲۰۳ بعض حروف کے اسقاط سے مصرع موزوں ہو جائے گا۔

۵:۲۰ ۔ اضافہ کیجیے : پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب سے پتا چلا ہے کہ فضلی کے ایک چھوٹے بھائی کرم علی تھے جو فضلی کے انتقال کے بعد تک زندہ رہے۔ یہ بھی شاعر تھے۔ ان کے کچھ اُردو مرثیے پروفیسر ادیب کے پاس ہیں۔ بعض مرثیوں کے عنوانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہ عالم ثانی (۱۷۵۹ - ۱۸۰۶ء) کے سفر بنگال میں ان کے ساتھ تھے اور واپسی میں بھی دلی تک ان کے ساتھ رہے۔ اس سفر سے پہلے فضلی کا انتقال ہو چکا تھا۔ فضلی کا ایک اُردو مرثیہ بھی پروفیسر ادیب کے پاس ہے۔

تصحیحات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱	قسنء وقدر	قضا و قدر
۵	۳	چوں گلشن	جوں گلشن
۶	۸	چوں قاسم	جوں قاسم
۱۰	۱۴	محمد شاہ	احمد شاہ
۱۷	۱۴	"	"
۱۰	حاشیہ (۳)	"قصباتی ... ہیں"	"قلمزد کیا جائے۔
۱۹	۵	سخن ودی	سخن وہی
۱۹	۱۵	تیری	تری
۲۰	۳	اس کی کہ	اوس کی کے
۲۰	۹	بنیات اوس کی	بلیات اوس کے
۲۱	۱۵	پشیمانی کے	پشیمانی کی
۲۵	۱۵	بانتہا	"انتہا
۲۶	۹	قاضی	قاضی
۲۸	۴	امتحن	امتحن
۲۸	۷	القلبتین	القبلتین
۲۹	۶	توارے	حورارے
۳۱	۲	رب المشرقین والمغربین	ربّ المشرقین و [رب] المغربین
۳۲	۵	اسمار حسنی	اسمائے حسنی
۳۲	۷	یکساں زکی	رکھان زکی (۹)
۳۲	۱۲	"السار"	کلمزد کیجیے
۳۳	۳	الکفیم	الکظیم
۳۳	۲۰	العسکریۃ	العسکریۃ

تصحیحات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴	۷	ہزب	حزب
۳۸	۱	کرتے	کرتی
۳۸	۲	سمجھتے	سمجھتی
۳۸	۳	رہتے.....ہم سے	رہتی ...ہم سی
۴۴	۱	رام	مدام
۵۴	ح (۲)	النہوی	النہدی
۵۹	۱۴	منزل کے	منزل کی
۶۱	حاشیہ (۲)	پروانہ	پرواز
۶۲	۶	اسلام	اہل اسلام
۸۰	۹	بندسیویم	بندسوم
۸۲	۱	ملعون نے	ملعون
۸۳	۴	خطبۂ الہٰی	خطبۂ[حمد]الہٰی
۸۳	۱۰	داڑھی.....حضاب	ڈاڑھی ...خضاب
۸۹	۹	فغاں	افغاں
۱۰۵	۱۱	فدا تیری	فدا تیرے
۱۰۷	۹	ملازمت	مُلازمت
۱۰۷	ح (۳)	"	"
۱۰۹	۳	چھپ [گیا]	[گیا] قلمزد کیا جائے
۱۳۲	ح (۱)	فاعہ	قائمہ
۱۳۶	۶	مرغ و اہی	مرغ و ماہی
۱۳۶	ح (۱)	"	"
۱۳۸	۸	پوری گھڑی ہے	بوری گھڑی آئی
۱۳۸	۱۰	در	ادر
۱۳۹	۳	فاتحہ	فاتحہ گر
۱۳۹	۴	گررہے گا	رہے گا
۱۴۱	۵	ارکیو	ارکیوا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۲	ح (۴) شعر ۴	ماد	گاو
۱۴۳	۲	کاے	گائے
۱۴۳	ح (۲)		حاشیہ قلمزد کیا جائے
۱۴۷	ح (۱)	روا است	رواست
۱۴۷	ح (۱)	جانِ مااست	جانِ ماست
۱۵۲	۷	حریمِ الٰہ	حریمِ الٰہ
۱۵۲	ح (۱)	آئین	آیین
۱۵۴	۳	نہ لاتے	نہ لائے
۱۵۸	۱۰	سونیں	سونین
۱۶۴	۹	آپس	اُپس
۱۶۵	۶	حباب دار	حباب دار
۱۶۶	۱۱	اون سے	اون سے کہہ
۱۷۲	۱۲	افسوس ہیں	افسوس، ہیں
۱۷۴	۹	خطاے۔ ۔ جفاے	خطائی ... جفائی
۱۷۴	۱۱	پائمال	پایمال
۱۷۹	۱۰	نیزہ سینہ پُر	نیزہ سینہ بے کینہ علی اکبر پر چلایا علی اکبر نے اس کا نیزہ رد کر کے اپنا نیزہ اس کے سینہ پر
۱۸۱	۱۳	انکھیوں	آنکھوں
۱۸۲	۷	آگئے	اَگئے
۱۸۲	۷	باپ کی	باپ کے
۱۸۸	۶	پی	پیو
۱۹۲	۹	جدّ	جدِ (بغیر تشدید)
۲۶۱	۶	ء	ٗ
۱۹۵	۸	چوکیں	چونکیں
۱۹۸	۸	دیدۂ بینا	دیدہ، بینا
۲۰۴	۱۴	ختم ہوئی	ختم
۲۰۶	۹	ساتھ	ساتھ ۲

تصحیحات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۶	۱۲	چرخ پر	چرخِ پیر
۲۰۷	۹	صدقے جدّی یا رسول اللہ	صدقے جدّی رسول اللہ
۲۱۰	۱	پوشید	پوشیدہ
۲۱۶	۵	آواریاں۔آوارے	آواریاں۔آوارے
۲۱۶	۷	اپنا سر	ایتا سر
۲۱۷	۳	دکھیاریاں	دوکھیاریاں
۲۱۹	ح (۳)	کیجیے	کیجے
۲۲۰	ح (۱)	سر کے معنی میں	پگڑی کے معنی میں
۲۲۱	۱۱	رائگاں	رایگاں
۲۲۱	۱۴	لاکے	لاگے
۲۲۱	۲۱	لے	لیے
۲۲۲	۲	کیونکر	کیونکہ
۲۲۲	۲	[ہے]	[وہ]
۲۲۲	۱۴	بہائی (؟	پہائی
۲۲۳	۱۰	گہنے.... کلائی	گھنے.... کلائی
۲۲۴	۷	بستے [ہے]	گھوں، بستے
۲۲۶	۱۱	جادنی	جارتی
۲۲۷	۴	چورہ	چورنہ
۲۲۸	۱۲	دارا	دار
۲۲۹	ح (۱)	موسیٰ کی	موسیٰ کے
۲۳۰	۱۴	یلطھرلم	یلطھرکم
۲۳۱	۸	انشاءاللہ تعالیٰ دن	انشاءاللہ تعالیٰ کوئی دن
۲۳۳	ح (۵)	۵. منہرن	۵: من ہرن یعنی دل ربا، محبوب
۲۳۶	۲	لرزنے	لرزے
۲۳۹	ح (۳)	گذری	گزری
۲۴۰	۱۷	بیچادر	بے چادر
۲۴۱	۱	پیار کی	پیارے کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۲	۱۳	عجائب عجائب	عجائب
۲۴۴	۱۸	اس رات	اوس رات
۲۴۴	ح (۱)	لفظ بہ لفظ	لفظ بلفظ
۲۴۵	۱	اس زیور	اوس زیور
۲۴۵	۲	ٹھکاٹھکائے	ٹھکاٹھکائی
۲۴۵	۱۰	گذارنا	گذرانا
۲۴۵	۲۱	خدمت کے	خدمت کر
۲۴۷	ح (۶)	طماچا	طماچہ
۲۴۸	۹	یاں تم آدمیوں کی	ماں تم آدمیوں کی
۲۵۱	ح (۳)	مصطفا ... مرتضا	مصطفیٰ ... مرتضیٰ
۲۵۲	۷	روتے ہوتے	روتے ہوئے
۲۵۳	۱	چوتھی ....؟	یہ چوتھی ...
۲۵۳	ح (۳)	آرائش وتزئین	آرایش وتزیین
۲۵۸	۱۸	یتیموں	یتیموں کے
۲۶۹	۱۱	مارا۔ شمر کہا :	مارا۔ کہا : معاذاللہ! یزید کہا، سب متفق ہم نے مارا۔ شمر کہا :
۲۷۲	۲	شمشیر	شمشیر سے
۲۷۲	۲	ساتھ تھا اور دو بیعت	ساتھ۔ اور دو بیعت میں
۲۷۳	۲۱	اونہی	اوسکے
۲۷۵	ح (۳)	چھوڑانا	چھڑانا
۲۸۰	۱۰	امّید	امید (بغیر تشدید)
۲۸۱	ح (۲)		قلمزد کیا جائے
۲۸۴	ح (۱)	خدمت گذاری	خدمت گزاری
۲۸۶	ح (۱)	سفر کا مہینہ	صفر کا مہینا
۲۸۶	۱	فرہنگ ...	فہرست عربی عبارتوں اور فقروں کی